وما يستوي الأحياء ولا الأموات

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

از

ابو شہریار

www.islamic-belief.net

۲۰۱۷

طبع دوم ۲۰۲۰

فہرست

موت کے بعد کوئي ہے جو بول اٹھا؟

کیا میت زائر کو پہچانتي ہے؟

عائشہ (رض) وفات شدہ لوگوں سے پردہ کرتی تھیں؟

مبحث ششم: قبر کا وسیع و تنگ ہونا

سعد بن معاذ رضي الله عنہ اور قبر کا ان کو دبوچنا

مبحث ہفتم: عالم غیب میں نقب

کیا عذاب قبر فرقہ پرستوں کے ہاں غیب کا معاملہ ہے ؟

کیا چوپائے عذاب قبر سنتے ہیں؟

تم دفنانا چھوڑ دو گے اگر عذاب سن لو؟

کیا البرزخ پردہ غیب کو کہتے ہیں ؟

مبحث ہشتم: بقائے جسد کا نظریہ

کیا مردہ کفار کا گوشت سانپ کھا جاتا ہے

مبحث نہم: عذاب قبر کا انکار و اقرار

الْمُعْتَزِلَة ، کرامیہ، غیر مقلدین اور عذاب قبر

خوارج کا عذاب قبر کا انکار و اقرار

ابن خزیمہ کا عذاب قبر کا نظریہ

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

تصوف کی جڑ حیات فی القبر

مبحث دھم: روحوں سے متعلق مزید غلط عقائد

کتاب الرویا کا بھید

پیش لفظ

رزم حق و باطل چلا آ رہا ہے ۔افسوس حق میں باطل کی تلبس کرنا حامل کتاب الہی قوموں کا شغف بھی رہا ہے ۔اس کی خبر ہم کو کتاب اللہ سے مل چکی ہے کہ الفاظ کو اس کے مقام سے ہٹانا، مدعا ثابت کرنے کے لئے اسباط (ثقات کی فہرست) کو پیش کرنا اور پھر اقوال احبار کی بنیاد پر کلام الہی کی الٹی تاویل کرنا یہود کا شیوہ تھا۔ اس میں شریعت کو بدلا گیا تھا کہ یعقوب علیہ السلام کی منت کا قول لے کر اونٹ کو مطلّقا حرام قرار دیا گیا تھا۔ کیا اپ نے غور کیا یہ سب کرنا کیسے ممکن ہوا کہ حاملین توریت نے ایک حلال کو حرام کر دیا؟ یہ اقوال رجال کی وجہ سے ہی ممکن ہوا ۔یہ اقوال رجال و اتباع سلف سے ممکن ہوا ورنہ توریت کی آیات کی یہ تاویل ممکن نہیں تھی۔ کسی حبر یا یہودی مولوی نے آیات کی غلط تاویل کی اور وہ ان میں رواج پا گئی۔ اس کے خلاف اگر کہا بھی گیا تو سنی ان سنی کر دی گئی۔

کچھ اسی انداز میں اس امت میں بھی عقائد میں تبدیلی آتی گئی ہے ۔زہد کی وجہ سے لوگ قبروں پر گئے جن پر معتکف ہونے سے منع کیا گیا تھا ۔اہل کتاب کے علماء کی طرح ہمارے علماء نے بھی قبر سے فیض لینے کو سند جواز دیا اور اس کی وجہ یہ سمجھنا تھا کہ صاحب قبر اب مقرب بارگاہ الہی ہے اس کی روح قبر سے عرش تک آتی جاتی رہتی ہے اور یہ روشنی یا سورج کی شعاع جیسی کوئی چیز ہے۔ افسوس روح کو شعاع کی مانند متحرک کہنا، اس کا عالم بالا کی سیر کرتے رہنا، انہوں نے بھی بیان کیا ہے جو بظاہر قبروں سے فیض لینے کے انکاری تھے یعنی یہ قول ابن تیمیہ اور ابن قیم کا بھی ہے۔ قبروں سے فیض کے منکروں کے لئے یہ بات اب ایک امر صعب بن کے رہ گئی ہے کہ ایک طرف تو اس فعل سے منع کرتے ہیں اور دوسری طرف ارواح کو غیر مقید ماننے، ان کے عالم بالا میں پھرتے رہنے کے قائل علماء کے لئے رطب اللسان رہتے ہیں ۔اس دورخی کی وجہ سے توحید کی خالص دعوت ایک مذاق بن جاتی ہے کیونکہ تحقیق کرنے والا چند دنوں میں ہی جان جاتا ہے کہ یہ سب مایا جال ہے۔ ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

اس بات کو سمجھتے ہوئے ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے توحید کی دعوت دی اس کو فرقہ پرستی اور اکابر پرستی کی بیڑیوں سے آزاد کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۲ سے ۱۵ صفحات پر مشتمل عوام کے لئے چند کتب لکھیں تا کہ وہ حق

کو جان سکیں- لیکن عالم سفلی کے طواغیت جمع ہونے لگے اور ان چند اوراق کے جواب میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ قرطاس میں رد لکھے جانے لگے- ان کے ذہنی خلفشار کو رد کرنے کے لئے ویب سائٹ کا اجراء ۲۰۱۳ میں ہوا- وقت کے ساتھ اس پر کافی مواد جمع ہوا جس کو آج کتاب کی صورت یہاں رکھا جا رہا ہے- کہتے ہیں شریف آدمیوں کے سینے رازوں کے دفینے ہوتے ہیں—راقم کو بھی ان رازوں کو طشت از بام کرنا پڑا ہے

محدثین نے عود روح کی روایت کو رد کیا تھا لیکن کچھ کے تساہل کی وجہ سے یہ روایت عقیدہ کی کلید بنی اور رد کتاب اللہ کا وجہ بن رہی ہے- کفار پر جہنم میں یا البرزخ میں عذاب کی خبر مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی گئی جب ال فرعون اور قوم نوح پر عذابات سے مطلع کیا گیا—یہ دونوں غرق اب ہوئے اور ان کا معاملہ ایک عموم سمجھا گیا ہے کہ جہنم میں عذاب قبل محشر بھی ہو گا ال فرعون پر عذاب کے حوالے سے

تفسیر ابن کثیر سورہ غافر میں ابن کثیر لکھتے ہیں

أَنَّ الْآيَةَ دَلَّتْ عَلَى عَرْضِ الْأَرْوَاحِ إِلَى النَّارِ غُدُوًّا وَعَشِيًّا فِي الْبَرْزَخِ، وَلَيْسَ فيهَا دَلَالَةٌ عَلَى اتِّصَالِ تَأَلُّمِهَا بِأَجْسَادِهَا فِي الْقُبُورِ، إِذْ قَدْ يَكُونُ ذَلِكَ مُخْتَصًّا بِالرُّوحِ، فَأَمَّا حُصُولُ ذَلِكَ لِلْجَسَدِ وَتَأَلُّمُهُ بِسَبَبِهِ، فَلَمْ يَدُلَّ عَلَيْهِ إِلَّا السُّنَّةُ فِي الْأَحَادِيثِ

بے شک یہ آیت دلالت کرتی ہے ارواح کی آگ پر پیشی پر صبح و شام کو البرزخ میں، اور اس میں یہ دلیل نہیں کہ یہ عذاب ان کے اجساد سے جو قبروں میں ہیں متصل ہو جاتا ہے، پس اس (عذاب) کا جسد کو پہنچنا اور اس کے عذاب میں ہونے پر احادیث دلالت کرتی ہیں

ابن کثیر اسی آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھتے ہیں

وهذه الآية أصل كبير في استدلال أهل السنة على عذاب البرزخ في القبور

اور یہ آیت قبروں میں عذاب البرزخ پر اہل سنت کے استدلال میں سب سے بڑی ہے

ابن کثیر نے صحیح کہا مومن پر عذاب کی خبر احادیث سے ملی ہے اور آیت میں یہ نہیں ہے کہ یہ عذاب جسد کو بھی ہوتا ہے- مکی زندگی میں مومنوں پر عذاب جہنم کی خبر نہیں تھی- مومنوں پر عذاب کا علم ۱۰ ہجری میں سورج گرہن کی نماز سے منسلک خطبہ میں دیا گیا جس روز ماریۃالقبطیۃ رضی اللہ تعالی عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم انتقال کر گئے (ذیقعدہ سن ۱۰ ہجری از امام ابن حزم)- جب ہم کسوف کی روایات اور خطبہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں جو عذاب ہیں وہ جہنم کے مناظر ہیں جو مسجد النبی میں براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے یہاں تک کہ روایت کے مطابق جہنم کی تپش تک مسجد النبی میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے محسوس کی اور نماز میں پیچھے ہٹے- اس کے بعد خطبہ میں اپ نے ایک عورت کا ذکر کیا جس نے بلی کو باندھے رکھا وہ مر گئی- حاجیوں کا سامان چوری کرنے والے کا ذکر کیا— بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے والے کا ذکر کیا—ان سب پر جہنم میں عذاب کی خبر دی اور کہا تم کو بھی قبر میں آزمایا جائے گا-

یعنی مومنوں پر عذاب قبر کی تمام روایات اس سے بعد کی ہیں جو ایک نہایت مختصر مدت تقریباایک سال ہے یااس سے بھی کم ہے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۲ ربیع الاول 11 ہجری کی ہے) اس کے بر عکس اگر اس مسئلہ پر تمام صحیح (وضعیف) روایات اکٹھی کی جائیں تو اس سے گمان ہوتا ہے کہ ساری مدنی زندگی میں صرف اسی مسئلہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کی- یعنی چند ماہ میں ہر وقت عذاب قبر کا مسئلہ کی بیان ہوا کہ اس قدر روایات جمع ہوئیں یا یہ کسی اور وجہ سے اس قدر زیادہ ہیں؟ یہاں تک کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کی شہادت شروع میں ۵ ہجری میں ہوئی ان کے لئے بھی راویوں نے بیان کر دیا ہے کہ ان کی قبر نے ان کو دبوچہ! لہٰذا عذاب قبر کی روایات کی تحقیق ضروری ہے کہ اس کو جانا جائے کہ اس سلسلے میں کیا صحیح اور کیا غلط ہے- بخاری میں ایک دوسری روایت ہے کہ بنو نجار ہی کے ایک مقام پر اپ نے مشرکین کی قبریں اکھڑوا دیں اور وہاں اب مسجد النبی ہے اس تاریخی پس منظر میں یہ واضح ہے کہ عذاب اگر ارضی قبر میں ہوتا تو اس مقام پر نہ ہی مسجد النبی ہوتی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کھدواتے اور کسی اور مقام پر جا کر مسجد النبی کی تعمیر کرتے. خوب یاد رکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین پر عذاب قبر کی خبر مکّہ میں ہو چکی ہے لیکن پھر بھی قبرین کھدواتے ہیں[1]

---

[1]

جن قوموں کو تباہ کیا گیا ان کی قبریں نہیں ہیں سوائے ایک شخص ابو رغال کے جو عذاب کے وقت حدود حرم میں تھا لہذا بچ گیا لیکن جیسے ہی حرم کی حدود سے نکلا ایک آسمان سے پتھر گرا اور اس کو ہلاک کر دیا گیا – ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے تو کہا یہاں ابو رغآل کی قبر ہے کھود کر سونا نکال لو! سو صحابہ نے کھودا اور عذاب قبر وہاں نہیں تھا بلکہ سونا تھا اس کو لیا

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ، حَدَّثَنَا يَ زِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ بُجَيْرِ بْنِ أَبِي بُجَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: "أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَمَرُّوا عَ لَى قَبْرِ أَبِي رِغَالٍ وَهُوَ أَبُو ثَقِيفٍ وَهُوَ امْرُؤٌ مِنْ ثَمُودَ، مَنْزِلُهُ بِحِرَاءٍ، فَلَمَّا أَهْلَكَ اللَّهُ قَوْمَهُ بِمَا أَهْلَكَهُمْ بِهِ مَنَعَهُ لِمَكَانِهِ مِنَ الْحَرَمِ، وَأَنَّهُ خَرَجَ حَتَّى إِذَا بَلَغَ هَاهُنَا مَاتَ، فَدُفِنَ مَعَهُ غُصْنٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَابْتَدَرْنَا، فَاسْتَخْرَجْنَاهُ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم ثمود کے شخص ابو رغال کی قبر کھودنے کا حکم دیا اور اس ثمودی کی قبر سے سونا نکلا
امام المزی اس کو حدیث حسن عزیز کہتے ہیں- البانی ضعیف کہتے ہیں ان کی بنیاد بُجَيْرِ بْنِ أَبِي بُجَيْرٍ پر ہے کہ یہ مجہول ہے - ابن حبان اسکو صحیح کہتے ہیں اور صحیح میں ذکر کرتے ہیں- طحاوی مشکل الاثار میں اس کو صحیح مانتے ہوئے اس پر تبصرہ کرتے ہیں اور امام النسانی کا قول پیش کرتے ہیں پھر کہتے ہیں
فَكَانَ جَوَابُنَا لَهُ فِي ذَلِكَ بِتَوْفِيقِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَوْنِهِ: أَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَسْكَنُهُ فِي الْحَرَمِ , وَكَانَ مَعَ ثَمُ ودَ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي كَانَتْ فِيهِ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ مَعَاصِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ , وَالْخُرُوجِ عَنْ أَمْ رِهِ , فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْوَعِيدُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ , وَخَافَ أَنْ يَلْحَقَهُ ذَلِكَ بِالْمَكَانِ الَّذِي هُوَ بِهِ , لَجَأَ إِلَى مَسْكَنِهِ فِي الْحَرَمِ ,

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

ہمارے لئے حبل اللہ کتاب اللہ ہے اور صحیح سند سے قول نبوی ہے ۔ کتاب اللہ کا حکم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو - یہ بات دور نبوی کے لئے ہے اور بعد والوں کے لئے بھی ہے - لیکن امداد زمنہ کی وجہ سے ہم تک قول نبوی لوگوں کی سند سے پہنچا ہے ۔ لوگ ثقہ بھی ہوں تو بھول جاتے ہیں ، روایت کو معنوی انداز میں بیان کر دیتے ہیں جو الفاظ نبوی نہیں ہوتے - لوگ اختلاط کا شکار بھی ہوتے ہیں جو ایک بشری کمزوری ہے - یہاں تک کہ اگر روایت کو صحیح بھی سمجھا جائے تو لوگوں کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ صحیح قول نبوی کا کیا مفہوم ہے ؟ کیا اس کی تاویل ہے ؟ مثلا جن اقوال نبوی کی بنیاد پر لوگ صاحب قبر کو سننے والا اور سمجھنے کہتے ہیں قرآن کی آیات کا ظاہر اسی مفہوم اس کا رد کرتا ہے ۔ اس اختلاف کی بنا پر عقیدہ میں صحیح منہج کو برقرار رکھنا ضروری ہے - جس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن سے پہلے صحیح عقیدہ سمجھا جائے اور پھر حدیث نبوی کو دیکھا جائے ۔ ہم کو معلوم ہے کہ ثقہ بیمار بھی ہوتا ہے اس کو اختلاط بھی ہو سکتا ہے وہ بھول بھی سکتا ہے ۔ ظاہر ہے جو کسی بیماری کی وجہ سے بھولا یا روایت سننے سمجھنے کی غلطی کر گیا اس کو شاید معافی مل جائے لیکن جو سب جان کر قرآن کا رد کرے اس کو کون بچائے گا ؟

اللہ تعالی نے قرآن میں حکم دیا ہے کہ اس کی کتاب کی اتباع کی جائے اور اس کے رسول کا حکم چلے گا کسی اور کی اتباع کی قرآن میں کوئی سند نہیں ہے لہذا ہر مسلم پر فرض ہے کہ کتاب اللہ پر اپنا عقیدہ جانچ لے یہ قرآن کا حکم ہے

فَدَخَلَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَرَمَ فَمَنَعَهُ , وَقَدْ رُوِيَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ , عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِصَّةِ [ص:374] أَبِي رِغَالٍ أَيْضًا مَا يُوَافِقُ مَا فِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي دَاوُدَ مِمَّا ذَكَرْنَا.
یعنی طحاوی اس کو صحیح مانتے ہیں ورنہ کہتے ضعیف ہے اور رد کرتے

چونکہ اس سے مسلک پرستوں کے عقیدہ کا رد ہوتا ہے انکی کوشش رہی کہ اس روایت کو رد کریں ابن کثیر میدان میں کودے اور تفسیر میں لکھا
قال ابنُ كثير في "تفسيره" 3/ 440 ، وقال: وعلى هذا يُخشى أن يكون وهم في رفع هذا الحديث، وإنما يكونُ من كلام عبد الله بن عمرو، مما أخذه من الزاملتين، ثم قال: قال شيخنا أبو الحجاج [يعني المزي]، بعد أن عرضتُ عليه ذلك: وهذا محتمل، والله أعلم.
اور خطرہ ہے کہ یہ حدیث رفع کی گئی ہے اور ہو سکتا ہے یہ عبد اللہ بن عمرو کا کلام ہو جس کو انہوں نے اونٹنیوں پر سے لیا پھر کہا ہمارے شیخ المزی پر یہ بات پیش کی گئی انہوں نے کہا ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو

افسوس ایک صحابی پر اہل کتاب کی کتب چوری کرنے کا الزام ابن کثیر نے متعدد بار لگایا- اور المزی جو خود تہذیب الکمال میں اس روایت کو ضعیف نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں حدیث حسن عزیز وہ کیسے اس رائے سے متفق ہو سکتے ہیں- لہذا یہ روایت ضعیف نہیں ہے

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْء فَرُدُّوهُ إِلَى الله والرسول إن كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بالله واليوم الآخر ذلك خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً   سورة النساء آية 59

پس کسی بات میں تمہارا تنازع ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پلٹ دو اگر تم اللہ روز آخرت پر ایمان والے ہو یہ خیر ہے اور اچھی تاویل ہے

اور کہا
وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فيه منْ شَيْء فحكمه إلى الله
اور جس چیز میں بھی اختلاف کرو تو حکم اللہ ہی کا ہے

اور کہا
بَلْ كَذَّبُواْ بِمَا لَمْ يُحيطُواْ بعلْمه وَلَمَّا يَأْتهمْ تَأْويلُهُ
بلکہ انہوں نے انکار کیا اس کا احاطہ ان کا علم نہ کر سکا اور اس کی تاویل ان تک نہ پہنچی

اور کہا
مَا فَرَّطْنَا فِي الْكتَاب منْ شَيْء
ہم سے کتاب میں (وضاحت پر) کوئی چیز نہیں رہ گئی

اور کہا
تبْيَانًا لكُلِّ شَيْء
ہر چیز کی اس میں وضاحت ہے

حیات فی قبر عقیدہ کا ایک اہم مسئلہ ہے لہٰذا اس کو کتاب اللہ پر پیش کریں کہیں بھی حیات فی القبر کی دلیل نہیں ملتی

لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں شہداء کی حیات کا ذکر ہے کہ ان کو مردہ مت کہو لیکن وہ ان آیات کا سیاق و سباق نہیں دیکھتے صرف ایک آیت لی اور اس کو اپنی مرضی کا معنی پہنا دیا- یہ آیت منافقین کے اس قول کے رد میں نازل ہوئی تھی کہ بے چارے مسلمان اپنے نبی کے چکر میں جنگوں میں ہلاک ہو گئے ہمارے ساتھ مدینہ میں ہی رہتے تو بچ گئے ہوتے- یہ بات قرآن کہتا ہے انہوں نے بولی اور اللہ نے کہا نہیں اگر ان کی موت کا وقت ہوتا تو کہیں بھی ہوتے ہلاک ہوتے اور جو میدان میں شہید ہوئے وہ معدوم نہیں ہوے وہ زندہ ہیں اللہ کے پاس رزق پا رہے ہیں- مسلمانوں کا تو پہلے سے یہ عقیدہ تھا کہ مریں گے تو جنت میں جائیں گے یہ منافقین کی

حماقت تھی جو ایسا کہہ رہے تھے کیونکہ وہ اللہ کے رسول اور آخرت کے انکاری تھے- ان پر حجت تمام کی گئی کہ جو مرے ہیں وہ اللہ کے پاس رزق پا رہے ہیں- صحیح مسلم کی مسروق کی حدیث میں اسکی وضاحت اگئی کہ یہ شہداء اپنی قبروں میں نہیں انکی ارواح اللہ کے عرش کے نیچے ہیں- اس کے علاوہ ایک عام مومن کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہے کہ اس کی روح جنت کے درخت پر معلق ہے- لہذا قرآن میں مکمل وضاحت ہے کہ یہ ارواح جنت میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف جہنم میں ہیں

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (13) وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ سورة الانفطار
بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہیں اور فاجر جہنم میں قیامت کے روز اس میں جلیں گے

اسی طرح موسی علیہ السلام کے مخالف جہنم میں ہیں پورا ال فرعون کا لشکر جہنم میں اگ پر پیش ہو رہا ہے جو ڈوب کر مرا

اللہ تعالی نے خبر دی کہ نوح علیہ السلام نے پوری دنیا کو بد دعا دے دی کہ ایک کافر بچ نہ پائے

اللہ کا غضب بھڑک گیا اس نے پوری زمین کو پھاڑ ڈالا اور آسمان سے پانی گرنا شروع ہوا

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ

ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے نہروں جیسے پانی کے ساتھ

آسمان کے دروازے کھلے ہیں کفار مر رہے ہیں اور روحیں جلدی جلدی جہنم میں ڈالی جا رہی ہیں

زمین پر اس وقت پانی ہی پانی ہے

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا

اور ہم نے زمیں کو پھآڑ کر چشموں میں بدل دیا

یعنی قبریں ختم کسی کی بھی قبر نہ رہی نہ آدم علیہ السلام نہ ود کی نہ سواع کی نہ یغوث کی نہ نسر کی جو صالح تھے اور نہ کفار کی سب کی لاشیں پانی میں زندہ بھی مر رہے ہیں اور مردہ بھی تیر رہے ہیں- آدم کیا قبر میں نماز پڑھ رہے تھے ؟ نہیں وہ تو جنت میں تھے ان کا جسم مٹی ہو چکا ہو گا یا اگر جسد تھا بھی تو وہ بھی اسی پانی میں تھا جس سے پوری زمین کو بھرا جا رہا تھا- ان صاف ظاہر بصیرت کے بعد مردے میں عود روح کا عقیدہ رکھنا ایک باطل عقیدہ ہے اس کی دلیل نہ قرآن میں ہے نہ صحیح احادیث میں-

لہذا اللہ کے بندوں کتاب اللہ پر عقیدہ بنالو- راویوں کی غلطیاں ان کی غلطیاں ہیں ان کو اپنے سر مت لیں اللہ ان کو معاف کر دے گا کیونکہ جو بیماری میں بھول گیا اس کی خطا نہیں لیکن جو پورے ہوش میں جان کر کتاب اللہ کو چھوڑ گیا اس کے پاس کیا جواب ہو گا؟

واضح رہے کہ راقم یہ نہیں کہہ رہا کہ حدیث کو مطلّقا رد کرو- راقم کہتا ہے یہ قول خوارج کا تھا کہ حدیث کو قرآن پر پیش کر دو تاکہ ناسخ و منسوخ کو رد کیا جائے [2]- بلکہ راقم کہتا ہے قرآن و حدیث کا جمع و تقابل عقائد میں

---

[2]

کتاب جامع بیان العلم از ابن عبد البر میں ہے
قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: " الزَّنَادِقَةُ وَالْخَوَارِجُ وَضَعُوا ذَلِكَ الْحَدِيثَ، يَعْنِي مَا رُوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «مَا أَتَاكُمْ عَنِّي فَاعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَأَنَا قُلْتُهُ وَإِنْ خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ فَلَمْ أَقُلْهُ أَنَا، وَكَيْفَ أُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ، وَبِهِ هَدَانِي اللَّهُ» وَهَذِهِ الْأَلْفَاظُ لَا تَصِحُّ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ
عبد الرحمان بن مہدی نے کہا کہ زنادقہ اور خوارج نے اس روایت کو گھڑا یعنی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ جو میں دوں اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو میں نے اس کو کہا ہے اور میں کیسے کتاب اللہ کی مخالفت کر سکتا ہوں اور اللہ نے اس سے ہدایت دی ہے .. اور یہ الفاظ اہل علم کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہیں
دوسری روایت کا حوالہ امام الشافعی نے اپنی کتاب الام میں دیا ہے اور تنقید کی ہے
قَالَ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ «مَا جَاءَكُمْ عَنِّي فَاعْرِضُوهُ عَلَى الْقُرْآنِ فَإِنْ وَافَقَهُ، فَأَنَا قُلْته وَإِنْ خَالَفَهُ فَلَمْ أَقُلْهُ» فَقُلْت لَهُ فَهَذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ عِنْدَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَالْمَعْرُوفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عِنْدَنَا خِلَافُ هَذَا وَلَيْسَ يُعْرَفُ مَا أَرَادَ خَاصًّا وَعَامًّا وَفَرْضًا وَأَدَبًا وَنَاسِخًا وَمَنْسُوخًا إلَّا بِسُنَّتِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہتے ہیں پہنچا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میری طرف سے تم تک جو پہنچے اس کو قرآن پر پیش کرو اگر موافق ہو تو میں نے کہا ہے اگر اگر مخالف تو میں نے نہیں کہا لیکن یہ قول نبوی غیر معروف ہے ہمارے نزدیک اور جو معروف ہے رسول اللہ کی طرف سے وہ اس کے خلاف ہے اور خاص و عام اور فرض اور نسخ و منسوخ کا پتا نہیں چلتا سوائے سنت رسول سے

خوارج قرآن میں ناسخ و منسوخ کو نہیں مانتے لہذا ان کی کتاب مسند الربيع بن حبيب بن عمر الأزدي البصري (المتوفى حوالي سنة: 170هـ) میں اس کی سند ہے
أَبُو عُبَيْدَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَخْتَلِفُونَ مِنْ بَعْدِي فَمَا جَاءَكُمْ عَنِّي فَاعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ فَمَا وَافَقَهُ فَعَنِّي وَمَا خَالَفَهُ فَلَيْسَ عَنِّي
اہل سنت کے نزدیک جابر بن زید کا نام لے کر خوارج نے روایات گھڑی ہیں

قال السّخاوي: وقد سئل شيخنا عن هذا الحديث فقال: إنّه جاء من طرق لا تخلو من مقال
سخاوی نے کہا میں نے ابن حجر سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو کہا اس کے تمام طرق میں کلام ہے

کیا جاتا ہے- محدثین نے بہت سی خلاف عقل اور خلاف قرآن روایات کو رد کیا ہے
علوم الحديث ومصطلحه – عرضٌ ودراسة از مؤلف دکتور صبحي إبراهيم الصالح (المتوفى: 1407هـ) کے مطابق ایسی حدیث جو خلاف عقل ہوں رد کی گئی ہیں

أن يكون المروي مخالفًا للعقل أو الحس والمشاهدة، غير قابل للتأويل (2). قيلَ لعَبْد الرّحْمَنِ بْنِ زَيْد: حَدَّثَكَ أَبُوكَ عَنْ جَدِّكَ أَن رَسُول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ قَالَ: إنَّ سَفينَةَ نُوح طَافَتْ بِالْبَيْت سَبعًا وَصَلَّتْ خَلْفَ المَقَامِ رَكْعَتَين؟ قَالَ: نَعَمْ. (3). وواضع هذا الخبر، عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، مشهور بكذبه وافترائه، ففي " التهذيب " نقلاً عن
الإمام الشافعي: «ذَكَرَ رَجُلٌ لمَالك حَديثًا، مُنْقَطعًا، فَقَالَ: اذْهَبْ إلَى عَبْد الرّحْمَنِ بْنِ زَيْد يُحَدِّثْكَ عَنْ أَبِيه، عَنْ نُوحٍ!

اگر حدیث خلاف عقل ہو تو رد ہو گی اس کی مثال ہے کہ عبد الرحمان بن زید نے اپنے باپ سے پھر دادا سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوح کی کشتی نے کعبہ کا طواف کیا

کتاب الموضوعات کے مقدمہ میں ابن جوزی نے کہا
ألا ترى أنه لَو اجْتمع خلق من الثِّقَات فَأَخْبرُوا أَن الْجمل قد دخل فِي سم الْخياط لما نفعنا ثقتهم وَلَا أثرت فِي خبرهم، لأَنهم أخبروا بمستحيل، فَكل حَدِيث رَأَيْته يُخَالف الْمَعْقُول، أَو يُنَاقض الْأُصُول، فَاعْلَم أَنه مَوْضُوع فَلَا تتكلف اعْتِبَاره.
کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر مخلوق کے تمام ثقات جمع ہوں اور خبر دیں کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر گیا تو ان کی ثقاہت کا کوئی فائدہ ہم کو اس خبر سے نہیں کیونکہ انہوں نے وہ خبر دی جو ممکن نہیں –پس ہر وہ حدیث جو عقل والے کی مخالفت کرے اور اصول (عقائد) سے متصادم ہو تو جان لو وہ گھڑی ہوئی ہے پس اس کے اعتبار کی تکلیف نہ کرو
ابن جوزی نے مزید کہا
وَاعْلَم أَنه قد يجِئ فِي كتَابنَا هَذَا من الْأَحَادِيث مَا لَا يشك فِي وَضعه، غير أَنه لَا يتَعَيَّن لنا الْوَاضِع من

کتاب المدخل میں بیہقی نے اس کے طرق جمع کیے ہیں - علی بن محمد بن عبد الکریم بن موسی البزدوی المتوفی ٤٨٢ ھ نے اس حدیث کو اصول الفقہ مشہور اصول البزدوی میں لکھا ہے لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ یہ روایت محدثین کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک صحیح نہیں ہے

الروَاة، وَقد يتَّفق رجال الحَدِيث كلهم ثِقَاة والْحَدِيث مَوْضُوع أَو مقلوب أَو مُدَلّس، وَهَذَا أشكل الْأُمُور، وَقد تكلمنا فِي هَذَا فِي الْبَاب الْمُتَقَدّم.

اور جان لو کہ اس کتاب میں آئیں گی روایات جن پر کوئی شک نہیں کہ وہ گھڑی ہوئی ہیں لیکن اس میں یہ تعین نہیں کیا جا سکتا کہ کس راوی نے گھڑی ہے اور اس میں اتفاق بھی ہو گا کہ تمام رجال ثقہ ہیں جبکہ یہ حدیث یا تو گھڑی ہوئی ہے یا مقلوب ہے یا تدلیس ہے اور یہ مشکل کاموں میں ہے

اسی کتاب میں ابن جوزی نے کہا
وَاعْلَم أَن حَدِيث الْمُنكر يقشعر لَهُ جلد طَالب الْعلم مِنْهُ
اور جان لو کہ حدیث منکر سنتے ہی طالب علم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں

گویا علم حدیث کا دارومدار صرف سند اور رجال ہی نہیں اس کا متن بھی ہے[3]

گمراہ فرقوں کی جانب سے آج کہا جا رہا ہے کہ عقل معیار نہیں بن سکتی[4] - دوسری طرف ہم جس مذہب کو مانتے ہیں یعنی اسلام اس کو تو کو دین فطرت کہا جاتا ہے – نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[3] قال ابن حجر في شرح النخبة: "ومنها ما يؤخذ من حال المروي، كأن يكون مناقضا لنص القرآن، أو السنة التواترة. أو الإجماع القطعي". وقال الخطيب في كتاب الكفاية 432: "ولا يقبل خبر الواحد في منافاة حكم العقل، وحكم القرآن الثابت المحكم، والسنة المعلومة، والفعل الجاري مجرى السنة، وكل دليل مقطوع به

[4] امت میں قبر پرستی کو سند جواز دینے والے علماء نے آج یہ لکھنا شروع کر دیا ہے کہ دینی معاملات میں عقل کو معیار نہیں بنایا جا سکتا – تشابہت قلوبھم – ان کے اور اہل کتاب کے علماء کی تان یہیں آ کر ٹوٹی کہ اگر ہم غور و فکر کریں تو علمانے اسباط یا سلف کے اقوال غلط ہو جاتے ہیں – اسی فرقہ پرستی سے دین میں منع کیا گیا تھا کہ جب حق عقل و فکر کے میزان میں کتاب اللہ کی تائید میں آ جائے تو پھر اس کو قبول کر لینا چاہیئے

اس قبیل کے علمائے سوء کی جانب سے علی رضی اللہ کا ایک قول پیش کیا جاتا ہے

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دین کا دارومدار رائے (اور عقل) پر ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کرنا بہتر ہوتا اوپر مسح کرنے سے اور بلاشبہ میں نے دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں کے اوپر مسح کیا کرتے تھے۔(رواہ ابو دائود‘والدارمی معناہ ‘ مشکوۃ ص ۵۴
یہ قول سنن دارمی اور ابی داود میں نقل ہوا ہے

ما مِنْ موْلودٍ إلا يولَدُ على الفِطرةِ
ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے

فطرت انسان میں جبلی قوت دی گئی ہیں ان میں حواس خمسہ رکھے گئے ہیں ۔جس میں قرآن میں بار بار سمع و الابصار کا ذکر ہے کہ مشرک اس کو استعمال نہیں کرتے اور اس کی وجہ قرآن کہتا ہے کہ یہ اندھے نہیں ان کے دل اندھے ہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حق کی تلاش کے لئے استعمال نہیں کرتے ان کے قلوب پر زنگ آ جاتا ہے وہ اگرچہ آنکھوں سے بینا ہیں لیکن ان میں عقل و سمجھ مفقود ہے لہٰذا قرآن میں اللہ تبارک و تعالی کہتے ہیں

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ
یہ اللہ کی (دی ہوئی) فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو خلق کیا ہے ، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں

یعنی ہر انسان اس فطرت پر پیدا ہو رہا ہے جس میں تعقل و فکر کر کے وہ اللہ کو پا سکتا ہے

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا جب انکی قوم نے گمراہی پر اصرار کیا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِى ابْنَ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدْ «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ

راقم کہتا ہے کیا رائے ہمیشہ عقل سے نکلتی ہے ؟ رائے تو نصوص سے بھی اتی ہے اور عقل و فکر سے دانش سے فقہ سے سب سے اتی ہے - رائے کا لفظ صحابہ کے دور میں مستعمل نہیں تھا لہذا یہ متن منکر ہے اس میں ابی اسحاق ہے جو مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے- اس کی سند میں الأعمش ہے جو مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے

العلل دارقطنی میں اس روایت کی اسناد و متن پر بحث ہے جس میں کہا گیا ہے کہ رائے کا لفظ الاعمش کی سند میں ہے
.وَاخْتَلَفُوا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ فَقَالَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ فِيهِ لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ
وَقَالَ عِيسَى بْنُ يُونُسَ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ فِيهِ كُنْتُ أَرَى أَنَّ بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُمَا
.وَتَابَعَهُمَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ وَإِسْرَائِيلُ عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ
.وَالصَّحِيحُ مِنْ ذَلِكَ قَوْلُ مَنْ قَالَ: كُنْتُ أَرَى أَنَّ بَاطِنَ الْخُفَّيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُمَا
لہذا رائے (یا غیر مقلدین کے بقول عقل) کا لفظ جو اس روایت میں بیان ہوا ہے وہ دارقطنی کے بقول صحیح روایت نہیں ہے بلکہ صحیح وہ ہے جس میں رائے کا لفظ نہیں ہے

کتاب الجرح و التعدیل از ابن ابی حاتم کے مطابق

.قال علي إنما ذكره يحيى على أن الأعمش كان مضطربا في حديث أبي إسحاق
علی المدینی نے ذکر کیا کہ یحیی القطان کے حوالے سے کہ اعمش مضطرب ہے ابو اسحاق سے روایت کرنے میں

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ
بلا شبہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے رجس و غضب واقع ہو چکا ہے

سورہ الانعام میں کہا

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
پس اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھولتا ہے اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو گھٹتا ہوا تنگ کرتا ہے گویا کہ وہ آسمان کی طرف جا رہا ہو – اس طرح اللہ گندگی ڈالتا ہے ان پر جو ایمان نہیں لاتے

سورہ یونس میں کہا

(100) وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ
اور نفس کے لئے نہیں ہے کہ ایمان لائے سوائے اللہ کے اذن سے اور وہ گندگی ڈالتا ہے ان پر جو عقل سے کام نہیں لیتے

یعنی عقل استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جب وفطرت سے ہٹے تو اللہ نے ان پر رجس یا گندگی ڈال دی جس نے ان کو قبر پرستی اصنام پرستی، اکابر پرستی کی لعنت میں مبتلا کیا اور وہ اس کے جواز کے فتوے دینے لگے - اس میں کتاب اللہ اور حکمت اور حدیث موسی کا درس دینے والے بھی تھے لیکن اللہ نے اہل کتاب کے علماء کے لئے کہا کہ ان پر گدھوں کی طرح کتابیں لدھی ہیں ان کو پڑھتے ہیں لیکن رجس سے نہیں نکل پا رہے – عقل و فراست ہی تفقہ فی الدین ہے کہ روایت کو آگے کرنے حدثنا واخبرنا کہنے والے تو بہت ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس میں تفقہ ہر ایک کے بس کا روگ نہیں ہے

مسند احمد میں ایک روایت بیان ہوئی ہے

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَرِيزٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ الْجُرَشِيِّ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ يَنْثَنِي شَبْعَانًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ، فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ،

وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، أَلَا وَلَا لُقَطَةٌ مِنْ مَالِ مُعَاهَدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ، فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُمْ ، فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُمْ، فَلَهُمْ أَنْ يُعْقِبُوهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُمْ

الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ الْكِنْدِيِّ رضی الله عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار مجھ کو کتاب اور اس کے مثل دیا گیا ہے خبردار مجھ کو کتاب اور اس کے مثل دیا گیا ہے ممکن ہے کہ کوئی مال و دولت کے نشہ سے سرشار اپنے تخت پر بیٹھ کر یہ کہے کہ تمہارے پاس قرآن ہے اس میں تم جو چیز حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام قرار دو۔ سُن لو! پالتو گدھے تمہارے لئے حلال نہیں (اسی طرح) درندوں میں سے کچلی والے بھی (حلال نہیں) اور معاہد (ذمی) کی گری پڑی چیز بھی حلال نہیں الا یہ کہ اس کا یہ مالک اس سے بے نیاز ہو جائے اور جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ٹھہرے تو اس کی ضیافت و اکرام ان پر فرض ہے اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہ کریں تو وہ اپنی مہمان نوازی کے بقدر ان سے لے سکتا ہے۔

اس پر دکتور شعیب الأرنؤوط اس روایت کے تحت کہتے ہیں

قلت: كأنه أراد به العرض لقصد رد الحديث بمجرد أنه ذُكر فيه ما ليس في الكتاب، وإلا فالعرض لقصد الفهم والجمع والتثبت لازم

میں کہتا ہوں کہ گویا اس (حدیث) کو (قرآن پر) پیش کرنے کا مقصد مجرد حدیث کو رد کرنا ہے کہ اس میں اس چیز کا ذکر ہے جو کتاب اللہ میں نہیں (تو یہ صحیح نہیں) لیکن اگر پیش کرنا فہم اور جمع اور اثبات کے لئے ہو تو یہ لازم ہے

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہے۔اس میں احکام نبوی، وحی کی نوع کے ہیں کیونکہ۔ قرآن کی تعبیر و تشریح کرنا اللہ کا کام ہے۔رسول شریعت نہیں بناتے وہ اللہ کی جانب سے انے والے احکام کی تشریح کرتے ہیں جو اللہ کی طرف سے رسول اللہ کو سمجھائی گئی۔ لہٰذا جب ایک بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو تو اس کا انکار بھی کفر ہے

ہم جب قرآن کو دیکھتے ہیں تو اس میں صرف دو زندگیاں اور دو موتوں کا اصول پاتے ہیں۔قرآن میں جس پر موت طاری ہو رہی ہے اس کے لئے امساک روح کا ذکر ہے کہ اس کو روک لیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم عود روح کی روایت کو باطل و منکر قرار دیتے ہیں۔ہم کہتے ہیں مردہ لاشعور، بے جان اور بے حس ہے۔جس کو عذاب قبر

کہا جاتا ہے وہ عذاب جہنم کی شکل ہے جس کو کتاب اللہ میں النار کہا گیا ہے - یہ عقیدہ کہ عذاب وراحت اور سوال الملکین سب روح سے ہوتا ہے اہل سنت کا ہی عقیدہ ہے- امام الأشعری (المتوفی: 324ھ) اپنی کتاب مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين میں مسلمانوں کے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

واختلفوا في عذاب القبر: فمنهم من نفاه وهم المعتزلة والخوارج، ومنهم من أثبته وهم أكثر أهل الإسلام، ومنهم من زعم أن الله ينعم الأرواح ويؤلمها فأما الأجساد التي في قبورهم فلا يصل ذلك إليها وهي في القبور

اور عذاب القبر میں انہوں نے اختلاف کیا: پس ان میں سے بعض نے نفی کی اور یہ المعتزلۃ اور الخوارج ہیں— اور ان میں سے کچھ نے اثبات کیا ہے اور یہ اکثر اہل اسلام ہیں اور ان میں سے بعض نے دعوی کیا ہے کہ یہ صرف روح کو ہوتا ہے اور جسموں کو جو قبروں میں ہیں ان تک نہیں پہنچتا

گمراہ فرقوں کی جانب سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ عود روح حدیث میں آیا ہے لہذا اس کی روایت کو قرآن پر پیش نہیں کرنا چاہیئے اور قبول کرنا چاہیے لیکن یہ بات درست نہیں قرآن میں واضح طور پر امسک روح کا ذکر ہے کہ روح کو روک لیا جاتا ہے لہذا اس کو واپس جسد میں ڈالنے والی روایت صحیح نہیں— محدث ابن حبان کے مطابق عود روح والی روایت کی سند میں ہی گھپلا ہے ذھبی اس کو نکارت و غرابت سے بھرپور قرار دیتے ہیں- پھر محدثین میں أبو بسطام شعبة بن الحجاج بن الورد المتوفی ١٦٠ ہجری کے نزدیک المنهال بن عمرو متروک تھا لہذا یہ عود روح کا عقیدہ اس دور میں محدثین رد کر چکے تھے- محدث خراسان محمد بن محمد بن إحمد بن إسحاق النيسابوري الكرابيسي، الحاكم الكبير المتوفی ٣٧٨ھ ، مؤلف کتاب الکنی کہتے تھے کہ زاذان کی روایت اہل علم کے نزدیک مظبوط نہیں ہے- ظاہر یہ اہل علم، حدیث رسول کے مخالف نہیں تھے جو انہوں نے عود روح کی روایت کے راویوں کو ہی رد کر دیا؟ راقم کہتا ہے یہ محدثین کا منہج ہے کہ وہ ان راویوں کی روایت کو عقائد میں قبول نہیں کرتے-

ایک طرف تو محدثین تھے جو عود روح کی روایت رد کر رہے تھے اور دوسری طرف ایک صوفی محمد بن کرام تھا جو سجستان میں پلا بڑھا اور بیت المقدس میں 256ھ میں وفات ہوئی یعنی یہ امام بخاری کا ہم عصر تھا- ابن حزم الملل و النحل میں لکھتے ہیں کرامیہ وہ ہیں جو

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

أصحاب أبي عبد الله محمد بن كرام ، وإنما عددناه من الصفاتية لأنه كان ممن يثبت الصفات إلا أنه ينتهي فيها إلى التجسيم والتشبيه

اصحاب ابی عبد اللہ محمد بن کرام ہیں اور ہم نے ان کو الصفاتیہ میں شمار کیا ہے کیونکہ یہ وہ ہیں جو صفات کا اثبات کرتے ہیں سوائے اس کے کہ اس کو تجسیم و تشبیہ پر ختم کرتے ہیں

ابن حزم مزید کہتے ہیں

نص أبو عبد الله على أن معبوده على العرش استقرارا، وعلى أنه بجهة فوق ذاتا، وأطلق عليه اسم الجوهر. فقال في كتابه المسمى "عذاب القبر" إنه أحدى الذات، أحدى الجوهر، وإنه مماس للعرش من الصفح العليا، وجوز الانتقال، والتحول، والنزول، ومنهم من قال إنه على بعض أجزاء العرش. وقال بعضهم: امتلأ العرش به، وصار المتأخرون منهم إلى أنه تعالى بجهة فوق، وأنه محاذ للعرش.

اور ابو عبداللہ نے نص کیا کہ اس کا معبود عرش پر استقرار کیے ہوئے ہے اور نص کیا کہ وہ ذات عرش کے اوپر ہے اور اس ذات پر اسم الجوہر کا اطلاق کیا پس اپنی کتاب بنام عذاب القبر میں کہا وہ ایک ذات ہے ایک جوہر ہے اور وہ ذات عرش کو اوپر سے چھو رہی ہے اور اس کا منتقل ہونا جائز ہے اور بدل جانا اور نزول اور ان میں سے بعض نے کہا وہ عرش کے بعض اجزاء پر ہے اور بعض نے کہا عرش کو بھرا ہوا ہے اور ان کے متاخرین اس طرف گئے کہ وہ اوپر سے اس کو چھو رہا ہے اور وہ عرش کے پاس ہے

محمد بن کرام المشبہ کا عقیدہ اللہ تعالی کے حوالے سے تجسیم کا تھا اور اس عقیدہ کا ذکر اس نے اپنی کتاب عذاب قبر میں کیا اور کہا کہ مردہ پر عذاب ہوتا ہے بلا روح- ماضی میں مردہ جسد کو عذاب و راحت کا عقیدہ اہل سنت کا نہیں تھا یا تو صرف روح پر عذاب کے قائلین تھے یا پھر روح و جسم دونوں پر عود روح کے بعد عذاب کے قائلین تھے-الشوکانی کتاب الفتح الرباني من فتاوى الإمام الشوكاني، مكتبة الجيل الجديد، صنعاء – اليمن میں فتوی دیتے ہیں

أنه قد ثبت بالأحاديث المتواترة عذاب القبر لمن يستحقه، ومعلوم أنه لا يعذب إلا وروحه معه، وإدراكه، ولو لم يكن كذلك لكان العذاب الواقع على مجرد الجسم بلا روح ولا إحساس ليس بعذاب، لأن إدراك الألم واللذة مشروط بوجود ما به الإدراك– وإلا فلا إدراك لمن ليس له حياة ولا إحساس لمن لا روح له–

اور بے شک متواتر احادیث سے عذاب القبر ثابت ہے اس کے لئے جو اس کا مستحق ہو اور یہ معلوم ہے کہ عذاب نہیں ہوتا الا یہ کہ روح ساتھ ہو اور ادراک ہو اور اگر ایسا نہ ہو کہ روح نہ ہو تو یہ عذاب صرف جسم پر بلا روح اور بغیر احساس کے واقع ہوا، جو عذاب نہیں، کیونکہ الم اور لذت کا ادراک مشروط ہے اس وجود سے جس کو ادراک بھی ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو (کہ روح نہ ہو تو) پس ادراک نہیں ہے مگر اس میں جس میں زندگی ہو، اور جس میں روح نہ ہو اس میں احساس نہیں ہے۔

النووی، شرح المسلم میں لکھتے ہیں

الْمُعَذَّبُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهِ أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلَيْهِ أَوْ إِلَى جُزْءٍ مِنْهُ وَخَالَفَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إِعَادَةُ الرُّوحِ قَالَ أَصْحَابُنَا هَذَا فَاسِدٌ لِأَنَّ الْأَلَمَ وَالْإِحْسَاسَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْحَيِّ

معذب، اہل السنت کے نزدیک جسد بعینہ ہے یا اس کے بعض حصے اس میں إِعَادَةِ الرُّوح ہونے کے بعد اور اس کی مخالفت کی ہے محمّد بن جریر اور عبد اللہ بن کرام اور ایک گروہ نے اور کہا کہ إِعَادَةِ الرُّوح عذاب کی شرط نہیں۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں یہ فاسد قول ہے بے شک الم و احساس زندہ کے لئے ہے

معلوم ہوا صرف روح پر عذاب کے قائلین ابن حزم سے پہلے بھی تھے لہذا بعض کا یہ دعوی کہ عود روح کا انکار سب سے پہلے ابن حزم نے کیا باطل ہے۔

ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں کہ

فإنه لما ورد النعيم والعذاب للميت علم أن الإضافة حصلت إلى الأجساد والقبور تعريفا كأنه يقول صاحب هذا القبر الروح التي كانت في هذا الجسد منعمة بنعيم الجنة معذبة بعذاب النار

پس یہ جو آیا ہے میت پر نعمت اور عذاب کا تو جان لو کہ (القبر کا) اضافہ سے تعریفا (نہ کہ حقیقا) قبروں اور اجساد کی طرف (اشارہ) ملتا ہے جیسے کہا جائے کہ صاحب القبر کی روح کو جو اس جسد میں تھی جنت کی نعمتوں سے عیش میں (یا) آگ کے عذاب سے تکلیف میں

محمد انور شاہ بن معظم شاہ الکشمیری الہندی (المتوفی: 1353ھ) کتاب العرف الشذی شرح سنن الترمذی میں لکھتے ہیں

ثم لأهل السنة قولان؛ قيل: إن العذاب للروح فقط، وقيل: للروح والجسد والمشهور الثاني

پھر اہل السنہ ہے دو قول ہیں: کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہے اور کہتے ہیں روح و جسد کو ہے اور دوسرا قول مشھور ہے

کسی قول کا مشہور ہونا اس کی دلیل نہیں کہ وہ صحیح عقیدہ ہے- چودہ سو سال کی شہادت آپ کے سامنے ہے ہر دور میں صرف روح پر عذاب کے قائل رہے ہیں

عقیدہ عود روح پر اجماع کا دعوی کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی [5]- متصوفین ہوں یا دور جدید کے مزموعہ محدثین سب اس کی بنیاد پر اپنی اپنی گمراہوں کو سند جواز دیتے ہیں- اجماع کی بحث اھل علم کے لیے دلچپسی سے خالی نہیں اس کی تفصیل ویب سائٹ پر موجود ہے

---

[5]

ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن أمتي لا تجتمع على ضلالة
میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی
اس روایت کو امام بخاری رد کرتے ہیں ترمذی میں ہے کہ امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کا راوی سُلَيْمَانُ الْمَدَنِيَّ هَذَا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ، منکر الحدیث ہے

اس روایت کو امام عقیلی ضعفا الکبیر میں يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْمَكْفُوفُ صَاحِبُ بُهَيَّةَ سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام ابن معین کہتے ہیں کوئی شئے نہیں

مستدرک الحاکم کی روایت ہے کہ امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی

حَدَّثَنَاهُ عَلِيّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ، ثنا مُحَمّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ السّكَنِ الْوَاسِطِيّ، ثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ثنا مُبَارَكٌ أَبُو سُحَيْمٍ، مَوْلَى عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَ رَبَّهُ أَرْبَعًا: «سَأَلَ رَبَّهُ أَنْ لَا يَمُوتَ جُوعًا فَأُعْطِيَ ذَلِكَ، وَسَأَلَ رَبَّهُ أَنْ لَا يَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ فَأُعْطِيَ ذَلِكَ، وَسَأَلَ رَبَّهُ أَنْ لَا يَرْتَدُّوا كُفَّارًا فَأُعْطِيَ ذَلِكَ، وَسَأَلَ رَبَّهُ أَنْ لَا يَغْلِبَهُمْ عَدُوٌّ لَهُمْ فَيَسْتَبِيحَ بَأْسَهُمْ فَأُعْطِيَ ذَلِكَ، وَسَأَلَ رَبَّهُ أَنْ لَا يَكُونَ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ فَلَمْ يُعْطَ ذَلِكَ» . «أَمَّا مُبَارَكُ بْنُ سُحَيْمٍ فَإِنَّهُ مِمَّنْ لَا يَمْشِي فِي مِثْلِ هَذَا الْكِتَابِ، لَكِنِّي ذَكَرْتُهُ اضْطِرَارًا. الْحَدِيثُ الثَّالِثُ فِي حُجَّةِ الْعُلَمَاءِ بِأَنَّ الْإِجْمَاعَ حُجَّةٌ»

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے چار چیزیں طلب کیں انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میں بھوکا نہ وفات پاؤں پس عطا کیا گیا اور رب سے سوال کیا کہ کہ یہ (امت) گمراہی پر جمع نہ ہو پس یہ عطا کیا گیا اور انہوں نے سوال کیا کہ ان پر دشمن غالب نہ آئے ... پس یہ عطا کیا گیا اور یہ دعا کی کہ ان میں تیر نہ چلیں پس یہ عطا نہیں کیا گیا
امام حاکم لکھتے ہیں اس کتاب میں مُبَارَكُ بْنُ سُحَيْمٍ کا ذکر نہیں چلنا چاہئے لیکن اضطرارا اس کا ذکر کیا جو علماء کےلئے حجت ہے کہ اجماع حجت ہے.
افسوس امت پر یہ وقت آ گیا کہ گھٹیا سے گھٹیا راوی پیش کیا گیا اس کی سند میں مُبَارَكُ بْنُ سُحَيْمٍ ہے جو متروک ہے آخر امام الحاکم کو ایسی روایات لکھتے کی کیا ضرورت پیش ا گئی کہ ردی کی نذر کی جانے والی روایات ان کو اپنے مدّعا میں پیش کرنی پڑھ رہی ہیں

مستدرک کی دوسری روایت ہے

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِه
جو جماعت سے علیحدہ ہوا بالشت برابر پس نے اسلام کو گلے میں سے نکال دیا
امام الحاکم اس کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں

خَالِدُ بْنُ وُهْبَانَ لَمْ يُجْرَحُ فِي رِوَايَاتِهِ وَهُوَ تَابِعِيٌّ مَعْرُوفٌ

خَالِدُ بْنُ وُهْبَانَ کسی نے ان پر ان کی روایات کی وجہ سے جرح نہیں کی اور وہ معروف تَابِعِيٌّ ہیں

الذہبی میزان میں ان معروف تَابِعِيٌّ کو لکھتے ہیں

خالد بن وهبان [د] . عن أبي ذر مجهول.

مستدرک کی تیسری روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنُ بَالَوَيْه، ثنا مُوسَى بْنُ هَارُونَ، ثنا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْمُونَ الْعَدَنِيِّ وَكَانَ يُسَمَّى قُرَيْشَ الْيَمَنِ وَكَانَ مِنَ الْعَابِدِينَ الْمُجْتَهِدِينَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ: وَاللَّه لَقَدْ حَدَّثَنِي ابْنُ طَاوُس، عَنْ أَبِيه، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاس، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ: «لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أُمَّتِى عَلَى ضَلَالَة أَبَدًا وَيَدُ اللَّه عَلَى الْجَمَاعَة» قَالَ الْحَاكِمُ: «فَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْمُونِ الْعَدَنِيِّ هَذَا قَدْ عَدَّلَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَثْنَى عَلَيْه . وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ إِمَامُ أَهْلِ الْيَمَنِ وَتَعْدِيلُهُ حُجَّةٌ
ابن عباس رضی اللّہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرےگا کبھی بھی اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے امام حاکم نے کہا پس ابراہیم بن میمون عدنی ہے اس کی تعدیل عبد الرزاق نے کی ہے اور تعریف کی ہے اور عبد الرزاق اہل یمن کے امام ہیں اور ان کی تعدیل حجت ہے
اس کی سند میں إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْمُونَ الْعَدَنِيُّ ہے جس کے متعلق عبد الرزاق کی تعدیل ہے لیکن

قال الميموني: قال أبو عبد الله: إبراهيم بن ميمون، لا نعرفه.

الميموني کہتے ہیں میں نے أبو عبد الله (احمد) سے پوچھا: إبراهيم بن ميمون، (کہا) نہیں جانتا

ابن ابی حاتم کہتے ہیں ان کے باپ نے کہا لا يحتج به نا قابل احتجاج

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

http://www.islamic-belief.net/امت-کے-بدلتے-اجماع/

کہا جاتا ھے کہ عود روح کا عقیدہ امت کا اجماعی عقیدہ ھے لیکن اس کا انکار ابن حزم المتوفی ۴۶۵ھ کرتے ھیں جنھوں نے مراتب الاجماع کے عنوان سے کتاب لکھی جو آج تک اجماع کے حوالے سے ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ھے - جو شخص اجماع کی اھمیت پر کتاب لکھے اور عود روح کے عقیدے کا انکار کرے اس کی یقینا کوئی توجہ ھے - اس کتاب میں ان مباحث کو تفصیلا پیش کیا گیا ہے تا کہ دیکھا جائے کیا قول صواب ہے

ابو شہریار

طبرانی معجم الکبیر کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيِّ، ثنا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مَرْزُوقٍ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی کبھی بھی پس تمہارے لئے جماعت ہے کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے
اس کی سند میں مرزوق الباهلی ، أبو بكر البصری ، مولى طلحة بن عبد الرحمن الباهلی ہے جن کو ابن حبان ثقات میں لائے ہیں اور کہا ہے یخطیء غلطی کرتے ہیں ابن حجر ان کو ثقاہت کا سب سے ادنی درجہ صدوق دیتے ہیں

الغرض امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی صحیح کے درجے کی روایت نہیں اور نہ ہی امام بخاری اور امام مسلم کے معیار کی ہے

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ امت شرک نہ کرے گی اور بخاری کی روایت پیش کرتے ہیں

وإني والله ما أخاف عليكم أن تشركوا بعدي
اور اللہ کی قسم مجھے اس کا خوف نہیں کہ تم شرک کرو گے
یہ روایت صحیح ہے لیکن اس کو اس کے سیاق و سباق میں ہی سمجھا جا سکتا ہے

بخاری میں یہ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہآخری ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز پہلے اصحاب کے ساتھ مقام احد گئے اورشہداء کے لئے دعا کی پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور یہ الفاظ فرمائے

یہ الفاظ صحابہ کے لئے مخصوص ہیں نہ کہ ساری امت کے لئے . اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حوالے سے بالکل مطمین ہوتے تو وہ یہ نہ کہتے کہ اس امت میں لوگ ہوں گے جن کے حلق سے قرآن نیچے نہ اترے گا وہ یہ نہ کہتے کہ ایمان اجنبی ہو جائے گا وہ یہ نہ کہتے کہ بہتر فرقے جہنم کی نذر ہوں گے

مبحث اول : کلیات و اصول

علماء اور موت کی تعریف

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے جب عقیدہ عود روح اور اس سے منسلک عقائد باطلہ پر چوٹ کی تو ان کے رد میں صوفی (دیوبندی اور بریلوی) اور مزموعہ محدث علماء (اہل حدیث) کہلانے والوں کا گٹھ جوڑ ہوا -کافی ناک رگڑی لیکن قرآن سے ان کو کوئی آیات نہ ملیں جو عود روح کے عقیدہ کے اثبات میں ہو تیں- لہذا کہنا شروع کر دیا کہ قرآن میں موت کے مفہوم میں ہی ابہام ہے

حاملین عقیدہ عود روح نے قرآنی آیات کے مفہوم میں جس الٹ پھیر کو انجام دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے- قرآن کی سورہ الزمر کی آیت ۴۲ کا ہر فرقے نے ایک نیا ہی ترجمہ پیش کیا ہے جس سے قرآنی آیات متصادم ہو جاتی ہیں

سورہ الزمر کی آیت ۴۲ ہے

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِها وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنامِها فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرى إِلى أَجَلٍ مُسَمًّى

اِبو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری (المتوفی: 276ھ) اپنی کتاب غریب القرآن لابن قتیبۃ میں لکھتے ہیں کہ

وقوله: يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ [سورة الزمر آية: 42] ، هو من استيفاء العدد واستيفاء الشيء إذا استقصيته كله. يقال: توفيته واستوفيته. كما يقال: تيقنت الخبر واستيقنته، وتثبت في الأمر واستثبته. وهذا [هو] الأصل. ثم قيل للموت: وفاة وتوف.

اور الله کا قول يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ [سورة الزمر آية: 42] يَتَوَفَّى (مراد ہے کہ) پورا گننا اور کسی چیز کی جب پوری جانچ پڑتال کی جائے تو کہا جائے گا توفيته واستوفيته جسے کہا جاتا ہے خبر پر (پورا) یقین کیا اور انہوں نے اس پر یقین کیا اور امر پر (پورا) اثبات کیا اور اس کو ثبت کیا اور یہی (اس لفظ کا) اصل ہے اور پھر کہا گیا موت کے لیے بھی وفاة وتوف

راغب الأصفہانی (المتوفی: 502ھ) اپنی کتاب المفردات فی غریب القرآن میں لکھتے ہیں کہ

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

وقوله: كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/ 185] فعبارة عن زوال القوّة الحيوانيّة وإبانة الرّوح عن الجسد

اور (اللہ تعالیٰ کا) قول : كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/ 185] پس یہ عبارت ہے قوت حیوانی کے زوال اور روح کی جسد سے علیحدگی سے

صلاح عبد الفتاح الخالدی اپنی کتاب القرآن ونقض مطاعن الرہبان میں لکھتے ہیں کہ

والتوفِّي معناه القبضُ، أيْ: اللهُ يَقبضُ أرواحَ الأنفس كُلِّها حينَ نومها، فإن انتهى عُمْرُ بعضِ الأنفسِ أمسكَ أرواحَها أثناءَ نومِها، وإنْ بقيتْ في عمرِ بعضِ الأنفسِ بقيةٌ أعادَ لها أرواحَها.

اور التوفِّي سے مرا د قبض کرنا ہے کہ اللہ سب کی روحیں قبضے میں لیتا ہے نیند کے وقت اگر بعض نفس کی عمر پوری ہو گئی ہے تو روحوں کو پکڑ کے رکھتا ہے نیند میں - اور اگر عمر کا کچھ حصہ باقی ہے تو روحوں کو واپس کرتا ہے

اللہ تعالیٰ نفس یا روح کو قبضے میں لیتا ہے چاہے بندہ نیند میں ہو یا مردہ- نیند کا تعلق موت سے اتنا ہے کہ قبض نفس کے نتیجے میں کچھ جسمانی کیفیت مشترک ہے جسے سونے والے کا شعور جاگنے والی کیفیت سے کہ زندہ وَما يَسْتَوِي الْأَحْياءُ وَلَا الْأَمْواتُ علیحدہ ہے- اس مماثلت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا کہ اور مردہ برابر نہیں- یہی اصل مسلمہ بات ہے

واضح رہے کہ قبض اور اخراج میں فرق ہے- حالت نیند میں صرف توفی یا قبض نفس ہوتا ہے نہ کہ اخراج- اس کے بر عکس موت میں جسد سے اخراج نفس بھی ہوتا ہے

قبض یا توفی متبادل الفاظ ہیں لیکن ان کا مفہوم اخراج نہیں- اس کی مثال قرآن ہی میں ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے خبر دی

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تم کو قبض کروں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا

اِبو عبیدۃ معمر بن المثنی التیمی البصری (المتوفی: 209ھ) اپنی کتاب مجاز القرآن میں لکھتے ہیں کہ

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِها وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنامِها فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرى إِلى أَجَلٍ مُسَمًّى» (42) فجعل النائم متوفى أيضا إلا أنه يرده إلى الدنيا..

اللہ پورا قبضے میں لیتا ہے نفس کو موت کے وقت اور جو نہیں مرا اس کا نفس نیند کے وقت پس پکڑ کے رکھتا ہے اس نفس کو جس پر موت کا حکم لگاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو اک وقت مقرر تک کے لئے) پس سونے والے کو بھی متوفی بنایا کیونکہ اس کو واپس دنیا کی طرف لوٹایا گیا

اسی طرح رسل کا لفظ ہے جس کا مفہوم ہے بھیجنا یا چھوڑنا- بخاری کی آغاز وحی والی روایت کے الفاظ ہیں

فأخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد ثم أرسلني فقال اقرأ قلت ما أنا بقارىء

پس اس (فرشتے) نے مجھے پکڑا اور بھینچا یہاں تک کہ میری بسا ط تک اور پھر چھوڑ دیا پھر کہا پڑھو میں نے کہا میں قاری نہیں

توفی کا مطلب کھینچنا نہیں- کھینچنے کے لئے عربی میں سحب کا لفظ ہے- بعض حضرات نے اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ کا ترجمہ کیا ہے کہ اللہ روحوں کو کھینچ لیتا ہے اور اس طرح حالت نیند کے لئے بھی یہی ترجمہ کیا ہے جو سیاق و سباق کے نہ صرف خلاف ہے بلکہ اس سے قرآن کی دو موتوں والی آیت بھی متصادم ہے-اس واضح تضاد کے باوجود بعض کا اصرار ہے کہ نیند اور موت میں کوئی فرق نہیں ایک آدمی زندگی میں ہزاروں بار سوتا اور اٹھتا ہے لہٰذا وہ ہزاروں موتوں سے دوچار ہوتا ہے-

إبو محمد مكي بن إبي طالب القيرواني المالكي (المتوفى: 437ھ) کتاب الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن و تفسيره، وإحكامه، وجمل من فنون علومه میں لکھتے ہیں

وإن الله هو الذي يتوفاكم، (أي): يقبض أرواحكم من أجسادكم بالليل

اور بے شک وہ اللہ ہی ہے جو قبض کرتا ہے یعنی روحوں کو جسموں میں رات میں

ابو جعفر طبری (المتوفى: 310ھ) تفسیر میں لکھتے ہیں

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

القول في تأويل قوله: {وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ}

قال أبو جعفر: يقول تعالى ذكره لنبيه صلى الله عليه وسلم: وقل لهم، يا محمد، والله أعلم بالظالمين، والله هو الذي يتوفى أرواحكم بالليل فيقبضها من أجسادكم "ويعلم ما جرحتم بالنهار"، يقول: ويعلم ما كسبتم من الأعمال بالنهار.

ابو جعفر کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ذکر کیا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اور ان سے کہو، اے محمّد، بے شک اللہ ظالموں کو جانتا ہے ، اور اللہ کی قسم وہی ہے جو رات کو روحیں جسموں میں قبض کرتا ہے

یمسک کا مطلب یہاں پر پکڑ نا ہے جیسے اللہ نے کہا فَمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بِاللَّه فقد استمسك بالعروة الوثقى کہ جس نے طاغوت کا کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے ایک مضبوط حلقہ پکڑ لیا- عربی لغت المعجم الوسیط کے مطابق (أمسك) بالشَّيْء مسك وَعَن الطَّعَام وَنَحْوه كف عَنهُ وَامْتنع وَعَن الْإِنْفَاق اشْتَدَّ بخله وَالشَّيْء بِيَدِهِ قبض عَلَيْهِ بهَا وَالشَّيْء على نَفسه حَبسه اِمسک کا لفظ کسی چیز کے ساتھ آئے تو مفہوم روکنا ہوتا ہے- اگر یہ لفظ کھانے کے ساتھ آئے تو مفہوم کھانا کھانے سے رکنا ہے اگر یہ لفظ انفاق کے ساتھ آئے تو مفہوم بخل ہوتا ہے اگر ہاتھ میں کسی چیز کے لئے آئے تو مفہوم قبض کرنا ہوتا ہے اور اس کو قید کرنا ہوتا ہے

یہاں یمسک کا لفظ قبض کرنے، پکڑنے اور قید کرنے کے مفہوم میں ہی استعمال ہوا ہے -اگر اللہ مرنے والے کی روح پکڑ لیتا ہے تو پھر واپس عود روح کیسے ہو سکتا ہے ؟ کیا یہ آیت کے مفہوم سے انحراف نہیں ؟

اب اس آیت پر غور کرتے ہیں

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِها وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنامِها فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرى إِلى أَجَلٍ مُسَمًّى

اللہ پورا قبضے میں لیتا ہے نفس کو موت کے وقت اور جو نہیں مرا اس کا نفس نیند کے وقت پس پکڑ کے رکھتا ہے اس نفس کو جس پر موت کا حکم لگاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو اک وقت مقرر تک کے لئے

ڈاکٹر علامہ خالد محمود نے مقام حیات کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں موت پر بحث کی ہے. موصوف سورہ الزمر کی آیت ۴۲ میں موجود ایک اہم لفظ توفی پر مقام حیات ص ۷۸ لکھتے ہیں

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں :۔

جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر " توفی " کا اطلاق درست نہ تھا کیونکہ ان کے اعتقاد میں نہ بقائے جسد تھی، نہ بقائے روح. توفی وصول کرنے کو کہتے ہیں، ان کے عقیدے میں موت توفی نہیں ہو سکتی. قرآن مجید نے موت پر توفی کا اطلاق کیا اور بتلایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ فنا محض. اس حقیقت کو ایک کلمہ سے عیاں کر دیا اور کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے اصلی معنی سے جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔[1]

معلوم ہوا کہ توفی کا مطلب وصول کرنا ہے

امام راغب اصفہانی کے حوالے سے مقام حیات ص ۷۹ لکھتے ہیں

علامہ راغب اصفہانیؒ (۵۰۲ھ) لکھتے ہیں :۔

کل نفس ذائقة الموت فعبارة عن زوال القوة الحیوانیه و ابانة الروح عن الجسد.[1]

ترجمہ: ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے. پس موت سے مراد ۱. حیات کی قوت زائل ہونا اور ۲. روح کا جسد سے جدا ہونا ہے۔

موت کا مطلب روح کی جسم سے جدائی ہے اور قوت حیات کا زوال ہے. لیکن مقام حیات ص ۷۹ پر لکھتے ہیں

قرآن کریم کی روشنی میں موت کی حقیقت

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمی۔ (پ۲۴ : الزمر ع ۵ آیت ۴۲)

ترجمہ۔ اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہ مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر روک لیتا ہے ان کو جن پر مرنا ٹھہرا دیا اور چھوڑ دیتا ہے دوسری روحوں کو ایک وقت مقرر تک۔ اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو دھیان کریں۔

قارئین آپ دیکھ سکتے ہیں کہ توفی کا مفہوم موصوف پر واضح ہے لیکن یہاں اس کا مفہوم تبدیل کر دیا گیا ہے اب وہ وصول کرنے سے کھینچنا بن گیا ہے۔ توفی کے مفہوم میں وصول کرنا، پورا لینا، پورا قبض کرنا تو ہے کھینچنا نہیں ہے۔- فرقہ پرست کہتے ہیں

اللہ ان کی روحوں کو بھی اٹھالیتا ہے کہ جن کی موت آتی ہے، اور ان کی روح بھی اٹھالیتا ہے کہ جن کی موت سوتے ہوئے نہیں آتی

حالانکہ آیت میں روح اٹھا لینے کے الفاظ ہیں ہی نہیں- نیند میں روح اٹھا لینے کے الفاظ یہ ان فرقہ پرستوں کے دماغ میں ہیں-

بعض اوقات اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نیند میں روحوں کو کھینچ لیتا ہے—دوسری طرف قرآن میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے خبر دی

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تم کو قبض کروں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا

اس کا مفہوم فرقہ پرستوں کے حساب سے ہونا چاہیے

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں کھینچوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا

.یہ سراسر غلط اور اوٹ پٹانگ مفہوم بنتا ہے

أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفى: 276هـ) اپنی کتاب غريب القرآن لابن قتيبة میں لکھتے ہیں کہ

وقوله: يَتَوَفَّ الْأَنْفُسَ [سورة الزمر آية: 42] ، هو من استيفاء العدد واستيفاء الشيء إذا استقصيته كله. يقال: توفيته واستوفيته. كما يقال: تيقنت الخبر واستيقنته، وتثبت في الأمر واستثبته. وهذا [هو] الأصل. ثم قيل للموت: وفاة وتوف.

اور اللہ کا قول يَتَوَفَّ الْأَنْفُسَ [سورة الزمر آية: 42] يَتَوَفَّ (مراد ہے کہ) پورا گننا اور کسی چیز کی جب پوری جانچ پڑتال کی جائے تو کہا جائے گا توفيته واستوفيته جسے کہا جاتا ہے خبر پر (پورا) یقین کیا اور انہوں نے اس پر یقین کیا اور امر پر (پورا) اثبات کیا اور اس کو ثبت کیا اور یہی (اس لفظ کا) اصل ہے اور پھر کہا گیا موت کے لیے بھی وفاة وتوف

اس سے واضح ہے کہ توفی کے مفہوم میں کھینچنا کسی طرح بھی نہیں. توفی کسی چیز کو پورا قبض کرنا یا پکڑ نا ہے

چند صفحات کے بعد توفی کا مفہوم پھر بدل جاتا ہے مقام حیات ص ۱۱۲ پر لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر بھی نیند اور موت کو جمع کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔
اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا۔ (پ۲۴، الزمر آیت ۴۲)
ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتا ہے موت کے وقت اور جن کی موت واقع
نہیں ہوئی ان کی نیند کے وقت۔
اللہ تعالیٰ نے توفی (جان کو پورا کر لینا) کے تحت موت اور نیند دونوں کو جمع کیا ہے۔
توفی میں روح نکلتی ہے جو موت والے کے لیے یہاں نہیں لوٹتی اور نیند والے کے لوٹ آتی ہے
امساک و ارسال کا ظہور اسی عالم (دنیا) میں ہوتا ہے۔ نیند اور موت دونوں توفی میں جمع ہیں
سو نیند سے زیادہ کوئی حقیقت برزخ کے قریب نہیں ہو سکتی۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رض

توفی وصول سے کھینچنا بنا اب قبض کرنا ہوا. جان کو پورا کر لینا کیا ہوتا ہے موصوف نے واضح نہیں کیا. پھر توفی میں روح کیسے نکل گئی.

راغب اصفہانی کے حوالے سے لکھا تھا کہ موت اِبانۃ الروح عن الجسد ہے لیکن پھر کوئی خیال آیا اور مقام حیات ص پر لکھتے ۸۲ ہیں

حاصل کلام یہ ہے کہ موت کی حقیقت صرف ابانۃ الروح عن الجسد نہیں۔ آثار حیات جب تک پورے
منتفی نہ ہوں، قرآن کریم سے موت نہیں کہتا۔ الا یہ کہ کوئی جداگانہ نوعیت موت ہو اور یہ موت کی کوئی اور نوع ہو۔

آثار حیات مفقود ہونے پر ہی انسانوں کو پتا چلتا ہے کہ روح نکل چکی ہے ورنہ روح آج تک کس نے دیکھی ہے. موت کے مفہوم میں اس قدر الٹ پھیر کر کے لوگوں کو ابہام میں مبتلا کرنے کے بعد یہ بتاتے ہیں کہ موت واقع ہوئی ہی نہیں.

راغب اصفہانی کی موت کی تعریف، موصوف کی پریشان تعریف سے متصادم ہے بس چند صفحات

کے بعد مقام حیات ص ۸۸ پر لکھتے ہیں

.کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہمارے دوست
موت کا معنی ابانۃ الروح من الجسد یا ازالۂ حیات ٹھہرا کر معتزلہ کے ذہن سے موت کو ایک عدمی چیز
سمجھیں اور قرآن کی نص بھول جائیں کہ موت کی ایک اپنی خلقت ہے، یہ محض ازالۂ حیات کا نام نہیں
خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ (پ۲۹ الملک، آیت ۲)
ترجمہ۔ اس نے پیدا کیا موت کو اور حیات کو۔ تا جانچے تم کو تم میں سے کون اچھے
کام کرتا ہے

راغب الأصفهانی (المتوفى: 502ھ) اپنی کتاب المفردات فی غریب القرآن میں لکھتے ہیں کہ

وقوله: كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/ 185] فعبارة عن زوال القوّة الحيوانيّة وإبانة الرّوح عن الجسد

اور (الله تعالیٰ کا) قول : : كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/ 185] پس یہ عبارت ہے قوت حیوانی کے زوال اور روح کی جسد سے علیحدگی سے

.خالد محمود صاحب کے حساب سے یہ اب معتزلہ کی تعریف بن گئی

افسوس

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پازند

سورہ الملک کی آیت میں بتایا گیا ہے کہ موت (جو ایک عمل ہے جس) کو اللہ نے خلق کیا ہے. قرآن کی کی دوسری آیات سے پتا چلتا ہے کہ اس میں فرشتے استعمال ہوتے ہیں جو اخراج نفس کرتے ہیں لہٰذا روح کی جسد سے علیحدگی بالکل صحیح تعریف ہے

ابو جابر دامانوی مقالات الحدیث میں مضمون میں لکھتے ہیں

موت کا مطلب

قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت انسان پر موت آتی ہے تو اس کی روح کو فرشتے قبض کر لیتے ہیں یعنی روح کو بدن سے نکال لیتے ہیں۔ گویا روح اور بدن میں جدائی کا نام موت ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مَاتَ : موت (ضدحیات) بمعنی کسی جاندار سے روح یا قوت کا زائل ہو جانا۔ (م۔ل) جسم سے روح کا جدا ہونا۔'' (مترادفات القرآن مع فروق ص ۷۷۶ مکتبۃ السلام لاہور)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ موت کی وجہ سے جسم اور روح میں جدائی ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہتا ہے اور قیامت کے دن تمام انسان زندہ ہو کر زمین سے پودوں کی طرح اُگ پڑیں گے اور روحوں کو جسموں کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ قیامت سے پہلے روح کو جسم کی طرف نہیں لوٹایا جاتا سوائے دفن کے وقت، کہ اس وقت سوال و جواب کے لئے روح کو قبر میں پڑے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کا ذکر آتا ہے اور یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ البتہ روح کے لوٹائے جانے کے باوجود بھی میت بدستور میت ہی رہتی ہے، کیونکہ ہر انسان کو دو زندگیاں اور دو موتیں دی گئی ہیں۔ اب میت کی دنیاوی زندگی ختم ہو چکی ہے اور دوسری زندگی اسے قیامت کے دن حاصل ہو گی۔ اب

ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں لکھتے ہیں

خلاصہ

اب تک کی اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ روح اور بدن کی جدائی کا نام موت ہے اور یہ جدائی قیامت تک برقرار رہے گی اس دوران روح جنت یا جہنم میں جبکہ جسم زیر

المسند فی عذاب القبر 95

زمین عذاب یا راحت سے ہمکنار ہوگا قیامت کے دن روح کو بدن میں داخل کر کے انسان کو آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی عطا کی جائے گی۔

اس کے برعکس اعادہ روح اور عذاب قبر و برزخ میں محمد رفیق طاہر لکھتے ہیں

ایک یہ اشکال پیدا کرتے ہیں کہ اگر روح مرنے کے بعد بندے میں لوٹ آتی ہے، پھر تو بندہ زندہ ہو گیا، پھر تو مردہ تو نہ رہا۔ کیونکہ بندے کے جسم میں روح ہو تو بندہ زندہ ہے، روح نہ ہو تو بندہ فوت شدہ ہے۔ یہ انہوں نے اصول بنایا ہے، زندگی اور موت کی تعریف کی ہے۔ زندگی کی تعریف کیا کرتے ہیں کہ جسم کے اندر روح کی موجودگی کا نام زندگی ہے اور جسم سے روح کے نکل جانے کا نام موت ہے۔ حقیقت میں موت اور زندگی کی یہ تعریف ہی ہے غلط۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ بندے کے جسم میں روح نہیں ہوتی، بندہ زندہ ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ بندے کے جسم میں روح ہوتی ہے اور بندہ مردہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تعریف کرنا موت کی کہ روح کا جسم سے نکل جانا موت ہے، یہ تعریف ہی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر میں بیان فرمایا ہے: "اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا" اللہ روحوں کو نکال لیتا ہے، موت کے وقت بھی نکال لیتا ہے اور نیند کے وقت بھی نکال لیتا ہے۔ نیند کے وقت اللہ روح کو کیا کرتا ہے، نکال لیتا ہے۔ اچھا! سوئے ہوئے کو مردہ کہتے ہو یا زندہ؟ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ اس کے اندر روح کوئی نہیں۔ اللہ نے روح کو نکال لیا ہے، پھر اللہ سوئے ہوئے کی روح کو نکال لیتا ہے اور حالت نیند میں جس کو موت دینی ہوتی ہے، اس کی روح کو تھوڑی دیر کے لیے روک لیتا ہے۔ جس کو موت نہیں دینی ہوتی، اس کی روح کو واپس جسم میں لوٹا دیتا ہے، جس میں روح واپس آتی ہے تو بندہ جاگ جاتا ہے، بیدا

رہو جاتا ہے۔ یعنی نیند کی حالت میں بندے کے اندر روح نہیں ہوتی، اللہ روح کو نکال لیتا ہے۔ لیکن کیا وہ مردہ ہے؟ نہیں۔ ساری کائنات اس کو زندہ مانتی ہے کہ یہ زندہ ہے، مردہ نہیں ہے۔ لہٰذا موت کی یہ تعریف کرنا کہ روح جسم سے نکل جائے تو موت ہوتی ہے، غلط قرار پاتی ہے۔ موت کی یہ صحیح تعریف نہیں ہے۔ صحیح تعریف موت کی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔: "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ [النحل : 21]" مردہ ہیں، زندہ نہیں۔ یہ موت کی تعریف ہے کہ دنیوی زندگی کے ختم ہو جانے کا نام موت ہے۔ سادہ سی تعریف ہے۔ اب زندگی کیا چیز ہے؟ کیسے بنتی ہے؟ موت کیا چیز ہے؟ کیسے بنتی ہے؟ تمہارے علم میں نہیں، خوامخواہ جہالت میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کی ضرورت نہیں۔ تعریف موت کی وہ کرو جو اللہ نے کی ہے۔ "اَمْوَاتٌ" مردہ ہیں" غَيْرُ اَحْيَاءٍ "زندہ نہیں ہیں۔ دنیوی زندگی کے ختم ہو جانے کا نام موت ہے۔ لہٰذا روح کا جسم میں لوٹ آنا یہ دنیاوی زندگی کو مستلزم نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ زندہ ہو گیا۔

فتاوی علمائے حدیث ج ۹ میں ہے

۴۔ موت کے چکھنے سے مراد یہ ہے کہ بدن سے جان قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (پ ۲۴) خدا موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے۔ نیز جب بہشت و دوزخ میں داخل ہونے کا وقت ہو گا۔ روحیں بدنوں میں لوٹائی جائیں گی قرآن مجید میں ہے۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (پ ۳۰) جب جائیں (بدنوں سے) ملائی جائیں۔

سورہ الزمر کی آیت میں واضح ہے کہ حالت نیند میں اور موت میں قبض نفس ہوتا ہے۔ نیند میں قبض جسم میں ہی ہوتا ہے اور نفس کا اخراج نہیں ہوتا جبکہ موت میں امساک کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ روح کو جسم سے نکال لیا گیا ہے اور اس کی تفصیل قرآن کی دوسری آیات سے ہوتی ہے

اس کی تشریح قرآن نے اس طرح کی سورہ الانعام

کاش تم دیکھ سکو کہ جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: لاؤ نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کے عذاب کا صلہ دیا جائے گا اس لیے کہ تم اللہ کے ذمہ ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔

اخراج نفس صرف اک دفعہ ہی ہوتا ہے جسے ابو بکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر عمر رضی اللہ تعالیٰ کے دعوے کہ اللہ کے نبی زندہ ہو جائیں گے کے رد میں کہا

(بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں)

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ يُذِيقُكَ اللَّهُ المَوْتَتَيْنِ أَبَدًا

اور قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپ کو دو موتیں نہ چکھائے گا

قاری خلیل الرحمان اپنی کتاب پہلا زینہ میں لکھتے ہیں

قرآنِ مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زندگی کے بعد صرف ایک موت ہے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا وہ جملہ بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے جس میں رسولِ اکرم ﷺ کے جسدِ اطہر کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ ﷺ پر صرف ایک ہی موت تھی جو آ چکی ۔❶

انبیا کے معجزات کے علاوہ ہر انسان کا اک دفعہ ہی اخراج نفس ہوتا ہے -قرآن اسی کو بیان کرتا ہے

تم کیسے اللہ کا کفر کرتے ہو کہ تم مردے (بے جان) تھے پھر اس نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو موت دے گا پھر دوبارہ زندہ کرے گا

لہذا حالت عدم جب جسد بنے بھی نہ تھے انسان کی موت کی کیفیت تھی- جسد میں شعور روح کی وجہ سے آتا ہے- حدیث میں آتا ہے کہ روحیں مجتمع لشکروں کی صورت میں رہتی ہیں اور ان کی آپس میں انسیت ہو جاتی ہے

الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ

صحيح البخاري بَابٌ: الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ

اگر جسد سے روح نکل جائے تو اس میں احساس ختم ہو جاتا ہے - روایت میں آتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا جب وہ مسجد الحرام کے صحن میں تھیں اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سولی پر تھی

إن هذه الجثث ليست بشيء وإنما الأرواح عند الله فاتقي الله وعليك بالصبر

بے شک یہ لاشہ کوئی شے نہیں اور بے شک ارواح اللہ کے پاس ہیں پس اللہ سے ڈریں اور اس پر صبر کریں

تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام از الذهبي

نیند کو ادبی انداز میں ہی موت کہا جاتا ہے مثلا حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیہ النشور

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے-

(بخاری کتاب الدعوات)

أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ

بے شک اللہ تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے جب چاہتا ہے اور لوٹاتا ہے جب چاہتا ہے

(صحيح البخارى بَابُ الأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الوَقْتِ)

حدیث میں اشارہ اس کیفیت پر ہے جو نیند سے پہلے تھی [6]

---

[6]

ابو جابر دامانوی اپنی کتابون میں ایک روایت پیش کرتے ہیں
انکم کنتم امواتا فرد اللّٰہ الیکم ارواحکم
مصنف ابن ابی شیبہ:۶۴/۲، ۱۶۲/۱۴عن ابی جحیفہ و قال الھیثمی: رواہ ابو یعلی و الطبرانی فی الکبیر و رجالہ ثقات، مجمع الزوائد:۳۲۲/۱، و صححہ) (الالبانی إرواء الغلیل ۲۹۳/۱
بے شک تم مردہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف تمہاری روحوں کو لوٹا دیا

سند میں عَبْدُ الْجَبّارِ بْنُ الْعَبَّاسِ الشِّبَامِيُّ الْهَمْدَانِيُّ الْكُوفِيُّ کا تفرد ہے جس کے لئے بعض محدثین نے کہا ہے مثلا أَبُو نعيم الملائي فَقَالَ: لم يكن بالكوفة أكذب مِنْهُ أَبُو نعيم الملائي کہتے ہیں عَبْدُ الْجَبّارِ بْنُ الْعَبّاسِ الشِّبامِيِّ الْهَمْدَانِيِّ الْكُوفِيِّ سے جھوٹا کوفہ میں اور کوئی نہیں

المعجم الأوسط از طبرانی کی روایت ہے

حَدَّثَنَا الْمِقْدَامُ بْنُ دَاوُدَ، نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، ثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «النَّوْمُ أَخُو الْمَوْتِ، وَلَا يَنَامُ أَهْلُ الْجَنَّةِ

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :نیند موت کا بھائی ہے اور اہل جنت ،جنت میں نہیں سوئیں گے

اس کی سند میں عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ کا تفرد ہے – ابن یونس کہتے ہیں منکر الحدیث ہے – ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں ہے – الدَّارَقُطْنِيّ ضعیف کہتے ہیں

سنن ترمذی میں ہے

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ عَنْ فِرَاشِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ [ص:473] إِزَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ بَعْدُ، فَإِذَا اضْطَجَعَ فَلْيَقُلْ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، فَإِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ، فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَلْيَقُلْ: الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فِي جَسَدِي، وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي وَأَذِنَ لِي بِذِكْرِهِ " وَفِي البَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَعَائِشَةَ.: " وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الحَدِيثَ وَقَالَ: فَلْيَنْفُضْهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ

اس متن کو بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَلْيَقُلْ: الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فِي جَسَدِي، وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي صرف اس سند سے معلوم ہیں- سندا یہ صرف ابْنِ عَجْلَانَ نے بولا ہے - امام مالک کا کہنا ہے ابْنِ عَجْلَانَ تو حکومت کا بیرو کریٹ تھا اس کو حدیث کا اتا پتا نہیں ہے

محمد بن عجلان مدلس ہے

أبي حاتم : انه كان يدلس
ابی حاتم نے کہا یہ تدلیس کرتا ہے
وصفه بن حبان بالتدليس - ابن حبان نے اس کو تدلیس سے متصف کیا ہے

بحوالہ
تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس

المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)

جامع التحصيل في أحكام المراسيل
المؤلف: صلاح الدين أبو سعيد خليل بن كيكلدي بن عبد الله الدمشقي العلائي (المتوفى: 761هـ

ترمذی کی سند : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
نسائی عمل یوم و لیلہ کی سند : سُفْيَان عَن ابْن عجلَان عَن الْمَقْبُرِي عَن أبي هُرَيْرَة
سنن الکبری نسائی کی سند : سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اس متن کے ہر طرق میں عنعنہ ہے لہذا ضعیف ہے

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں

ولکن ارواحنا کانت بید اللّٰہ عزوجل فارسلها انی شاء

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب فی من نام عن صلاۃ او نسیها:۴۳۸)

اور لیکن ہماری روحیں اللہ تعالی کے ہاتھ میں تھیں اور اس نے جب چاہا انہیں چھوڑ دیا۔

فرقہ پرست ترجمہ میں فارسلها کو بھیجنا کرتے ہیں تا کہ پڑھنے والا سمجھے کہ ارواح کو نیند میں جسم سے نکال لیا گیا- حالانکہ عربی میں ارسال کا مطلب چھوڑنا بھی ہے- یہاں رسل کا لفظ ہے جس کا مفہوم ہے بھیجنا یا چھوڑنا- بخاری کی آغاز وحی والی روایت کے الفاظ ہیں

فأخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد ثم أرسلني فقال اقرأ قلت ما أنا بقارىء

پس اس (فرشتے) نے مجھے پکڑا اور بھینچا یہاں تک کہ میری بساط تک اور پھر چھوڑ دیا پھر کہا پڑھو میں نے کہا میں قاری نہیں

اسی طرح قرآن میں ہے

يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا

آسمان کو تم پر برستا چھوڑ دے گا

قبض کا مطلب جسد سے روح نکلنا نہیں ہے بلکہ اخراج سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح نکلی- قبض کا مطلب عربی میں وہی ہے جو اردو میں ہے قبضہ میں لینا۔ بھینچنا وغیرہ- چونکہ نیند کے لئے قرآن میں اخراج کا لفظ نہیں آیا قبض نفس سے مراد نیند میں جسم میں روح کو پکڑنا ہے۔البتہ موت پر قبض کے ساتھ اخراج کا لفظ بھی قرآن میں ہے-اس پر غور کریں-

ابو جابر دامانوی کے نزدیک ایک شخص زندگی میں سینکڑوں موتوں کا شکار ہوتا ہے لکھتے ہیں

اس آیت سے واضح ہوا کہ حالت نیند میں بھی اللہ تعالیٰ روحیں قبض کر لیتا ہے۔اور پھر جب انسان جاگتا ہے تو اس کی روح کو اس کی طرف بھیج دیتا ہے اور یہ اعادہ روح روزانہ ہی ہوتا رہتا ہے لیکن اُمت مسلمہ میں سے کسی ایک عالم نے بھی روح کے بار بار اعادہ کے باوجود بھی اس سے کئی زندگیاں مراد نہیں لیں۔ یا اس اعادہ سے اس نے کوئی نئی زندگی ثابت نہیں کی۔اس حقیقت سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ روح کے اعادہ سے کوئی نئی زندگی ثابت نہیں ہوتی۔ واضح رہے کہ قرآن و حدیث میں نیند کو بھی موت قرار دیا گیا ہے گو یہ عارضی موت ہوتی ہے کہ جس میں انسان کی روح قبض ہو جاتی ہے۔البتہ جاگنے پر اس کی روح دوبارہ اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے

راقم کہتا ہے یہی وہ اضطراب ہے جو فرقوں نے پیدا کیا ہے جس سے قرآن و حدیث میں تفاوت پیدا ہوتا ہے- نیند میں روح کا قبض کرنا اللہ تعالی کا کام ہے — روح کو جسد سے نہیں نکالا جاتا جبکہ موت میں چونکہ روح کو نکالا جاتا ہے اس لئے فرشتوں کا ذکر آتا ہے- خیال رہے قرآن میں صرف موت کے حوالے سے فرشتوں کا ذکر آیا ہے نیند کے حوالے سے نہیں آیا ہے

أيسر التفاسير لكلام العلي الكبير از جابر بن موسى بن عبد القادر بن جابر أبو بكر الجزائري - الناشر: مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية الطبعة: الخامسة، 1424هـ/2003 میں ہے

وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا} أي يقبضها بمعنى يحبسها عن التصرف، حال النوم

وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا یعنی اللہ قبضہ میں لیتا ہے بمعنی (حبس) قید کرتا ہے کہ (انسان) تصرف کرے جو(اسکی) حالت نیند ہے

یہ تفسیر ہماری رائے کے مطابق ہے- نیند میں جسد میں ہی روح قید ہو جاتی ہے نہ کہ اس کا اخراج ہوتا ہے اسی کو قبض روح کہا گیا ہے یعنی کھینچ کر پکڑنا- اب اس کے خلاف اقوال جن کے مطابق نیند ہو یا موت دونوں میں روح قبض بھی ہوتی ہے اور جسد سے نکال لی جاتی ہے- اس سلسلے میں تفسیر طبری میں ہے

حدثنا ابن حميد، قال: ثنا يعقوب، عن جعفر، عن سعيد بن جُبَير، في قوله: (اللَّهُ يَتَوَفَّى الأنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا) ... الآية. قال: يجمع بين أرواح الأحياء، وأرواح الأموات، فيتعارف منها ما شاء الله أن يتعارَف، فيمسك التي قضى عليها الموت، ويُرسل الأخرى إلى أجسادها

جَعفَر بْن أَبِي المُغِيرة، الخُزاعِيّ نے سعید بن جُبَیر سے روایت کیا اللہ تعالی کے قول پر کہا مردوں اور زندوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں پس ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں جو اللہ چاہے وہ - پس

اس روح کو روکا جاتا ہے جس پر موت کا فیصلہ ہوتا ہے اور دوسری کو جسد کی طرف بھیجا جاتا ہے

اس قول کو سعید بن جبیر سے منسوب کیا گیا ہے کہ مردوں اور زندہ کی روحیں ملاقات کرتی ہیں- سند میں جَعفَر بْن أبي المُغِيرة، الخُزاعِيّ (قال ابن مندة: ليس هو بالقوى في سعيد بن جبير) اور يعقوب بن عبد الله القمي (قال الدارقطني ليس بالقوي) ہیں- دوسرا قول ہے

حدثنا محمد بن الحسين، قال: ثنا أحمد بن المفضل، قال: ثنا أسباط، عن السديّ، في قوله: (اللَّهُ يَتَوَفَّى الأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا) قال: تقبض الأرواح عند نيام النائم، فتقبض روحه في منامه، فتلقى الأرواح بعضها بعضا: أرواَح الموتى وأرواح النيام، فتلتقي فتساءل، قال: فيخلي عن أرواح الأحياء، فترجع إلى أجسادها، وتريد الأخرى أن ترجع، فيحبس التي قضى عليها الموت، ويرسل الأخرى إلى أجل مسمى، قال: إلى بقية آجالها.

أسباط نے السديّ سے الله تعالى کے قول اللَّهُ يَتَوَفَّى الأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا پر روایت کیا کہ السديّ نے کہا الله قبضہ میں لیتا ہے روحوں کو سونے والی کی نیند میں پس بعض کی روح نیند میں قبض ہوتی ہے، مرنے والوں کو اور سونے والوں کی پس ان کی روحیں ملاقات کرتی ہیں اور سوال کرتی ہیں - السديّ نے کہا پس زندہ روحوں سے خالی ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے جسموں کی طرف پلٹتی ہیں اور دوسری ارواح کو رد کیا جاتا ہے کہ واپس پلٹیں پس ان کو قید کیا جاتا ہے جن پر موت کا حکم لگتا ہے اور دوسری کو بھیجا جاتا ہے ایک اجل مقرر تک

اس میں اسباط بن نصر اور السدی دونوں ضعیف ہیں- بعض روایات جو ابن عباس سے مروی ہیں ان کے مطابق انسان میں روح اور نفس ہوتا ہے نیند میں نفس قبض ہوتا ہے اور موت پر روح لیکن یہ قول الکلبی نے روایت کیا ہے

کتاب البدء والتاريخ از ابن المطهر کے مطابق

وروى الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه أن الرجل إذا مات قبض الله روحه وبقى نفسه لأن النفس موصولة بالروح فإذا أراد الله قبض روحه للموت قبض نفسه مع روحه فمات وإذا أراد الله بعثه رد إليه روح

ابن عباس رضي الله عنه سے مروی ہے کہ جب ایک شخص مرتا ہے اللہ اس کی روح کو قبض کرتا ہے اور نفس رہ جاتا ہے کیونکہ نفس روح کو حاصل کرتا ہے - پس جب الله کا ارادہ موت پر روح کو قبض کرنے کا ہوتا ہے وہ نفس کو قبض کرتا ہے اس کی روح کے ساتھ تو انسان مر جاتا ہے اور جب الله ارادہ کرتا ہے تو الله زندہ کرتا ہے اور روح لوٹاتا ہے

یہ قول بھی صحیح سند سے نہیں ہے سند میں الکلبی ہے - ابن عباس سے ایک اور قول منسوب کیا گیا ہے کہ نفس اور روح کے درمیان سورج کی روشنی جیسا تعلق ہوتا ہے - یہ تفسیر ابن ابی حاتم میں بلا سند لکھا ہے
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ:" " اللَّهُ يَتَوَفَّى الأَنْفُسَ " الآيَةَ، قَالَ: نَفْسٌ، وَرُوحٌ بينهما شعاع الشمس، فيتوفى الله النفس في منامه، ويدع الروح في جسده وجوفه يتقلب ويعيش، فإن بدا لله أَنْ يَقْبِضَهُ قَبَضَ الرُّوحَ فَمَاتَ، أَوْ أَخَّرَ أَجَلَهُ رَدَّ النَّفْسَ إِلَى مَكَانِهَا مِنْ جَوْفِهِ

ابن عباس سے مروی ہے کہ الله تعالی کا قول ہے " اللَّهُ يَتَوَفَّى الأَنْفُسَ " الآيَةَ - کہا نفس اور روح ان کے درمیان سورج کی شعاع ہوتی ہے پس الله نفس کو قبض کرتا ہے نیند میں اور روح کو جسد میں لوٹا دیتا ہے اور وہ پیٹ میں رہتی ہے پس جن الله شروع کرتا ہے تو روح کو قبض کرتا ہے جس سے موت ہو جاتی ہے یا پھر ایک اجل آخر تک کے لئے نفس کو لوٹا دیتا ہے

لوگوں نے انہی ضعیف روایات سے آیات کی تفسیر کر دی ہے جس سے بہت تضاد جنم لیتا ہے اور یہاں تک کہ بعض علماء بدروحوں کے بھی قائل ہیں مثلا اہل حدیث عبد الرحمان کیلانی وغیرہ

تفسیرالتفسير الحديث [مرتب حسب ترتيب النزول] المؤلف: دروزة محمد عزت میں اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِها پر کہتے ہیں: تعددت الأقوال والتأويلات التي أوردها المفسرون - مفسرین سے اس سلسلے میں بہت سے اقوال اور تاویلات آئی ہیں

پھر انہی اقوال کو جن کا ہم نے ذکر کیا وہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں
.وليس شيء من هذه التعريفات معزوا إلى النبي صلى الله عليه وسلم أو واردا في مساند الصحاح
ان کی تعریفات میں سے کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہیں ہے اور نہ ہی صحیح مصدر میں موجود ہیں

قابل غور ہے کہ بے ہوشی بھی نیند کی کیفیت ہے ڈاکٹر علاج کے لئے بے ہوش کرتا ہے اور بدن کو کاٹتا ہے لیکن بدن تکلیف محسوس نہیں کرتا نہ اس کو عذاب ہوتا ہے نہ الم تو خود سوچئے کہ جب روح ہی نکل جائے تو عذاب کیسے ہو گا؟

قرآن میں بھی ہے کہ دوزخ والے جو عذاب القبر سے اور عذاب الجہنم سے واقف ہونگے اور ھر عذاب کو جھیل چکے ہونگے وہ پکاریں گے کہ ان کو موت آجائے کیونکہ ان کو پتا ھوگا کہ موت سب عذاب ختم کر دیتی ہے لہٰذا یہ بات کہ جسد بے روح کو عذاب ہوتا ہے بالکل احمقانہ بات ہے۔

دوزخ کے فرشتے بھی یہ نہیں کہیں گے کہ یہ عذاب موت آنے پر ختم ھو جائے گا بلکہ کہا جائے گا کہ ایک موت نہیں کئی موتوں کو پکارو کیونکہ اب موت کو اور نیند کو ختم کر دیا گیا ہے یعنی اب روح جسد سے نہ نکلے گی اور نہ اس میں قبض ھو گی

فقہاء نے بھی اپنے فتووں میں میت یا مردے کو بے حس و عقل کہا ہے۔ ابن عابدین رد المحتار علی الدر المختار میں لکھتے ہیں کہ

وأما الكلام فلان المقصود منه الافهام والموت ينافيه

پس جہاں تک کلام کا تعلق ہے تو اس کا مقصود فہم ہے اور موت اس کی نفی کرتی ہے

محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج (المتوفی: 763ھـ) اپنی کتاب کتاب الفروع ومعہ تصحیح الفروع لعلاء الدین علی بن سلیمان المرداوی میں لکھتے ہیں کہ

وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي كِتَابِهِ السِّرِّ الْمَصُونِ: الَّذِي يُوجِبُهُ الْقُرْآنُ وَالنَّظَرُ أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ وَلَا يُحِسُّ، قَالَ تَعَالَى: {وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ} [فاطر: 22] . وَمَعْلُومٌ أَنَّ آلَاتِ الْحِسِّ قَدْ فُقِدَتْ، وَأَجَابَ عَنْ خِلَافِ هَذَا بِرَدِّ الْأَرْوَاحِ، وَالتَّعْذِيبُ عِنْدَهُ وَعِنْدَ ابْنِ عَقِيلٍ عَلَى الرُّوحِ فَقَطْ

اور ابن الجوزی نے اپنی کتاب السِّرِّ الْمَصُونِ میں کہا ہے کہ جو قرآن و (نقد و) نظر سے جو واجب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک میت نہ سنتی ہے نہ احساس رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے کہا (اے نبی) جو قبروں میں ہیں ان کو آپ نہیں سنا سکتے (فاطر ۲۲)۔ اور یہ معلوم ہے کہ آلہ احساس کھو (ختم ہو) چکے (ہوتے) ہیں اور (ان دونوں کی بات) کا جواب دیا گیا ہے کہ عود روح ہونے پر اس کے خلاف ہو جائے گا۔ اور عذاب ان کے نزدیک (یعنی ابن الجوزی) اور ابن عقیل کے نزدیک صرف روح کو ہوتا ہے

دوسری طرف ارشد کمال محدث شمارہ:۳۱۶ دسمبر ۲۰۰۷ میں عنوان نکیرین کے سوال کے وقت اِعادۂ روح کا مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں کہ

قبر میں عارضی طور پر جسم میں روح لوٹائے جانے کی نفی قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے لہٰذا جن احادیث میں عودِ روح کا ذکر ہے اُنہیں قرآن خلاف نہیں کہا جاسکتا۔ اس کے برعکس قرآنِ مجید میں موت سے لے کر قیامت تک کے درمیان وقفے میں عارضی زندگی پر متعدد امثلہ موجود ہیں جن کی تفصیل سے یہ سطور قاصر ہیں سورۃ البقرۃ آیت ۶۷ تا ۷۳ سورۃ البقرۃ آیت ۵۵ اور ۵۶ سورۃ البقرۃ آیت :تاہم بعض آیات حسب ذیل ہیں ۲۴۳ سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۹

اب ان آیات کا مقصد اور سیاق و سباق دیکھتے ہیں

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ (67)- .. فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (73)

یہ آیات موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں ہے کہ ایک قتل ہوا اور بنی اسرائیل قاتل کو بچانا چاہ رہے تھے ان کے دلوں میں گاؤپرستی بھی تھی لہٰذا اللہ نے حکم دیا کہ سرخ گائے ذبح کرو اور اس کے گوشت کی ضرب مقتول کو لگاؤ جس پر مقتول بول پڑا اور قاتل کا بتایا ساتھ ہی اللہ نے بتایا کہ اس کے لئے مردوں کو زندہ کرنا ممکن نہیں

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ (55) ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (56)

ان آیات میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا اس پر ان کو عذاب نے گھیر لیا اور وہ سب ہلاک ہوئے پھر اللہ نے ان کو واپس زندہ کیا تا کہ شکر گزار بنیں

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (243)-

اس آیت میں بیان ہوا کہ بعض اپنے گھروں سے کفار سے لڑنے کے لئے نکلے لیکن موت سے خوف زدہ تھے اللہ نے ان کو موت دے دی اور پھر زندہ کیا

اوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (259) –

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص کا گزر ایک معدوم بستی پر ہوا خیال گزرا کہ یہ تو واپس زندہ نہ ہو نگے اللہ نے اسی وقت روح قبض کی اور ۱۰۰ سال بعد زندہ کیا اور اس کے گدھے کو اس کے سامنے زندہ کر کے دکھایا کہ اللہ سب قدرت رکھتا ہے

کیا ان علماء کو عموم اور خصوص میں فرق نہیں پتا! اللہ کی قدرت سے کسے انکار ہے لیکن اس کے بنائے ہوئے نظام میں جب تبدیلی آتی ہے تو وہ ایک خاص واقعہ بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ان کو بیان کیا گیا ہے ورنہ دو زندگیوں اور دو موتوں والا اصول بھی قرآن کا ہی ہے - اسی بنا پر بعض اوقات یہ لوگ حق بھی کہتے ہیں مثلا اہل حدیث قاری خلیل الرحمان جاوید کتاب پہلا زینہ میں لکھتے ہیں

دو موتوں کی چند استثنائی صورتیں

بعض صورتیں استثنائی ہیں جیسے:

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قم باذن الله کہہ کر مردوں کو زندہ کرنا۔

☆ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال تک مارنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کر دینا۔

☆ بنی اسرائیل کے چند سرداروں کو موت دے کر پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد انھیں دوبارہ زندگی دے دینا یہ تمام صورتیں استثنائی شکل کی ہیں۔

ان سے ہمارے مؤقف کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جا سکتی جس طرح عام فارمولا ہے کہ دنیا میں آنے والا ہر بچہ ماں اور باپ کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ یکسر مختلف ہے حضرت آدم علیہ السلام کا معاملہ بھی اس عمومی فارمولے سے ہٹ کر ہے ان دونوں واقعات کو دلیل بنا کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دنیا ایسے ہی پیدا ہوتی ہے ہرگز نہیں کیونکہ یہ استثنائی صورت ہے اور مخصوص ہے اسے عموم پر منطبق نہیں کیا جا سکتا جس طرح عام فارمولے سے جو مستثنیٰ ہوا سے باقی چیزوں پر قیاس نہیں کر سکتے اسی طرح یہ عام فارمولا ہے کہ موت ایک دفعہ آئے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعجاز یا حضرت عزیر علیہ السلام کی سو سالہ موت کے بعد کی زندگی کو ہرگز دلیل نہیں بنایا جا سکتا یہ استثنائی صورتیں محض رب العالمین کی قدرت کے شاہکار کے طور پر پیدا کی جاتی ہیں تا کہ دنیا جان سکے کہ زندگی اور موت ان دونوں کا مالک اکیلا اللہ عزوجل ہے۔

الغرض اس امت میں ایک عقیدہ رجعت روح یا عود روح اختیار کیا گیا ہے جس کا اصل قرآن میں نہیں ہے اور اب ہم عموم و خصوص کی بحث کو دیکھتے

العموم والخصوص

اثبات عذاب القبر و رد عقیده عود روح

عقائد کا قرآن و حدیث سے استخراج کرتے وقت خبر عام ہے یا خاص کا خیال رکھا جاتا ہے یہ اصول نہایت منطقی ہے جس سے قرآن کی بعض باہم مخالف آیات کی تشریح و تطبیق کی جاتی ہے

گمراہ عقائد کو کشید کرنے کے لئے قرآن کے نصوص کو رد کر کے ان میں باہم اختلاف کا ذکر کیا جاتا ہے مثلا قرآن کے مطابق روح کے جسم سے خروج کے بعد اس کا امساک کیا جاتا ہے یعنی روک لیا جاتا ہے (سورہ الزمر اور سورہ الانعام) اس کے برعکس حیات فی القبر کا عقیدہ اس امت کے گمراہ فرقوں نے اختیار کیا ہوا ہے جس میں مردہ میں عود روح کروایا جاتا ہے اس کو استثنیٰ قرار دے کر ایک خاص بات کہا جاتا ہے پھر اس کو تمام مردوں پر عام کر دیا جاتا ہے

اسی طرح سماع الموتی کے مسئلہ میں بھی زبردستی ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی آراء کو ایسے پیش کیا جاتا ہے کہ گویا بعض کو صحیح عقیدہ پتا نہیں تھا اس طرح اصحاب رسول اور امہات المومنین کو مختلف العقائد بتایا جاتا ہے جبکہ اصول جو قرآن میں دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ و ما یستوی الاحیاء و الاموات ان الله یسمع من یشاء کہ *مردہ زندہ برابر نہیں اللہ جس کو چاہے سنوائے*- اس کے بعد تمام مردوں میں زبردستی ایک عجیب حیات کا بزعم خود دعوی کیا جاتا ہے جس میں وہ دفنانے والوں کے قدموں کی چاپ سنتے ہیں اور ان سے مانوس بھی ہوتے ہیں- قرآن کے عموم و خصوص میں التباس پیدا کر کے، قبر پرستی پر سند جواز دینے کے بعد، معصوم بن کر ان لاعلم لوگوں پر کفر کا فتوی لگایا جاتا ہے جو قبروں سے فیض حاصل کر رہے ہیں-

ابن کثیر سورہ التوبہ کی تفسیر میں فوت شدہ رشتہ داروں پر زندوں کا عمل پیش ہونا لکھتے ہیں جبکہ قرآن میں کہیں یہ عقیدہ نہیں ابن کثیر تفسیر میں کہتے ہیں

قَدْ وَرَدَ: أَنَّ أَعْمَالَ الْأَحْيَاءِ تُعرَض عَلَى الْأَمْوَاتِ مِنَ الْأَقْرِبَاءِ وَالْعَشَائِرِ فِي الْبَرْزَخِ
بے شک یہ آیا ہے کہ زندوں کے اعمال مردہ رشتہ داروں پر البرزخ میں پیش ہوتے ہیں

ابن قیم کتاب الروح میں کہتے ہیں سلف اس پر جمع ہیں کہ میت زائر سے خوش ہوتی ہے اور روح جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے

ابن تیمیہ عقیدہ رکھتے ہیں

قبر سے اذان سنی جا سکتی ہے اور میت قرات سنتی ہے

افسوس علماء ہی نے ان عقائد کو پھیلایا جو تھے ہی غلط اور غیر ثابت – ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان پر توبہ کرتے لیکن اسلاف پرستی میں ان سند یافتہ علماء نے اپنی خو الگ ہی ڈالی اور لگے ان شخصیات اور ناموں کا دفاع کرنے اور اپنے تعلی و علمیت کا رعب بٹھانے

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے

عقائد میں اضطراب کو دور کرنے کے لئے اصول و خاص کی بحث بہت اہم ہے جو اصول و فقہ کی کتب میں ہے – کتاب منهج علماء الحديث والسنة في أصول الدين از مصطفى محمد حلمي الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1426 هـ قرآن کے عموم و خصوص پر لکھتے ہیں

. (1) فأنزل الله عز وجل القرآن على أربعة أخبار خاصة وعامة

فمنها: 1 – خبر مخرجه مخرج الخصوص ومعناه معنى الخصوص وهو قوله تعالى: (إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ) [ص، الآية: 71] وقوله: (إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ) [آل عمران، الآية: 59] ثم قال: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى) [الحجرات، الآية: 13] والناس اسم يجمع آدم وعيسى وما بينهما وما بعدهما فعقل المؤمنون عن الله عز وجل أنه لم يعن آدم وعيسى لأنه قدم خبر خلقهما.

پس اللہ عز و جل نے چار قسم کی خاص و عام خبریں قرآن میں دیں جن میں ہیں خبر جو خصوص سے نکلے اور اس کا معنی بھی مخصوص ہو اور یہ ہے الله تعالى کا قول (إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ) [ص، الآية: 71] میں گیلی مٹی سے ایک بشر خلق کر رہا ہوں اور الله تعالى کا قول (إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ) [آل عمران، الآية: 59] بے شک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسی آدم کی – پھر کہا (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى) [الحجرات، الآية: 13] اے لوگوں ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا اور الناس میں آدم و عیسی جمع ہو گئے اور ان کے درمیان اور بعد والے انسان پس مومن تعقل کرتے ہیں کہ آدم و عیسی کو (مرد و عورت سے تخلیق میں) شمار نہیں کیا گیا کیونکہ انکی تخلیق کی خبر دی گئی

2 خبر مخرجه مخرج العموم ومعناه معنى الخصوص وهو قوله تعالى: (وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ) [الأعراف، الآية: 156] فعقل عن الله أنه لم يعن إبليس فيمن تسعه الرحمة لما تقدم فيه من الخبر الخاص قبل ذلك وهو قوله: (لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ) [ص، الآية: 85] فصار معنى ذلك الخبر العام خاصا لخروج إبليس ومن تبعه من سعة رحمة الله التي وسعت كل شيء .

خبر جو عموم سے نکلے اور اس کا معنی مخصوص ہو اور یہ الله تعالی کا قول ہے (وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ) [الأعراف، الآية: 156] میری رحمت ہر شی پر پھیلی ہے پس یہ الله کا مقصد ہے کہَ اس میں ابلیَس کو شمار نہیں کیا گیا جس کو رحمت سے الگ کیا ہے جیسا کہ اسکی خبر خاص دی پہلے (لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ) [ص، الآية: 85] بلاشبہ میں جہنم کو بھر دوں گا تجھ سے اور جو تیری اتباع کریں گے ،سب کو! پس یہ خبر معنا عام ہے خاص ابلیس کا خروج ہے اور جو اس کی اتباع کریں انکو اس رحمت سے الگ کیا جو چیز پر چھائی ہے

3 - خبر مخرجه مخرج الخصوص ومعناه معنى العموم وهو قوله: (وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَى) [النجم، الآية: 49] ، فكان مخرجه خاصاً ومعناه عاماً.

خبر جو نکلی ہے خصوص سے اور اسکا معنی عموم ہے اور الله تعالی کا قول ہے (وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَى) [النجم، الآية: 49] اور بے شک وہ الشِّعْرَى کا رب ہے پس یہ خاص خبر ہے لیکن اس کا معنی عام ہے

4- خبر مخرجه العموم ومعناه العموم.

فهذه الأربعة الأخبار خص الله العرب بفهمها ومعرفة معانيها وألفاظها وخصوصها وعمومها والخطاب بها، ثم لم يدعها اشتباهاً على خلقه وفيها بيان ظاهر لا يخفى على من تدبره من غير العرب ممن يعرف الخاص والعام،

خبر جو عموم سے ملی اور معنی بھی عام ہے
پس ان چار خبروں سے الله تعالی نے عربوں کا فہم ، معنوں کی معرفت، الفاظ اور اس کا خصوص و عموم اور خطاب خاص کیا پھر اس میں اشتباہ مخلوق کے لئے نہیں رہا اور اس کا بیان غیر عرب پر ظاہر ہے جو اس میں تدبر کرنے والوں پر مخفی نہیں جو خاص و عام کو جانتے ہیں

الغرض تمام مردے نہیں سنتے اللہ جس کو چاہتا سنواتا ہے جیسا قلیب بدر میں ہوا اسی طرح عود روح صرف ان لوگوں کا ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے اور عذاب کا شکار ہوئے یا جن کو عیسی علیہ السلام نے واپس زندہ کیا اس کے علاوہ کوئی اور خبر قرآن و احادیث صحیحہ میں نہیں ہے

ایک جاہل کی وصیت

کہا جاتا ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کو جلا دیا جائے لیکن اللہ نے اس کو زندہ کر دیا کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہر شخص کو اس کی قبر میں زندہ کر دیا جاتا ہے؟ اس واقعہ کو دلیل سمجھتے ہوئے ایک اہل حدیث محقق دامانوی صاحب خاکستر شدہ انسان کا معاملہ کے تحت لکھتے ہیں

جناب ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا۔

اذَا اَنَا متُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اَطْحَنُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِی الرِّیْحِ فَوَاللہِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰہُ عَلَیَّ لَیُعَذِّبُنِیْ عَذَابًا مَّا عَذَّبَہٗ اَحَدًا۔

یعنی جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر میری راکھ کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ واللہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے وہ ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو اس نے نہیں دی۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے ساتھ یہی کاروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیا گیا تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے یہ سب کاروائی کیوں کی؟ اس نے جواب دیا اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

(رواہ البخاری جلد ۱ ص ۴۹۵ واللفظ لہ' مسلم ج ۲ ص ۳۵۶)

یہ بات انتہائی سطحی ہے[7]—اول ال فرعون کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہے یہ قرآن سے ثابت ہے جو ارواح پر ہے— پورا ال فرعون کا لشکر ڈوبا لیکن بچایا صرف فرعون کے جسد کو کیونکہ وہ ایک نشانی ہے—اللہ تعالی چاہتا تو اس شخص کی روح سے ہی کلام کر لیتا اس میں کیا قباحت ہے ؟ کیا معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء سے ملاقات نہیں ہوئی انہوں نے کلام بھی کیا—لہذا ارواح تو واپس عالم البرزخ میں جاتی ہیں

موصوف لکھتے ہیں یہ کوئی مخصوص واقعہ نہیں کہ اسے صرف اس شخص کے ساتھ خاص مانا جائے کیونکہ اس واقعہ کے خاص ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں اور نہ ہی ہم اسے اس شخص کی کرامت تسلیم کر سکتے ہیں کیونکہ وہ نیک انسان بھی نہیں تھا۔

خاص اور عموم کے لئے روایت میں لکھا نہیں ہوتا کہ یہ خاص واقعہ ہے اور یہ عموم ہے یہ قرائن سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔ یہ مخصوص واقعہ ہی ہے اللہ کو تو ہر چیز کا علم ہے لیکن یہ اس کی رحمت ہے کہ مخلوق سے موت کے بعد کلام کرتا ہے ایک دوسری حدیث میں بھی ایک موحد کا ذکر ہے جس کی موت کے وقت عذاب اور راحت والے فرشتوں میں تکرار ہوتی ہے اور زمین کی پیمائش کرنے کا حکم دیا جاتا ہے—یہ گناہ کبیرہ کے مرتکب موحدین پر اللہ کی خاص رحمت کا ذکر ہے

کتاب مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين میں ہے کہ ابن العثيمين اس روایت پر کہتے ہیں

فهذا رجل شك في قدرة الله وفي إعادته إذا ذرى، بل اعتقد أنه لا يعاد وهذا كفر باتفاق المسلمين، لكن كان جاهلا لا يعلم ذلك، وكان مؤمنا يخاف الله أن يعاقبه فغفر له بذلك.
والمتأول من أهل الاجتهاد الحريص على متابعة الرسول، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أولى بالمغفرة من مثل هذا. ا. هـ.
وبهذا علم الفرق بين القول والقائل، وبين الفعل والفاعل، فليس كل قول أو فعل يكون فسقا أو كفرا يحكم على قائله أو فاعله بذلك، قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله ص165ج ـ35 من مجموع الفتاوى:وأصل ذلك أن المقالة التي هي كفر بالكتاب والسنة والإجماع

---

[7] اگر انسان کو جلا دیا جائے تو اس کا جسم ایندھن کی طرح جلتا ہے بال کھال - سائنس کہتی ہے کہ ایندھن جب جلتا ہے تو پانی اور کاربنڈائی آکسائڈ بن جاتا ہے گویا انسان کا کچھ وجود گیس کی حالت میں تبدیل ہو کر کرہ ارضی کے گرد حالت گیس میں بکھر جاتا ہے

پس اس شخص نے الله کی قدرت پر شک کیا اور... بلکہ اعتقاد کیا کہ اس کا معاد نہ ہو گا اور یہ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کفر ہے لیکن یہ جاہل تھا اور اس کو اس کا پتا نہ تھا اور مومن تھا اللہ سے ڈرتا تھا کہ اس کو پکڑ نہ لے پس اس پر اس کی مغفرت ہوئی
متاول ہے کہ اہل اجتہاد میں سے وہ حریص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے کی کوشش کرتا ہے ان کی تو مغفرت اولی ہے اس جیسوں سے - اور اس پر فرق ہے قول اور قائل کا ، اور فعل اور فاعل کا، ہر فعل اور قول ایسا نہیں ہوتا ہے کہ جس کے بنیاد پر فیصلہ کیا جائے اس کے قائل یا فاعل کے کافر ہونے کا یا ان پر فتوی دیا جائے
ابن تیمیہ کہتے ہیں ص165ج 35 من مجموع الفتاوی یہ اس کا کہنا کتاب الله اور سنت اور اجماع کے مطابق کفر ہے

مسلک پرستوں کی اپنی ممدوح شخصیات اس کو ایک مخصوص واقعہ کہہ رہی ہیں کہ ایک کفریہ عقیدہ رکھنے والے کو اللہ نے بخش دیا۔ کیا یہ عموم ہے ؟ آپ کی بات اگر درست مانی جائے تو اس طرح تو سارے معاد کے انکاریوں کی بخشش ماننا پڑے گی- لہٰذا یہ ایک مخصوص واقعہ ہی ہے اس سے زیادہ نہیں-اب چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ خصوص ہے تو دلیل نہیں بن سکتا اور اس سے یہ ثابت تو کہیں بھی نہیں ہوتا کہ تمام مرنے والوں کو واپس جسد عنصری مرتے ہی دے دیا جاتا ہے

البانی سے سوال ہوا: هل يخرج من ابتدع بدعة مكفرة أو بدعة غير مكفرة من أهل السنة ؟

جواب میں اس روایت کا ذکر کیا اور کہا

أنّ ليس كلّ من وقَعَ في الكفر تلبَّسَه الكفر ووقع الكفر عليه، أعني به حديث البخاري من رواية صحابيين جليلين وهما أبو سعيد الخدري وحذيفة بن اليمان قالا: قال رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم:« كان فيمن كان قبلكم رجل حضرته الوفاة فجمع أولاده حوله فقال لهم: أيّ أبٍ كنتُ لكم ؟. قالوا: خير أبٍ. قال: فإني مذنبٌ مع ربي ولإن قدِرَ الله عليّ ليعذبني عذاباً شديداً، فإذا أنا متُّ فخذوني وحرِّقوني بالنار ثم ذروا نصفي في البحر ونصفي في الرياح، فمات حرقوه بالنار فذروا نصفه في الريح ونصفه في البحر. فقال الله عز وجل لذراته: كوني فلاناً فكانت. قال الله عز وجل: أي عبدي ما حملك على ما فعلتَ ؟. قال: ربي خشيتُك. قال: اذهب فقد غفرتُ لك ». فالآن نحن نتساءل، كفر هذا الرجل ولا ما كفر ؟. كفر، لكن الله غفر له. متدخل: قال: ما كفر. الشيخ : ما كفر قال، أنا ما سمعته، بقوله: لإن قدِرَ الله عليّ، ما كفَرَ ؟. المتدخل: إي نعم. هذا القول نعم. الشيخ : فإذا أنا ما حدثتك، قلت كفر أم لا؟ المتدخل: نعم. الشيخ : طيّب،

ونحن نعلم من القرآن الكريم : ﴿ إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ [النساء : 48]. كيف الجمع ؟. الجمع يُفهم من الكلام السابق : ﴿ إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ [النساء : 48]؛ ﴿ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ ﴾ عامداً متعمّداً، شو رأيك بهذا القيد ؟. السائل : جيد. الشيخ : كويس، لكن موجود في الآية ؟. السائل : غير موجود. الشيخ : غير موجود، من كيسنا جبناه ؟. السائل : لا. الشيخ : لا ، هكذا الشريعة لا تؤخذ مِن نص من آية من حديث واحد، وإنما مِن مجموع ما جاء في المسألة. لذلك ليس فقط المسائل الفقهية يجب أن تُجمَع كل نصوصها حتى نعرف الناسخ مِن المنسوخ، والخاص من العام، والمطلق مِن المقيد ووو إلى آخره، بل العقيدة أولى بذلك بكثير. فحينما يشرح العلماء هذه الآية :﴿ إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ ﴾؛ عادةً لا يتعرّضون لمثل هذه التفاصيل، لأن الأمر فيما يبدو لهم واضح ما يحتاج إلى مثل هذا التفصيل، لكن حينما تأتي الاشكالات والشبهات فهنا يضطر العالم أن يبيّن ما عنده مِن علم، فهذا الرجل الذي أوصى بالوصية لا أتصوّر أنها في الجور والظلم والضلالة يُمكن أن يكون لها مثل، يُحرّقوه في النار مشان يضل على ربّه، والله يقول: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴾ [يس : 78]، مع ذلك غفَرَ له لماذا ؟. لأن الكفر ما انعقد في قلب هذا الإنسان، وإنما هو تصوّر ذنوبه مع الله عز وجل، وخوفه منه، وأنّ الله عز وجل إذا وَصَل إليه أنه سيعذبه عذاباً شديداً. هذه الرهبة وهذه الخشية أعمت عليه العقيدة الصحيحة فأمَر « بهذه الوصية الجائرة، والحديث واضح :« اذهب فقد غفرتُ لك

ہر چیز جس میں کفر ہو جائے اس کو کفر سے ملتبس نہیں کیا جاتا اور اس حوالے سے بخاری کی حدیث ہے جو دو صحابیوں سے ہیں جن میں ابو سعید الخدری اور حذیفہ بن یمان ہیں کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک شخص گزرا تھا جب اس کی وفات کا وقت آیا اس نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے کہا تمہارا باپ کیسا تھا؟ انہوں نے کہا بہترین باپ - اس نے کہا میں نے گناہ کیے ہیں اگر اللہ قادر ہوا تو مجھ کو شدید عذاب دے گا پس جب میں مروں مجھ کو جلا دینا پھر بھسم کو آدھا سمندر میں ڈالنا اور آدھا ہوا میں اڑا دینا - پس وہ مرا اس کو جلا دیا گیا اس کا آدھا سمندر میں اور آدھا ہوا میں اڑا دیا گیا - اللہ تعالی نے اس کے ذرات سے پوچھا: فلاں ہو جا پس وہ ہو گیا - اللہ تعالی نے کہا اے بندے تو نے جو کروایا وہ کیوں کروایا؟ اس نے کہا اے رب اپ کے خوف سے - اللہ تعالی نے فرمایا جا میں نے تجھ کو معاف کیا - البانی نے کہا پس اب ہم اس پر سوال کرتے ہیں کیا اس شخص نے کفر کیا یا نہیں کیا؟ کفر کیا لیکن اللہ نے اس کو معاف کر دیا

متدخل: اپ نے کہا کفر نہیں کیا؟

البانی : اس نے کفر نہیں کیا ! ایسا میں نے نہیں سنا کیونکہ قول ہے اگر اللہ قادر ہوا، کیا کفر نہیں؟

متدخل : جی ہاں - یہ کہا تھا- ہاں یہ اس شخص کا قول تھا

البانی : تو میں نے جو حدیث ذکر کی تم کہتے ہو یہ کفر تھا یا نہیں؟

متدخل : جی

البانی : ٹھیک ہے - ہم کو قرآن سے معلوم ہے کہ بے شک اللہ شرک کو معاف نہ کرے گا اور اس کے سوا جو ہے اس میں جس کو چاہے معاف کرے گا- نہیں معاف کرے گا جو جان بوجھ کر کیا جائے اس رائے پر یہ قید ہے

سائل : ٹھیک ہے

البانی ٹھیک ہے نا (کیا یہ جان بوجھ کہنا) یہ آیت میں موجود ہے؟

سائل : موجود نہیں ہے

البانی : اسی طرح شریعت میں ایک ہی حدیث سے یا آیت سے نص نہیں لی جاتی اس میں تمام مجموعہ جو اس مسئلہ پر ہو لیا جاتا ہے .... پس یہ شخص جس نے وصیت کی تھی اس کے بارے میں تصور نہیں ہے کہ وہ ظالم یا گمراہ تھا... اس کی مغفرت ہوئی ... کیونکہ اس انسان کے قلب پر کفر نہیں تھا بلکہ اس نے اپنے گناہوں کا تصور کیا اور اللہ کا خوف کیا... اور یہ خشیت و خوف تھا جس نے اس کو صحیح عقیدے سے اندھا کر دیا پس اس نے یہ وصیت کی اور حدیث واضح ہے

معلوم ہوا کہ البانی کے نزدیک بھی یہ شخص صحیح عقیدہ پر نہ تھا- وہ علماء جو جاہل نہیں، سند یافتہ ہیں، قرآن کے پڑھنے والے، حدیث کا درس دینے والے، ان مجتہدین کے بارے میں تو یہ حدیث ہے ہی نہیں- کیونکہ حدیث میں جس جاہل کا ذکر ہے اس کے بارے میں علم نہیں کہ کیا اس کو انبیاء کی دعوت پہنچی یا کتاب اللہ پڑھنے کو ملی کہ وہ بنیادی باتوں سے ہی لا علم تھا لیکن اللہ نے اس کو معاف کیا کیونکہ وہ سرکش نہیں تھا

قرآن میں طاغوت کے کفر کا حکم ہے اور طاغوت وہی ہے جو سرکش ہو قرآن کا حکم جان کر بھی اپنے فرقہ کی بات کو چلائے اس حدیث سے ان طاغوتوں کو بچانا ممکن نہیں ہے ۔ لیکن فرقہ پرست علماء کو یہ حدیث ملی ہے کہ اپنے عقائد پر غلط فتوؤں کو مجتہد کا اجتہاد قرار دے کر اس بحث کو ختم کر دیا جائے

جبکہ مجتہد اگر عمل میں غلط فتویٰ دے تو اس کو ثواب ملے گا لیکن اگر غلط فتویٰ دے تو جہنمی ہو جائے گا۔

صحیح بخاری

حدیث نمبر: 4340

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ، فَقَالَ: أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا، فَجَمَعُوا، فَقَالَ: أَوْقِدُوا نَارًا، فَأَوْقَدُوهَا، فَقَالَ: ادْخُلُوهَا، فَهَمُّوا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا، وَيَقُولُونَ: فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ، فَمَا زَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ، فَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ".

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا مجھ سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا، ان سے ابوعبدالرحمٰن اسلمی نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں پھر امیر کسی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ اور انہوں نے آگ لگا دی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ۔ فوجی کود جانا ہی چاہتے تھے کہ انہیں میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے ہیں! ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ اس کے بعد امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی

توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم صرف نیک کاموں کے لیے ہے۔

معلوم ہوا کہ مجتہد کا خلاف قرآن حکم دینا گناہ ہے

مبحث دوم : ارواح کا مقام اور اس کے قالب

عربوں میں ایک عقیدہ تھا کہ مرنے والے کی روح پرندہ بن جاتی ہے اور اس کی قبر پر آتی ہے اور جس کے قتل کا بدلہ نہ لیا جائے یہ روح اس کی قبر پر آ کر کہتی ہے بدلہ لو وغیرہ- اسی تصور کی ایک روایت ہم تک پہنچی ہے جس کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تدفین پر ایک پرندہ ظاہر ہوا- کہا جاتا ہے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو ان کے کفن میں ایک سفید رنگ کا پرندہ گھس گیا اور واپس نہیں آیا اور ان کی قبر میں سے ان آیات کی تلاوت کی آواز بھی سنی گئی { یاایتھا النفس المطمئنۃ } { ارجعی إلی ربک راضیۃ مرضیۃ } { فادخلی فی عبادی } { وادخلی جنتی } اس کا ذکر روایات میں ہے

و أخبرني محمد بن يعقوب ثنا محمد بن إسحاق ثنا الفضل بن إسحاق الدوري ثنا مروان بن شجاع عن سالم بن عجلان عن سعيد بن جبير قال : مات ابن عباس بالطائف فشهدت جنازته فجاء طير لم ير على خلقته و دخل في نعشه فنظرنا و تأملنا هل يخرج فلم ير أنه خرج من نعشه فلما دفن تليت هذه الآية على شفير القبر و لا يدري من تلاها { يا أيتها النفس المطمئنة } { ارجعي إلى ربك راضية مرضية } { فادخلي في عبادي } { و ادخلي جنتي } قال : و ذكر إسماعيل بن علي و عيسى بن علي أنه طير أبيض
حدثنا إسماعيل بن محمد الفضل ثنا جدي ثنا سنيد بن داود ثنا محمد بن فضيل حدثني أجلح بن عبد الله عن أبي الزبير قال شهدت جنازة عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما بالطائف فرأيت طيرا أبيض جاء حتى دخل تحت الثوب فلم يزحزح بعد

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں فوت ہوئے اور میں آپ کے جنازے میں موجود تھا،پھر ایک بے مثال اور اجنبی قسم کا پرندہ آکر آپ کی چارپائی یا تابوت میں داخل ہوکر غائب ہوگیا اور اسے کسی نے باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔پھر جب آپ کو دفن کیا گیا تو قبر کے ایک کنارے پر یہ غیبی آواز سنی گئی:اے مطمئن روح!اپنے رب کی طرف راضی مرضی حالت میں واپس جاو،پھر میرے بندوں میں شامل ہوجاو اور جنت میں داخل ہوجاو۔/سورۃ الفجر۲۸-۲۹

فضائل صحابہ للامام احمد:۱۸۷۹،وسندہ حسن،المعجم الکبیر للطبرانی)
۱۰/۲۹۰ح۱۰۵۸۱،المستدرک للحاکم

(٥٤٤ح٦٣١٢،دلائل النبوة للمستغفری ٢/٦٣٤ح٤٤٥-٣/٥٤٣

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

کتاب الاربعین للشیخ الاسلام ابن تیمیہ بتحقیق حافظ زبیر علی زئی،صفحہ ۱۲۵-۱۲۶

راقم کہتا ہے یہ روایات مخدوش سندوں سے ہیں- اسکی سند میں مَرْوَانُ بنُ شُجَاعٍ الأُمَوِيُّ ہے جن کی حیثیت مختلف فیہ ہے

أَبُو حَاتِمٍ: کہتے ہیں حجت نہیں ہے

. قال ابن حبان: یروی المقلوبات عن الثقات

ابن حبان کہتے ہیں مقلوبات ثقات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں

دوسری کی ایک سند میں فرات بن سائب ہے جس پر بھی جرح ہے

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند میں شعیب بن یَسَار، مولی ابن عباس ہے جس کا حال معلوم نہیں ہے

افسوس ابن قیّم اپنی کتاب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھتے ہیں کہ روح پرندے کی مانند ہے

فَإِنَّهَا كَالطَّائِرِ الْمَحْبُوسِ فِي الْبَدَنِ، فَإِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ كَانَتْ كَالطَّائِرِ الَّذِي فَارَقَ حَبْسَهُ، فَذَهَبَ حَيْثُ شَاءَ، وَلِهَذَا أَخْبَرَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ («أَنَّ نَسَمَةَ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلَقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ») ، وَهَذَا هُوَ الطَّائِرُ الَّذِي رُئِيَ دَاخِلًا فِي قَبْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا دُفِنَ، وَسُمِعَ قَارِئٌ يَقْرَأُ: {يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً} [الفجر: 27] [الْفَجْرِ: 27] . وَعَلَى حَسَبِ بَيَاضِ هَذَا الطَّائِرِ وَسَوَادِهِ وَحُسْنِهِ وَقُبْحِهِ تَكُونُ الرُّوحُ، وَلِهَذَا كَانَتْ أَرْوَاحُ آلِ فِرْعَوْنَ فِي صُورَةِ طُيُورٍ سُودٍ تَرِدُ النَّارَ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً

تو بے شک یہ روح اک پرندے کی طرح ہے جسے جسم میں قید کیا ہو اور جب وہ آزاد ہوتی ہے تو ایسے جیسے پرندہ قید سے آزاد ہوتا ہے پس جاتی ہے جہاں چاہے اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ بے شک مومن کی روح اک پرندے کی طرح جنت کے پیڑ پر لٹکتی ہے - اور یہ وہی پرندہ ہے جسے محسوس کی گیا جب ابن عبّاس کو دفن کیا گیا اور اک قاری کو سنا کہ يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً} [الفجر: 27] [الْفَجْرِ: 27] اور حسب بیاض یہ پرندہ ہے اور اپنی برائی اچھائی اور

قباحت کے ساتھ یہ روح ہے اور آل فرعون کی روحوں کو کالے پرندوں کی شکلوں میں صبح شام آگ پر لوٹایا جاتا ہے [8]

اس طرح علماء کا ایک گروہ روح کو متحرک مانتا ہے ان کے مقید ہونے کا انکاری ہے- یہ لوگ روح کو ایک عرض اور جسم اسی لئے کہتے ہیں تاکہ اس کو الگ ایک متحرک چیز قرار دے سکیں جو عالم بالا ہو یا قبر ہو سب جگہ جاسکتی ہو

کیا روح ایک جسم ہے ؟

روح کو جسم بھی کہا گیا اور اس کو فلاسفہ کی جانب سے عرض بھی کہا جاتا تھا [9]-

---

8

تفسیر ابن کثیر میں اس کی سند ہے

قَالَ: ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَرْوَانَ عَنْ هُذَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي أَجْوَافِ طيور خضر تسرح بهم في الجنة حيث شاؤوا، وَإِنَّ أَرْوَاحَ وِلْدَانِ الْمُؤْمِنِينَ فِي أَجْوَافِ عَصَافِيرَ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ فَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ فِي الْعَرْشِ، وَإِنَّ أَرْوَاحَ آلِ فرعون في أجواف طيور سُودٍ تَغْدُو عَلَى جَهَنَّمَ وَتَرُوحُ عَلَيْهَا فَذَلِكَ عَرْضُهَا، وَقَدْ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي قَيْسٍ عن الهذيل بْنِ شُرَحْبِيلَ مِنْ كَلَامِهِ فِي أَرْوَاحِ آلِ فِرْعَوْنَ «2» وَكَذَلِكَ قَالَ السُّدِّيُّ

هزیل ابن شرحبیل کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں اس میں جنت کی سیر کرتے ہیں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور مومنوں کی اولاد کی ارواح یہ چڑیوں کے پیٹوں میں ہیں یہ جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں پھر عرش پر لٹکتی قندیلوں میں واپس اتے ہیں اور ال فرعون کی ارواح یہ کالے پرندوں کے پیٹوں میں ہیں ان کو جہنم پر لایا جاتا ہے پھر اس پر اڑایا جاتا ہے تو یہ وہ پیشی ہے اور اس کو امام ثوری نے روایت کیا ہے ابو قیس عَبْد الرّحْمَن بْن ثَرْوان سے انھوں نے ھزیل ابن شرحبیل سے اور ایسا ہی السدی نے روایت کیا ہے

راقم کہتا ہے سند میں عَبْد الرَّحْمَن بْن ثَرْوان، أَبُو قيس الأَوْدِي الكوفيّ المتوفی ۱۲۰ ھ ہے جس کو ابن معین ، العجلي اور دَّارَقُطْنِيَ نے ثقہ قرار دیا ہے

- النَّسَائي نے کہا ہے اس میں کوئی برائی نہیں ہے البتہ احمد نے ضعیف کہا ہے

9

دور معتزلہ میں فلاسفہ اور متکلمین ماہیت اجسام کی وضاحت کے لئے عرض یا جوہر کے الفاظ استعمال کرتے تھے - جس میں روح کو عرض کہا گیا اور یہاں تک کہ کرامیہ نے اللہ تعالی تک کو جوہر کہا - معتزلہ میں أبي الحسين الصالحي نے کہا (بحوالہ موسوعة مصطلحات علم الكلام الإسلامي ، الدكتور سميح دغيم اور مقالات الإسلاميين)
الجوهر هو ما احتمل الأعراض وقد يجوز عنده أن يوجد الجوهر ولا يخلق الله فيه عرضا ، ولا يكون محلا للأعراض إلا أنه محتمل لها

اس رائے کو بعض متکلمین نے پیش کیا جبکہ اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں- اس کے بعد اس بحث کو ان علماء نے بیان کیا جو عذاب قبر میں جسم اور روح پر الگ الگ عذاب کے قائل تھے اور برزخی جسم کے انکاری تھے – یہ تھیوری بہت پھیلی اور علماء نے اس کو پسند کیا- راقم کہتا ہے یہ علماء خطاء کا شکار ہوئے کیونکہ اس کی دلیل نہیں ہے

میثاق ازل کی آیت ہے

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ * أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ) الأعراف/ 172،

اور جب تمہارے رب نے بنی آدم کو ان کی پشتوں (پیٹھوں) سے لیا اور ان کو ان کے آپ پر گواہ کیا – (پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ بولے بلا شبہ ہم گواہ ہیں (یہ اس لئے کیا) کہ تم روز محشر یہ نہ کہو کہ ہم تو غافل تھے یا کہو ہم سے قبل آباواجداد نے شرک کیا ہم ان کی اولاد تھے تو اپ کیا اس پر جو خطا کاروں نے کیا ہم کو ہلاک کر دیں گے

جوہر وہ ہے جو عرضوں کو لے سکے - اور جائز ہے کہ جوہر ہو اور الله اس کے لئے عرض خلق نہ کرے - ایسا اعراض کے لئے ممکن نہیں ان کو اٹھانے والا کچھ ہوتا ہے
بعض نے کہا
إن الجوهر هو الذي يوجد قائماً بذاته
الجوهر وہ ہے جو اپنی ذات میں کھڑا ہو سکے
اور عرض وہ ہے جو کھڑا نہ ہو سکے
الجوهر بأنه المتحيز الجوهر اپس میں جڑا ہوتا ہے
یہ اس دور کی سائنس کی اصطلاحات ہیں
جوہر سے مراد وہ چیزیں ہیں جو مادہ ہوں اور اپس میں جڑ سکتی ہوں جس سے ان کی صفات کا علم ہو سکے اور عرض ایک غیر مرئی چیز ہے جو جڑی نہ ہو ایک ہو اور جوہر اس کو اٹھاتا ہو
اس تعریف کے تحت جسم ایک جوہر ہے اور روح عرض بنتی ہے کہ جسم روح کو اٹھاتا ہے - اس طرح عرض سے مراد (ٹھوس) ہے اور جوہر سے مراد (گیس) ہے

اس میں عہد الست کا ذکر ہے اس میں تمام بنی آدم سے اللہ تعالی نے سوال کیا یہ خبر متشابھات میں سے ہے اس پر ایمان ہے لیکن اس پر قیاس کرنا کہ یہ روح سے ہوا ظن ہے-

دلیل میں میثاق ازل کی مثال دی گئی کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو چیونٹیوں کی مانند پھیلایا اور پھر میثاق لیا اس کی دلیل مسند احمد کی روایت ہے
حَدَّثَنَا هَيْثَمٌ – وَسَمِعْتُهُ أَنَا مِنْهُ – قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " خَلَقَ اللهُ آدَمَ حِينَ خَلَقَهُ، فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُمْنَى، فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً بَيْضَاءَ، كَأَنَّهُمُ الذَّرُّ، وَ ضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرَى، فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ كَأَنَّهُمُ الْحُمَمُ، فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِ: إِلَى الْجَنَّةِ، وَلَا أُبَالِي وَقَالَ: لِلَّذِي فِي كَفِّهِ (2) الْيُسْرَى: إِلَى النَّارِ وَلَا أُبَالِي "

جبکہ شعیب الأرنؤوط اس کو ضعیف کہتے ہیں

جس روایت سے یہ نکلا ہے کہ عہد الست میں مخلوق کو چیونٹی کی طرح پھیلایا اس کا ذکر نسائی نے سنن الکبری میں کیا ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ كُلْثُومِ بْنِ جَبْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " أَخَذَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ، يَعْنِي عَرَفَةَ، فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا، فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا قَالَ: {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ} [الأعراف: 172] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَكُلْثُومٌ هَذَا لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، وَحَدِيثُهُ لَيْسَ بِالْمَحْفُوظِ

اللہ نے نعمان میں یعنی عرفات میں بنی آدم کو ان کی پیٹھوں سے نکالا اور اس کو پھیلایا وہ اس کے سامنے اس طرح تھے جیسے کے چیونٹیاں پھیلی ہوں پھر کہا آیت آخر تک تو انہوں نے کہا ہم گواہ ہیں –نسائی نے کہا اس میں کلثوم قوی نہیں ہے اور یہ حدیث محفوظ نہیں ہے

اس میں ہے کہ اللہ تعالی نے بنی آدم کو پھیلایا جیسے چیونٹیاں ہوں-اس میں بنی آدم کو چیونٹی نہیں کہا گیا مشابہت دی گئی ہے-عربی میں لفظ کے ساتھ ک لگ جائے تو وہ مماثلت ہوتی ہے مثلا قرآن میں ہے

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا

یہ کافر چوپایوں کو طرح ہیں-اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کافر حقیقی چوپائے بن گئے ہیں-اسی طرح اس حدیث میں کلذر کا لفظ ہے یعنی چیونٹیوں کی طرح پھیلایا

نسائی نے تو اس حدیث کو ہی سرے سے غیر محفوظ کہا ہے یعنی اس میں راوی کا اپنا بیان شامل ہو گیا یہ واضح نہیں رہا ہے حدیث کیا تھی- یہ روایت متنا بھی غیر صحیح ہے نعمان طائف کی وادی ہے جو عرفات کی طرف جاتی ہے- یہ الجوہری کا صحاح میں کہنا ہے

یعنی راوی کو جغرافیہ کا بھی علم نہیں ہے لیکن اس روایت کو اس سند سے بہت سوں نے صحیح قرار دے دیا ہے

اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے صحیح قرار دیا ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ الْبَصْرِيُّ، بِمِصْرَ، ثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، ثنا أَبِي، عَنْ كُلْثُومِ بْنِ جَبْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ ذُرِّيَّةً ذَرَاهَا فَنَثَرَهُمْ نَثْرًا بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ، فَقَالَ: أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ قَالُوا: بَلَى، شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ، أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ، وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ، أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ «.» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَقَدِ احْتَجَّ مُسْلِمٌ بِكُلْثُومِ بْنِ جَبْرٍ "

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُكْرَمٍ، بِبَغْدَادَ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّائِغُ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، ثنا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ كُلْثُومِ بْنِ جَبْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ، يَعْنِي بِعَرَفَةَ، فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا وَقَالَ: {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ} [الأعراف: 172] إِلَى قَوْلِهِ {بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ} [الأعراف: 173] «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

ضیاء الدین إبو عبداللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی (المتوفی: 643ھ) نے الأحادیث المختارۃ إوا المستخرج من الأحادیث المختارۃ مما لم یخرجہ البخاری ومسلم فی صحیحیہما میں لکھا ہے کہ نسائی نے کہا ہے یہ حدیث محفوظ نہیں ہے

رَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحِيمِ صَاعِقَةً عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَقَالَ كُلْثُومٌ هَذَا لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَحَدِيثُهُ لَيْسَ بِالْمَحْفُوظِ

میثاق ازل کی کیفیت پر راقم کے علم میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔

بعض پریشان خیال لوگوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ انسان قبر میں روح کے ساتھ ہوتا ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے پہلے میثاق ازل کا حوالہ دیا پھر یہ فلسفہ پیش کیا

قرآن نے سارے انسانوں کی تخبیق کے جو ترتیب وار مراحل بیان کئے ہیں .. وہ سورت الحج میں .. انا خلقناکم من تراب ثم من نطفت ... سورت الکہف میں .. اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفت .. میں موجود ہیں

یعنی سارے انسانوں کا پہلا جسم جو نطفے سے بھی پہلے ان کو عطا ہوا تھا وہ تراب سے بنا جسم تھا ۔قرآن ہی سے پتہ چلتا ہے کہ عہد الست نفوس سے ہوا تھا .. و اشھدھم علی انفسھم .. نطفے سے پہلے تراب سے دیا جانے والا جسم اس وقت ہمارا جسم تھا .. جس کی تائید میرا قیاس یا میری عقل نہیں بلکہ حدیث کرتی ہے کہ عہد الست عرفات کے میدان میں ہوا تھا اور سارے انسانوں کے سرخ چیونٹی کی مانند منحنی جسم عطا ہوئے تھے .. روح+منحنی جسم ہی نفس ہوتا ہے .. انہی نفوس سے عہد الست لیا گیا تھا .. تنہا روح بغیر جسم کے موت ہے اور تنہا جسم بغیر روح کے موت ہے .. زندگی نام ہی روح اور جسم کے ملاپ کا ہے .. اور موت نام ہی روح اور جسم کی علحیدگی کا ہے ۔ پھر قرآن ہی اس آصل نفس انسانی کے بارے مین بتلاتا ہے کہ

و نفس و ما سواھا .. فالھمھا فجورھا و تقواھا .. نفس کی ساخت کو درست کیا اور اس میں نیکی اور بدی کی تمیز الہام کی .. اسی تراب والے جسم میں ہی تو عہد الست کی یاد بھی موجود ہے اور نیکی اور بدی کی یاد بھی موجود ہے ..
پس ایک مردہ جو ہمارے سامنے پڑا ہوتا ہے اسی مردے کے پاس ہم سے بھی زیادہ قریب اللہ اور فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں .. و انتم حینئذ تنظرون .. و نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون .. جب تم مرنے والے کو اپنی آنکھوں سے مرتا دیکھ رہے ہوتے ہو .. اس وقت ہم تمہاری نسبت مرنے والے کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ہمیں نہیں دیکھ پا رہے ہوتے .. اسی موقع پر فرشتے "اخرجوا انفسکم" بھی کہتے ہیں جو ظاہر ہے ہم نہیں سن سکتے .. لیکن فرشتے یہ الفاظ اصل نفس کو کہتے ہیں جو برزخ کی سرحد پار کر رہا ہوتا ہے .. وہ فرشتوں کے الفاظ گوشت کے کانوں سے نہیں سنتا .. بلکہ ہماری نگاہوں کے سامنے اپنے فوق الطبعی عالم کے اصولوں کے تحت سنتا ہے .. فرشتے نفس سے مخاطب ہوتے ہیں .. وہی نفس جس کی ساخت کو اللہ نے درست کرنے کے بعد اس میں نیکی اور بدی کی تمیز رکھ دی تھی .. وہی نفس جو عہد الست میں سرخ چیونٹی کی مانند منحنی تراب اور طین والے جسم کے ساتھ موجود تھا .یہ سوال کہ تراب والا منحنی جسم عجب الذنب کے اندر ہوتا ہے اس کی دلیل کیا ہے ؟
١. و اذا القبور بعثرت .. جب قبریں کھول دی جائیں گی .. ارواح اپنے اصل اجسان کی طرف پلٹیں گی جن کا مقام وہی ہو گا جہاں عجب الذنب ہو گی ..
٢. روح اپنے تراب والے جسم جس میں عہد الست کی یاد ، نیکی اور بدی کی تمیز اور سارے اعمال کی یاد بھی ہو گی .. جب تک روح اس اصل جسم سے نہ ملے کس طرح انسان کا وجود بن سکتا ہے .. پس عجب الذنب اور تراب والا جسم ساتھ ساتھ ہوں گے .
٣. قرآن جابجا کہتا ہے کہ جس طرح زمین سے نباتات پھوٹ پڑتی ہے .کذالک تخرجون .. تم بھی ویسے ہی خارج ہو گے .. خواہ مرغی کا انڈا ہو یا کوئی بیج ہو یا آم کی گٹھلی ہو .. آپ دیکھیں گے کہ اوپر ایک مردار حفاظتی خول ہوتا ہے جو اپنے اندر اصل حیاتیاتی جوہر کو محفوظ رکھتا ہے .. جب موافق حالات میسر آ جاتے ہیں تو اصل حیاتیاتی جوہر اس مردار حفاظتی خول کو پھاڑتا ہوا زندگی کی شکل میں باہر آ جاتا ہے .. پس عجب الذنب جس میں سے روح نکل گئی تھی

تو یہ مردار ہو چکی تھی یہی وہ اوپر کا حفاظتی خول بن کر اور اپنے اندر اصل حیاتیاتی جوہر یعنی تراب و طین والے اصل جسم کو سنبھال کررکھتی ہے --

اس فلسفے کے رد میں راقم کہتا ہے انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے یہ ہم سب کے علم میں ہے –اللہ تعالی اس کا ذکر کرتا ہے- انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے یہ کافر کو بھی معلوم ہے لیکن نسل انسانی کیسے چلی یہ کفار کو معلوم نہیں ہے اس لئے اللہ تعالی جب کفار سے مومن کے کلام کا ذکر کرتا ہے تو ہیں ہے کہ اس مومن نے کافر سے کہا تجھ کو مٹی سے بنایا یعنی اصل انسان تو آدم علیہ السلام تھے جن کو مٹی سے بنایا گیا

قَالَ لَهُۥ صَاحِبُهُۥ وَهُوَ يُحَاوِرُهُۥٓ أَكَفَرْتَ بِٱلَّذِى خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّىٰكَ رَجُلًا

تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا کہ کیا تم اس (رب) سے کفر کرتےہو جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا

بعض اوقات نام نہیں لیا جاتا لیکن سامع کے علم میں ہوتا ہے کس کا ذکر ہو رہا ہے- قرآن میں مکمل بحثوں کا احاطہ نہیں ہوتا بات کو مختصر کر کے وہ چیز بیان کر دی جاتی ہے جو بحث کا نچوڑ ہوتی ہے-ایسا قرآن میں بہت ہے-ان آیات کا مدعا یہی ہے کہ انسان کے ذہن کو اس طرف لایا جائے کہ اس کی ایک ابتداء ہے جس میں ان کے باپ کو مٹی سے خلق کیا گیا پھر ان کے نطفہ سے نسل انسانی چل رہی ہے

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ ۖ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ

عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا

قالب بنایا پھر فرمایا کہ ہو جا تو وہ ہو گئے

3-Al Imran : 59

اللہ تعالی نے یہ نہیں کہا کہ عیسیٰ کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالی نے آدم کے لئے کہا ہے کہ ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا آدم کو مٹی سے خلق کیا پھر کہا کن - یہاں ایک بات مشترک ہے کہ آدم و عیسیٰ دونوں کن سے خلق ہوئے - مٹی کا پتلا آدم کا بنا— عیسیٰ کا نہیں- عیسیٰ کی تو روح کو ان کی ماں میں ڈال دیا گیا اس بنا پر چونکہ یہ نطفہ کے بغیر ہوا ایک معجزہ ہو گیا

نفس سے مراد مٹی کا مخنی جسم نہیں ہے بلکہ نفس سے مراد وہ روح ہے نفخت فیہ من روحی کے وقت آدم علیہ السلام کے جسم میں داخل ہوئی- خود عجب الذنب والی حدیث ہے

عجب الذنب والی حدیث	نفس کے اخراج والی حدیث
سنن ابن ماجہ میں ہے حدثنا ابو بکر بن ابي شيبة ، حدثنا ابو معاوية ، عن الاعمش ، عن ابي صالح ، عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليس شيء من الإنسان إلا يبلى، إلا عظما واحدا، وهو عجب الذنب، ومنه يركب الخلق يوم القيامة".	صحیح مسلم کی روایت ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا» – قَالَ حَمَّادٌ: فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ – قَالَ: " وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، صَلَّى الله عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ،

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسان کے جسم کی ہر چیز سڑ گل جاتی ہے، سوائے ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے، اور اسی سے قیامت کے دن انسان کی پیدائش ہو گی“۔	فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ: " وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ – قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا، وَذَكَرَ لَعْنًا – وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ: خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ. قَالَ فَيُقَالُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ، عَلَى أَنْفِهِ، هَكَذَا **عبیداللہ بن عمر قواریری حماد بن زید بدیل :** **عبداللہ بن شقیق** ، ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ جب کسی مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی رحمت نازل فرمائے پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے چلو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے چلو – ابوہریرہ (رض) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگالی تھی	

دونوں احادیث آپ کے روبرو ہیں -ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کیا یہ نہیں کہ نفس کو نکال لیا گیا اس کو آسمان پر لے جایا گیا؟ بلاشبہ حدیث میں یہی بیان ہوا ہے لہٰذا یہ فلسفہ کہ عجب الذنب میں مٹی کا کوئی پیکر قید ہے محض جھل ہے- حدیث کے مطابق عجب الذنب محض ایک بیج کی مانند بے روح و بے جان رہ جائے گی

افسوس کہ ان لوگوں نے انسان کی نشاۃ الثانیہ کی مثال ملی بھی تو مرغی کے انڈے والی ملی- حالانکہ انسان کی مثال پرندے کی سی نہیں ہے اس کی مثال چوپائے سے دی گئی کیونکہ وہ چوپائے کی طرح چل سکتا ہے اور بچے جنتا ہے-

کتاب الروح میں ابن قیم نے اس فلسفہ کو پھیلایا کہ روح عرض ہے- اس کی دلیل میں ضعیف روایات سے استنباط کیا گیا- ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

قَالَ شَيخنَا وَلَيْسَ هَذَا مثلا مطابقا فَإِن نفس الشَّمْس لَا تنزل من السَّمَاء والشعاع الَّذِي على الأَرْض لَيْسَ هُوَ الشَّمْس وَلَا صفتهَا بل هُوَ عرض حصل بِسَبَب الشَّمْس والجرم الْمُقَابل لَهَا وَالروح نَفسهَا تصعد

ہمارے شیخ (ابن تیمیہ) کہتے ہیں.... بلکہ روح عرض ہے.... اور روح خود چڑھتی ہے

قارئیں اپ دیکھ سکتے ہیں روح کو آسمان پر انے جانے کے لئے فرشتوں کی ضرورت نہ ہو اس کو ایک عرض یا جسم ثابت کیا گیا

اسی کتاب میں ابن قیم اعتراف کرتے ہیں کہ روح کو عرض کہنا متکلمین کا قول ہے
عرض من أعْرَاض الْبدن وَهُوَ الْحَيَاة وَهَذَا قَول ابْن الباقلانى وَمن تبعه وَكَذَلِكَ قَالَ أَبُو الْهُذيْل العلاف النَّفس عرض من الْأَعْرَاض
روح عرضوں میں سے ایک عرض ہے -یہ قول ابن الباقلانی اور ان کی اتباع کرنے والوں کا ہے اور ایسا ہی ابو الهذيل العلاف المتوفی ٢٣٥ ھ (امام المعتزلہ) کا کہنا ہے

یعنی روح کو عرض کہنا سب سے پہلے معتزلہ نے شروع کیا-ایک دفعہ روح کو عرض مان لیا گیا تو پھر اس کو ایک جسم بھی کہا جانے لگا

ابن إبي العز کتاب شرح العقيدة الطحاوية میں روح کے لئے کہتے ہیں
إِنَّ النَّفْسَ عَرَضٌ مِنْ أَعْرَاضِ الْبَدَنِ، كَحَيَاته وَإِدْرَاكه! وَقَوْلُهُمْ مُخَالِفٌ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّة
نفس بدن کے عرضوں میں سے ایک عرض ہے اسی حیات و ادراک جیسا ! یہ قول کتاب و سنت کے مخالف ہے

حافظ بن إحمد بن علی الحکمی (المتوفی : 1377ھ-) کتاب معارج القبول بشرح سلم الوصول إلى علم الأصول میں لکھتے ہیں
أَنَّ مَذْهَبَ الْجَهْمِ فِي الرُّوحِ هُوَ مَذْهَبُ الْفَلَاسِفَةِ الْحَائِرِينَ, أَنَّ الرُّوحَ لَيْسَتْ شَيْئًا يَقُومُ بِنَفْسِهِ بَلْ عَرَضٌ وَالْعَرَضُ فِي اصْطِلَاحِهِمْ هُوَ مَا لَا يَسْتَقِلُّ وَلَا يَسْتَقِرُّ, فَمَنْزِلَةُ الرُّوحِ عِنْدَهُمْ مِنَ الْجَسَدِ
جهم کا مذهب روح میں پریشان خیال الْفَلَاسِفَة کا ہے کہ روح اپنے اپ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ عرض ہے اور عرض ان کی اصطلاح میں وہ جسم ہے جو غیر مستقل ہو اور رکا نہ رہے[10] پس روح کا مقام ان کے نزدیک جسد جیسا ہے

روح کو عرض کیوں کہا؟ اس کا جواب السفاريني الحنبلي (المتوفى: 1188ھ-) کتاب لوامع الأنوار البهية میں کہتے ہیں
قَالَ الرُّوحُ عَرَضٌ كَسَائِرِ أَعْرَاضِ الْجِسْمِ، وَهَؤُلَاءِ عِنْدَهُمْ أَنَّ الْجِسْمَ إِذَا مَاتَ عُدِمَتْ رُوحُهُ فَلَا تُعَذَّبُ وَلَا تُنَعَّمُ وَإِنَّمَا يُعَذَّبُ وَيُنَعَّمُ الْجَسَدُ إِذَا شَاءَ اللَّهُ تَعْذِيبَهُ وَتَنْعِيمَهُ رَدَّ إِلَيْهِ الْحَيَاةَ فِي وَقْتِ يُرِيدُ تَنْعِيمَهُ وَتَعْذِيبَهُ
کہا روح دوسرے جسموں کی طرح عرض ہے اور ان سب کے نزدیک جسم اگر مر جائے روح معدوم ہوتی ہے پس اس کو عذاب نہیں ہوتا نہ نعمت ملتی ہے بلکہ یہ سب جسد کو ہوتا ہے

[10] یعنی مسلسل متحرک رہے

جب الله چاہتا ہے اس کو عذاب اور نعمت دیتا ہے اس کو زندگی لوٹا دیتا ہے جب اس کو عذاب و نعمت ہوتی ہے

لہذا السفارینی الحنبلی (المتوفی: 1188ھ) نے اس قول کا رد کیا کہ روح معدوم ہو جاتی ہے لیکن اصلا روح کو عرض کہنا معتزلہ کا کہنا تھا جو عذاب قبر میں اختلاف کر رہے تھے کہ یہ روح کو ہوتا ہے یا نہیں لہذا انہوں نے اس کو جسم کہا جس کا عرض ہے یہ کہہ کر انہوں نے اس کو معدوم کر دیا جس کا رد ابن حزم نے کیا- اس بحث میں کہ روح عرض ہے یا نہیں میں روح ایک عرض ہے کا فلسفہ ابن تیمیہ اور ابن قیم اور السفارینی الحنبلی نے قبول کر لیا جو آج تک چلا آ رہا ہے

اب علماء میں دو گروہ ہوئے ایک روح کو عرض کہہ رہا تھا اور دوسرا اس کو عالم البرزخ میں یا عالم بالا میں ایک برزخی جسم میں کہتا تھا- روح کو عرض کہنے والوں میں ابن حزم بھی تھے جو برزخی جسم کو قبول نہیں کرتے تھے لیکن عود روح کے بھی انکاری تھے

اس اختلاف میں بعض نے یہ رائے لی کہ روح جسد میں لوٹا دی گئی اور قیامت تک قبرستان میں رہتی ہے جیسے امام ابن عبد البر
بعض نے کہا روح قیامت تک جسد سے الگ ہو گئی جیسے امام ابن حزم اور وہ علماء جو روح کے لئے جسد کے قائل تھے
بعض نے کہا روح کا جسم سے تعلق ہو جاتا ہے مثلا امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن حجر

الکورانی یہ بھی کہتے ہیں کہ دوسری رائے ہے کہ
.فإن النفس الناطقة مجردة ليست بحاتة في البدن. وهذا مختار الغزالي والراغب والقاضي أبي زيد
بے شک اکیلا نفس ناطقہ (روح) بدن کا عنصر (و جز) نہیں ہے اور یہ (مذهب) مختار (مناسب و قابل قبول) ہے غزالی اور راغب اور قاضی ابوزید کے مطابق

یعنی روح کا تعلق بدن سے نہیں بن سکتا دونوں الگ ہیں

کیا مرنے والے کی روح ایک عرض عجب الذنب میں سمٹ جاتی ہے ؟

بعض متکلمین نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ روح عجب الذنب میں سمٹ جاتی ہے ۔ عود روح ہوا یا نہیں اس بحث کو چھوڑ کر انہوں نے خود ساختہ عقیدہ کو اپنانا جو قرآن کی آیات سے متصادم ہے ۔

متکلمین میں بھی اختلاف ہوا مثلا قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی ن کا قول ہے ۔المسالِک فی شرح مُوَطَّأ مالک از القاضی محمد المعافری الاشبیلی المالکی (المتوفی: 543ھ) کہتے ہیں

وبهذه المسألة تعلّق القاضي أبو بكر بن الطّيّب بأنّ الرّوح عرض، فقال: والدّليل عليه أنّه لا ينفصل عن البَدَنِ إلَّا بجُزْء منه يقول به، وهذا الجزء المذكور في حديث أبي هريرة: "كُلُّ ابْن آدَمَ تَأْكلُهُ الأَرْضُ، إلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ" الحديث، فدلّ بهذا أنّه ليس بمُعْدَم، ولا في الوجود شيء يَفْنَى ؛ لأنّه إنّ كان فَني في حقّنا فهو في حقِّه موجودٌ مرئيّ معلومٌ حقيقةً، وعلى هذا الحال يقع السّؤال في القبر والجواب، ويعرض عليه المقعد بالغَدَاة والعشي، ويعلّق من شَجَرِ الجنّة

اور اس مسئلہ میں قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی نے تعلق کیا ہے کہ روح عرض ہے پس کہا اس کی دلیل ہے کہ یہ بدن سے (مکمل) الگ نہیں ہوتی سوائے اس کے ایک جز کے جس سے یہ بولتا ہے اور یہ جز حدیث ابو ہریرہ میں مذکور ہے ہر بنی آدم کو زمین کھا جائے گی سوائے عجب الذنب کے پس یہ دلیل ہے کہ کہ روح معدوم نہیں ہے اور نہ اس کے وجود میں کوئی چیز فنا ہوئی کیونکہ .... اسی حالت پر سوال قبر اور جواب ہوتا ہے ہے صبح شام ٹھکانہ پیش ہوتا ہے اور یہ جنت کے درخت سے معلق ہے

الکورانی نے وضاحت کی ۔الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري از أحمد بن إسماعيل بن عثمان بن محمد الكوراني المتوفى 893 هـ-کہتے ہیں

وقد يقال: إنه يتعلق بالجزء الأصلي الذي بقي معه من أول العمر إلى آخره، وهو الذي يركب منه الجسم في النشأة الأولى. ومنه يركب في النشأة الأخرى. وفي رواية البخاري ومسلم: أن ذلك عجب الذنب.

اور بے شک یہ کہتے ہیں : روح ایک اصلی جز سے تعلق کرتی ہے جو باقی ہے اس کے ساتھ اول عمر سے آخر تک اور یہ وہ جز ہے جس پر جسم پہلی تخلیق سے چل رہا ہے اور اسی پر بعد میں اٹھے گا اور بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ بے شک یہ عجب الذنب ہے

اسی طرح مرقاۃالمفاتیح شرح مشکاۃالمصابیح از ملا علی القاری (المتوفى: 1014ھ) لکھتے ہیں
وَلَا شَكَّ أَنَّ الْجُزْءَ الَّذِي يَتَعَلَّقُ به الرُّوحُ لَا يَبْلَى، لَا سِيَّمَا عَجَبُ الذَّنَبِ،
اور اس میں شک نہیں کہ ایک جز جس سے روح کا تعلق باقی رہتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا خاص طور پر عجب الذنب سے

روح کے عجب الذنب سے تعلق پر راقم کہتا ہے وفات النبی کے روز کسی صحابی کو یہ باطل فلسفہ نہیں سوجھا کہ کوئی عمر رضی اللہ عنہ سے کہتا کہ اے عمر کیوں مسجد میں شور کرتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تو انکی عجب الذنب میں ہی رہ گئی فرشتے خالی ہاتھ لوٹ چکے ہیں لیکن ہم تک علم آ چکا کہ جو محمد کا پجاری تھا وہ جان لے کہ محمد کو موت آ چکی اور اللہ الحیی القیوم ہے - سلیمان علیہ السلام کو موت آئی ان اقوال کو اگر قبول کر لیں تو ان کی روشنی میں سلیمان کی روح بھی عجب الذنب میں پھنس گئی فرشتے خالی ہاتھ لوٹ گئے - جنات لیکن صحیح عقیدہ رکھتے تھے کہ سلیمان کی روح اب جسد میں نہیں اور قرآن نے بھی انکی تائید کی کہ ہاں تم اگر غیب کو جانتے تو سمجھ لیتے کہ سلیمان وفات پا چکے - قرآن نص قطعی ہے اور حجت ہے اس کے مقابلے پر اخبار احاد کی غلط تاویل کر کے اپنے گمراہ نظریات کو تراشنا ایک غلط بات ہے

جو چاہے قرآن و حدیث کا تقابل کر کے جان لے

قرآن کہتا ہے
قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ
بلا شبہ ہم جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں میں سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس محفوظ کتاب ہے

-حدیث میں ہے کہ انسان کا جسم زمین کھا جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے
اس میں کوئی دلیل نہیں کہ یہ عجب الذنب زندہ ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالی قرآن میں خاص طور پر ذکر کرتے ہیں کہ وہ ہڈی کو زندہ کریں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کہ جو مرا فقد قَامَت قِيَامَته اس پر اسکی قیامت قائم ہوئی پر بحث کرتے ہوئے ابن حزم (المتوفى: 456ھ) کتاب الفصل فی الملل والأہواء والنحل میں لکھتے ہیں

قَالَ أَبُو مُحَمَّد وَإِنَّمَا عَنى رَسُول الله صلى الله عَلَيْه وَسلم بِهَذَا الْقيام الْمَوْت فَقَط بعد ذَلِك إِلَى يَوْم الْبَعْث كَمَا قَالَ عز وَجل {ثمَّ إِنَّكُم يَوْم الْقِيَامَة تبعثون} فنص تَعَالَى على أَن الْبَعْث يَوْم الْقِيَامَة بعد الْمَوْت بِلَفْظَة ثمَّ الَّتِي هِيَ للمهلة وَهَكَذَا أخبر عز وَجل عَن قَوْلهم يَوْم الْقِيَامَة {يَا ويلنا من بعثنَا من مرقدنا هَذَا} وَأَنه يَوْم مِقْدَاره خَمْسُونَ ألف سنة وَأَنه يحيى الْعِظَام وَيبْعَث من فِي الْقُبُور فِي مَوَاضِع كَثِيرَة من الْقُرْآن وبرهان ضَرُورِيّ وَهُوَ أَن الْجنَّة وَالنَّار موضعان ومكانان وكل مَوضِع وَمَكَان ومساحة متناهية بحدوده وبالبرهان الَّذِي قدمْنَاهُ على وجوب تناهي الإجسام وتناهى كل مَا لَهُ عدد وَيَقُول الله تَعَالَى {وجنة عرضهَا السَّمَاوَات وَالْأَرْض} فَلَو لم يكن لتولد الْخلق نِهَايَة لكانوا أبدا يحدثُونَ بِلَا آخر وَقد علمنَا أَن مصيرهم الْجنَّة أَو النَّار ومحال مُمْتَنع غير مُمكن أَن يسع مَا لَا نِهَايَة لَهُ فيماله نِهَايَة من الماكن فَوَجَبَ ضَرُورَة أَن للْخلق نِهَايَة فَإِذا ذَلِك وَاجِب فقد وَجب تناهى عَالم الذَّر والتناسل ضَرُورَة وَإِنَّمَا كلامنا هَذَا مَعَ من يُؤمن بِالْقُرْآنِ وبنبوة مُحَمَّد صلى الله عَلَيْه وَسلم وَادّعى الْإِسْلَام وَأما من أنكر الْإِسْلَام فكلامنا مَعَه على مَا رتبناه فِي ديواننا هَذَا من النَّقْض على أهل الْإِلْحَاد حَتَّى تثبت نبوة مُحَمَّد صلى الله عَلَيْه وَسلم وَصِحَّة مَا جَاءَ بِهِ فنرجع إِلَيْهِ بعد التَّنَازُع وَبِاللَّهِ تَعَالَى التَّوْفِيق وَقد نَص الله تَعَالَى على أَن الْعِظَام يُعِيدهَا ويحيها كَمَا كَانَت أول مرّة وَأما اللَّحْم فَإِنَّمَا هُوَ كسْوَة كَمَا قَالَ {وَلَقَد خلقنَا الْإِنْسَان من سلالة من طين ثمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَة فِي قَرَار مكين}

امام ابن حزم نے كہا كہ بے شک رسول الله صلي الله عليہ وسلم نے خبر دي قيام سے مراد فقط موت ہے كيونكہ اب اس كو يوم بعث پر اٹھايا جائے گا جيسا الله تعالي نے كہا {ثمَّ إِنَّكُم يَوْم الْقِيَامَة تبعثون} پھر تم كو قيامت كے دن اٹھايا جائے گا پس نص كي الله تعالي نے ان الفاظ سے كہ زندہ ہونا ہو گا قيامت كے دن موت كے بعد يعني يہ ايک ڈيڈ لائن ہے اور اسي طرح الله نے خبر دي قيامت پر اپنے قول سے {يَا ويلنا من بعثنَا من مرقدنا هَذَا} ہائے بربادي كس نے ہميں اس نيند كي جگہ سے اٹھايا اور اس دن كي مقدار پچاس ہزار سال كي ہے اور بے شک اس نے خبر دي قرآن ميں اور برہان ضروري سے كثير مقامات پر كہ وہ ہڈيوں كو زندہ كرے گا اور جو قبروں ميں ہيں انكو جي بخشے گا - جنت و جہنم دو جگہيں ہيں اور مكان ہيں اور ہر مكان كي ايک حدود اور انتهي ہوتي ہے اور وہ برہان جس كا ہم نے ذكر كيا واجب كرتا ہے كہ اس ميں اجسام لا متناہي نہ ہوں اور گنے جا سكتے ہوں اور الله كا قول ہے {وجنة عرضهَا السَّمَاوَات وَالْأَرْض} وہ جنت جس كي چوڑائي آسمانوں اور زمين كے برابر ہے اور .... پس ضروري ہے كہ مخلوق كي انتهي ہو ... اور بے شک الله تعالي نے نص دي كہ ہڈيوں كو واپس شروع كيا جائے گا اور انكو زندہ كيا جائے گا جيسا پہلي دفعہ تھا اور جو گوشت ہے تو وہ تو اس ہڈي پر غلاف ہے جيسا الله نے كہا {وَلَقَد خلقنَا الْإِنْسَان من سلالة من طين ثمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَة فِي قَرَار مكين} اور بے شک ہم نے انسان كو خلق كيا مٹي سے پھر اس كا نطفہ ايک ٹھہرنے والي جگہ كيا

ابن حزم بار بار اللہ تعالی کے قول کی یاد دہانی کرا رہے ہیں کہ موت کے بعد اجسام ہڈیوں میں بدل جائیں گے اور زندہ بھی ہڈی کو کیا جائے گا پھر اس پر گوشت کا غلاف آئے گا لہذا یہ ظاہر ہے کان یا آلات سماعت تو گوشت کے ھوتے ہیں جب وہ ہی معدوم ہو جائیں تو انسان کیسے سنے گا- عجب الذنب ایک ہڈی ہے جو باقی رہے گی

لیکن بے جان و بے روح رہے گی جس طرح ایک بیج بے جان ہوتا ہے- یہ اللہ کا فعل ہے جو بے جان میں سے زندہ کو نکالتا ہے-

کعب بن مالکؓ کی روایت ھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انما نسمۃ المومنین من طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعہ اللہ فی جسدہ یوم یبعثہ ۔(رواہ مالک و نسائی بسند صحیح)

مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق رھے گی، یہاں تک کہ قیامت کے روز اپنے جسم میں پھر لوٹ آئے گی۔

مسند المنتخب من مسند عبد بن حمید [11] میں ہے کہ کعب بن مالک اِنَّہٗ لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ کہ جب ان کی وفات کا وقت تھا اور مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاق، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالك، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ مُبَشِّرٍ لكَعْب بْنِ مَالك، وَهُوَ شَاكٍ: اقْرَأْ عَلَى ابْنِي السَّلَامَ، تَعْني مُبَشِّرًا، فَقَالَ: يَغْفِرُ اللهُ لَك يَا أُمَّ مُبَشِّرٍ، أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُسْلم طَيْرٌ تَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّة حَتَّى يُرْجِعَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى جَسَده يَوْمَ الْقيَامَة " قَالَتْ: صَدَقْتَ، فَأَسْتَغْفِرُ اللهَ
أم بشر بنت البراء بن معرور آئیں اور کعب سے کہا میرے (فوت شدہ) بیٹے کو سلام کہیے گا (یعنی جنت جب ملاقات ہو) اس پر کعب نے کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم کی روح ، پرندہ ہے جنت کے درخت پر لٹکتی ہے یہاں تک کہ روز محشر اللہ اسکو اس کے جسد میں لوٹا دے ام مبشر نے کہا سچ کہا میں اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہوں

اس کی سند صحیح ہے-اسی طرح صحیح مسلم میں شہداء سے متعلق ہے

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَ اللَّه عَنْ هَذه الْآيَة وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذينَ قُتلُوا فِي سَبيل اللَّه أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ قَالَ أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذَلكَ فَقَالَ أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْف طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَاديلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ منْ الْجَنَّة حَيْثُ شَائَتْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تلْكَ الْقَنَاديلِ فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً فَقَالَ

[11] اس مقام پر غلطی سے حوالہ مسند الحمیدی لکھا تھا جس کو درست کر دیا گیا ہے

هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا قَالُوا أَيَّ شَيْئٍ نَشْتَهِي وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنْ الْجَنَّة حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّات فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا قَالُوا يَا رَبِّ نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتَّى نُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرَى فَلَمَّا رَأَى أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوا

مسروق سے روایت ہے کہ ہم نے عبداللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا جنہیں اللہ کے راستہ میں قتل کیا جائے انہیں مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیے جاتے ہیں تو انہوں نے کہا ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی روحیں سر سبز پرندوں کے جوف میں ہوتی ہیں ان کے لئے ایسی قندیلیں ہیں جو عرض کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں اور وہ روحیں جنت میں پھرتی رہتی ہیں جہاں چاہیں پھر انہیں قندیلوں میں واپس آ جاتی ہیں ان کا رب ان کی طرف مطلع ہو کر فرماتا ہے کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے وہ عرض کرتے ہیں ہم کس چیز کی خواہش کریں حالانکہ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں پھرتے ہیں اللہ تعالی ان سے اس طرح تین مرتبہ فرماتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ انہیں کوئی چیز مانگے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ عرض کرتے ہیں اے رب ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دیں یہاں تک کہ ہم تیرے راستہ میں دوسری مرتبہ قتل کئے جائیں جب اللہ دیکھتا ہے کہ انہیں اب کوئی ضرورت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن میں بتایا ہے وہ انسانی جسم کو واپس روز محشر تخلیق کرے گا اس میں انسان کا جسم واپس بنا دیا جائے گا –احادیث کے مطابق اس تخلیق نو میں انسانی جسم میں تبدیلی بھی ہو گی اس کی جسامت دنیا سے الگ ہو گی – جہنمیوں کے جسم اس قدر بڑے ہوں گے کہ ان کے شانوں کے درمیان کی مسافت تین دن کی ہو گی اور کھال احد پہاڑ جتنی موٹی ہو گی (صحیح مسلم) –یعنی جھنمی ، جنتیوں سے قد کاٹھ میں بڑے ہوں گے- یہ روایات دلالت کرتی ہیں کہ روح اس جسد عنصری کو چھوڑ کر روز محشر ایک نئے جسم میں جائے گی جو اس جسد عنصری سے بڑا ہے –روح اس بڑے جسم میں بھی سما جائے گی اور اس جسم کو اپنا لے گی- اشاعرہ کے امام فخر الدین رازی کتاب نہایہ العقول میں لکھتے ہیں

المسألة الثانية: في معاد النفس والبدن جميعاً:

اعلَمْ أن جَمْعاً من المسلمين ـ لـما صعُب عليهم تقريرُ[٦] المعاد البدني على الوجه الذي لخّصناهُ وأرادوا تقريرَ ما جاءت به الأنبياءُ صلوات الله عليهم[٧] من أمر الحشر والنشر ـ سلكوا في ذلك منهجاً آخرَ، وهو أنهم أثبتوا النفْسَ الناطقة، وزعموا أنها هي الإنسان بالحقيقة، وهي[٨] المكلَّفُ، والمطيع والعاصي، والـمُثاب والمعاقَب، وأنّ البدن يجري مجرى الآلة[٩]، زعموا[١٠] أنها باقيةٌ بعدَ فساد البدن، فإذا أراد الله تعالى حَشْر الخلائقِ خلقَ لكلِّ واحدٍ من هذه الأرواح بدَناً وردَّهُ إليه.

وهذا مذهبُ جمهورِ النصارى والتناسخية، وكثيرٍ من علماء الإسلام مثل أبي الحسين الحليمي، والإمام الغزالي[١]، وأبي القاسم الراغب، وأبي زيد الدبوسي[٢]، ومعمر من قدماء المتكلمين، وابن الهيصم[٣] من الكرامية، وكثير من الصوفية، وجمهور الإخبارية من الرافضة.

إلا أن الفرقَ بين قول أهل الإسلام والتناسخية في ذلك[٤] من وجهين:

أحدهما: أن المسلمين يقولون: إنّ الله تعالى إنّما يردُّ الأرواحَ إلى الأبدان لا في هذا العالَـم بل في الدار الآخرة، والتناسخية[٥] يقولون: إنّه تعالى[٦] يردُّها إلى الأبدان في هذه الدار، ويُنكرون الدارَ الآخرةَ والجنةَ والنار.

وثانيهما: أن المسلمين يُثبتون حدوثَ هذه الأرواح، والتناسخيةُ يُثبتون قِدَمَها.

وإنما نبّهنا على هذا الفرق؛ لأنه يغلُبُ على الطباع العامية أنه لـما كان هذا المذهبُ مما ذهبت التناسخية والنصارى إليه وجب أن يكون باطلاً وكُفراً، ولا يعلمون أنه ليس كلُّ ما ذهب إليه كافرٌ وجب أن يكون كفراً.

اور جان لو کہ تمام مسلمان .... اثبات کرتے ہیں نفس ناطقہ (روح) کا اور دعوی کرتے ہیں کہ یہی حقیقی انسان ہے جو مکلف ہے اطاعت گزار ہے گناہ گار ہے اور رجوع کرنے والا اور انجام پر پہنچنے والا ہے اور بدن اس کے لئے ایک آلہ کے طور چلتا ہے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ نفس ناطقہ باقی رہتا ہے بدن کے خراب ہو جائے پر بھی پس جب الله کا ارادہ مخلوق کا حشر کرنے کا ہو گا وہ ان سب ارواح کے لئے ایک بدن بنائے گا اور ان میں ان کو لوٹائے گا

اور یہ مذہب ہے جمہور نصاری کا اور تناسخ والوں کا اور کثیر علمائے اسلام کا مثلا ابی حسین حلیمی اور امام غزالی اور ابی قاسم الراغب اور ابی زید الدبوسی اور قدماء متکلمین کا اور ابن الھیصم کا اور کرامیہ کا اور کثیر صوفیاء کا اور روافض کے جمہور کا

خبر دار اہل اسلام اور تناسخیہ کے قول میں فرق ہے دو طرح سے

اول : بے شک مسلمان کہتے ہیں کہ الله تعالی ارواح کو ابدان میں لوٹائے گا جو اس عالم (عنصری) کے نہیں بلکہ دار آخرت کے ہیں اور تناسخ والے کہتے ہیں کہ الله تعالی ان ارواح کو اسی عالم کے اجسام میں لوٹائے گا اور وہ دار آخرت کے منکر ہیں اور جنت اور جہنم کا بھی انکار کرتے ہیں

دوم : بے شک مسلمان ان ارواح کے لئے حدوث کا اثبات کرتے ہیں اور تناسخ والے ان کی قدامت کا اثبات کرتے ہیں

اور بے شک ہم نے اس فرق کو واضح کر دیا ہے

شعیب الأرنؤوط نے پرندہ روح کی طرح والی روایت جو مسند احمد ح ۱۵۷۷۶ میں ہے اس کے تحت تعلیق میں لکھا ہے

15776

قوله: "طير": ظاهره أن الروح يتشكل ويتمثل بأمر الله طيراً كتمثل المَلَك بشراً، ويحتمل أن المراد أن الروح يدخل في بدن طير كما في روايات

قول : پرندہ -ظاہر لگتا ہے کہ روح الله کے حکم سے ایک پرندے کی شکل و تمثیل لے لیتی ہے اور احتمال ہے کہ اس روح کو ایک پرندے میں داخل کر دیا جاتا ہے جیسا روایات میں ہے

امام فخر الدین رازی واضح کہہ رہے ہیں کہ حشر پر جو اجسام ہوں گے وہ اس عالم عنصری سے الگ ہوں گے اور یہ بات احادیث کے مطابق ہے -احادیث کے مطابق روح جسد عنصری کو چھوڑنے کے بعد بھی روز محشر تک ایک نئے جسم میں رہتی ہے جو عالم بالا یا برزخ ہے اس میں شہداء کو پرندوں جیسے اجسام ملتے ہیں جن کے پیٹوں میں ان کی روحیں رہتی ہیں –فرقہ پرستوں نے عقیدہ اختیار کیا ہے کہ شہداء کی روحیں ان پرندوں کو بطور جہاز استعمال کرتی ہیں ان پیٹوں سے نکلتی ہیں اور جب بھی کہیں جانا ہو اس پرندوں کو بطور سواری استعمال

کرتی ہیں ـــ اس کے بر عکس احادیث میں روحوں کا ان جسموں کو چھوڑنا بیان ہی نہیں ہوا بلکہ روحیں جنت کے پھلوں کی لذت اسی جسم سے حاصل کرتی ہیں۔

ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں لکھتے ہیں

المسند في عذاب القبر 14

اسی طرح بعض اور گمراہ گروہ بھی ہیں جنہوں نے اس مسئلے کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ گو وہ واضح الفاظ میں تو اس کا انکار نہ کر سکے لیکن انہوں نے عذاب قبر کے متعلقہ آیات واحادیث کو ایک نیا رنگ دے کر پیش کیا اور کہا کہ عذاب وثواب اس جسد عنصری کو نہیں ملتا بلکہ عالم برزخ میں روح کو ایک مثالی جسم دیا جاتا ہے جو روح کے ساتھ عذاب سے دوچار ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ میت کو اس ارضی قبر میں عذاب نہیں ہوتا بلکہ کسی برزخی قبر میں ہوتا ہے حالانکہ یہ سب باطل اور من گھڑت نظریات ہیں جن کی کتاب وسنت میں کوئی گنجائش نہیں۔

((وَهِيَ طَيْرٌ)) مومن کی روح کو پرندے میں رکھا جاتا ہے اسی مناسبت سے اسے بھی پرندہ کہا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ومعلوم أنها إذا كانت فی جوف طیر صدق علیها أنها طیر [1]
''معلوم ہوا کہ جب روح پرندے کے پیٹ میں ہو تو اس پر پرندے کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔'' اور یہ پرندہ مؤمن کی روح کے لیے بطور سواری ہوتا ہے، نیز اس پرندے کی ماہیت اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

ارشد کمال نے ترجمہ میں ڈنڈی ماری ہے

ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَمَعْلُوم أَنَّهَا إِذا كَانَت فِي جَوف طير صدق عَلَيْهَا أَنَّهَا طير

اور معلوم ہے جب یہ (روح) پرندے کے پیٹ میں ہے تو اس پر سچ ہوا کہ یہ پرندہ ہی ہے

ابن قیم کتاب الروح میں کہتے ہیں سبز پرندے میں روح کا جانا تناسخ نہیں ہے

أَن تَسْمِيَة مَا دلّت عَلَيْه الصَّرِيحَة من جعل أَرْوَاح الشُّهَدَاء فِي أَجْوَاف طير خضر تناسخا لَا يبطل هَذَا الْمَعْنى وَإِنَّمَا التناسخ الْبَاطِل مَا تَقوله أعداء الرُّسُل من الْمَلَاحِدَة وَغَيرهم الَّذين يُنكرونَ الْمعَاد أَن الْأَرْوَاح تصير بعد مُفَارقَة الْأَبدَان إِلَى أَجنَاس الْحَيَوَان والحشرات والطيور الَّتِي تناسبها وتشاكلها فَإِذا فَارَقت هَذه الْأَبدَان انْتَقَلت إِلَى أبدان تِلْكَ الْحَيَوَانَات فتنعم فيهَا أَو تعذب ثمَّ تفارقها وَتحل فِي أبدان أخر تناسب أعمالهَا وأخلاقها وَهَكَذَا أبدا فَهَذَا معادها عنْدهم وَنَعِيمهَا وعذابها لَا معاد لَهَا عنْدهم غير ذَلِك فَهَذَا هُوَ التناسخ الْبَاطِل الْمُخَالف لما اتّفقت عَلَيْه الرُّسُل والأنبياء من أَوَّلهمْ إِلَى آخرهم وَهُوَ كفر بِاللَّه وَالْيَوْم الآخر
اور یہ جو(طیر) نام دیا گیا ہے یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں کے پیٹوں مین تناسخ ہوا اس سے مفہوم باطل نہیں ہوتا - اور باطل تناسخ تو وہ ہے جو رسولوں کے دشمنوں اور ملحدوں اور دوسرے معاد کے انکآریوں نے بولا ہے کہ روحیں چلی جاتی ہیں بدن سے الگ ہونے پر حیوانات میں حشرات میں پرندوں میں اپنے تناسب کے مطابق اور شکلوں کے موافق پس جب وہ بدن سے نکلتی ہیں تو ان جانوروں کے جسم میں نعمت پاتی ہیں اور یہ باطل تناسخ ہے
ابن قیم نے اس کا اقرار کیا ہے کہ سبز پرندے میں شہید کی روح کا جانا تناسخ نہیں ہے

ابن القیم الجوزیہ کا یہ شعر بڑا بر موقع ہے
العلم قال الله، قال رسوله' قال الصحابة، ليس بالتمويه
علم وہ ہے، جو اللہ تعالی، اس کے رسول اور صحابہ کرام کا فرمان ہو، ملمہ سازی علم نہیں
ایک اہل حدیث عالم حافظ محمد یونس اثری صاحب، ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد، مارچ ۲۰۱۶ میں لکھتے ہیں

عقیدۂ سلف

حافظ محمد یونس اثری ﷾ مدرس المعہد السلفی کراچی

کیا جنت اور جہنم ابھی موجود ہیں؟

جامع ترمذی کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن أرواح الشهداء في طير خضر تعلق من ثمر الجنة أو شجر الجنة۔ (جامع ترمذی: 1641 وقال هذا حديث حسن صحيح، وصححه الألباني رحمه الله)

"شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے اندر ہیں جو جنت کے پھلوں یا درختوں میں سے کھاتی پھرتی ہیں۔"

اس روایت سے روح کا جنت میں قیامت کے دن سے پہلے ہی داخل ہونا ثابت ہو جاتا ہے، جس سے یہ اعتراض باطل ہو جاتا ہے کہ ابھی اس کی تخلیق عبث ہے۔

— حافظ صاحب کا ترجمہ بالکل صحیح ہے روحیں سبز پرندوں کے اندر ہیں نہ کہ ان پر سوار ہیں

عالم آخرت — ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمٰن العریفی — دار السلام کی کتاب میں بھی ترجمہ دیکھتے ہیں

شہدائے کرام کی پاکیزہ روحیں

برزخی زندگی میں شہدائے کرام کی پاکیزہ ارواح سبز پرندوں میں رہتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾

''ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو جو اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں، انھیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔''[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شہداء کی روحیں سبز پرندوں میں رہتی ہیں۔ عرش کے ساتھ لٹکتی قندیلیں اُن کا ٹھکانا ہیں۔ وہ سبز پرندے جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں۔

محب اللہ شاہ رشدی فتاویٰ راشدیہ میں جواب دیتے ہیں

تعاقب کرتی ہے اگر روح کوئی محسوس چیز نہ ہوتی تو انسانی نظر آخر کس چیز کا تعاقب کرتی ہے؟ اس کے بعد احادیث میں ہے وہ روح عالم برزخ میں پہلے والوں سے ملتی ہے، پہلے والے انسان نو وارد روح سے دنیا والوں کا حال احوال پوچھتے ہیں۔ اگر روح کو کوئی صورت نہ ہوتی تو آخر پہلے پہنچے ہوئے انسان اس تازہ روح کو کس طرح پہچانتے ہیں اور یہ نو وارد روح ان کو کس طرح پہچانتی ہے کہ یہ میرے فلاں عزیز یا دوست ہیں؟ ضرور ان ارواح کو کوئی جانی پہچانی صورت ملی ہوئی ہے جس کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور حال احوال کرتے ہیں۔ شہیدوں کے لیے تو حدیث میں آتا ہے کہ ان کو سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں رکھا گیا ہے جہاں وہ اللہ کا دیا ہوا رزق حاصل کر رہے ہیں بس آپ کے سوال کا جواب اسی میں ہے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارک تو اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں لیکن ان کے پاک اور طیبہ ارواح کو ضرور کوئی نہ کوئی صورت ملی ہوئی ہوگی اور وہ ارواح طیبہ آسمانوں پر اپنے اپنے مقام پر ان صورتوں میں موجود ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بھی ان کو دی ہوئی صورتوں کے ساتھ ہوئی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کیونکہ وہ وہاں پر اپنے جسم اطہر کے ساتھ موجود تھے پھر جس طرح دوسرے مسلمانوں کی ارواح مرنے کے بعد آپس میں ملتے

شہیدوں کو سبز پرندوں کی صورت جنت میں رکھا گیا ہے - اقبال کیلانی کتاب قبر کا بیان میں اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں

حَاجَةٌ تُرِكُوا)). رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا ترجمہ "جولوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیے جاتے ہیں۔" (سورہ آل عمران، آیت نمبر 169) تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں ایسی قندیلوں میں رہتی ہیں جو عرش الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں جب چاہتی ہیں جنت میں سیر کے لئے چلی جاتی ہیں پھر ان قندیلوں میں واپس آجاتی ہیں ایک بار ان کے رب نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور پوچھا "تمہاری کیا خواہش ہے؟" شہداء کی ارواح نے جواب دیا "ہم جہاں چاہیں جنت کی سیر کرتی ہیں ہمیں اور کیا چاہیے؟" اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ ان سے یہی سوال دریافت فرمایا پھر جب شہداء کی ارواح نے دیکھا کہ جواب دیے بغیر چھٹکارا نہیں تب انہوں نے جواب دیا "اے ہمارے رب! ہم چاہتی ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے اجسام میں لوٹا دے یہاں تک کہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل ہوں۔" جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کی کوئی خواہش نہیں تو انہیں یوں ہی چھوڑ دیا۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

دامانوی کتاب عذاب قبر کا بیان میں ترجمہ کرتے ہیں

☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"شہدا کی روحیں جنت میں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں۔"
اور اسی حدیث میں ان کی اس خواہش کا بھی ذکر ہے کہ وہ کہتے ہیں:
"اے ہمارے پروردگار! ہماری یہ خواہش ہے کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے تاکہ ہم تیری راہ میں دوبارہ شہید ہوں۔" (مسلم)

زبیر علی زئی نے اس حدیث کا ترجمہ بدلنے کی نو ڈالی - مجلہ الحدیث میں اثبات عذاب القبر امام بیہقی تحقیق و ترجمہ زبیر علی زئی کے عنوان سے ایک تحریر شائع ہوئی[12]—اس میں زبیر نے ترجمہ کیا

۷۳) مسروق (تابعی) سے روایت ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انھیں مردے نہ سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے۔'' [آل عمران:۱۶۹]

کے بارے میں سوال کیا تھا، ان کی روحیں سبز پرندوں کی طرح جنت میں سیر کرتی رہتی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، پھر عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔ فرمایا: وہ اسی حالت میں ہوتی ہیں، اتنے میں اُن کا رب اُن کے سامنے ظاہر ہوتا ہے، پھر فرماتا ہے: جو چاہتے ہو مجھ سے مانگو، تو وہ (شہداء) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم تجھ سے اور کیا مانگیں، جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں سیریں کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ انھیں (رب کی طرف سے) سوال مانگے بغیر چھوڑا نہیں جارہا تو وہ کہتے ہیں:

ہم تجھ سے اس کا سوال کرتے ہیں کہ ہماری روحوں کو، دنیا میں ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم تیری راہ میں قتل کئے جائیں۔

جب (رب) یہ دیکھتا ہے کہ وہ صرف اسی (دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے) کے بارے میں سوال کررہے ہیں، تو پھر انھیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ان کے برعکس ارشد کمال یہ لکھتے ہیں

[12] https://ia601604.us.archive.org/3/items/IsbaatAzabQabr/Isbaat%20azab%20qabr.pdf

جواب اسے کہتے ہیں ''کرے کوئی اور بھرے کوئی'' دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مشقتیں یہ جسد عنصری برداشت کرے اور جب جزا کا وقت آئے تو وہ کسی نئے جسم کو دے دی جائے۔ یا دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے لذتیں دنیاوی جسم اٹھائے اور قبر میں سزا کوئی دوسرا بدن برداشت کرے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟
کتاب وسنت میں یہ کہیں بھی نہیں کہ برزخ میں ہر نیک و بد روح کو کوئی نیا برزخی جسم مل جاتا ہے لہٰذا یہ عقیدہ سراسر کتاب وسنت کے منافی ہے، اسی لیے اسے اہل سنت میں سے بھی کسی نے اختیار نہیں کیا۔

صحیح عقیدہ یہی ہے کہ نہ صرف قبض موت کے بعد بلکہ محشر کے بعد بھی جنت و جہنم میں. برزخ میں انسانی جسم ان اجزاء پر مشتمل نہیں ہو گا جو صرف جسد عنصری ہے- یاد رہے کہ

وہ افراد جنھیں آگ کی لگام پہنائی جائے گی

بعض افراد کو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دین کا علم رکھتے تھے لیکن لوگوں کے پوچھنے پر بھی انھیں دینی معلاملات سے آگاہ نہیں کرتے تھے۔ وہ علم دینی کو بلاوجہ چھپاتے تھے، حالانکہ وہ اسے پھیلانے کی قدرت رکھتے تھے اور اس سلسلے میں انھیں کوئی گزند پہنچنے کا بھی اندیشہ نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس (عالم) سے علم (دینی) کا کوئی مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''[3]

[1] مسند أحمد 2/444، وسنن أبي داود، حديث: 2162. [2] مسند أحمد: 2/272. [3] سنن أبي داود، حديث: 3658، و جامع الترمذي، حديث: 2649.

کتاب القائد إلی تصحیح العقائد میں عالم عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن علی بن محمد المعلمی العتمی الیمانی (المتوفی: 1386ھ-) لکھتے ہیں

اثبات عذاب القبر و رد عقیده عود روح

القائد إلى تصحيح العقائد

تأليف
العلامة الشيخ عبدالرحمن بن يحيى المعلمي العتمي اليماني

علق عليه
محمد ناصر الدين الألباني

المكتب الإسلامي

ومنها أن ينال الجزاء هذه الأجزاء، وهذا غير متحتم لان الكاسب المختار للطاعة أو المعصية، والمدرك لأثرها في الدنيا والمدرك للذة الجزاء أو ألمه في الأخرى هو الروح، وإنما العدل، فليكن من ذلك ما يمكن. وقد جاءت عدة نصوص تدل ان أبدان اهل الجنة والنار يكون بعض البدن منها أو كله من غير الأجزاء التي كان منها في الدنيا، ففي (الصحيحين) في قصة الذين يخرجون من النار «فيخرجون قد امتحشوا وعادوا حُمَماً فيلقون في نهر الحياة فينبتون كما تنبت الحبّة في حميل السيل....» وجاءت عدة احاديث أن أهل الجنة يكونون كلهم على صورة آدم طوله ستون ذراعاً، راجعها في «الباب التاسع والثلاثين» من (حادي الارواح). وقال الله تبارك وتعالى في أهل النار: ﴿كُلَّما نَضِجت جُلُودهم بَدَّلناهُم جُلوداً غَيْرها لِيَذوقُوا العَذاب﴾. (النساء: ٥٦).

وفي (صحيح مسلم) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: «ما بين منكبي الكافر في النار مسيرة ثلاثة أيام للراكب المسرع» وقال تعالى: ﴿ولا تَحْسَبَنَّ الذين قُتِلوا في سَبيلِ الله أمْواتاً بَلْ أحياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُون﴾.(آل عمران: ١٦٩).

وفي (صحيح مسلم) من حديث ابن مسعود انه سئل عن هذه الآية؟ فقال: أما إنّا قد سألناه عن ذلك فقال: «أرواحهم في جوف طير خضر، لها قناديل معلقة بالعرش تسرح في الجنة حيث شاءت ثم تأوي الى تلك القناديل فاطلع اليهم ربهم اطلاعة....» أخرجه عن جماعة عن الأعمش عن عبدالله بن مرة عن مسروق عن ابن مسعود، وقد أخرجه ابن جرير في (تفسيره) (ج ٤ ص ١٠٦ - ١٠٧) من

طريق شعبة ومن طريق سفيان الثوري كلاهما عن الأعمش بسنده أنهم سألوا عبدالله ابن مسعود فقال: «أرواح الشهداء....». فثبت سماع الاعمش لهذا الحديث من عبدالله بن مرة، لأن شعبة لا يروي عن الأعمش الا ما علم انه سماع للأعمش ممن سماه، نص على ذلك أهل المصطلح وغيرهم،[1] وكذلك أخرج هذا الحديث الدارمي (ج ٢ ص ٢٠٦) من طريق شعبة، فأما عدم التصريح بالرفع فلا يضر لأن هذا ليس مما يقال بالرأي، مع ظهور الرفع في رواية مسلم.

وفي (مسند احمد)(ج ١ ص ٢٦٥): «ثنا يعقوب ثنا أبي عن ابن إسحاق حدثني إسماعيل بن أمية عن عمرو بن سعيد عن أبي الزبير المكي عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: «لما أصيب إخوانكم بأحد جعل الله عز وجل أرواحهم في أجواف طير خضر تَرِدُ انهار الجنة، تأكل من ثمارها، وتأوي إلى قناديل من ذهب في ظل العرش، فلما وجدوا طيب مشربهم ومأكلهم وحسن منقلبهم قالوا يا ليت إخواننا يعلمون....» أبو الزبير يدلس،[2] وقد أخرج الحاكم في (المستدرك) (ج ٢ ص ٢٩٧) الحديث من وجه آخر عن ابن إسحاق عن إسماعيل عن أبي الزبير عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، زاد في السند «سعيد بن جبير». وقال الحاكم: «صحيح على شرط مسلم» وأقره الذهبي.

وقال الله عز وجل: ﴿وَحاق بآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ العَذابِ. النارُ يُعْرَضون عَلَيْها غُدُوّاً وَعَشِياً وَيَوم تَقومُ الساعَةُ أدْخِلُوا آلَ فِرعَوْن أشَدَّ العذاب﴾ (المؤمن: ٤٥ - ٤٦).

وأخرج ابن جرير في (تفسير) (ج ٢٤ ص ٤٢) بسند رجاله ثقات عن هزيل ابن شرحبيل أحد ثقات التابعين قال: «أرواح آل فرعون في أجواف طير سود تغدو وتروح على النار وذلك عرضها» وفي (روح المعاني) أن عبدالرزاق وابن أبي حاتم أخرجا نحوه عن ابن مسعود.

ومن حكم الإعادة أداء الشهادة قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَيَوم يُحْشَرُ أعداءُ الله إلى النّار فَهُمْ يوزَعُون. حتى إذا ما جاؤها شَهِدَ عَلَيهم سَمْعُهُم وَأبْصارُهُم وَجُلودُهُم بما كانوا يَعْمَلُون﴾ (فصلت: ١٩ - ٢٠).

بلا شبہ بہت سے نصوص میں آیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اہل جنت و جہنم کے جسم کے بعض حصے یا تمام ان پر مشتمل نہیں ہوں گے جس پر وہ دنیا میں تھے پس الصحیحین میں قصہ ہے ان کا جن کو جہنم سے نکالا جائے گا پس وہ نکلیں گے کہ جل بھن گئے ہوں گے ان کو نہر حیات میں انڈیلا جائے گا پس یہ اگیں گے جیسے ایک بیج اگتا ہے اور بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ اہل جنت کے قد 60 ہاتھ ہوں گے صورت آدم پر ...اور اللہ تبارک و تعالی کہتے ہیں اہل النار کے لئے جب بھی ان کی کھالیں جلیں گی ہم ان کو دوسری سے بدلتے رہیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کے شانوں کے درمیان تین دن کی مسافت ہو گی جہنم میں—اور اللہ تعالی نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس زرق پاتے ہیں ال عمران اور صحیح مسلم میں ابن مسعود کی حدیث ہے کہ ان سے اس آیت پر سوال ہوا تو انہوں نے کہا ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر سوال کیا تھا پس اپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا انکی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں ان کے لئے قندیلیں ہیں جو عرش رحمان سے لٹک رہی ہیں جنت میں جہاں کی سیر چاہتے ہیں کرتے ہیں پھر واپس انہی قندیلوں میں اتے ہیں پس ان کے رب نے ان سے پوچھا...اس کو ایک جماعت نے اعمش سے روایت کیا ہے انہوں نے عبد اللہ بن مرہ سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے ابن مسعود سے اور اس کی تخریج کی ہے ابن جریر نے تفسیر میں ج 4 ص 106-107 پر شعبہ کے طرق سے....کہ انہوں نے ابن مسعود سے پوچھا تو انہوں نے کہا شہداء کی ارواح پس اعمش کا سماع ثابت ہے اس حدیث پر عبد اللہ بن مرہ سے کیونکہ شعبہ نہیں روایت کرتے اعمش سے سوائے اسکے کہ سماع ہو ...اس پر اہل مصطلح کی نص ہے اور دیگر کی اور اسی طرح اس حدیث کی دارمی نے تخریج کی ہے...اور مسند احمد میں ج 1 ص 265 پر ...ابن عبّاس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائیوں کو احد میں شہادت ملی تو اللہ نے انکی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں کر دیا جس سے وہ جنت کی نہروں تک جاتے اور پھلوں میں سے کھاتے ہیں .... اور حاکم نے اس کی تخریج مستدرک میں کی ہے...اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے مسلم کی شرط پر اور الذھبی نے اقرار کیا ہے اور اللہ تعالی فرماتے ہیں اور ال فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا اگ ہے جو ان پر صبح و شام پیش ہوتی ہے اور بروز قیامت —داخل کرو ال فرعون کو شدید عذاب میں سورہ المومن

اور ابن جریر نے تفسیر میں تخریج کی ہے روایت ثقات سے صحیح سند کے ساتھ ، عن ہزیل بن شرحبیل تابعین میں سے ایک سے کہ ال فرعون کی ارواح کالے پرندوں میں ہیں اگ پر سے اڑتے ہیں اور یہ ان پر پیش ہونا ہے

البانی کہتے ہیں

(١) تكلف المؤلف القول بحشر أجزاء كل بدون في بدن واحد أو في أبدان متعددة وما يلي ذلك من أدائها شهادتها في بدن واحد أو في أبدان متعددة هو من النظر المتعمق فيه الذي ذمه المؤلف كثيراً وذكر ما نشأ عنه من مفاسد وشبهات أبعدت المتكلمين عن تصديق الكتاب والسنة فما كان أحراه أن يبتعد عما ذم غيره عليه وخير ما قاله سابقاً أن البدن آلة الروح يحل هذا الاشكال ولا حاجة إلى التعمق، وقلت أنا إن البدن مطية الشخصية الانسانية وثيابها وما أبلغ أن يشهد على الانسان مطيته وثيابه قديمة أو جديدة لبسها غيره قبله أو أختص هو بلبسها، الحجة قائمة في شاهد عليك منك. والله أعلم. م ع.

مولف نے یہاں اصرار کیا ہے قول پر کہ تمام اجزاء کا جمع ہونا ایک بدن میں یا پھر بہت سے ابدان میں اور اس پر جو گواہی ہے کہ ایک بدن ہے یا بہت سے بدن ہیں اس میں مولف کی عمیق نظری ہے جس کو مولف نے کثرت سے بیان کیا ہے اور ذکر کیا ہے ان مفاسد و شبہات کا جو متکلمین کو قرآن و سنت کی تصدیق سے دور لے گئے ...اور سب سے اچھا مولف کا قول ہے جو گزرا کہ بدن تو صرف ایک آلہ ہے روح کا جس سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے اور غور کی پھر حاجت نہیں رہتی اور میں البانی کہتا ہوں بدن انسانی شخصیت کا مطیع ہوتا ہے اور اس کا لباس ہوتا ہے چاہے انسان کوئی اور لباس نیا یا پرانا پہنے ... واللہ اعلم

اپ دیکھ سکتے ہیں المعلمی کے مطابق نہ صرف محشر کے بعد بلکہ قیامت سے پہلے بھی روح کے جسم ہیں جن میں قالب بدل رہے ہیں ال فرعون اس دنیا میں جسد عنصری میں تھے البرزخ میں کالے پرندوں میں ہیں اور روز محشر بطور کافران کا جسم اتنا بڑا ہو گا کہ کھال ہی احد پہاڑ برابر حدیث میں بیان کی گئی ہے اور یہ تناسخ نہیں ہے

موسوعۃ العلامۃ الإمام مجدد العصر محمد ناصر الدین الألبانی کے مطابق البانی ایک سوال میں واضح طور پر کہتے ہیں کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں ہیں ان کے جسم سے رزق پاتے ہیں

اثبات عذاب القبر و رد عقيده عود روح

باب هل هناك أناس الآن قد دخلوا الجنة أو النار؟

سؤال: يا أستاذ! هل هناك أناس الآن دخلوا الجنة أو أناس دخلوا النار، مثل الآية التي في سورة يس: {قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ} (يس:26) .. ؟

الشيخ: هذا فيما سيكون .. ، أما الآن ما هو إلا الحياة البرزخية فدخول الجنة والنار مؤقت للحساب، .. ... البعث يوم القيامة

.. مداخلة: حتى الشهداء والأنبياء

الشيخ: كلهم، لكن أرواحهم لها نعيم خاص كما قال عليه السلام: «أرواح الشهداء في حواصل طيور خضر تعلق من ثمر الجنة» وكذلك: «أرواح المؤمنين في بطون طير خضر تعلق من ثمر الجنة» فهذا نعيم روحي، أما النعيم البدني والروحي معاً وكذلك الجحيم فذلك لا يكون إلا بعد البعث والنشور.

مداخلة: طيب يا أستاذ! نحن الذي نفهمه على قدر عقولنا، أن الشخص عندما يكون حي يكون جسده وروحه مرتبطان ببعض ... ، الله عز وجل عندما يقول: {وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ} (آل عمران:169) أقصد أنا: بل أحياء تكون الحياة مربوطة الجسد في الروح.

الشيخ: هذا شيء معروف لا يحتاج إلى سؤال، شرحه لك الرسول وأعطاك الجواب وأنا قدمته سلفاً .. أرواح الشهداء في حواصل طيور خضر، ما معنى هذا؟ معناه أنه يتنعم في بدنه؟! يتنعم في بدن مستعار, وهو الطير الأخضر، فحياة الشهداء حياة تتناسب مع مقامه عند الله أولاً وبقاؤهم في البرزخ ثانياً، الحياة تختلف حياة البرزخية غير الحياة الدنيوية، والحياة الأخروية غير الحياتين كلتيهما، الحياة الأخروية غير الحياة البرزخية وغير الحياة الدنيوية أيضاً؛ ولذلك لا يجوز

أن يستعمل الإنسان القياس .. قياس الغائب على الشاهد، فتقول أنت: نحن لا نعرف الحياة إلا هكذا! طيب! هذه الحياة التي تعرفها لا تقيس عليها الحياة التي لا تعرفها، وبخاصة وقد جاءت بعض النصوص توضح لك تماماً أن حياة الشهداء التى ربنا عز وجل أثبتها في نص القرآن: {بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ} (آل عمران:169) ما هو رزقهم؟ ليس طبق ونفق مثل الذي عندنا، رزقهم يأكلون بطريق أكل هذا الطير الأخضر، هذا هو الرزق، الحديث يبين القرآن.

مداخلة: عندما رأى الرسول عليه الصلاة والسلام الجنة والنار ووجد الذين يتعذبون فيها والذين يتنعمون فكيف هذا؟

الشيخ: نعم، كشف له عما سيكون عليه أوضاع أهل الجنة وأهل النار، هذا الكشف الحقيقي الذي سرقه الصوفية ونسبوه إلى أنفسهم، هذا للأنبياء والرسل وفقط.

(28/ 18: 55: 00) "الھدی والنور"

سوال اے استاد کیا وہاں جنت اور جہنم میں لوگوں کو ابھی داخل کیا گیا ہے مثلاً قرآن میں سورہ یس میں ہے قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ} (یس:26) اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا؟

شیخ البانی: یہ ہے جیسا ہوا- لیکن ابھی یہ برزخی زندگی ہے کیونکہ جنت و جہنم میں جانا یہ حساب کتاب کے وقت ہے-جب روز محشر زندہ ہوں گے

مداخلہ: یہاں تک کہ شہداء اور انبیاء بھی؟

البانی: سب، لیکن ان کی روحوں کے لئے خاص نعمت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں جس سے یہ جنت کے ثمر لیتی ہیں اور اسی طرح مومنوں کی روحیں بھی سبز پرندوں میں جنت کے پھل سے تعلق کرتی ہیں پس یہ ہے روح کے لئے نعمت-اور جہاں تک بدن و روح کی نعمت کا ایک ساتھ معاملہ ہے اور جہنم کا تو یہ بعث و نشور سے پہلے نہ ہو گا

مداخلہ: ٹھیک ہے استاد ہم اپنی عقلوں کی وجہ سے جو سمجھے ہیں وہ یہ ہے کہ جب تک ایک شخص زندہ ہے جسم اور روح جڑے ہوئے ہیں-... اللہ تعالی کا قول ہے {وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ} (آل عمران:169) تم گمان مت کرنا کہ جو قتل ہوئے اللہ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں نہیں بلکہ زندہ ہیں-اس کا مقصد میں نے لیا کہ حیات اس سے مربوط ہے کہ جب تک روح جسم میں ہے

البانی: یہ تو معروف بات ہے اس پر سوال کی ضرورت نہیں اس کی شرح رسول اللہ نے کر دیا اور جواب دیا جس کا ذکر گزرا شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں-اس کا کیا مطلب ہے؟ مطلب ہے کہ وہ بدن سے نعمت حاصل کرتے ہیں؟ایک بدن مستعار سے نعمت لیتی ہیں جو سبز پرندہ ہے--پس اولا شہداء کی حیات تو اس کی مناسبت اللہ کے ہاں مقام سے ہے اور دوم یہ البرزخ میں باقی ہے-یہ زندگی دنیا سے الگ ہے اور آخرت کی زندگی ان دونوں سے الگ ہے-آخرت کی زندگی یہ برزخ کی زندگی نہیں ہے اور اس وجہ سے جائز نہیں کہ اس پر انسان قیاس کرے... جو غائب پر شاہد کا قیاس ہو-پس تم کہتے ہو: ہم اس زندگی کو نہیں جانتے سوائے یہ کہ ایسی ہو! ٹھیک ہے! یہ زندگی جس کو جانتے ہو اس پر تم اس زندگی کا قیاس نہیں کر سکتے جس کو نہیں

جانتے اور خاص کر جب نصوص میں آگیا اس میں تمہارے لئے مکمل وضاحت کی گئی کہ شہداء کی زندگی رب کے پاس ہے جس کا اثبات قرآن کی آیت بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں سے ہوتا ہے تو یہ رزق کون سا ہے ؟ یہ کوئی کھانے نہیں ہیں جسے ہم کھاتے ہیں بلکہ یہ شہداء تو رزق لیتے ہیں کھاتے ہیں جب سبز پرندہ کھاتا ہے یہ ہے ان کا رزق لینا حدیث نے قرآن کی وضاحت کر دی

مداخلہ : نبی صلی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے جنت و جہنم کو دیکھا اور اس میں پایا کہ عذاب دیا جا رہا ہے اور جنت میں نعمتیں دی جا رہی ہیں تو یہ کیسے ہوا؟

البانی : ہاں -ان پر ظاہر کیے گئے جنت و جہنم کے حالات یہ حقیقی ظہور تھا جس کو صوفیاء نے چرایا ہے اور اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے جبکہ یہ صرف انبیاء و رسل کے لئے ہے

"الہدی والنور" (28/ 18: 55: 00)

نعمان الوسی (المتوفى: 1270هـ) تفسیر ج ١١ ص ٨٣ آیت وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وذكر الشيخ إبراهيم الكوراني في بعض رسائله أن الأرواح بعد مفارقتها أبدانها المخصوصة تتعلق بأبدان أخر مثالية حسبما يليق بها وإلى ذلك الإشارة بالطير الخضر في حديث الشهداء
اور شیخ ابراہیم الکورانی (الملا برهان الدين إبراهيم بن حسن بن شهاب الدين الكردي الشهرزوري الشهراني الكوراني (ت1101هـ)) نے اپنے بعض رسائل میں ذکر کیا ہے کہ ارواح اپنے مخصوص جسموں (جسد عنصری) کو چھوڑنے کے بعد ایک دوسرے اسی جیسے بدن سے تعلق اختیار کرتی ہیں اور اس کی طرف اشارہ ہے پرندوں والی حدیث میں جو شہداء سے متعلق ہے
-کتاب الأعلام از الزركلي الدمشقي (المتوفى: 1396ه) میں الکورانی کا ترجمہ ہے

الكُوراني (1025 - 1101 هـ = 1616 - 1690 م) إبراهيم بن حسن بن شهاب الدين الشهراني الشهرزوريّ الكوراني، برهان الدين: مجتهد، من فقهاء الشافعية. عالم بالحديث. قيل إن كتبه تنيف عن ثمانين

تفسير ابن أبي العز از صدر الدين محمد بن علاء الدين عليّ بن محمد ابن أبي العز الحنفي، الأذرعي الصالحي الدمشقي (المتوفى: 792هـ) میں آیت وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتاً کی تفسیر میں ہے

فإنهم لما بذلوا أبدانهم لله عز وجل حتى أتلفها أعداؤه فيه، أعاضهم منها في البرزخ أبداناً خيراً منها، تكون فيها إلى يوم القيامة، ويكون تنعمها بواسطة تلك الأبدان، أكمل من تنعم الأرواح المجردة عنها.

کہ ان شہداء نے جب اپنے بدن اللہ کے لئے لگا دیا جس کو ان کے دشمنوں نے تباہ کیا تو ان شہداء کو دوسرے بدن دیے گئے جو اس بدن (عنصری) سے بہتر ہیں اور یہ نعمتیں ان بدنوں کے واسطے سے پاتے ہیں جو صرف روحوں کے نعمت پانے سے زیادہ اکمل ہے

یعنی صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ شہداء کی روحیں ان نئے بدنوں میں ہیں

المنہاج فی شعب الایمان از الحسین بن الحسن بن محمد بن حلیم البخاری الجرجانی، ابو عبد اللہ الحَلِیمی (المتوفی: 403ھ) کے مطابق

فأما الشهداء فإنه لا يفرق بين أرواحهم وأنفسهم، ولكنها تنقل إلى أجواف طير خضر، كما ورد به الحديث الذي هو أولى ما يقال به، ويستسلم له. وتعلق تلك الطير من ثمر الجنة، فتستمد روحه من غذاء بدن الطائر كما كان يستمد في بدن الشهيد من غذائه،

پس جہاں تک شہداء کا تعلق ہے تو ان کے نفوس اور ارواح میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ان کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے جیسا حدیث میں آیا ہے جو اولی ہے کہ اس میں جو کہا گیا ہے اس کو تسلیم کریں اور ان پرندوں کو جنت کے پھلوں سے ملا دیا جاتا ہے پس روح پاتی ہے غذا پرندے کے پیٹ سے جیسا شہید کا بدن غذا پاتا تھا

اس جسم کی اور خبریں ہم کو زبان نبوت سے ملی ہیں مثلا اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں نے دیکھا کہ عمرو (ابن لحی الخزاعی) اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا۔ وہ پہلا شخص (عرب) ہے جس نےبتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ایجاد کی تھی

اہل حدیث عالم لکھتے ہیں کہ حدیث میں اتا ہے کہ

حدیث مرفوع /٦٣٠٧: تیسرا پارہ/حدیث نمبر /٣: صحیح مسلم۔ جلد

٦٣٠٧۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللہِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ يَحْيَی بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَی عَمَلٍ عَمِلْتَهُ عِنْدَکَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْفَعَةً فَإِنِّي سَمِعْتُ اللَّيْلَةَ خَشْفَ نَعْلَيْکَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ بِلَالٌ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا فِي الْإِسْلَامِ أَرْجَی عِنْدِي مَنْفَعَةً مِنْ أَنِّي لَا أَتَطَهَّرُ طُهُورًا تَامًّا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِکَ الطُّهُورِ مَا کَتَبَ اللہُ لِي أَنْ أُصَلِّيَ۔

عبید بن یعیش، محمد بن علاء ہمدانی، ابواسامہ، ابوحیان۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر بواسطہ اپنے والد، ابوحیان تیمی، یحییٰ بن سعید، ابوزرعہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: اے بلال! تو مجھ سے وہ عمل بیان کر جو تو نے اسلام میں کیا ہو اور جس کے نفع کی تجھے زیادہ امید ہو؟ کیونکہ آج رات میں نے جنت میں اپنے سامنے تیرے قدموں کی آواز سنی ہے، بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے اسلام میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا کہ جس کے نفع کی مجھے زیادہ امید ہو، سوائے اس کے کہ جب بھی میں رات یا دن کے وقت کامل طریقے سے وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے جس قدر اللہ نے میرے مقدر میں لکھا ہوتا ہے نماز پڑھ لیتا ہوں۔"

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کہ قدم کی آواز آپ نے جنت میں سنی، اس عبارت سے یہ دلیل پکڑنا صحیح نہیں کہ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک نیا جسم عطا کر کہ جنت میں پہنچا دیا گیا تھا،

یہ بات صحیح نہیں کیونکہ یہ دو علیحدہ روایات ہیں ایک خواب ہے اور ایک جہنم کا فی الحقیقت نظارہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا اور اسمیں بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا اور پھر صبح اس بارے میں انکو بتایا یہ بات ظاہر ہے کہ مستقبل کی بات ہے کیونکہ بلال زندہ تھے. اس کے برعکس عمرو ابن لحہ الخزاعی جو مر چکا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز پڑھاتے ہوئے بیداری میں دیکھا جو دس ہجری کا واقعہ ہے نہ صرف عمرو (ابن لحہ الخزاعی) کو دیکھا بلکہ اپ جہنم کی تپش کی وجہ سے پیچھے ہٹے اور ایک

موقعہ پر جنت میں سے انگور کا خوشہ لینے کے لئے آگے بھی بڑھے ایک اور روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو بھی دیکھا جس نے بلی کو باندھ دیا تھا اور بھوک پیاس کی وجہ سے وہ بلی مر گئی. اس کی تفصیل بخاری و مسلم میں کسوف کی روایات میں دیکھی جا سکتی ہیں

لہٰذا ایک خواب ہے جس میں مستقبل کی خبر ہے اور دوسرا فی الحقیقت جہنم کا براہ راست منظر ہے اور دونوں میں فرق ہے

اب اگر یہ براہ راست منظر تھا تو پھر ظاہر ہے کہ حدیث میں عمرو (ابن لحہ الخزاعی) کا جسم بتایا گیا جس کی آنتیں تھیں اور روح کی آنتیں نہیں ہوتیں- اس حدیث سے جان چھڑانا مشکل ہے لہٰذا گول مول جواب دینا اب ایک عام بات ہے- توضیح الاحکام میں زبیر علی زئی کہتے ہیں

سوال براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے اعادۂ روح ثابت ہوتا ہے جبکہ دیگر احادیث مثلاً (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے) ابراہیم کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی موجود ہے اور عمرو بن لحی کو جہنم میں دیکھنا وغیرہ سے جنت یا دوزخ میں روح کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے۔ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دے دیں اور بتادیں کہ روح کا اصل مقام کہاں ہے؟ (وقار علی، لاہور)

الجواب حدیث براء اور دیگر احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اعادۂ روح برزخی ہے۔ دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ (ص ۴۵۰)

اور عمرو بن لحی والا واقعہ بھی برزخی ہے۔ قبر کا تعلق جنت یا جہنم سے عالم برزخ میں قائم ہے جسے ہم دنیا میں محسوس نہیں کر سکتے۔ [شہادت، فروری ۲۰۰۴ء]

عمرو بن لحیی دنیا کی قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا. سائل نے سوال کچھ کیا جواب گول مول آیا- اہل حدیث حضرات حدیث کا واضح متن رد کر کے کہتے ہیں کہ برزخی جسم قیاسی ہیں- دامانوی کتاب عذاب قبر میں لکھتے ہیں

موصوف کا خیال ہے کہ اس قبر میں کس طرح جنت اور جہنم پیش کی جاسکتی ہے چونکہ یہ بات ان کے ذہن سے ٹکراتی ہے اس لئے وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ ہم نے بخاری و مسلم کے حوالے سے عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی پیش کی ہے کہ میت پر صبح و شام جنت اور جہنم کو پیش کیا جاتا ہے۔اس روایت کو موصوف نے بھی توحید خالص دوسری قسط ص ۳۳ پر پیش کیا ہے جیسا کہ صحیح احادیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ بلاشبہ میت پر اس کا ٹھکانہ جنت یا جہنم پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اس کی وضاحت ایک اور طرح سے کرتے ہیں۔ چنانچہ جناب عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوگیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ ’’ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں طویل قیام فرمایا۔ (اس حدیث میں یہ بھی ہے) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کی حالت میں) ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے تھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ پیچھے کی جانب ہٹ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں نے جنت کو دیکھا اور اس کے ایک درخت سے انگور کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو بلاشبہ تم جب تک دنیا میں رہتے اس میں سے کھاتے پھر میں نے دوزخ کو دیکھا اور آج کے دن کے برابر کوئی منظر ایسا خوفناک میری نظر سے نہیں گزرا اس (جہنم) میں میں نے عورتوں کو زیادہ پایا...‘‘۔

بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنت اور جہنم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت میں پیش کیا گیا اور جنت تو اسقدر قریب آگئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں سے انگور کا خوشہ توڑنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا۔ جب جنت و جہنم مصلے پر پیش ہو سکتی ہیں (حالانکہ صحابہ کرامؓ نے انہیں نہیں دیکھا تھا) تو قبر میں کیوں پیش نہیں ہو سکتی۔ اصل بات ایمان کی ہے جو شخص غیب پر ایمان رکھے گا تو وہ لازماً ان حقیقتوں کو تسلیم کرے گا اور جو شخص بن دیکھے ایمان کا قائل ہی نہ ہو تو بہر حال آج نہیں تو کل وہ ضرور ان تمام حقائق پر ایمان لے آئے گا مگر اس وقت وہ ایمان اسے فائدہ نہیں دے گا۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں عُرِضَتْ عَلَی النَّارُ۔ یعنی مجھ پر جہنم پیش کی گئی (مشکوٰۃ ص ۴۵۶) اس واقعہ کو عائشہؓ اور اسماء بنت ابی بکر بھی بیان کرتی ہیں اور جسمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد پہلی مرتبہ عذاب قبر کا تذکرہ فرمایا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

جنت و جہنم اگر روز پیش کی جائے تو اس واقعہ کی کیا اہمیت ہاں دینا میں یہ ایک دفعہ ہوا جس دن ابراہیم کی وفات ہوئی اسی لئے اس کی اہمیت ہے. دوسرے اس دن پہلی دفعہ عذاب قبر کا بتایا گیا تو ظاہر ہے اسی کا منظر البرزخ سے دکھایا گیا نہ کہ دنیا کی کسی قبر کا

داما نوی عذاب القبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

موصوف نے پانچویں دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے کہ ان کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے لیکن جیسا کہ واضح کیا گیا ہے کہ قیاس سے کوئی چیز ثابت نہیں کی جاسکتی بلکہ ایسا قیاس، قیاس مع الفارق ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اسحاق بن منصور بن بہرام،ابو یعقوب المروزی، المعروف بالکوسج المتوفی ۲۵۱ھ) امام اسحاق بن راہویہ (امام بخاری کے استاد) سے پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچے کہاں ہیں ؟اس پر امام اسحاق بن راھویہ المتوفی ۲۳۸ھ کہتے ہیں

وأما أولاد المسلمين فإنهم من أهل الجنة
مسلمانوں کی اولادیں اہل جنت میں ہیں

رفیق طاہر اعادہ روح اور عذاب قبر و برزخ میں لکھتے ہیں

اسی طرح ایک حدیث صحیح بخاری کے حوالے سے پیش کرتے ہیں کہ نبی نے اپنے بیٹے ابراہیم کے بارے میں فرمایا: اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سال کے تھے نبی کے بیٹے ابراہیم۔ نبی نے ان کا جنازہ نہیں پڑھایا، بغیر جنازہ پڑھائے ان کو دفن کر دیا....۔ لیکن کیا یہ کہا ہے کہ ابراہیم کی روح کو دودھ پلانے والی ہے؟ یہ تو نہیں نہ کہا! ابراہیم, ابراہیم کی روح کا نام نہیں ہے، روح اور جسم کے مجموعے کا نام ہے۔اور معلوم ہے کہ قبر روضۃ من ریاض الجنتہ ہوتی ہے، مؤمن کے لیے جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بن جاتی ہے اور کافر کے لیے "حفرۃ من حفر النار" جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے۔ تو اشکال کس چیز کا ہے؟ مؤمن کی قبر کو تا حد نگاہ وسیع کر دیا جاتا ہے

موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابراہیم جو البقیع میں قبر میں دفن ہیں، اسی قبر میں ایک دودھ پلانے والی بھی ہے۔ افسوس مطلب براری کے لئے خوب سمجھ کر حدیث کا واضح مفہوم تبدیل کیا ہے۔ حدیث کا یہ مفہوم کسی بھی شارح نے نہیں کیا

مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح کے المؤلف علی بن (سلطان) محمد، ابو الحسن نور الدین الملا الہروی القاری (المتوفى: 1014ھ) لکھتے ہیں

فِيهِ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ أَنَّ أَرْبَابَ الْكَمَالِ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي الْحَالِ عُقَيْبَ الِانْتِقَالِ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ الْمَوْعُودَةَ مَخْلُوقَةٌ مَوْجُودَةٌ

اس میں واضح دلیل ہے کہ ارباب کمال ، انتقال کے فورا بعد جنّت میں داخل ہوتے ہیں اور یہ کہ بے شک جنّت موجود ہے مخلوق ہے

عمدة القاری شرح صحیح البخاری میں العینی (المتوفى: 855ھ) لکھتے ہیں

وَفِي (صَحِيح مُسلم) : قَالَ عَمْرو: فَلَمَّا توفّي إِبْرَاهِيم قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِن إِبْرَاهِيم ابْني وَإنَّهُ مَاتَ فِي الثدي وَإِن لَهُ لظئرين يكملانَ إرضاعه فِي الْجنَّة

اور صحیح مسلم میں ہے: عمرو نے کہا: جب ابراہیم کی وفات ہوئی تو رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم نے کہا: بے شک ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پیتے بچے کی عمر میں مرا ہے اور بے شک اس کے لئے دودھ پلانے والی ہے جو جنت میں اس کی رضاعت پوری کرائے گی

إرشاد الساري لشرح صحيح البخاری میں القسطلانی (المتوفى: 923ھ) لکھتے ہیں

وفی مسند الفریابی: إن خدیجة، رضی الله عنہا، دخل علیہا رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، بعد موت القاسم، وہی تبکی، فقالت: یا رسول الله، درت لبینة القاسم، فلو کان عاش حتی یستکمل الرضاعة لہوّن علیّ؟ فقال: إن لہ مرضعًا فی الجنة یستکمل رضاعتہ، فقالت: لو إعلم ذلک لہوّن علّی، فقال: إن شئت إسمعتک صوتہ فی الجنة. فقالت: بل إصدّق الله ورسولہ.

اور مسند الفریابی میں ہے: بے شک قاسم کی موت کے بعد خدیجة، رضی الله عنہا کے پاس رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آئے اور وہ رو رہی تھیں پس انہوں نے کہا: یا رسول الله مجھ پر (یہ دکھ) آسان ھو جاتا اگر، بیٹا قاسم اگر زندہ رہتا تو رضاعت پوری کر لیتا۔ پس آپ نے کہا: اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہے جو اس کی رضاعت مکمل کرائے گی۔ پس خدیجة، رضی الله عنہا نے کہا اگر مجھے یہ پتا ہو تو آسان ھو جائے۔ پس رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کہا اگر ان چاہو تو میں تم کو جنت میں اس کی آواز سنوا دوں۔ پس انہوں نے کہا: میں الله اور اس کے رسول کی تصدیق کرتی ہوں۔

منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری کے المؤلف، حمزة محمد قاسم لکھتے ہیں

فقه الحديث: دل هذا الحديث على ما يأتي: أولاً: فضل إبراهيم عليه السلام، وأنه يحيى في الجنة حياة برزخية كالصديقين والشهداء، ويرزق كما يرزقون، ويتمثل رزقه في ذلك اللبن الذي يرضعه من مرضعته في الجنة، ثانياً: قال النووي: أجمع من يعتد به من علماء المسلمين على أن من مات من أطفال المسلمين فهو من أهل الجنة

حدیث کی فقہ: یہ حدیث دلالت کرتی ہے ... اول: إبراهيم کی فضیلت، اور یہ کہ وہ جنّت میں زندہ ہیں شہداء اور صدیقین جیسی حیات برزخی کے ساتھ، اور ان کو بھی رزق ملتا ہے جسے آوروں کو ملتا ہے ، اور ان کا رزق دودھ جیسا ہے جو جنت کی دودھ پلانے والی دیتی ہے .
دوئم: نووی کہتے ہیں : مسلم علماء کا اجماع ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے مسلم بچے اہل جنّت میں سے ہیں
اوپر دی گئی کتابوں کے حوالوں سے واضح ہے کہ سب اس سے جنت ہی مانتے ہیں نہ کہ قبر

باقی رہی روایت کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اور جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے تو وہ ایک موضوع روایت ہے جس کی تفصیل رسالے عذاب البرزخ میں دیکھی جاسکتی ہے

البانی ضعیف سنن الترمذی میں اس روایت کو ضعیف جدا یعنی بہت کمزور روایت کہتے ہیں. ایسی ہی ایک روایت کو سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وأثرہا السیئ فی الأمۃ میں گھڑی ہوئی کہتے ہیں

دامانوی عذاب القبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں
موصوف نے پانچویں دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے کہ ان کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے لیکن جیسا کہ واضح کیا گیا ہے کہ قیاس سے کوئی چیز ثابت نہیں کی جاسکتی بلکہ ایسا قیاس، قیاس مع الفارق ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اصل میں اس روایت کی باطل تاویل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ برزخی جسم ثابت کرتی ہے. روح کو غذا کی حاجت نہیں. اس روایت سے صریحا جسد ہی بنتا ہے جو دودھ پیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو قیاس کہا جا رہا ہے جبکہ یہ قیاس نہیں. قیاس تو دین میں ان مسائل پر کیا جاتا ہے جن کی کوئی دلیل قرآن، حدیث اور اثر میں نہ ھو جبکہ جسد کی طرف واضح اشارہ اس حدیث میں موجود ہے
معلوم ہوا برزخ مقام نہیں زمانہ ہے اور برزخی جسم قیاس ہے جس کا ذکر صرف ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے

دیکھتے ہیں سچ کیا ہے

اہل حدیث عالم اسمٰعیل سلفی المتوفی ۱۹۶۸ع نے بھی برزخی جسد کا کتاب مسئلہ حیات النبی میں ذکر کیا

آنحضرت ﷺ نے حضرت یونس علیہ السلام کو احرام باندھے شتر سوار تلبیہ کہتے سنا۔ دجال کو بحالتِ احرام حج کے لیے جاتے دیکھا۔ عمرو بن لحی کو جہنم میں دیکھا۔ یہ برزخی اجسام ہیں اور کشفی رویت ہیں۔ اگر اسے دنیوی حیات سے تعبیر کیا جائے جو دجال ایسے خبیث لوگوں کو بھی حاصل ہوئی تو انبیا کی فضیلت کیا باقی رہی۔ انبیا کی حیات اہل سنت کے نزدیک شہدا سے بھی بہتر اور قوی تر ہے۔ برزخ میں عبادت، تسبیح، تہلیل اور رفعت درجات ان کو حاصل ہے اور بعض واقعات صرف مثالی ہیں جو آنحضرت ﷺ کو آیاتِ کبریٰ کے طریق پر دکھائے گئے۔ ان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یونس علیہ السلام کو احرام باندھے شتر سوار تلبیہ کہتے سنا دجال کو بحالت احرام کے لیے جاتے دیکھا عمرو بن لحیٰ کو جہنم میں دیکھا یہ برزخی اجسام ہیں اور کشفی رویت ہیں

یہ بھی لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج پر انبیاء کی امامت کی اور انبیاء برزخی جسموں کے ساتھ تھے

دوسرا مسلک یہ ہے کہ برزخ سے ان ارواح کو مماثل اجسام دیے گئے اور ان اجسام نے بیت المقدس میں شب اسراء میں ملاقات فرمائی

''آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس میں ملائکہ کو نماز پڑھائی اور وہاں انبیا علیہم السلام کی روحیں لائی گئیں۔'' دنیوی زندگی کا یہ غلط دعوی مصیبت ہو گیا ہے اور احادیث میں تطبیق ناممکن۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ برزخ میں ان ارواح کو مماثل اجسام دیے گئے اور ان اجسام نے بیت المقدس میں یا شب اسراء میں ملاقات فرمائی ان کا ذکر بھی حافظ ابن حجر فتح الباری (پ ۱۵ ص ۴۰۹ جلد ۳) میں فرماتے ہیں:

((ان ارواحھم مشکلة بشکل اجسادھم کما جزم بہ ابو الوفا ابن عقیل۔)) اھ

کے لیے ہے، روح کے لئے بعد نہیں، معراج کی متواتر احادیث کیا آپ کے پیش نظر نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جا بجا اہل برزخ کو دیکھا، ان کو راحت کی حالت میں بھی دیکھا، انبیاء کی امامت بھی کرائی، ان سے کلام ہوئی حالانکہ وہ برزخ میں تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تھے، گو اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ مسجد اقصیٰ میں انبیاءؑ کے ارواح حاضر ہوئے یا روح مع الجسم، میں ذاتی طور پر امر ثانی کا قائل ہوں۔ دیکھیے حضرت موسیٰؑ سے کتنا فیض ہوا! کہ پچاس کی جگہ پانچ نمازیں
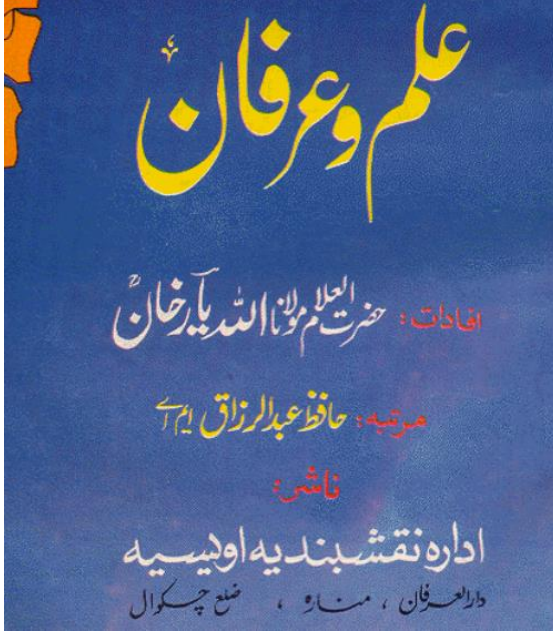
مولانا اسمٰعیل سلفی کتاب مسئلہ حیات النبی میں علامہ الوسی کا مسلک لکھتے ہیں

حافظ ابن جریر کی تصریح:

حافظ ابن جریر سورۂ بقرہ کی تفسیر میں اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ برزخی زندگی تو سب کے لیے ہے، پھر شہدا کی خصوصیت کیا ہے؟

"إنهم مرزوقون من مآكل الجنة ومطاعمها في برزخهم قبل بعثهم، ومنعمون بالذي ينعم به داخلوها بعد البعث من سائر البشر من لذيذ مطاعمها الذي لم يطعمها الله أحدا في برزخه قبل بعثه" [1] اهـ (ابن جرير: ٢/ ٢٤)

''شہداء کو جنت کے لذیذ کھانے برزخ ہی میں ملیں گے، دوسرے لوگوں کو یہ انعامات برزخ کے بعد جنت میں ملیں گے۔''

یعنی شہداء کی زندگی برزخی ہے دنیوی نہیں، ان کا برزخ جنت کی نظیر ہے، جنت کے لذائذ ان کو قبر ہی میں مرحمت فرمائے جائیں گے۔ یہی مزیت ہے جسے حیات سے تعبیر فرمایا اور انھیں میت کہنے سے روکا گیا ہے۔

دیکھئے مسلک ہے کہ شہدا کا برزخ میں جسم ہے جو دنیا سے ملتا جلتا ہو گا

الوسی باقاعدہ برزخی جسم کا لفظ استعمال کرتے ہیں مولانا سلفی ترجمہ کرتے ہیں

"وعندي أن الحياة في البرزخ ثابتة لكل من يموت من شهيد وغيره، وأن الأرواح وإن كانت جواهر قائمة بأنفسها مغايرة لما حس به من البدن لكن لا مانع من تعلقها ببدن برزخي مغاير لهذا البدن الكثيف" (ص: ٦١، پ٢)

یعنی حیات برزخی سب کے لیے ثابت ہے، شہید اور دوسرے سب اس میں شامل ہیں، ارواح قائم بالذات ہیں (مذہب اہل سنت) اس محسوس دنیوی بدن سے مغایر ہیں، لیکن برزخی جسم سے تعلق میں کوئی مانع نہیں، یہ دنیوی کثیف بدن سے مختلف ہے۔

ارواح کا تعلق برزخی جسم سے ہے جو بدن کثیف (یعنی مردہ جسد جو قبر میں ہے) سے الگ ہے

ابن حجر فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۹ میں واقعہ معراج پر لکھتے ہیں

وَأَمَّا الَّذِينَ صَلَّوْا مَعَهُ فِي بَيْتِ الْمَقْدِس فَيَحْتَمِلُ الْأَرْوَاح خَاصَّةً وَيَحْتَمِلُ الْأَجْسَادَ بِأَرْوَاحِهَا
اور بیت المقدس میں وہ انبیاء جنہوں نے نماز ادا کی ان کے بارے میں احتمال ہے وہ ارواح تھیں اور احتمال ہے کہ جسم تھے انکی روحوں کے ساتھ

ابن رجب الحنبلی الجامع لتفسیر الإمام ابن رجب الحنبلی میں لکھتے ہیں کہ

وممن رجّح هذا القولَ - أعني السؤالَ والنعيمَ والعذابَ للروح خاصةً - من أصحابِنا ابنُ عقيلٍ وأبو الفرج ابن الجوزيِّ. في بعض تصانيفهما. واستدلَّ ابنُ عقيلٍ بأنَّ أرواحَ المؤمنينَ تنعمُ في حواصل طيرٍ خضرٍ، وأرواح الكافرينَ تعذَّبُ في حواصلِ طيرٍ سود، وهذه الأجسادُ تبلَى فدلَّ ذلك على أنَّ الأرواح تعذبُ وتنعمُ في أجساد أخر...
اور جو اس قول کی طرف گئے ہیں یعنی کہ سوال و جوابِ راحت و عذاب صرف روح سے ہوتا ہے ان میں ہمارے اصحاب ابن عقیل اور أبو الفرج ابن الجوزيِّ. ہیں اپنی بعض تصنیف میں اور ابن عقیل نے استدلال کیا ہے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں نعمتیں پاتی ہیں اور کافروں کی ارواح کو کالے پرندوں میں عذاب ہوتا ہے اور یہ اجساد (جو دنیاوی قبر میں ہیں) تو گل سڑ جاتے ہیں پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ارواح کو عذاب و راحت دوسرے جسموں میں ملتی ہے

ابن إبي العزالحنفي، الأذرعي الصالحي الدمشقي (المتوفى: 792ھ) شرح العقیدۃ الطحاویۃ میں لکھتے ہیں

فَإِنَّهُمْ لَمَّا بَذَلُوا أَبْدَانَهَمْ للَّه عَزّ وَجَلَّ حَتّى أَتْلَفهَا أَعْدَاؤُهُ فيه، أَعَاضَهُمْ منْهَا فِي الْبَرْزَخِ أَبْدَانًا خَيْرًا منْهَا، تَكُونُ فيهَا إِلَى يَوْمِ الْقيَامَة، وَيَكُونُ تَنَعُّمُهَا بِوَاسطَة تلْكَ الْأَبْدَان، أَكْمَلَ منْ تَنَعُّمِ الْأَرْوَاحِ الْمُجَرَّدَة عَنْهَا
پس جب انہوں (شہداء) نے اپنے جسم اللہ کے لئے لگا دیے حتی کہ ان کے دشمنوں نے ان پر زخم لگائے، ان کو البرزخ میں اس سے بہتر جسم دیے گئے جو قیامت تک ہونگے، اور وہ نعمتیں ان بدنوں سے حاصل کریں گے، جو مجرد ارواح سے حاصل کرنے سے زیادہ کامل شکل ہے

وہابی مفتی بن باز کہتے ہیں[13]

وأرواح المؤمنين في صفة طيور تعلق في شجر الجنة، وأرواح الشهداء في أجواف طير خضر تسرح في الجنة حيث شاءت

اور مومنوں کی ارواح پرندوں کی صفت پر جنت کے درخت پر ہیں اور شہداء کی سبز پرندوں کے پیٹوں میں جنت میں اڑتی ہیں اور جہاں چاہیں جاتی ہیں

[13] http://www.binbaz.org.sa/fatawa/3442

کیا یہ تناسخ ہے؟

دامانوی صاحب اس کو تناسخ کہہ کر مذاق اڑاتے ہیں کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں کہ برزخی جسم آواگون ہے

تناسخ کیا ہے؟

وارث سرہندی صاحب لکھتے ہیں: ''تناسخ: روح کا ایک جسم سے دوسرے جسم میں آنا۔ (ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق) بار بار جنم لینا، جون بدلنا، چولا بدلنا، آواگون۔''

(جامع علمی اردو لغت ص ۴۶۹)

نیز ملاحظہ فرمائیں: رابعہ اردو لغت جدید (ص ۲۶۰)

سید قاسم محمود صاحب تناسخ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' آواگون! جون بدلنا بقول مولانا اشرف علی تھانوی ایک بدن سے دوسرے بدن کی طرف نفس ناطقہ کا انتقال۔

ہندوستان میں اس اعتقاد کے لوگ عام ہیں۔ بقول البیرونی ''جس طرح شہادت بہ کلمۂ اخلاص مسلمانوں کے ایمان کا شعار ہے، تثلیث علامت نصرانیت ہے اور سبت منانا علامت یہودیت، اسی طرح تناسخ ہندو مذہب کی نمایاں علامت ہے۔''

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''عقیدۂ تناسخ روح کے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہونے کے معنی میں متعدد شیعی فرقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔''

موصوف آخر میں لکھتے ہیں:

''تناسخ کا عقیدہ ہندومت اور مسلمانوں کے علاوہ بدھ مت، قدیم یونانیوں اور دنیا کے دیگر مذاہب واقوام کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔ اسلام کی صحیح تعلیمات اس عقیدے کی مخالف ہیں اور واضح طور پر اس کی تردید کرتی ہیں۔'' (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۵۳۴)

برزخی قبر کی طرح تناسخ کا عقیدہ بھی ہندوؤں کے علاوہ متصوفین یا مسلمانوں کے بعض فرقوں شیعہ وغیرہ میں پایا جاتا ہے اور وہاں سے ڈاکٹر موصوف نے اس عقیدے کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ فاعتبروا یا أولی الأبصار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالات الحدیث

ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع شدہ تحقیقی و علمی مضامین کا مجموعہ

(۲۰۰۴ء تا ۲۰۱۰ء)

تحقیق ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ الحدیث حضرو / مکتبہ اسلامیہ

تناسخ کا تعلق اسی دنیا میں ایک جسم چھوڑ کر دوسرے میں جانا ہے جب کہ احادیث میں یہ معاملہ عالم ارواح یا برزخ کا ہے لہٰذا اس کا اس سے کیا تعلق. تناسخ دیگر ادیان میں اسی دنیا میں ہوتا ہے دوئم ڈاکٹر عثمانی ۱۴۰۰ سال میں پہلی شخصیت نہیں جو یہ کہہ رہی ہے ابن عقیل اور ابن جوزی کا بھی یہی نظریہ ہے اوپر دے گئے حوالہ جات دیکھے جا سکتے ہیں. ہماری طرح، ابن جوزی بھی اسی دنیا میں تناسخ ارواح کے سخت خلاف ہیں.

اس کے لئے کتاب **تلبیس ابلیس** دیکھی جا سکتی ہے۔ لیکن جب ارواح کے لئے عالم البرزخ میں نئے جسموں کی بات اتی ہے تو **صید الخاطر** میں لکھتے ہیں

وقوله: "فِي حَوَاصل طَيْرٍ خُضْرٍ" دليل على أن النفوس لا تنال لذة إلا بواسطة، إن كانت تلك اللذة لذة مطعم أو مشرب، فأما لذات المعارف والعلوم، فيجوز أن تنالها بذاتها مع عدم الوسائط

اور قول کہ (شہداء کی ارواح) سبز پرندوں کے پیٹوں میں (ہیں) تو یہ دلیل ہے کہ بے شک ارواح لذّت نہیں لیتیں الا یہ کہ کوئی واسطہ ہو اگر یہ لذّت کھانے پینے کی ہو، لیکن اگر یہ معارف و معرفت کی لذتیں ہوں تو جائز ہے کہ یہ لذّتیں واسطے کے بغیر لی جائیں

نعمان الوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی میں لکھتے ہیں

وعندي أن الحياة في البرزخ ثابتة لكل من يموت من شهيد وغيره، وأن الأرواح- وإن كانت جواهر قائمة بأنفسها- مغايرة لما يحس به من البدن لكن لا مانع من تعلقها ببدن برزخي مغاير لهذا البدن الكثيف، وليس ذلك من التناسخ الذي ذهب إليه أهل الضلال

اور میرے نزدیک البرزخ میں زندگی ثابت ہے ہر ایک شہید کے لئے اور دوسروں کے لئے بھی اور اگرچہ روح ایک جوہر قائم ہے جو اس محسوس دنیاوی بدن سے الگ ہے لیکن روح کا ایک دوسرے برزخی بدن سے تعلق ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے جو بدن کثیف (مردہ لاش جو قبر میں ہے) سے الگ ہے اور یہ تناسخ نہیں جس کی طرف گمراہ لوگوں کا مذہب ہے

ابن أبي العز الحنفي، الأذرعي الصالحي الدمشقي (المتوفى: 792هـ) شرح العقيدة الطحاوية میں لکھتے ہیں

فَإِنَّهُمْ لَمَّا بَذَلُوا أَبْدَانَهَمْ للَّه عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى أَتْلَفَهَا أَعْدَاؤُهُ فيه، أَعَاضَهُمْ منْهَا فِي الْبَرْزَخِ أَبْدَانًا خَيْرًا منْهَا، تَكُونُ فيهَا إِلَى يَوْمِ الْقيَامَة، وَيَكُونُ تَنَعُّمُهَا بوَاسطَة تلْكَ الْأَبْدَان، أَكْمَلَ منْ تَنَعُّمِ الْأَرْوَاحِ الْمُجَرَّدَة عَنْهَا

پس جب انہوں (شہداء) نے اپنے جسم اللہ کے لئے لگا دیے حتیٰ کہ ان کے دشمنوں نے ان پر زخم لگائے، ان کو البرزخ میں اس سے بہتر جسم دیے گئے جو قیامت تک ہونگے، اور وہ نعمتیں ان بدنوں سے حاصل کریں گے، جو مجرد ارواح سے حاصل کرنے سے زیادہ کامل شکل ہے

آج کل کے وہابی اور انکے خوشہ چین اہل حدیث برزخی جسم کے متقدمین کے عقیدے کو چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ گویا یہ چند سال پہلے گزرنے والے ڈاکٹر عثمانی کی ایجاد ہے۔ یہ پروپیگنڈا بھی کرتے ہیں کہ یہ قادیانی دجال کا عقیدہ تھا لیکن اسی پنجاب میں عالم اسمٰعیل سلفی بھی گزرے ہیں ان کا عقیدہ بیان نہیں کرتے

مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاوی اہل حدیث ج اول میں جواب دیتے ہیں

سوال: بعد دفن بوقت حساب کتاب قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہے یا ایک کو۔

چودھری رحیم بخش نظام آباد

جواب: اس کی تشریح مجھے یاد نہیں آتا ہے کہ بفعل میت کو بٹھلاتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب میں جسم بھی شریک ہے اس کے بعد روح جب اپنے مقام میں چلی جاتی ہے تو اس کے لائق اس کو جسم مل جاتا ہے۔ اس جسم کے ساتھ عذاب یا راحت بھوگتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۷ جولائی ۱۹۳۳ء

روح جب اپنے مقام میں جاتی ہے تو اسکو اس کے لائق جسم مل جاتا ہے اس جسم کے ساتھ عذاب یا راحت بھوگتی ہے یہ کون کہہ رہا ہے ڈاکٹر عثمانی یا مشہور اہل حدیث عالم

دامانوی صاحب ان اجسام کو قیاس کی بنیاد پر تمثیلی کہتے ہیں اور دین الخالص قسط دوم میں لکھتے ہیں

اسس روایت سے بھی موصوف نے مرنے والوں کے لئے برزخی جسم ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ مگر

اولاً: یہ خواب کا معاملہ ہے جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں اور خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی تمثیلی شکلیں دکھائی گئی تھیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب یہ خواب دیکھا کہ وہ اپنے لڑکے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ مگر حضرت اسمٰعیلؑ کو اس بات کا پتہ اس وقت چلا جب ان کے والد بزرگوار نے اپنے خواب کا تذکرہ ان سے کیا۔ دراصل خواب میں حضرت اسمٰعیلؑ ان کو مثالی شکل میں نظر آئے تھے خود اصل حضرت اسمٰعیلؑ نہیں تھے۔ اور خود موصوف نے اتقوا اللہ میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے خطیبوں (مولویوں) کو دیکھا کہ وہ آگ کی قینچیوں سے اپنے ہونٹوں کو کتر رہے ہیں حالانکہ یہ مولوی حضرات اس وقت تک دنیا میں آئے بھی نہیں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیز تمثیلی شکل میں دکھائی گئی تھی۔

یہ کیسے پتا چلا کہ یہ اجسام تمثیلی تھے اس قیاس کی دلیل کیا ہے؟ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی شخص کو برا خطیب بھی قرار دیا ہے

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

برزخی اجسام کا ثبوت؟ حدیث میں یہ وضاحت موجود ہو کہ قبض روح کے بعد ارواح کو برزخی اجسام میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ روح کے قبض ہونے کا ذکر واضح طور پر قرآن و حدیث میں موجود ہے، اسی طرح ارواح کے دوبارہ نئے برزخی اجسام میں ڈالے جانے کا ذکر بھی کسی حدیث سے واضح کیا جائے۔ اور اگر وہ ایسا ثبوت پیش نہ کر سکیں تو سمجھ لیں کہ وہ جھوٹے ہیں

اسی جسم کو بعض لوگ مثالی جسم بولتے ہیں مثلا مولانا ثناء اللہ فتوی میں کہتے ہیں

۴ر مارچ ۱۹۳۲ء

کیا۔

سوال: فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے چند ایسے لوگوں کو جن کے منہ میں خون بھرا ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نیز فرمایا کہ جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن تمام مخلوق سے حساب و کتاب لینے کے بعد اپنے اپنے اعمال کے مطابق دوزخ یا جنت میں بھیجے گا۔ تو یہ لوگ جن کو آپ نے معراج میں دیکھا تھا۔ کون تھے جو ابھی سے دوزخ میں بھیجے گئے اور اپنے بداعمال کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ نیز اگر دوزخ میں گنہگار ہیں تو جنت میں بس نیک لوگ بھیجے گئے ہوں گے جو ابھی تک وہاں آرام سے بسر کرتے ہوں گے۔

جواب: جس روز آنحضرتؐ نے دیکھا۔ اس سے پہلے جو لوگ ایسے گذر چکے تھے۔ ان کو دیکھا تھا۔ بعض اکابر (مثل شاہ ولی اللہؒ قدس سرہ) عالم مثال کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک عالم مثال میں ہر چیز کی تمثال ہے۔ وہ بعینہٖ اصل کی طرح ہے۔ آنحضرتؐ نے اسی تمثال کو دیکھا تھا۔ اس کی حکایت فرمائی ہے جو اصل کے حکم میں ہے۔ اللہ اعلم۔

۱۱ر مارچ ۱۹۳۲ء

اب یہ نہیں کہیے گا کہ مولانا ثناء اللہ امر تسری قادیانی تھے کیونکہ یہ سن ۱۹۳۴اور ۱۹۳۲ میں جواب دے گئے ہیں۔

سن ۱۹۷۲ میں اس فتوی کو احسان الہی ظہیر کی نگرانی میں شائع کیا گیا اس وقت تک ڈاکٹر عثمانی تحقیق کر رہے تھے اور ہماری طرف سے برزخی جسم کا عقیدہ پیش نہیں کیا گیا تھا

ابو جابر دامانوی مقالات حدیث میں ایک مضمون میں لکھتے ہیں

معلوم ہوا کہ موصوف سے پہلے نئے جسم کا تصور مرزا قادیانی نے پیش کیا اور وہاں سے اسمگل کر کے موصوف نے اس جدید تحقیق کو لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔

نہیں بھائی یہ نظریہ تو تقسیم ہند سے پہلے سے اہل حدیث علماء پیش کرتے آ رہے ہیں

غیر مقلدین کے شمارہ محدث سن ۱۹۸۴ میں مضمون روح عذاب قبر اور سماع الموتی مضمون میں عبد الرحمان کیلانی لکھتے ہیں

موت کے بعد شہداء اور عام انسانوں میں دوسرا فرق یہ ہے کہ شہداء کو جنت میں سبز پرندوں کا جسم عطا ہوتا ہے اور یہ جسم حقیقی اور مستقل ہوتا ہے

ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں اوپر دے گئے تمام علماء پر بہ جنبش قلم کفر کا فتوی لگاتے ہیں

کیا عالم برزخ میں روحوں کو نئے اجسام ملتے ہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح کو ایک نیا برزخی جسم ملتا ہے اور یہی وہ جسم ہے جو قیامت تک راحت ولذت کے تمام مراحل سے گزرتا ہے۔ روح کو ملنے والا یہ نیا برزخی جسم ایسا ہے کہ اگر اس کو ریزہ ریزہ بھی کر دیا جائے تو یہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں لوٹ آتا ہے۔

جواب اسے کہتے ہیں "کرے کوئی اور بھرے کوئی" دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مشقتیں یہ جسد عنصری برداشت کرے اور جب جزا کا وقت آئے تو وہ کسی نئے جسم کو دے دی جائے۔ یا دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے لذتیں دنیاوی جسم اٹھائے اور قبر میں سزا کوئی دوسرا بدن برداشت کرے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

کتاب وسنت میں یہ کہیں بھی نہیں کہ برزخ میں ہر نیک و بد روح کو کوئی نیا برزخی جسم مل جاتا ہے لہٰذا یہ عقیدہ سراسر کتاب وسنت کے منافی ہے، اسی لیے اسے اہل سنت میں سے بھی کسی نے اختیار نہیں کیا۔

یہ عقیدہ دراصل مرزا غلام احمد قادیانی متنبی کا ہے جسے وہ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

افسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ سے بغض نے ان کو کس مقام پر لا کھڑا کیا ہے

ہمارا مشورہ ہے کہ حضرت پہلے اپنی کتابیں تو ٹھیک طرح پڑھ لیں اس کے بعد مبارزت طلبی کیجئے گا

ابو جابر اپنے مضمون دو زندگیاں اور دو موتیں میں لکھتے ہیں

موصوف کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد ہر انسان کو ایک نیا جسم دیا جاتا ہے جسے موصوف برزخی جسم قرار دیتے ہیں اور روح کو اس جسم میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر اس مکمل انسان کو قیامت تک راحت یا عذاب کے مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ عذاب کے نتیجے میں یہ جسم ریزہ ریزہ بھی ہو جاتا ہے اور پھر جب یہ جسم دوبارہ درست ہو جاتا ہے تو اس جسم میں دوبارہ روح کو ڈال دیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بار بار اعادۂ روح ہوتا رہتا ہے اور ثواب و عذاب کا یہ سلسلہ قیامت تک رہتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جسم چاہے نیا ہو یا پرانا، برزخی ہو یا عنصری، اگر روح اس میں ڈال دی جائے تو یہ ایک زندہ انسان ہو جائے گا اور مرنے والے کو ایک کامل و مکمل زندگی حاصل ہو جائے گی اور جب قیامت آئے گی تو پھر نیا جسم فوت ہو جائے گا اور پرانا جسم دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ موصوف کی اس وضاحت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ موصوف میت (مردہ) کے عذاب

کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ کے عذاب کے قائل ہیں اور مرنے کے بعد ان کے بقول روح کو ایک نئے جسم کے ساتھ زندگی دی جاتی ہے۔

قارئیں اپ نے دیکھا کہ کس طرح تلبیس کی گئی موصوف لکھتے ہیں جسم چاہے نیا ہو یا پرانا برزخی ہو یا عنصری اگر اس میں روح آئے تو ایک زندہ انسان ہے یہ سراسر دھوکہ وفریب ہے اور حق میں تلبیس ہے مولانا ثنااللہ امر تسری کہہ رہے ہیں روح کو نیا جسم ملتا ہے اسمٰعیل سلفی کہہ رہے ہیں روح کو نیا جسم ملتا ہے نعمان الوسی کہہ رہے ہیں نیا جسم ملتا ہے یہی ڈاکٹر عثمانی کہہ رہے ہیں اور یہ نیا جسم جسد عنصری نہیں جو گل سڑ جاتا ہے لہٰذا دو زندگی اور دو موتوں والا جسم الگ ہے اور برزخی جسم الگ ایک عالم ارواح میں ہے اور ایک عالم ارضی میں

ڈاکٹر عثمانی تو صاف لکھ رہے ہیں

ثابت ہوا کہ ان کو کوئی دوسرا قیامت تک باقی رہنے والا عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا ہے۔ جسدِ عنصری وہ بہر حال نہیں ہے

ابو جابر اسی مضمون میں دوسراا اعتراض لکھتے ہیں

پھر حیرت اس بات پر ہے کہ جرائم جسم عنصری کرے اور عذاب نئے برزخی جسم کو دیا جائے !!! یہ کیا بوالعجبی ہے اور کیا جہالت ہے ؟؟

یہ بھی غلط اعتراض ہے مسلم کی حدیث میں اتا ہے کہ روز محشر انسان کا جسم مختلف ہو گا

کافر کا جہنمی جسم دیکھئے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کافر کا دانت یا اس کی کچلی احد پہاڑ کے برابر ہو گی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت ہو گی (یعنی تین دن تک چلنے کی مسافت پر اس کی کھال کی بدبو پہنچے یا اس کی موٹائی اتنی ہو گی جتنا تین دن میں سفر کیا جائے)۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کافر کے دونوں کندھوں کے بیچ میں تیز رو سوار کے تین دن کی مسافت ہو گی۔
ان احادیث سے پتا چلا کہ جنتی اور جہنمیوں کے اجسام اس دنیا جیسے نہیں بلکہ بہت بڑے ہو نگے

دوسری طرف یہ جہنمی اجسام مسلسل تبدیل ہو نگے اور ان پر نئی کھال آئے گی

قرآن ہی میں ہے کہ جہنمیوں کو آگ کا عذاب ہو گا اور جب ان کی کھالیں جلیں گی تو نئی کھالیں آ جائیں گی — اس طرح تو ان نئی کھالوں نے کون سے گناہ کیے ہوں گے جو ان کو جلایا جائے گا — جس طرح یہ نئی کھالیں عذاب چکھانے میں استعمال ہو نگی اسی طرح برزخی جسم بھی البرزخ میں عذاب کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ بعض جہلاء کہتے ہیں یہ تو روز مرہ کا معمول ہے ہاتھ جلتا ہے تو نئی کھال آتی ہے — ہاتھ کٹتا ہے تو کھال جڑتی ہے گویا کہ ان کے نزدیک یہ آیت کوئی خاص بات بیان نہیں کر رہی۔ ان جاہلوں کو علم نہیں کہ آیات میں بہت عظیم نشانی ہے کہ جب انسان کی کھال جل جائے اور وہ تھرڈ ڈگری تک ہو تو جلنے پر کھال نہیں اتی بلکہ جسم کے دیگر حصوں سے پیوند کاری کرنا پڑتی ہے — بعض اوقات کسی اور کی کھال سے بھی یہ پیوند کاری کرنا پڑتی ہے۔ اسی طرح کسی اور کی آنکھ بھی لگائی جا سکتی ہے

لہٰذا ابو جابر دامانوی کا یہ اعتراض کہ گناہ کسی جسم نے کیے اور عذاب دوسرے جسم کو ہو غلط ہے بالکل احمقانہ اور خلاف قرآن و حدیث ہے ان کو چاہیے حدیث جیسی آئی ہیں ویسی ہی مانیں نہ کہ ان پر ناعقلی والے اعتراضات کریں

مسند احمد کی روایت ہے جس کو شعیب صحیح کہتے ہیں
وَعُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ، فَجَعَلْتُ أَنْفُخُ خَشْيَةَ أَنْ يَغْشَاكُمْ (2) حَرهَا، وَرَأَيْتُ فيهَا سَارِقَ بَدَنَتَيْ رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَيْتُ فيهَا أَخَا بَنِي دَعْدَعٍ، سَارِقَ (3) الْحَجِيجِ، فَإِذَا فُطِنَ لَهُ قَالَ: هَذَا عَمَلُ الْمِحْجَنِ، وَرَأَيْتُ فيهَا امْرَأَةً طَوِيلَةً سَوْدَاءَ حِمْيَرِيَّةً، تُعَذَّبُ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا، فَلَمْ تُطْعِمْهَا (4) وَلَمْ تَسْقِهَا، وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ، حَتَّى مَاتَتْ
رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جہنم کو پیش کیا گیا ... اس میں میں بَنِي دَعْدَعٍ کے بھائی کو دیکھا حاجیوں کا سامان چوری کرنے والا .. اور ایک لمبی عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا یہاں تک مر گئی

صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ یہ چوری کرنے والا کہتا ہے
."وَيَقُولُ: إِنِّي لَا أَسْرِقُ، إِنَّمَا يَسْرِقُ الْمِحْجَنُ، فَرَأَيْتُهُ فِي النَّارِ مُتَّكِئًا عَلَى مِحْجَنِهِ
میں نے چوری نہیں کی ... لیکن یہ اس لاٹھی سے ٹیک لگائے ہوئے ہے جس سے یہ چوری کرتا تھا

یہ شخص لاٹھی سامان میں اٹکا کر چوری کرتا تھا لہذا اسی لاٹھی سے جہنم میں اب بھی ٹیک لگائے ہوئے ہے

ظاہر ہے یہ جسم کی علامت ہے کہ اس کو لاٹھی پر روکا ہوا ہے

اسی طرح بلی ہے جو عورت پر جھنپٹی ہے اس کو نوچتی ہے
فَهِيَ إِذَا أَقْبَلَتْ تَنْهَشُهَا، وَإِذَا أَدْبَرَتْ تَنْهَشُهَا صحیح ابن حبان

یہ بھی برزخی جسم کی خبر ہے- اب یہ سوچنے کا مقام ہے بلی بے چاری مری تو مری جہنم میں بھی چلی گئی
مولوی کہتے ہیں برزخی جسم نہیں ہو سکتا ورنہ کرے کوئی بھرے کوئی ہو جائے گا
تو بھلا بتاو یہ بلی جہنم میں کیوں ہے ؟

برزخی جسم کا ذکر یعنی ایک نیا بدن یا روح سے نعمت و عذاب پانا

یہ عقیدہ بہت سے علماء کا ہے اور یہ عقیدہ اہل سنت کا ہی ہے

فقیہ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ خَالِد کی رائے

تاریخ اسلام از الذھبی میں ان کا ترجمہ ہے

عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ خَالِدِ الْجُمَحِيُّ مَوْلاهُمْ، الْمِصْرِيُّ الْفَقِيهُ، أَبُو يَحْيَى. [الوفاة: 161 - 170 ه]

مَنْ قُدَمَاءِ أَصْحَابِ مَالِك، وَكَانَ مَالِكٌ مُعْجَبًا بِهِ وَبِفَهْمِهِ، وَهُوَ أَوَّلُ [ص:438] مَنْ أَدْخَلَ مِصْرَ فِقْهَ مَالِك، وَبِهِ تَفَقَّهَ ابْنُ الْقَاسِمِ قَبْلَ رِحْلَتِهِ إِلَى مَالِك، وَكَانَ من الصالحين.رَوَى عَنْهُ: اللَّيْثُ بْنِ سَعْد، وَرِشْدِينَ، وَابْنِ وَهْبِ.وَمَاتَ شَابًّا، تُوُفِّيَ سَنَةَ ثَلاثِ وَسِتِّينَ وَمِائَةٍ.

عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ خَالِدٍ الْجُمَحِيّ مَوْلاهُمُ، الْمِصْرِيَّ الْفَقِيهُ، یہ امام مالک کے اصحاب میں سے ہیں فقیہ و صالح ہیں

فقہ مالکی کی کتاب النَّوادر والزِّيادات على مَا في المدَوَّنة من غيرها من الأُمهاتِ از أبو محمد عبد الله بن (أبي زيد) عبد الرحمن النفزي، القيرواني، المالكي (المتوفى: 386هـ) **میں موجود ہے**

وذكر أصبغ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، في الْعُتْبِيَّة: أنه سمع عبد الرحيم بن خالد يقول: بلغني أن الروح له جسد، ويدان، ورجلان، ورأس، وعينان، يسل من الجسد سلا

ابْنِ الْقَاسِمِ نے الْعُتْبِيَّة میں ذکر کیا ہے کہ عبد الرحیم بن خالد نے کہا ان کو پہنچا ہے کہ روح کے لئے ایک جسم ہوتا ہے اور ہاتھ اور پیر اور سر اور آنکھیں

یعنی ابن قاسم اور عبد الرحیم بن خالد دونوں برزخی جسم کے قائل تھے

امام الاشعری

امام الاشعری (المتوفی: 324ھ) اپنی کتاب مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين **میں مسلمانوں کے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ**

واختلفوا في عذاب القبر: فمنهم من نفاه وهم المعتزلة والخوارج، ومنهم من أثبته وهم أكثر أهل الإسلام، ومنهم من زعم أن الله ينعم الأرواح ويؤلمها فأما الأجساد التي في قبورهم فلا يصل ذلك إليها وهي في القبور

اور عذاب القبر میں انہوں نے اختلاف کیا: پس ان میں سے بعض نے نفی کی اور یہ المعتزلة اور الخوارج ہیں- اور ان میں سے کچھ نے اثبات کیا ہے اور یہ اکثر اہل اسلام ہیں اور ان میں سے بعض نے گمان کیا ہے کہ یہ صرف روح کو ہوتا ہے اور جسموں کو جو قبروں میں ہیں ان تک نہیں پہنچتا

ابن جوزی

محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج (المتوفى: 763هـ) اپنی کتاب كتاب الفروع ومعه تصحيح الفروع لعلاء الدين علي بن سليمان المرداوي میں لکھتے ہیں کہ

وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيّ فِي كِتَابِهِ السِّرِّ الْمَصُونِ: الَّذِي يُوجِبُهُ الْقُرْآنُ وَالنَّظَرُ أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ وَلَا يُحِسُّ، قَالَ تَعَالَى: {وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ} [فاطر: 22] . وَمَعْلُومٌ أَنَّ آلَاتِ الْحِسِّ قَدْ فُقِدَتْ، وَأَجَابَ عَنْ خِلَافِ هَذَا بِرَدِّ الْأَرْوَاحِ، وَالتَّعْذِيبُ عِنْدَهُ وَعِنْدَ ابْنِ عَقِيلٍ عَلَى الرُّوحِ فَقَطْ

اور ابن الجوزی نے اپنی کتاب السِّرّ الْمَصُونِ میں کہا ہے کہ جو قرآن و (نقد و) نظر سے جو واجب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک میت نہ سنتی ہے نہ احساس رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے کہا (اے نبی) جو قبروں میں ہیں ان کو آپ نہیں سنا سکتے (فاطر ۲۲) اور جو پتا ہے کہ آلہ احساس کھو چکے ہیں اور عود روح ہونے پر اس کے خلاف ہو جائے گا - اور عذاب ان کے نزدیک اور ابن عقیل کے نزدیک صرف روح کو ہوتا ہے

تناسخ کا تعلق اسی دنیا میں ایک جسم چھوڑ کر دوسرے میں جانا ہے جب کہ احادیث میں یہ معاملہ عالم ارواح یا برزخ کا ہے لہٰذا اس کا اس سے کیا تعلق۔ تناسخ دیگر ادیان میں اسی دنیا میں ہوتا ہے دوئم ڈاکٹر عثمانی ۱۴۰۰ سال میں پہلی شخصیت نہیں جو یہ کہہ رہی ہے ابن عقیل اور ابن جوزی کا بھی یہی نظریہ ہے اوپر دے گئے حوالہ جات دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہماری طرح، ابن جوزی بھی اسی دنیا میں تناسخ ارواح کے سخت خلاف ہیں۔ اس کے لئے کتاب **تلبیس ابلیس** دیکھی جا سکتی ہے۔ لیکن جب ارواح کے لئے عالم البرزخ میں نئے جسموں کی بات اتی ہے تو **صید الخاطر** میں لکھتے ہیں

وقوله: "فِي حَوَاصِلِ طَيْرٍ خُضْرٍ" دليل على أن النفوس لا تنال لذة إلا بواسطة، إن كانت تلك اللذة لذة مطعم أو مشرب، فأما لذات المعارف والعلوم، فيجوز أن تنالها بذاتها مع عدم الوسائط

اور قول کہ (شہداء کی ارواح) سبز پرندوں کے پیٹوں میں (ہیں) تو یہ دلیل ہے کہ بے شک ارواح لذّت نہیں لیتیں الا یہ کہ کوئی واسطہ ہو اگر یہ لذّت کھانے پینے کی ہو، لیکن اگر یہ معارف و معرفت کی لذتیں ہوں تو جائز ہے کہ یہ لذّتیں واسطے کے بغیر لی جائیں

ابن عقیل

ابن عقیل کی رائے کا ذکر ابن الجوزی نے تلبیس ابلیس میں کیا ہے کہ

فإنه لما ورد النعيم والعذاب للميت علم أن الإضافة حصلت إلى الأجساد والقبور تعريفا كأنه يقول صاحب هذا القبر الروح التي كانت في هذا الجسد منعمة بنعيم الجنة معذبة بعذاب النار

پس یہ جو آیا ہے میت پر نعمت اور عذاب کا تو جان لو کہ (القبر کا) اضافہ سے تعریفا (نہ کہ حقیقا) قبروں اور اجساد کی طرف (اشارہ) ملتا ہے جیسے کہا جائے کہ صاحب القبر کی روح کو جو اس جسد میں تھی جنت کی نعمتوں سے عیش میں (یا) اگ کے عذاب سے تکلیف میں

اِبو الوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل المتوفی ۵۱۲ھ حنبلی عالم تھے اپنی کتاب الفنون میں لکھتے ہیں

لأنّه قد ثبت في الخبر الصحيح ، من عدّة أسانيد ، أنّ الأرواح تُجعَل في أطيار . وإذا ثبت ذلك ، مع كون أجسادهم في الأرض باليةً خاليةً من الأرواح ، ثبت أن ينعَّم ويعذَّب الأرواح في غير أجسادها الأُوَل ، كما جعل أجساد الأرواح أطيارًا ليست تلك الأجساد . وهذا نوع تناسخ . وعلى القول بالتناسخ مذاهب عدّة من مذاهب الأوائل ، ومذاهب أرباب الأديان . لكنّ المعوّل على ما ورد به النقل من نقل الأرواح الى الأطيار ، مع تحقّقنا أنّ جواهر أجسادهم التي عملوا بها الأعمال بالية في الأرض . ونحن إنّما نمنع التناسخ بالآراء ، فأمّا بالروايات ، فلا .

بلا شبہ خبر صحیح سے ثابت ہے جس کی بہت سی سندیں ہیں کہ ارواح کے لئے پرندے بنائے گئے ہیں اور جب یہ ثابت تو اس کے ساتھ (معلوم ہے کہ) ان کے اجسام (عنصری) بھی تھے جو زمین میں ہیں، گلنے والے، جو روحوں سے خالی ہیں اور یہ ثابت ہے کہ ارواح کو نعمت و عذاب ملتا ہے پہلے (عنصری) جسموں سے الگ، (برزخی) جسموں میں کہ ان کی ارواح کے لئے پرندوں کے بدن ہیں جو ان جسموں میں نہیں جن میں یہ روحیں پہلے تھیں - اور یہ ایک نوع کا تناسخ ہے اور اس قول تناسخ پر بہت سے پچھلے مذاھب بھی ہیں اور دیگر ادیان والے بھی-

لیکن معول (مُعْتَمَد قول) وہ ہے جو نقل (احادیث) سے وارد ہو گیا ہے کہ ارواح کو پرندوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے ہماری تحقیق ہے کہ وہ اجسام جن سے دنیا میں اعمال کیے ان کے جواہر زمین میں گل سڑ گئے (یعنی جسد عنصری برباد ہو گئے) - اور ہم (علماء) تناسخ کو آراء کی بنیاد پر لینے سے منع کرتے ہیں لیکن اگر روایات میں آگیا تو پھر منع نہیں کریں گے

ابن رجب الحنبلی الجامع لتفسیر الإمام ابن رجب الحنبلی میں لکھتے ہیں کہ

وممن رجّح هذا القولَ - أعني السؤالَ والنعيمَ والعذابَ للروح خاصةً - من أصحابِنا ابنُ عقيلٍ وأبو الفرج ابن الجوزيِّ. في بعضِ تصانيفِهما. واستدلَّ ابنُ عقيلٍ بأنَّ أرواحَ المؤمنينَ تنعمُ في حواصلِ طيرٍ خضرٍ، وأرواح الكافرينَ تعذَّبُ في حواصلِ طيرٍ سودٍ، وهذه الأجسادُ تبْلَى فدلَّ ذلك على أنَّ الأرواحَ تعذبُ وتنعمُ في أجسادٍ أخر...

اور جو اس قول کی طرف گئے ہیں یعنی کہ سوال و جواب راحت و عذاب صرف روح سے ہوتا ہے ان میں ہمارے اصحاب ابن عقیل اور ابوالفرج ابن الجوزیّ ہیں اپنی بعض تصنیف میں اور ابن عقیل نے استدلال کیا ہے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں نعمتیں پاتی ہیں اور کافروں کی ارواح کو کالے پرندوں میں عذاب ہوتا ہے اور یہ اجساد (جو دنیاوی قبر میں ہیں) تو گل سڑ جاتے ہیں پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ارواح کو عذاب و راحت دوسرے جسموں میں ملتی ہے

یعنی جنبیلوں میں بھی برزخی جسم کے قائل تھے۔

ابن إبي العز الحنفي، الدمشقي (المتوفى: 792ھ) شرح العقیدۃ الطحاویۃ میں لکھتے ہیں

فَإِنَّهُمْ لَمَّا بَذَلُوا أَبْدَانَهَمْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى أَتْلَفَهَا أَعْدَاؤُهُ فِيهِ، أَعَاضَهُمْ مِنْهَا فِي الْبَرْزَخِ أَبْدَانًا خَيْرًا مِنْهَا، تَكُونُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَكُونُ تَنَعُّمُهَا بِوَاسِطَةِ تِلْكَ الْأَبْدَانِ، أَكْمَلَ مِنْ تَنَعُّمِ الْأَرْوَاحِ الْمُجَرَّدَةِ عَنْهَا

پس جب انہوں (شہداء) نے اپنے جسم اللہ کے لئے لگا دیے حتیٰ کہ ان کے دشمنوں نے ان پر زخم لگانے، ان کو البرزخ میں اس سے بہتر جسم دیے گئے جو قیامت تک ہونگے، اور وہ نعمتیں ان بدنوں سے حاصل کریں گے، جو مجرد ارواح سے حاصل کرنے سے زیادہ کامل شکل ہے

ایک مرکب ذہن کی طرف سے

ابو جابر دامانوی اپنے مرکب ذھن سے جو سمجھ پائے اس کا مخلص ہے

عذاب القبر مرکب اضافی ہے

عذاب مضاف ہے اور القبر مضاف الیہ ہے یعنی اس مرکب میں عذاب کی نسبت قبر کی طرف کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ عذاب جو قبر میں ہوتا ہے اور اس وضاحت سے بھی ثابت ہو گیا کہ قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: عذاب القبر حق (بخاری: ۱۳۷۲) قبر کا عذاب حق ہے۔

یہ قول سلف کے اقوال و تفہیم سے یکسر الگ ہے جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں

رسول اللہ کا ارشاد ہے عذاب قبر حق ہے اور اس کی مثال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے بعد جو خطبہ دیا اس میں ذکر کیا

ایک عورت کا جس کو بلی نوچ رہی ہے (صحیح ابن حبان)

ایک شخص (عمرو بن لحیی) کا جو اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے (صحیح بخاری)

ایک شخص کا جو لاٹھی پر ٹیک لگائے عذاب جھیل رہا ہے (صحیح ابن خزیمہ)

یہ تمام عذابات براہ راست دیکھے جب پر نماز کسوف پڑھا رہے تھے اور اس روز مومن پر عذاب قبر کی خبر دی گئی

برزخی جسم کا موجود ہونا احادیث میں ہے
مسند احمد کی روایت ہے جس کو شعیب صحیح کہتے ہیں
وَعُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ، فَجَعَلْتُ أَنْفُخُ خَشْيَةَ أَنْ يَغْشَاكُمْ (2) حَرُّهَا، وَرَأَيْتُ فِيهَا سَارِقَ بَدَنَتَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَيْتُ فِيهَا أَخَا بَنِي دَعْدَعٍ، سَارِقَ (3) الْحَجِيجِ، فَإِذَا فُطِنَ لَهُ قَالَ: هَذَا عَمَلُ الْمِحْجَنِ، وَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً طَوِيلَةً سَوْدَاءَ حِمْيَرِيَّةً، تُعَذَّبُ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا، فَلَمْ تُطْعِمْهَا (4) وَلَمْ تَسْقِهَا، وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ، حَتَّى مَاتَتْ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جہنم کو پیش کیا گیا … اس میں میں بَنِي دَعْدَعٍ کے بھائی کو دیکھا حاجیوں کا سامان چوری کرنے والا .. اور ایک لمبی عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا یہاں تک مر گئی
صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ یہ چوری کرنے والا کہتا ہے

.”وَيَقُولُ: إِنِّي لَا أَسْرِقُ، إِنَّمَا يَسْرِقُ الْمِحْجَنُ، فَرَأَيْتُهُ فِي النَّارِ مُتَّكِئًا عَلَى مِحْجَنِه
میں نے چوری نہیں کی ... لیکن یہ اس لاٹھی سے ٹیک لگائے ہوئے ہے جس سے یہ چوری کرتا تھا

یہ شخص لاٹھی سامان میں اٹکا کر چوری کرتا تھا لہذا اسی لاٹھی سے جہنم میں اب بھی ٹیک لگائے ہوئے ہے- ظاہر ہے یہ جسم کی علامت ہے کہ اس کو لاٹھی پر روکا ہوا ہے

اسی طرح بلی ہے جو عورت پر جھنپٹی ہے اس کو نوچتی ہے
فَهِيَ إِذَا أَقْبَلَتْ تَنْهَشُهَا، وَإِذَا أَدْبَرَتْ تَنْهَشُهَا صحیح ابن حبان

یہ بھی برزخی جسم کی خبر ہے- اب یہ سوچنے کا مقام ہے بلی بے چاری مری تو مری جہنم میں بھی چلی گئی- مولوی کہتے ہیں برزخی جسم نہیں ہو سکتا ورنہ کرے کوئی بھرے کوئی ہو جائے گا- تو بھلا بتاو یہ بلی جہنم میں کیوں ہے ؟

قبر عالم ارضی سے بھی الگ مقام پر ہے

قبر کا لفظ عموما اس گڑھے کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں مردے کو دفن کرتے ہیں— لیکن جب عذاب قبر کے لئے ال فرعون کی آیات سے دلیل لی گئی ہے تو ظاہر ہے یہ عالم ارضی کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ عالم بالا میں کہیں ہو رہا ہے- اسی طرح قوم نوح کی لاشیں پانی میں تیرتی رہیں لیکن ان پر عذاب یقینا مرتے ہی شروع ہو گیا

شبلی نعمانی سیرت النبی ج ۴ ص ۳۴۵ پر لکھتے ہیں

عالم برزخ کے لئے حدیث میں قبر کی اصطلاح آئی ہے- اس سے مراد وہ خاک کا تودہ نہیں جس کے نیچے کسی مردے کی ہڈیاں ہوتی ہیں بلکہ وہ عالم ارواح و نفوس کی دنیا ہے مادی عناصر کی نہیں- اس لئے قرآن نے ہر جگہ نفس کو عذاب و نعمت کی ذکر کیا ہے

اہل حدیث کے ہم مسلک عالم فضل الرحمان کلیم کشمیری دعا کا اسلامی تصور میں لکھتے ہیں کہ

کیونکہ گھڑا ایک دنیاوی شے ہے اور عذاب القبر عالم البرزخ میں ہوتا ہے

مزید لکھتے ہیں

جہاں تک قبر میں سوال کا تعلّق ہے تو یہاں قبر سے مراد یہ مٹی کی قبر نہیں کوئی اور جہاں ہے جسے عالم البرزخ کہہ سکتے ہیں

مزید لکھتے ہیں

لوگ زمینی گھڑے کو قبر سمجھتے ہیں یہ بات غلط ہے- کیونکہ عربی لغت میں قبر کا معنی مٹی کا ڈھیر نہیں بلکہ میّت کے ٹھیرنے کا مقام ہے

ابن جوزی کتاب تلبیس ابلیس میں عذاب قبر کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہیں

فإنه لما ورد النعيم والعذاب للميت علم أن الإضافة حصلت إلى الأجساد والقبور تعريفا كأنه يقول صاحب هذا القبر الروح التي كانت في هذا الجسد منعمة بنعيم الجنة معذبة بعذاب النار

پس یہ جو آیا ہے میت پر نعمت اور عذاب کا تو جان لو کہ (القبر کا) اضافہ سے تعریفا قبروں اور اجساد کی طرف (اشارہ) ملتا ہے جیسے کہا جائے کہ صاحب القبر کی روح کو جو اس جسد میں تھی جنت کی نعمتوں سے عیش میں (یا)آگ کے عذاب سے تکلیف میں

ابن جوزی، شبلی نعمانی یا فضل الرحمان کلیم کشمیری کا قول بے سر و پا نہیں ہے اس پر دال صحیح مسلم کی روایت ہے

حدثنا حماد بن زيد، عن هشام بن عروة، عن أبيه، قال: ذكر عند عائشة قول ابن عمر: الميت يعذب ببكاء أهله عليه، فقالت: رحم الله أبا عبد الرحمن، سمع شيئا فلم يحفظه، إنما مرت على رسول الله «صلى الله عليه وسلم جنازة يهودي، وهم يبكون عليه، فقال: «أنتم تبكون، وإنه **ليعذب**

حماد بن زید کہتے ہیں ہم سے ہشام بن عروة نے بیان کیا ان سے انکے باپ نے کہا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سامنے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی بات کا ذکر ہوا کہ میت کو اس کے

گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، پس اس پر آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا اللہ رحم کرے ابو عبد الرحمان پر انہوں نے سنا لیکن یاد نہ رکھ سکے. بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے جنازہ پر گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے اپ نے فرمایا یہ اس پر روتے ہیں اور اس کو عذاب دیا جا رہا ہے

یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اور بالکل واضح ہے کہ میت پر عذاب ہو رہا تھا تدفین سے پہلے لیکن "قبر" میں- صحیح مسلم کی اس روایت کو آج اہل حدیث حضرات سنن ابی داود، مسند احمد وغیرہ کی روایات سے رد کرتے ہیں-

ایک اہل حدیث عالم ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

ڈاکٹر موصوف ....لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک یہودی (عورت) پر گذرے۔ بریکٹ میں لکھتے ہیں (قبر پر نہیں) یعنی حدیث لکھنے میں بھی جھوٹ بول رہے ہیں اور دھوکا دینا چاہتے ہیں اور شروع شروع میں موصوف نے اس حدیث پر اسٹیکر بھی شائع کیا تھا کہ عذاب ارضی قبر میں نہیں بلکہ برزخی قبر میں ہوتا ہے اور جب ان کی گرفت کی گئی تو سارے اسٹیکر غائب ہو گئے۔ اس حدیث کا سیاق کیا ہے اور ڈاکٹر موصوف اس سے کیا مسئلہ ثابت کرنے کے درپے ہے اور پھر یہ اصول ہے کہ ایک حدیث کی وضاحت دوسری حدیث کرتی ہے۔ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے جس پس منظر میں یہ بات بیان کی ہے اسے محدثین نے مختلف سندوں سے ذکر کیا ہے۔ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے جواب میں بیان کی تھی:

ان المیت لیعذب فی قبرہ ببکاءِ اھلہ (علیہ) (بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل:۳۹۷۸۔ مسلم ۹۳۲

بیشک البتہ میت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس کے اہل کے اس پر رونے کے سبب سے۔'

اس حدیث میں میت اور قبر دونوں الفاظ موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کو اسکی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا انکار نہیں کیا بلکہ انکا موقف یہ تھا کہ نوحہ کی وجہ سے مومن کو عذاب نہیں ہوتا بلکہ کافر کے عذاب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

انَّ اللّٰہَ لَیَزِیْدُ الْکَافِرَ عَذَاباً بِبَکَاءِ اَھْلِہ عَلَیْہِ

ایک دوسرے عالم لکھتے ہیں

سنن ابی داود میں یہی حدیث مکمل تفصیل کے ساتھ بسند صحیح موجود ہے

حدثنا هناد بن السري، عن عبدة، وأبي، معاوية - المعنى - عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن ابن عمر، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "إن الميت ليعذب ببكاء أهله عليه ". فذكر ذلك لعائشة فقالت وهل - تعني ابن عمر - إنما مر النبي صلى الله عليه وسلم على قبر فقال "إن صاحب هذا ليعذب وأهله يبكون عليه ". ثم قرأت {ولا تزر وازرة وزر أخرى } قال عن أبي معاوية على قبر يهودي

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔" یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کی گئی، تو انہوں نے کہا: (سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بھول گئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تھے، تو فرمایا تھا "بیشک یہ قبر والا عذاب دیا جا رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔" پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی «ولا تزر وازرة وزر أخرى»"کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔" ہناد نے ابومعاویہ سے روایت کرتے ہوئے وضاحت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک یہودی کی قبر کےپس سے گزرے تھے۔

لھذا یہ ایک ہی واقعہ ہے جسے راویوں کے اختصار نے آپ کےلئے معمہ بنادیا ،اور آپ اس اختصار پر خوابوں کامحل بنانے لگے

هشام بن عروة سے اس روایت کو سننے والے آٹھ راوی ہیں

اول : عبدة بن سليمان نسائی، مسند احمد، ابی داود میں روایت ہے اور قبر پر گزرنے کے الفاظ ہیں

دوم أبو معاويه ابی داود میں روایت ہے قبر پر گزرے کے الفاظ ہیں

سوم حماد بن سلمة سے مسند احمد میں روایت ہے قبر پر گزرے کے الفاظ ہیں

چہارم حماد بن زيد صحیح مسلم، سنن الکبریٰ بیہقی، مسند ابی یعلی میں روایت ہے جنازے پر گزرنے کے الفاظ ہیں

پنجم همام الأزدي يحيي بن دينار مسند احمد میں روایت ہے، قبر میں عذاب کے الفاظ ہیں

ششم وكيع بن جراح سے صحیح مسلم میں روایت ہے الفاظ ہیں إنه ليعذب بذنبه و إن أهله ليبكون عليه الآن، قبر یا جنازہ کے الفاظ نہیں

ہفتم أبو اسامة صحیح بخاری میں روایت ہے الفاظ ہیں إنه ليعذب بذنبه و إن أهله ليبكون عليه الآن، قبر یا جنازہ کے الفاظ نہیں

ہشتم عبدالله بن نمیر مسند احمد میں روایت ہے الفاظ ہیں قبر یا جنازہ کے الفاظ نہیں

تین راویوں عبدالله بن نمیر، أبو اسامة، وكيع بن جراح نے نہ قبر کا ذکر کیا، نہ جنازہ کا لہٰذا معاملہ بقیہ راویوں پر آ گیا

عبدة بن سليمان، أبو معاويه، حماد بن سلمة نے قبر پر گزرنے کا ذکر کیا ہے اور ان کی مخالفت کی ہے حماد بن زید نے

اب محدثین اس بارے میں کیا کہتے ہیں دیکھتے ہیں - إبِي زرعۃالرازی کے الفاظ کتاب أبو زرعة الرازي وجهوده في السنة النبوية نقل ہوئے ہیں

حماد بن زيد أثبت من حماد بن سلمة بكثير، أصح حديثاً وأتقن

حماد بن زيد ،حماد بن سلمة سے بہت زیادہ مظبوط راوی ہیں انکی حدیث زیادہ صحیح اور أتقان (قابل یقین) والی ہیں

سوالات الجنید میں ہے کہ یحییٰ ابن معین سے سوال ہوا

حماد بن سلمة أحب إليك أو حماد بن زيد؟ فقال يحيى: حماد بن زيد أحفظ

حماد بن سلمة اپ کو پسند ہے یا حماد بن زید پس یحیی نے کہا حماد بن زید یاد رکھنے والے ہیں

کتاب تہذیب التہذیب کے مطابق

وقال محمد بن المنهال الضرير سمعت يزيد بن زريع وسئل ما تقول في حماد بن زيد وحماد بن سلمة أيهما أثبت قال حماد بن زيد

محمد بن المنهال الضرير کہتے ہیں میں نے سنا يزيد بن زريع سے سوال ہوا کہ اپ کیا کہتے ہیں کون زیادہ ثبت ہے حماد بن زید یا حماد بن سلمة کہا حماد بن زید

عبدة بن سليمان أبو محمد الكلابي الكوفي اور محمد بن خازم أبو معاوية الضرير بھی ثقہ ہیں لیکن حماد بن زيد بن درهم الأزدي ان دونوں سے زیادہ ثقہ ہیں

وقال الخليلي ثقة متفق عليه رضيه الأئمة قال والمعتمد في حديث يرويه حماد ويخالفه غيره

الخليلي کہتے ہیں حماد بن زید بالاتفاق ثقه ہیں ائمہ ان سے راضی ہیں اور حدیث جس کو یہ روایت کریں اور دوسرے انکی مخالفت کریں تو اس میں حماد بن زید قابل اعتماد ہیں

بخاری میں یہ روایت ایک دوسری سند سے بھی ہے

حَدَّثَنا عَبْدُ الله بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْد الله بْن أَبِي بَكْر، عَنْ أَبيه، عَنْ عَمْرَةَ بِنْت عَبْد الرَّحْمَن، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا: سَمعَتْ عَائشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ عَلَى يَهُوديَّة يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا، فَقَالَ: «إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا»

اس روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودیہ پر سے گزرے تھے (تدفین سے پہلے) جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے اپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو اسکی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے

لہذا مسلم کی روایت نسائی اور ابی داود کی روایت سے زیادہ قابل اعتبار ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر گزرنے کے الفاظ ہیں اور اس کی تائید صحیح بخاری کی عَمْرَةَ بِنْت عَبْد الرَّحْمَن کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ میت کی تدفین نہیں ہوتی تھی لیکن عذاب قبر ہو رہا تھا۔ عذاب کا شروع ہونا تدفین کے لئے ضروری نہیں کیونکہ روح فرشتے لے کر جا چکے

مسند ابی یعلی اور ابی داود کی سند میں عبدہ بن سلیمان ہیں وہ روایت کرتے ہیں

حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هشَام، عَنْ أَبيه، عَن ابْن عُمَرَ، عَن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاء أَهْله عَلَيْه». فَذَكَرْتُ ذَلكَ لعَائشَةَ فَقَالَتْ: وَهَلْ تَعْني ابْنَ عُمَرَ إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ فَقَالَ: «إِنَّ صَاحبَ هَذَا الْقَبْر لَيُعَذَّبُ وَأَهْلُهُ يَبْكُونَ عَلَيْه» ثُمَّ قَرَأَتْ هَذه الْآيَةَ {وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى} [الأنعام: 164]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر گزرے اور کہا إِنَّ صَاحبَ هَذَا الْقَبْر لَيُعَذَّبُ اس قبر کے صاحب کو عذاب ہو رہا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ اسی قبر میں عذاب ہو رہا ہے- صاحب قبر کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ عذاب دنیاوی قبر میں نہیں ہو رہا تھا- اللہ تعالی اس بات کا پابند نہیں کہ وہ اس وقت تک عذاب شروع نہ کرے جب تک ہم میت کی تدفین نہیں کرتے

صحیح مسلم کی روایت ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ كلَاهُمَا عَنْ عَبْد الْوَارث قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارث بْنُ سَعيد عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكِ أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدمَ الْمَدِينَةَ

فَنَزَلَ فِي عُلْوِ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ إِنَّهُ أَرْسَلَ إِلَى مَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَائُوا مُتَقَلِّدِينَ بِسُيُوفِهِمْ قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفِنَائِ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ إِنَّهُ أَمَرَ بِالْمَسْجِدِ قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَائُوا فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا قَالُوا لَا وَاللهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللهِ قَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ كَانَ فِيهِ نَخْلٌ وَقُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَخِرَبٌ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ وَبِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةً وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً قَالَ فَكَانُوا يَرْتَجِزُونَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُمْ يَقُولُونَ اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْفَانْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

یحییٰ بن یحییٰ، شیبان بن فروخ، عبدالوارث، یحییٰ، عبدالوارث ابن سعید، ابی تیاح، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے اور شہر کے بالائی علاقہ کے ایک محلّہ میں تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں چودہ راتیں قیام فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنو نجار کو بلوایا وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں یہ منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنو نجار آپ کے ارد گرد تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب کے گھر کے صحن میں اترے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں نماز کا وقت پاتے وہیں نماز پڑھ لیتے تھے یہاں تک کہ بکریوں کے باڑہ میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا اور بنو نجار کو بلوایا جب وہ آئے تو فرمایا تم اپنا باغ مجھے فروخت کر دو انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس باغ کی قیمت نہیں لیں گے ہم اس کا معاوضہ صرف اللہ تعالی سے چاہتے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس باغ میں جو چیزیں تھیں انہیں میں بتاتا ہوں اس میں کچھ کھجوروں کے درخت، مشرکین کی قبریں اور کھنڈرات تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا وہ کاٹ دئے گئے مشرکین کی قبریں اکھاڑ کر پھینک دی گئیں اور کھنڈرات ہموار کر دیئے گئے اور کھجور کی لکڑیاں قبلہ کی طرف گاڑھ دی گئیں اور اس کے دونوں طرف پتھر لگا دیئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رجز یہ کلمات پڑھ رہے تھے۔ اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی قبریں اکھاڑ دیں اس پر کہا جاتا ہے کہ اس روایت میں یہ نہیں کہ

قبریں اکھاڑ کر پھینکنے کا مطلب یہ نہیں کہ 6 فٹ کھود کر مردہ نکال کر باہر پھینک دیا، بلکہ اس کا مقصد ان پر بنے قبے اکھاڑ کر ہموار کرنا ہے، تاکہ نماز ادا کی جا سکے

کیا علمی نکتہ سنجی ہے گویا ابھی تک مسجد النبی میں مشرکوں کے جسم دفن ہیں. نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکے اصحاب سب ان قبروں پر نماز پڑھتے رہے؟ ایسی مسجد میں تو نماز ہی نہیں ہو سکتی جہاں قبر ہو- بخاری کی روایت میں الفاظ فأمر النبي صلى الله عليه و سلم بقبور المشركين فنشبت ہیں- نبش کھود کر کسی چیز کو نکالنا ہی ہے نہ کہ پس اوپر سے سطح ہموار کرنا- ایک دوسری روایت میں ہے کہ عروہ کہتے تھے کہ وہ بقیع میں دفن ہونا نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے کسی اور کی قبر کھودی جائے کہتے تھے کہ وَإِمَّا صَالِحٌ فَلَا أُحِبُّ أَنْ تُنْبَشَ لِي عِظَامُهُ اور اگر وہ صالح ہے تو میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میرے لئے اس کی ہڈیاں کھودی جائیں- یہاں بھی نبش کا لفظ ہے

ابو جابر دامانوی اپنی تحریروں میں لکھتے ہیں کہ يَبْكُونَ اور تُعَذَّبُ مضارع کے صیغے ہیں اور عربی میں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں حال اور مستقبل (خلاصہ الدین الخالص صفحہ ۶، قرآن و حدیث سے انحراف صفحہ ۴) یہ کہہ کر یہ حدیث کا ترجمہ تبدیل کرتے ہیں اور اب ترجمہ کر رہے ہیں

اپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو اسکی قبر میں عذاب دیا جائے گا

جبکہ حدیث کے متن میں لَيَبْكُونَ اور لَتُعَذَّبُ ہے نہ کہ يَبْكُونَ اور تُعَذَّبُ- عربی کا قاعدہ ہے کہ جب مضارع پر **لام التوکید** داخل ہو جائے تو پھر حال کے معنی ہی پہلے لیے جاتے ہیں- اگر دور یا وقت کا تعین نہ ہو تو بھی مضارع حال کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے[14]

---

[14] واللامات أربع: لام الجر، لام الابتداء، لام التوكيد، ولام الأمر

سورۂ توبہ میں اہل کتاب کے علماء پر تبصرہ کیا گیا یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَ الرُّہۡبَانِ لَیَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ (توبہ : ۳۴)۔ " اے ایمان والو! احبار و رہبان کی اکثریت لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھاتی ہے " یہاں کھائیں گے نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہ ترجمہ غلط ہے ظاہر ہے وہ

دور نبوی میں بھی مال کھاتے تھے اور بعد میں بھی ان کے جیسے علماء کھائیں گے ... أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ-(البقرہ: ۱۷۴) (مال نہیں) آگ کھائیں گے۔

سماع الموتی کے قائل یہ فرقے جب قلیب بدر والی روایت لاتے ہیں تو وہاں مضارع کو حال کر دیتے ہیں جو صحیح ہے

إنهم ليعلمون أن ما كنت أقول لهم حق

بے شک یہ جان گئے ہیں کہ میں جو ان سے کہتا تھا وہ حق ہے

اگر یہاں مستقبل کا صغیہ لیا جائے تو ہو گا

بے شک یہ جان جائیں گے کہ میں جو ان سے کہتا تھا وہ حق ہے

لیکن یہ ترجمہ درست متصور نہیں ہو گا کیونکہ پھر قلیب بدر خاص واقعہ نہیں سمجھا جا سکتا

عجیب بات ہے کہ اہل حدیثوں کی جانب سے قرع النعال والی روایت کی شرح میں یہ اصول بیان کیا جاتا ہے

http://forum.mohaddis.com/threads/%D8%A7%DB%8C%DA%A9-%D8%AD%D8%AF%DB%8C%D8%AB-%DA%A9%D8%A7-%D8%AC%D9%88%D8%A7%D8%A8-%D9%85%D8%B7%D9%84%D9%88%D8%A8-%DB%81%DB%92-%DB%94.37647/#post-298846

عربی گرامر کا اصول ہے کہ جب فعل مضارع پر لام داخل ہو تو معنی حال کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے اس کی بنیاد پر وہابی عالم محمد بن صالح العثيمين (متوفی ۱۴۲۱ ھ) کا کتاب القول المفيد على كتاب التوحيد ج ۱ ص ۲۸۹ میں کہنا ہے
فهو وارد في وقت خاص وهو انصراف المشيعين بعد الدفن
کہ مردوں کا یہ سننا ایک خاص وقت میں ہوتا ہے اور وہ دفن کرنے والوں کا تدفین کے بعد واپس لوٹنے کا وقت ہے

یعنی مردے لیسمع خاص اس حال میں سنتے ہیں -

راقم کا سوال ہے کہ عربی کے اصول ایک روایت کی شرح میں کچھ اور دوسری میں کچھ کیسے ہو جاتے ہیں؟

یہی وجہ ہے کہ مترجمین نے اس کا ترجمہ حال میں ہی کیا ہے یہاں تک کہ جب ہم نے اس حدیث کو پیش کیا تو اس کے مفہوم میں فرقہ پرستوں کی طرف سے الٹ پھیر کا آغاز ہوا

مزید براں اس روایت کے متن میں دو مضارع کے صیغے آتے ہیں اور اگر عبارت میں ایک حال ہے تو دوسرا بھی حال ہو گا اور اگر ایک مستقبل ہے تو دوسرا بھی مستقبل ہو گا- لہٰذا اگر ہم ان فرقہ پرستوں کے تحت اس مضارع کو مستقبل کا صغیہ لیں تو ترجمہ ہو گا

إنهم ليبكون عليها وإنها لتعذب في قبرها

بے شک یہ اس پر روئیں گے اور اس کو اس کی قبر میں عذاب ہو گا

لیکن یہ ترجمہ معنی نہیں رکھتا کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لوگ اس وقت رو رہے تھے- احادیث میں اس روایت کے متن میں الآنَ کا لفظ بھی ہے جو مقید کرتا ہے کہ یہ حال کا صغیہ ہے

وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الآنَ

اس کے اہل اس پر ابھی رو رہے ہیں

لہٰذا درست ترجمہ یہی ہے کہ اپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو اسکی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے- الغرض یہ روایت دال ہے کہ میت پر عذاب تدفین سے پہلے سے ہوتا ہے- حیرت اس پر ہے کہ یہ فرقہ پرست خود مانتے ہیں کہ روح پر جہنم میں عذاب ہوتا ہے لیکن چونکہ متن میں قبر کا لفظ آیا ہے ان پر یہ مشکل آئی ہے کہ قبر کو کہیں برزخ کا مقام نہ کہہ دیا جائے- بس یہ وہ بات ہے جس کی بنا پر یہ اس کے حدیث کے ترجمے تک بدل رہے ہیں- خیال رہے کہ مرنے والے پر تو مرتے ہی لوگ رونا دھونا شروع کر دیتے ہیں- نیل الأوطار میں محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی الیمنی (المتوفى: 1250هـ) اس حدیث کو حال کے صغیہ میں لیتے ہیں خطابی کا قول پیش کرتے ہیں

وَفِي تِلْكَ الْحَالِ يُسْأَلُ وَيُبْتَدَأُ بِهِ عَذَابُ الْقَبْرِ
اور اس حال میں سوال ہوتا ہے اور عذاب قبر کی ابتداء ہو جاتی ہے

مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں مبارکپوری لکھتے ہیں
يعني أن مبدأ عذاب الميت يقع عند بكاء أهله عليه، وذلك أن شدة بكائهم غالباً إنما تقع عند دفنه
یعنی میت پر عذاب قبر کا آغاز گھر والوں کے رونے سے شروع ہو جاتا ہے اور غالبا یہ ان کا رونا سب سے شدید تدفین پر ہوتا ہے

یعنی لوگوں نے اس کو عذاب قبر کی ابتداء قرار دیا جبکہ میت دفن بھی نہیں ہوئی تھی - یہ عذاب حدیث کے مطابق قبر میں ہو رہا تھا—اب ظاہر ہے جب تدفین ہوئی ہی نہیں تو یہ کون سی قبر تھی؟ اس بنا پر قبر کا مفہوم نہ صرف میت کا مقام ہے بلکہ روح کا مقام بھی ہے - اور عذاب کے لئے ایک دوسرا عالم ہے جو عالم ارضی سے الگ ہے اس کے لئے البرزخ کی اصطلاح متقدمین نے استعمال کی ہے جس کی تفصیل اگلے باب میں ہے اور اس کو اصل عذاب قبر کہا جاتا ہے- كتاب مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين کے مطابق سعودی عالم محمد بن صالح العثيمين سے سوال ہوا کہ هل عذاب القبر على البدن أو على الروح؟ کیا عذاب القبر روح کو ہوتا ہے یا بدن کو، اس پر وہ فتوی میں کہتے ہیں
الأصل أنه على الروح لأن الحكم بعد الموت للروح، والبدن جثة هامدة، ولهذا لا يحتاج البدن إلى إمداد لبقائه، فلا يأكل ولا يشرب، بل تأكله الهوام، فالأصل أنه على الروح،
اصل میں بے شک یہ روح کو ہوتا ہے کیونکہ بے شک موت کے بعد حکم روح کے لئے ہے، اور بدن تو گلنے والا لاشہ ہے اور اسی وجہ سے بدن کو بقا کے لئے امداد کی حاجت نہیں، پس نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ بدن کو کیڑے کھاتے ہیں، پس اصلا یہ عذاب روح کو ہے
البتہ محمد بن صالح العثيمين اس کو بھی مانتے ہیں کہ عذاب قبر میت تک بھی پہنچ رہا ہوتا ہے - لیکن اصل عذاب ان کے نزدیک روح پر ہوتا ہے جو عذاب قبر ہے

مبحث سوم: البرزخ

اب تک یہ ثابت ہوا کہ روح ایک جسم نہیں بلکہ روح کو جسم دیا جاتا ہے جو سلف کا عقیدہ ہے اور یہ تناسخ نہیں جیسا کہ جہلاء کا قول ہے - لغوی طور پر برزخ سے مراد آڑ ہے جیسا قرآن میں ہے کہ دو سمندر آپس میں نہیں ملتے کیونکہ ان کے درمیان برزخ ہے سورہ الرحمان میں ہے

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لا يَبْغِيَانِ

البرزخ سے مراد عالم ارواح ہے

اصطلاحا البرزخ سے مراد عالم ارواح ہے

قرآن کی سورہ المومنون کی ۹۹ اور ۱۰۰ آیات ہیں

حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (99) لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ

یہاں تک کہ ان میں جب کسی کو موت اتی ہے تو کہتا ہے اے رب مجھے لوٹا دے تاکہ صالح اعمال کروں ہرگز نہیں یہ تو صرف ایک قول ہے جو کہہ رہا ہے اور اب ان کے درمیان (برزخ) آڑ حائل ہے یہاں تک کہ ان کو دوبارہ اٹھایا جائے

قرآن کی آیت ہے کہ جس ذی روح پر موت کا فیصلہ ہوتا ہے اس کی روح روک لی جاتی ہے جس کو امساک روح کہا جاتا ہے

وہ مقام جہاں روح کو رکھا جاتا ہے اس کو آڑ کی نسبت سے البرزخ کہا گیا ہے[15]

---

[15]

نفس اور روح ایک ہی چیز ہے – فرق صرف مذکر مونث کا ہے- روح عربی میں مذکر ہے اور نفس مونث ہے- حدیث میں اس کے علاوہ ایک اور لفظ بھی اتا ہے جس کو نسمہ کہا جاتا ہے- یہ عربی میں مونث ہے – یہ بھی روح کے لئے استعمال ہوتا ہے- تینوں اصلا عبرانی کے الفاظ ہیں - ایک نکتہ ہے کہ   الله تعالی نے کہا فرشتوں سے

فإذا سويته ونفخت فيه من روحي

پس جب میں اس کو شکل دوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں

جسد میں جاتے ہی اس روح کو نفس بھی کہا جاتا ہے یہ اضافی ہے کیونکہ اب اس روح سے تنفس ہے یعنی جسد کا سانس لینا ممکن ہوا ہے جیسے ہی روح نکلے گی تنفس ختم ہو جائے گا نفس کا لفظ مفہوم کھو دے گا- روح ہوا یا نسمہ کی مانند شکل لے لے گی جس کو دیکھا نہ جا سکے گا- قرآن میں ہے

حتى إذا جاء أحدهم الموت قال رب ارجعون لعلي أعمل صالحا فيما تركت كلا إنها كلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ إلى يوم يبعثون

حتي کہ ان میں سے کسی کو موت اتی ہے تو کہتا ہے اے رب لوٹا دے کہ اچھا عمل کروں جو چھوڑ دیا تھا – ہرگز نہیں یہ تو کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے برزخ حائل ہے روز محشر تک کے لئے

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس عالم کی خبر ملتی ہے

اس میں مذکر ہے قال ہے جو مذکر ہے قالت نہیں ہے یعنی یہ کلام روح کر رہی ہے - اگر مونث آیا ہوتا تو پھر اس کو نفس لیا جاتا

فلولا اذا بلغت الحلقوم
پس جب یہ حلقوم تک پہنچتی ہے

یعنی روح جب حلقوم تک اتی ہے

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ
نہیں - جب یہ کالر کی ہڈی تک آ جائے گی

قال ابن كثير: يقول تعالى (فلولا إذا بلغت) ، أي: الروح

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ
پھر ہم نے اس کو متناسب کیا اور اس میں اسکی روح پھونکی

روح کے لئے اللہ تعالی نے نفخ کا لفظ کہا ہے یعنی پھونکنا اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ ہوا کے لئے استعمال ہوتا ہے
مسند احمد کی روایت ہے
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ مُبَشِّرٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَهُوَ شَاكٍ: اقْرَأْ عَلَى ابْنِي السَّلَامَ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أُمَّ مُبَشِّرٍ، أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُسْلِمِ طَيْرٌ تَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يُرْجِعَهَا :تَعْنِي مُبَشِّرًا، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» قَالَتْ: صَدَقْتَ، فَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ
مومن کا نسمہ ایک پرندے کی طرح جنت کے درخت پر قیامت تک لٹکتا رہے گی

نَسَمَةٌ میں تائے تانیث ہے
عود روح کی مشہور روایت عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ کی سند سے ہے مسند احمد میں اس کے متن میں ہے کہ اس میں مومن کی روح سے کہا جاتا ہے
أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ - اے طیب نفس تو نکل اپنے رب کی مغفرت و خوشی کی طرف

یہاں اخرجی مونث ہے نفس مونث ہے - اسی مونث نفس کو بعد میں جب آسمان والے فرشتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں
مَا هَذَا الرّوحُ الطَّيِّبُ یہ کون روح طیب ہے

یعنی عربیت کے تحت نفس و روح متبادل الفاظ ہیں - یہ الگ بات ہے کہ یہ روایت متنا منکر ہے

ترجمہ:۔ سمرۃ بن جندبؓ نے کہا کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (صبح) پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف رُخ کر کے پوچھتے تھے کہ تم میں سے کس نے رات خواب دیکھا ہے، پس اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا تھا اور آپؐ جو اللہ چاہتا کہہ دیا کرتے۔ ایک دن آپؐ نے ہم سے سوال کیا کہ کیا کسی نے خواب دیکھا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ جی نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا لیکن میں نے رات دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھے باہر نکال کر ایک ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (بخاری کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کی) لوہے کا آنکڑا ہے اور وہ اس کو بیٹھے ہوئے شخص کے کلّھوے میں داخل کر کے کلّھوے کو گُدّی تک پھاڑ ڈالتا ہے پھر اس کے دوسرے کلّھوے کے ساتھ یہی عمل کرتا ہے۔ پھر کلّھوے جڑ جاتے ہیں۔ اور پھر وہ (کھڑا ہوا) شخص (بیٹھے ہوئے) کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے، پس ہم چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اُس کے سر کے اوپر ایک دوسرا شخص پتھر لئے کھڑا تھا۔ اور پتھر مار مار کر اُس کے سر کو پھاڑ رہا تھا۔ پتھر سر پر پڑنے کے بعد ایک طرف لڑھک جاتا تھا اور پتھر مارنے والا اُس کو اُٹھانے کے لئے جاتا اور اس درمیان کہ پتھر اُٹھا کر وہ پھر واپس آئے سر پھر جڑ جاتا اور ویسا ہی ہو جاتا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ اب پھر وہ پہلے کی طرح پتھر کو سر پر مارتا۔ (یہ دیکھ کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلئے۔ ہم چلے اور تنور کی شکل کی نقب کے پاس آئے۔ اس نقب کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ وسیع تھا اور اس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اُس نقب کے اندر برہنہ مرد اور عورتیں تھیں، جب آگ تیز ہوتی تو وہ اوپر اُٹھتے اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب دھیمی ہوتی تو پھر نیچے واپس چلے جاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے۔ ہم چلے یہاں تک کہ ایک نہر پر آئے جو خون سے بھری ہوئی تھی اور اس میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اور نہر کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ جب نہر والا شخص آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو باہر والا اُس کے منہ پر پتھر مارتا اور اُس کو پھر اُس کی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ اور ہر بار وہ نہر والے شخص کے ساتھ یہی معاملہ کرتا اور اسکو اسکی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یہ سب کیا ہے اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے، ہم چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز و شاداب باغ میں پہنچے اس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور اُس درخت کی جڑ کے پاس ایک بزرگ اور بچے تھے اور درخت کے قریب ایک صاحب تھے جن کے سامنے آگ تھی اور وہ اُسے بھڑکا رہے تھے پھر وہ دونوں مجھے ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اُس گھر میں بوڑھے اور جوان مرد اور خواتین اور بچے تھے۔ پھر وہ مجھے اس گھر سے نکال کر ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جو پہلے گھر سے زیادہ حسین و جمیل تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے۔ اَب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا۔ بہتر۔ وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں وہ کذاب تھا۔ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اُڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا۔ تو اُس کے ساتھ جو آپؐ نے ہوتے دیکھا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہیگا اور جس کو آپؐ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اُس کے ساتھ ہوتا رہے گا اور جن کو آپؐ نے نقب میں دیکھا تھا وہ زنا کار تھے اور جس کو آپؐ نے دریا میں دیکھا وہ سود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو اُن کے اردگرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے اور وہ پہلا گھر جس میں آپؐ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا۔ اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں۔ اور میں جبرئیلؑ ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیلؑ ہیں۔ ذرا اپنا سر اُوپر تو اُٹھایئے۔ میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنا سر اُٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپؐ کا گھر ہے۔ میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں، ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپؐ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپؐ نے پورا نہیں کیا ہے اگر آپؐ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔

(ترجمہ عبارت: صفحہ ۱۸۵، صحیح بخاری، جلد ا، مطبوعہ دہلی)

فرقہ پرستوں کی تاویلات باطلہ

اس روایت کے واضح الفاظ کی باطل تاویلات کی جاتی ہیں

ابو جابر دامانوی، عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں کہ ارض مقدس سے مراد بیت المقدس ہے۔ لکھتے ہیں :

اعتراض

تیسری دلیل موصوف نے سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت کی پیش کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ارض مقدس کی طرف لے جایا گیا۔ موصوف نے لکھا ہے: ''اور مجھے باہر نکال کر ایک ارض مقدس کی طرف لے گئے''۔ ارض مقدس سے مراد بیت المقدس ہے۔ قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے:
يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَـكُمْ (المائدۃ: ۲۱
اے میری قوم تم ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے''۔'
صحیح بخاری میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی موت کے واقعہ میں ان کی دعا کے یہ الفاظ ہیں
فسأل اللہ ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر
پس موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اسے ارض مقدسہ کے قریب کر دے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ تک (بخاری کتاب الجنائز باب(۶۸) حدیث:۱۳۳۹
امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے
باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ او نحوھا
جو شخص ارض مقدسہ میں یا اس جیسی جگہ میں دفن ہونا پسند کرے۔
قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ ارض مقدسہ سے مراد بیت المقدس کا علاقہ ہے لیکن موصوف نے حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ارض مقدس کو نکرہ بنا دیا اور ارض مقدس کا ترجمہ ''ایک ارض مقدس'' کیا۔ گویا موصوف کے نزدیک ارض مقدس اور بھی ہیں۔اور ممکن ہے کہ موصوف کے نزدیک ارض مقدس سے برزخی ارض مقدس مراد ہو۔
دامانوی صاحب کتاب **عذاب القبر** میں لکھتے ہیں
مگر اس حدیث میں بھی وضاحت ہے کہ آپ کو الارض المقدس میں لے جایا گیا جہاں مختلف مناظر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا اور یہ تمام واقعات آپ نے زمین ہی ملاحظہ فرماتے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ قبر کا عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے
رفیق طاہر، **اعادہ روح اور عذاب قبر وبرزخ** میں لکھتے ہیں
یہ واقعہ خواب کا ہے اور کیا ہے کہ دو بندے آپ کے پاس آئے۔ "فاخرجاني الى الارض المقدسة" وہ مجھے لے کر ارض مقدسہ کی طرف گئے۔ اب کوئی پوچھے کہ ارض کا معنی آسمانوں والا گھر کرنا ، یہ دین کی خدمت ہے؟ یہ کون سی فقاہت ہے؟ نبی فرمارہے ہیں کہ وہ مجھے لے کر ارض مقدسہ کی طرف گئے۔ واقعہ بھی خواب کا ہے ، اور لے کر کہاں جارہے ہیں؟ "الی الارض المقدسة" ارض مقدسہ کی طرف۔ اور وہاں پر نبی نے اوپر اپنا گھر دیکھا اور کہا گیا کہ یہ آپ کا گھر ہے۔ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ آسمانوں والے گھر میں ہیں۔ یا للعجب! بڑی عجیب اور حیرانی کی بات ہے یہ اعتراض بھی ان کا حدیث کے شروع والے الفاظ پڑھتے ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ان کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔

غیر مقلد قاری بشیر کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

ایک حدیث جو بخاری میں ہے اُس سے غلط مطلب نکالا گیا ہے۔ وہ
اس طرح ہے کہ جبرائیل اور میکائیل علیہ السلام کے ذریعے ارضِ مقدّس یعنی
بیت المقدس کی زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب و ثواب کے مراحل دکھائے
گئے ہیں۔ یہ مناظر معراج کی رات بھی آپ کو دکھائے گئے اور وقتاً فوقتاً اللہ

جواب

قرآن ہی میں جنت کے لئے ارض کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے :

{وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ} [الزمر: 74].کہ جنّتی کہیں گے کہ اللہ کا شکر جس نے ارض کا وارث بنایا جنّت میں جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں

یہ بھی ہے

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک ارض کے وارث صالح بندے ہونگے

معلوم ہوا کہ جنّت کو بھی ارض کہا گیا ہے اور جنّت سے زیادہ مقدس کیا ہے

کتاب مشکاۃ المصابیح کتاب الرُّؤیا فصل الاول میں بھی سمرہ کی روایت موجود ہے اس میں الفاظ الارض المقدسہ ہیں اور عذاب کے لئے کہا گیا ہے

فَيُصْنَعُ بِهِ مَا تَرَى إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ایسا روز قیامت تک ہو گا

فتاوی اہل حدیث ج ۵ ص ۴۲۹ جو مارچ ۱۹۷۶ میں شائع ہوا تھا اس میں یہی حوالہ موجود ہے اور ارض مقدس سے مراد عالم بالا لیا گیا ہے

معلوم ہونا چاہئے کہ مومنوں کی روحیں دو امروں سے خالی نہیں ہیں۔ یا تو ان پر نعمت کے آثار مترتب ہیں، یا عذاب کے آثار اگر آثار نعمت میں تو انہیں اہل دنیا سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے جیسا کہ عبدالرحمان کی حدیث گذشتہ میں ہے کہ قیامت تک جنت میں رہیں گے۔ اگر اس کا عکس ہے۔ تو ان پہ عذاب کے آثار مرتب ہوں گے۔ جیسا کہ سمرہ بن جندب کی روایت (جو بخاری میں ہے) سے معلوم ہوتا ہے۔ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح کے کتاب الرؤیا میں بھی مذکور ہے۔ کہ دو آدمی آئے اور مجھے اوپر لے گئے۔ میں نے وہاں لوگوں کو گوناگون عذاب میں مبتلا دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو مجھے ان کے بارے میں بتایا گیا۔ چنانچہ اس طویل حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں فیصنع بہ ما تری الی یوم القیامۃ یعنی انہیں قیامت تک اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کفار کی روحیں عذاب میں مبتلا ہیں تو گھر کیسے آ سکتی ہیں۔ لیکن اس قسم کے مسائل صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جس کا دل نور ایمان سے روشن ہو۔ اور اس نے سنت رسول کا ذوق بھی چکھا ہو ان اہل بدعت کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوسوں دور ہیں۔

اعتراض:

رفیق طاہر صاحب، **اعادہ روح اور عذاب قبر وبرزخ** میں لکھتے ہیں
اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ انہوں نے کہا "إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ" یقینا آپکی کچھ عمر باقی ہے اگر آپ وہ پوری کر لیں گے تو آپ اپنے گھر میں آ جائیں گے۔ مرنے کے بعد ہی اخروی گھر جنت یا جہنم میں انسان جاتا ہے ۔ لیکن فورا بعد یا کچھ دیر بعد ، اسکا کوئی تذکرہ اس حدیث میں موجود ہی نہیں ہے ۔
اس کے برعکس ابو جابر دامانوی کتاب **عذاب القبر** میں لکھتے ہیں
جناب سمرہ بن جذب رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خواب بیان فرماتے ہیں اس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں اپنا گھر دکھایا جاتا ہے آگے کے الفاظ یہ ہیں (جناب جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ :- ذرا اپنا سر اوپر اٹھائیے ۔میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنا سر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا ۔ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے ۔میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جائوں ۔ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا نہیں کیا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے ۔ (صحیح و

جواب

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء سے تو کوئی سوال جواب قبر میں نہیں ہوتا لہذا کچھ دیر یا فورا بعد کا سوال ہی نہیں : پیدا ہوتا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی ارض مقدس میں بادل جیسا ان کا اخروی مقام دکھایا گیا. کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں بادل میں ہیں؟ اگر ارض مقدس سے مراد بیت المقدس ہے تو پھر اس بادل کو بھی اس دنیا میں مانیں

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں کسی بھی نبی کی روح نہیں بلکہ وہ سب جنّت میں ہیں

اہل حدیث کا مغالطہ دیکھیں کہ ایک ہی روایت ہے اور ایک ہی ارض مقدس ہے لیکن اس کو پلٹ پلٹ کر کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ. کبھی یہی مقام زمین پر ہوتا ہے اور کبھی یہی جنت بنتا ہے

زبیر علی زئی کتاب توضیح الاحکام میں لکھتے ہیں

۲: اس میں کوئی شک نہیں کہ وفات کے بعد، نبی کریم ﷺ جنت میں زندہ ہیں۔ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ فرشتوں (جبریل و میکائیل علیہما السلام) نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

((إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ))

بے شک آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے (ابھی تک) پورا نہیں کیا۔ جب آپ یہ عمر پوری کرلیں گے تو اپنے (جنتی) محل میں آ جائیں گے۔ (صحیح البخاری ۱/۱۸۵ ح ۱۳۸۶)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ دنیا کی عمر گزار کر جنت میں اپنے محل میں پہنچ گئے ہیں۔

شہداء کرام کے بارے میں پیارے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

اس روایت کو یہ علماء آج عالم بالا کے لئے مانتے ہی نہیں تو یہ دلیل کیسے لے سکتے ہیں

اعتراض

رفیق طاہر صاحب، **اعادہ روح اور عذاب قبر وبرزخ** میں لکھتے ہیں :
اسی طرح وہ ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ جی دنیا کے سارے زانی مرد اور عورتیں نبیﷺ نے ان کو ایک تنور میں دیکھا کہ ان کو عذاب ہورہا تھا معراج کی رات ۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث میں یہ لفظ ہیں ہی نہیں کہ پوری دنیا کے زانی اور زانیات ایک ہی تنور میں موجود تھے۔یہ الفاظ حدیث میں کہیں پر بھی نہیں آتے۔ وہ اشکال بنا کر پیش کرتے ہیں، اشکال کے الفاظ پر غور کریں۔ اشکال یہ پیش کرتے ہیں کہ پوری دنیا کے زناۃ اور زانیات ایک ہی تنور کے اند ر تھے اور ان کو عذاب ہورہا تھا تو یہ الفاظ حدیث کے اندر موجود نہیں ہیں۔ یہ بہتان ہے اللہ کے ر سولﷺ پر۔

جواب

یہ کس نے کہہ دیا کہ یہ سب معراج کی رات ھو رہا تھا. یہ بھی سمرہ بن جندب کی روایت کا ہی حصہ ہے :
جس میں خواب میں یہ سب دکھایا گیا. انبیا کا خواب وحی ہے
ابن قیّم اپنی کتابروضة المحبين ونزهة المشتاقين میں لکھتے ہیں کہ
فأما سبيل الزنى فأسوأ سبيل ومقيل أهلها في الجحيم شر مقيل ومستقر أرواحهم في البرزخ في تنور من نار يأتيهم لهبها من تحتهم فإذا أتاهم اللهب ضجوا وارتفعوا ثم يعودون إلى موضعهم فهم هكذا إلى يوم القيامة كما رآهم النبي صلى الله عليه وسلم في منامه ورؤيا الأنبياء وحي لا شك فيها

پس زنا کا راستہ بہت برا راستہ ہے اور اس کے کرنے والے جہنم میں ہیں برا مقام ہے اور ان کی روحیں البرزخ میں تنور میں آگ میں ہیں جس کی لپٹیں ان کو نیچے سے آتی ہیں پھر وہ واپس اپنی جگہ آتے ہیں اور اسی طرح قیامت کے دن تک ہو گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں خواب میں دکھایا گیا جو وحی تھی جس میں کوئی شک نہیں

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے لئے کتاب شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور میں السیوطی لکھتے ہیں

قَالَ الْعلمَاء هَذَا نَص صَرِيح فِي عَذَاب البرزخ فَإِن رُؤْيا الْأَنْبِيَاء وَحي مُطَابق فِي نفس الْأَمر وَقد قَالَ يفعل بِهِ إِلَى يَوْم الْقِيَامَة

علماء کہتے ہیں یہ نص صریح ہے عذاب البرزخ پر کیونکہ انبیاء کا خواب وحی ہے جو نفس امر کے مطابق ہے اور بے شک کہا کہ ایسا قیامت تک ہو گا

اعتراض

داماموی صاحب ، **عذاب قبرکی حقیقت** میں لکھتے ہیں
قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ ارض مقدسہ سے مراد بیت المقدس کا علاقہ ہے لیکن موصوف نے حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ارض مقدس کو نکرہ بنا دیا اور ارض مقدس کا ترجمہ ''ایک ارض مقدس'' کیا۔ گویا موصوف کے نزدیک ارض مقدس اور بھی ہیں۔اور ممکن ہے کہ موصوف کے نزدیک ارض مقدس سے برزخی ارض مقدس مراد ہو۔
اس تفصیلی حدیث میں کچھ لوگوں کو عذاب میں مبتلا ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا اور عذاب کا یہ سلسلہ زمین سے شروع ہوا اور یہ ارواح کے عذاب کے مختلف مناظر تھے جس کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ ان جرائم کا ارتکاب کرنے سے پرہیز کریں۔
داماموی صاحب **عذاب قبر کی حقیقت میں** یہ بھی لکھتے ہیں
اس حدیث میں دینی احکامات پر عمل نہ کرنے والے کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ سزائیں انہیں قیامت تک ملتی رہیں گی۔ اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان اشخاص کی ارواح کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا
داماموی صاحب**عذاب قبر کی حقیقت** میں یہ بھی لکھتے ہیں
ان واقعات کا تعلق عام عذاب سے ہے خاص عذاب القبر سے نہیں عام عذاب کا مطلب یہ ہے کہ یہ ارواح کے عذاب کے مشاہدات تھے اور روح کے جہنم میں مبتلائے عذاب ہونے کے مشاہدات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائے گئے اور صلوٰۃ الکسوف کے دوران یہ مشاہدہ بھی کرایا گیا۔
داماموی صاحب کتاب عذاب القبر میں لکھتے ہیں
مگر اس حدیث میں بھی وضاحت ہے کہ آپ کو الارض المقدس میں لے جایا گیا جہاں مختلف مناظر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا اور یہ تمام واقعات آپ نے زمین ہی ملاحظہ فرماتے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ قبر کا عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے

جواب:

دامانوی صاحب کتنے کنفیوژن کا شکار ہیں قارئین آپ دیکھ سکتے ہیں. ان کا عقیدہ ہے کہ عذاب القبر جسد کو ہوتا ہے اور عذاب جہنم روح کو. لیکن سمرہ بن جندب کی روایت میں ارض کو بیت المقدس کہتے ہیں اور عذاب کو روح پر کہہ رہے ہیں
پہلے کہا کہ سمرہ کی روایت عذاب قبر کی دلیل ہے پھر کچھ سال بعد دوسری کتاب لکھی اس میں کہا یہ عذاب الارواح کی دلیل ہے

جس زمانے میں دامانوی صاحب نے دین الخالص لکھی تھی اس وقت یہی روایت ان کے خیال میں غیر واضح تھی وہ کہتے تھے کہ حامل قرآن تو پیدا ہی نہیں ہوا اور یہ کہنا چاہتے تھے کہ روایت اپنے متن میں واضح نہیں-رفیق طاہر یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ روح پر عذاب ہو سکتا ہے یا اس روایت کی کوئی عملی شکل بھی ہے کیونکہ وہ اس کو خواب کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں

اعتراض

ابو جابر دامانوی عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں
اس حدیث میں کسی مقام پر بھی برزخی اجسام اور برزخی قبروں کے الفاظ ذکر نہیں کئے گئے ہیں

جواب

اس روایت میں بیان ہونے والے عذابات کو عالم برزخ میں مانا گیا ہے
ابن حجر فتح الباری جد ۲۰ ص ۵۲ پر سمرہ بن جندب کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

وَفِيهِ أَنَّ بَعْضَ الْعُصَاةِ يُعَذَّبُونَ فِي الْبَرْزَخِ .
اور اس (روایت) میں بعض گناہ گاروں کا ذکر ہے جنھیں البرزخ میں عذاب دیا جا رہا تھا
السیوطی کتاب الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج میں لکھتے ہیں

عَن سَمُرَة بن جُنْدُب قَالَ كَانَ النَّبِي صلى الله عَلَيْه وَسلم إذا صلى الصّبح أقبل عَلَيهم بِوَجْهه فَقَالَ هَل رأى أحد منْك البارحة رُؤْيا هَذَا مُخْتَصر من حَدِيث طَوِيل وَبعده وَأنه قَالَ لنا ذَات غَدَاة إِنَّه أَتَانِي اللَّيْلَة آتيان فَقَالَا لي انْطلق فَذكر حَدِيثا طَويلا فيه جمل من أَحْوَال الْمَوْتَى فِي البرزخ وَقد أخرج البُخَارِيّ بِتَمَامه

سَمُرَة بن جُنْدُب سے مروی ہے کہ النَّبِي صلى الله عَلَيْه وَسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تو ہماری طرف رخ کرتے اور پوچھتے کہ کیا تم میں سے کل کسی نے خواب دیکھا ہے یہ ایک طویل حدیث کا اختصار ہے… جس میں احوال الموتی کا اجمال ہے البرزخ میں اور اس کو بخاری نے مکمل بیان کیا ہے

اعتراض

ابو جابر دامانوی صاحب **عذاب قبر کی حقیقت** میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے :
سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث بیان فرمائی جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باغ میں ایک بڑے درخت کے نیچے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے ساتھ اولاد الناس (لوگوں کی اولاد) بھی دیکھی۔ اور اس کی مزید وضاحت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التعبیر باب ۴۸ میں کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو بچے تھے ان میں اولاد المشرکین بھی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! اُن کے ساتھ اولاد مشرکین بھی تھی۔ اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان فرما کر اولادِ مشرکین کا مسئلہ بھی حل فرما دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو اس حدیث پر باب نہیں باندھا تو ممکن ہے کہ ان کا اِرادہ ہو کہ وہ اس پر کوئی باب قائم کریں گے مگر اس کا اُنہیں موقع نہ مل سکا۔ اب موصوف کو چاہیئے کہ وہ صحیح بخاری کی شرح کا کام شروع کر دیں اور اس حدیث پر ایک باب القبور فی البرزخ کا اضافہ کر دیں، کیونکہ فتح الباری تو موصوف کے نزدیک ایسی شرح ہے جسے اگر نہ لکھا جاتا تو مناسب تھا۔

جواب:

مشرکین کی اولادیں اور ابراہیم علیہ السلام کیا بیت المقدس میں تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ جنّت کا کوئی حصہ تھا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معراج کی رات جنت میں دیکھا تھا. اس عالم ارواح کو متقدمین نے البرزخ کا نام دیا

ابن کثیر تفسیر سورہ بنی اسرائیل یا الاسراء آیت ۱۵ تا ۱۷ میں لکھتے ہیں

وَاحْتَجّوا بِحَدِيث سَمُرَةَ أَنَّهُ عَلَيْه السّلَامُ رَأى مع إبراهيم عليه السلام أوْلَادَ الْمُسْلمينَ وَأوْلَادَ الْمُشْرِكِينَ، وَبِمَا تَقَدَّمَ فِي رِوَايَة أَحْمَدَ عَنْ حَسْنَاء عَنْ عَمهَا أَنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:«وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّة» وَهَذَا اسْتدْلَالٌ صَحيحٌ، وَلَكنْ أَحَاديثُ الامْتحَان أَخَصُّ منْهُ. فَمَنْ عَلمَ الله منْهُ أَنَّهُ يُطيعُ جَعَلَ رُوحَهُ فِي الْبَرْزَخ مَعَ إبْرَاهيمَ وَأَوْلَاد الْمُسْلمينَ الَّذينَ مَاتُوا عَلَى الْفطْرَة

اور انہوں نے احتجاج کیا ہے حدیث سَمُرَةَ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مسلمانوں اور مشرکین کی اولادوں کو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اور.... پس اللہ نے علم دیا کہ ان کی روحوں کو برزخ میں ابرہیم اور مسلمانوں کی اولاد کے ساتھ کیا، جن کی موت فطرت پر ہوئی

اعتراض

عموما اہل حدیث حضرات، سمرہ بن جندب کی روایت اور واقعہ معراج کو ایک ساتھ بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ دو الگ واقعات ہیں.

جابر دامانوی **عذاب قبر کی حقیقت** میں لکھتے ہیں

معراج کا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں پیش آچکا تھا اور معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نافرمان انسانوں کو عذاب دیئے جانے کے کچھ مشاہدات بھی کرائے گئے تھے جیسا کہ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نافرمانوں کو مبتلائے عذاب دیکھا تھا

جواب

معراج، مکہ میں ہوئی جبکہ سمرہ بن جندب والی روایت میں جو خواب بیان ہوا ہے وہ آخری دور کا ہے لہٰذا ان دونوں کو ملا کر کیوں بیان کیا جارہا ہے؟ معراج جسمانی تھی نہ کہ خواب.

کتاب **تہذیب الأسماء واللغات از النووی** کے مطابق سمرہ چھوٹے تھے کہ والد کا انتقال ہوا اور ان کی والدہ مدینہ لے آئیں. مزید یہ کہ مومنین پر عذاب کا علم دس ہجری میں دیا گیا لہذا یہ روایت دس ہجری کے بعد کی ہے

اعتراض اس روایت میں کہیں بھی البرزخ کا ذکر نہیں جس کو ڈاکٹر عثمانی نے بیان کیا ہے

جواب

البرزخ کی اصطلاح بہت قدیم ہے، ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶، ابن جریر الطبری ۳۱۰ھ، ابن حزم المتوفی ۴۵۷ ھ، ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے اس کو استعمال کیا ہے. اس کو اردو میں ہم عالم ارواح کہتے ہیں. اسی مفہوم میں ڈاکٹر عثمانی نے بھی اس کو استعمال کیا ہے.

ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ کتاب تأویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں

وَنَحْنُ نَقُولُ: إِنَّهُ إِذَا جَازَ فِي الْمَعْقُول، وَصَحَّ فِي النَّظَر، وَبِالْكِتَاب وَالْخَبَرَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُور، بَعْدَ أَنْ تَكُونَ الْأَجْسَادُ قَدْ بَلِيَتْ، وَالْعِظَامُ قَدْ رَمَّتْ1، جَازَ أَيْضًا فِي الْمَعْقُول، وَصَحَّ فِي النَّظَر، وَبِالْكِتَابِ وَالْخَبَرِ، أَنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ بَعْدَ الْمَمَاتِ فِي الْبَرْزَخِ.

ابو محمّد ابن قتیبہ نے کہا اور ہم کہتے ہیں بے شک عقلی لحاظ سے اور صحیح النظر اور کتاب الله اور خبر (حدیث رسول) سے پتا چلا ہے کہ بے شک الله تعالی ان جسموں کو جو قبروں میں ہیں گلنے سڑنے اور ہڈیاں بننے کے بعد ان کو اٹھائے گا جب وہ مٹی ہو جائیں گے اور صحیح النظر اور کتاب الله اور خبر (حدیث رسول) سے یہ بھی پتا چلا ہے کہ ان کو البرزخ میں عذاب دیا جائے گا

ابن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ سورہ بقرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں اگر کوئی سوال کرے

وإذا كانت الأخبار بذلك متظاهرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فما الذي خُصّ به القتيل في سبيل الله، مما لم يعم به سائر البشر غيره من الحياة، وسائر الكفار والمؤمنين غيره أحياء في البرزخ، أما الكفار فمعذبون فيه بالمعيشة الضنك، وأما المؤمنون فمنعَّمون بالروح والريحان ونَسيم الجنان؟

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کے لئے خاص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے تو کیا سارے انسان بشمول کفار اور مومنین سب البرزخ میں زندہ ہیں

یعنی سوال یہ ہے کہ شہداء برزخ میں ہیں تو دیگر انسان وہاں کیسے ہو سکتے ہیں

اس سوال کا جواب الطبری دیتے ہیں

أَنَّهُمْ مَرْزُوقُونَ مِنْ مَآكِلِ الْجَنَّة وَمَطَاعمهَا فِي بَرْزَخهمْ قَبْلَ بَعْثهمْ، وَمُنَعَّمُونَ بِالَّذِي يَنْعَمُ به دَاخلُوها بَعْدِ الْبَعْثِ مِنْ سَائِرِ الْبَشَرِ مِنْ لَذِيذِ مَطَاعِمِهَا الَّذِي لَمْ يُطْعِمهَا اللَّهُ أَحَدًا غَيْرهُمْ فِي بَرْزَخِهِ قَبْلَ بَعْثِهِ

شہداء کو جنت کے کھانے انکی برزخ ہی میں ملیں گے زندہ ہونے سے پہلے، اور وہ نعمتوں سے مستفیض ہونگے دوسرے لوگوں سے پہلے اور لذیذ کھانوں سے، جن کواللہ کسی بھی بشر کو نہ چکھائے گا برزخ میں ، زندہ ہونے سے پہلے

الطبری کی تفصیل سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سب ارواح البرزخ میں ہیں اگرچہ شہداء ان سے بہتر حالت اور نعمت پا رہے ہیں

ابن حزم المتوفی ۴۵۶ھ قبر میں عود روح کے انکاری ہیں اور البرزخ کی اصطلاح عالم ارواح کے لئے استعمال کرتے ہیں. اور عذاب کو صرف روح پر مانتے ہیں. ڈاکٹر عثمانی اس بات میں ان سے متفق ہیں
کتاب الفصل فی الملل والأهواء والنحل میں لکھتے ہیں

ثمَّ ينقلنا بِالْمَوْتِ الثَّانِي الَّذِي هُوَ فِرَاق الْأَنْفس للأجساد ثَانِيَة إِلَى البرزخ الَّذِي تقيم فِيهِ الْأَنْفس إِلَى يَوْم الْقِيَامَة وتعود أجسامنا تُرَابا
پس اللہ ہم کو دوسری موت کے بعد جو نفس کی جسم سے علیحدگی ہے ہم کو برزخ میں منتقل کر دے گا اور ہمارے جسم مٹی میں لوٹائے گا

فيبلوهم الله عز وَجل فِي الدُّنْيَا كَمَا شَاءَ ثمَّ يتوفاها فترجع إِلَى البرزخ الَّذِي رَآهَا فِيهِ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَيْلَة أسرِي بِهِ عِنْد سَمَاء الدُّنْيَا أَرْوَاح أهل السَّعَادَة عَن يَمِين آدم عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام وأرواح أهل الشقاوة وَعَن يسَاره عَلَيْهِ السَّلَام

پس الله ہم کو آزمائے گا دینا میں جیسا چاہے گا پھر موت دے گا اور برزخ میں لوٹائے گا جس کو اس نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو دکھایا تھا معراج کی رات کہ نیک لوگوں کی ارواح آدم علیہ السلام کی دائیں طرف اور بد بختوں کی بائیں طرف تھیں

ابن حزم صاف لفظوں میں البرزخ کو ایک عالم کہتے ہیں

ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ تفسیر ج ۱ ص ۴۴۲ میں لکھتے ہیں

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: {وَلاَ تَقُولُواْ لمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللَّه أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ} يُخْبِرُ تَعَالَى أَنَّ الشُّهَدَاءَ فِي بَرْزَخِهِمْ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ كَمَا جَاءَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ: " إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي حَوَاصِلِ طيور خُضْرٍ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَاطَّلَعَ عليهم ربك اطلاعة فقال: ماذا تبغون؟ قالوا: يَا رَبَّنَا وَأَيُّ شَيْءٍ نَبْغِي وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ؟ ثُمَّ عاد عليهم بِمِثْلِ هَذَا فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَا يُتْرَكُونَ من أن يسألوا، قالو: نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّنَا إِلَى الدَّارِ الدُّنْيَا فَنُقَاتِلَ فِي سَبِيلِكَ حَتَّى نُقْتَلَ فِيكَ مَرَّةً أخرى - لما يرون من ثواب الشاهدة - فَيَقُولُ الرَّبُّ جَلَّ جَلَالُهُ: إِنِّي كَتَبْتُ أَنَّهُمْ إِليها لا يرجعون" وَقَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ تَعْلَقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يُرْجِعَهُ الله إِلَى جَسَدِه يَوْمَ يَبْعَثُهُ» فَفِيهِ دَلَالَةٌ لِعُمُومِ الْمُؤْمِنِينَ أَيْضًا وَإِنْ كَانَ الشُّهَدَاءُ قَدْ خُصِّصُوا بِالذِّكْرِ فِي الْقُرْآنِ تَشْرِيفًا لَهُمْ وَتَكْرِيمًا وَتَعْظِيمًا.

اور الله تعالی کا قول (وَلاَ تَقُولُواْ لمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللَّه أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ) پس الله نے خبر دی کہ بے شک شہداء اپنی برزخ میں ہیں زندہ ہیں اور رزق کھاتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے بے شک شہداء کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں جس میں وہ جنت کی سیر کرتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں پھر واپس قندیل میں جو عرش سے لٹک رہے ہیں ان میں اتے ہیں

ابن کثیر البرزخ کو شہداء کی جنت کہتے ہیں

ابن کثیر تفسیر سورہ بنی اسرائیل یا الاسراء آیت ۱۵ تا ۱۷ میں سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ مشرکین کے کم عمری میں انتقال کرنے والے بچے جنت میں ہیں

وَاحْتَجُّوا بِحَدِيثِ سَمُرَةَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَى مع إبراهيم عليه السلام أَوْلَادَ الْمُسْلِمِينَ وَأَوْلَادَ الْمُشْرِكِينَ، وَبِمَا تَقَدَّمَ فِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ عَنْ حَسْنَاءَ عَنْ عَمِّهَا أَنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:«وَالْمَوْلُودُ فِي

الْجَنَّة» وَهَذَا اسْتِدْلَالٌ صَحِيحٌ، وَلَكِنْ أَحَادِيثُ الامْتِحَان أَخَصُّ مِنْهُ. فَمَنْ عَلِمَ الله مِنْهُ أَنَّهُ يُطِيعُ جَعَلَ رُوحَهُ فِي الْبَرْزَخِ مَعَ إِبْرَاهِيمَ وَأَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ مَاتُوا عَلَى الْفِطْرَةِ

اور انہوں نے احتجاج کیا ہے حدیث سَمُرَةَ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مسلمانوں اور مشرکین کی اولادوں کو إبراهيم علیہ السلام کے ساتھ اور .... پس اللہ نے علم دیا کہ ان کی روحوں کو برزخ میں ابرھیم اور مسلمانوں کی اولاد کے ساتھ کیا، جن کی موت فطرت پر ہوئی

الذھبی کتاب سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۵۷۰ میں لکھتے ہیں
وَمِنْ ذَلِكَ اجْتِمَاعُ آدَمَ وَمُوْسَى لَمَّا احْتَجَّ عَلَيْهِ مُوْسَى، وَحَجَّهُ آدَمُ بِالعِلْمِ السَّابِقِ، كَانَ اجْتِمَاعُهُمَا حَقّاً، وَهُمَا فِي عَالَمِ البَرْزَخِ، وَكَذَلِكَ نَبِيُّنَا -صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَخْبَرَ أَنَّهُ رَأَى فِي السَّمَاوَاتِ آدَمَ، وَمُوْسَى،وَإِبْرَاهِيْمَ، وَإِدْرِيْسَ، وَعِيْسَى، وَسَلَّمَ عَلَيْهِم، وَطَالَتْ مُحَاوَرَتُهُ مَعَ مُوْسَى، هَذَا كُلُّهُ حَقٌّ، وَالَّذِي مِنْهُم لَمْ يَذُقِ المَوْتَ بَعْدُ، هُوَ عِيْسَى -عَلَيْهِ السَّلاَمُ- فَقَدْ تَبَرْهَنَ لَكَ أَنَّ نَبِيَّنَا -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور اس میں آدم و موسی کا اجتماع ہوا جب موسی نے اس سے بحث کی لیکن آدم علم سابق کی وجہ سے کامیاب رہے اور ان کا یہ اجتماع حق ہے اور وہ **عالم البرزخ** میں تھے اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے آسمانوں پر آدم موسی ابراہیم ادریس عیسی وسلم علیھم کو دیکھا اور موسی کے ساتھ دور گزارا یہ سب حق ہے اور ان میں عیسی علیہ السلام بھی تھے جنہوں نے ابھی موت نہیں چکھی پس اس سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا
اس سب وضاحت سے الذہبی نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ البرزخ ایک عالم ہے

الذہبی شہداء کے لئے کہتے ہیں

وَهَؤُلاَءِ حَيَاتُهُم الآنَ الَّتِي فِي عَالِمِ البَرْزَخِ حَقٌّ

ان کی زندگی اس وقت عالم البرزخ میں حق ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہتے ہیں

وَهُوَ حَيٌّ فِي لَحْدِهِ، حَيَاةَ مِثْلِهِ فِي البَرزَخِ

وہ اپنی قبر میں زندہ ہیں، زندگی جو البرزخ کی مثل ہے

الذھبی قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے قائل ہیں ان کے نزدیک سب انبیاء اور شہداء البرزخ میں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی نوعیت کی زندگی کے ساتھ قبر میں جو ایک غلط عقیدہ ہے البتہ ان کے نزدیک البرزخ ایک مقام ہے جو دنیا سے الگ ہے

ابن قیم المتوفی ۷۵۱ھ کتاب تفسیر القرآن الکریم میں ال فرعون پر عذاب پر لکھتے ہیں
النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْها غُدُوًّا وَعَشيًّا فهذا فِي البرزخ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخلُوا آلَ فرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذابِ فهذا في القيامة الكبرى.

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْها غُدُوًّا وَعَشيًّا پس یہ البرزخ میں ہے وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخلُوا آلَ فرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذابِ پس یہ قیامت میں ہوگا.

ابن قیّم اپنی کتاب روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین میں سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت پر لکھتے ہیں کہ

فأما سبيل الزنى فأسوأ سبيل ومقيل أهلها في الجحيم شر مقيل ومستقر أرواحهم في البرزخ في تنور من نار يأتيهم لهبها من تحتهم فإذا أتاهم اللهب ضجوا وارتفعوا ثم يعودون إلى موضعهم فهم هكذا إلى يوم القيامة كما رآهم النبي صلى الله عليه وسلم في منامه ورؤيا الأنبياء وحي لا شك فيها

پس زنا کا راستہ بہت برا راستہ ہے اور اس کے کرنے والے جہنم میں ہیں برا مقام ہے اور ان کی روحیں البرزخ میں تنور میں آگ میں ہیں جس کی لپٹیں ان کو نیچے سے آتی ہیں پھر وہ واپس اپنی جگہ آتے ہیں اور اسی طرح قیامت کے دن تک ہو گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں خواب میں دکھایا گیا جو وحی تھی جس میں کوئی شک نہیں

ابن قیم البرزخ میں عذاب اجتماعی بتاتے ہیں جو حدیث کے مطابق ہے

ابن تیمیہ فتوی میں کہتے ہیں
فِي سُورَة الْمُؤمن وَهُوَ قَوْله {وحاق بآل فرْعَوْن سوء الْعَذَاب النَّار يعرضون عَلَيْهَا غدوا وعشيا وَيَوْم تقوم السَّاعَة أدخلُوا آل فِرْعَوْن أَشد الْعَذَاب} وَهَذَا إِخْبَار عَن فِرْعَوْن وَقَومه أَنه حاق بهم سوء

لْعَذَاب وَهَذه الْآيَة أحد مَا اسْتدلَّ بِه الْعلمَاء b/الْعَذَاب فِي البرزخ وَأَنَّهُمْ فِي الْقِيَامَة يدْخلُونَ أَشد ا
على عَذَاب البرزخ
سورہ المومن اور اللہ کا قول {وحاق بآل فرْعَوْن سوء الْعَذَاب النَّار يعرضون عَلَيْهَا غدوا وعشيا وَيَوْم تقوم السَّاعَة أدخلُوا آل فرْعَوْن أَشد الْعَذَاب} اور فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں خبر ہے کہ ان کو بد ترین عذاب البرزخ میں دیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن شدید عذاب میں داخل کیا جائے گا اور اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے عذاب البرزخ پر

ابن إبي العز الحنفي، الأذرعي الصالحي الدمشقي (المتوفى : 792ھ) شرح العقيدة الطحاوية میں لکھتے ہیں
فَإِنَّهُمْ لَمَّا بَذَلُوا أَبْدَانَهَمْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى أَتْلَفَهَا أَعْدَاؤُهُ فِيهِ، أَعَاضَهُمْ مِنْهَا فِي الْبَرْزَخِ أَبْدَانًا خَيْرًا مِنْهَا، تَكُونُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَة، وَيَكُونُ تَنَعُّمُهَا بِوَاسِطَة تِلْكَ الْأَبْدَان، أَكْمَلَ مِنْ تَنَعُّمِ الْأَرْوَاحِ الْمُجَرَّدَة عَنْهَا
پس جب انہوں (شہداء) نے اپنے جسم اللہ کے لئے لگا دیے حتی کہ ان کے دشمنوں نے ان پر زخم لگائے، ان کو البرزخ میں اس سے بہتر جسم دیے گئے جو قیامت تک ہونگے، اور وہ نعمتیں ان بدنوں کے واسطے سے حاصل کریں گے، جو مجرد ارواح سے حاصل کرنے سے زیادہ کامل شکل ہے
ڈاکٹر عثمانی کے علاوہ یہ سب عالم ارواح کو البرزخ کہتے ہیں جیسا کہ حوالے اوپر دیے گئے ہیں

ابن إبي العز الحنفي کہہ رہے ہیں کہ شہداء کے نئے اجسام ہیں جن سے وہ نعمت حاصل کرتے ہیں جو صرف روحوں کے رزق حاصل کرنے سے بہتر ہے یہ فرقہ اہل سنت و اہل حدیث کے موجودہ عقیدے کے خلاف ہے دونوں فرقے کہتے ہیں کہ شہداء کے سبز پرندے ان کے ہوائی جہاز ہیں جن میں وہ جنت کی سیر کرتے ہیں[16]

خیال رہے کہ ابن تیمیہ ابن قیم اور ابن کثیر کا عقیدہ فرقہ اہل حدیث کے موجودہ عقیدے سے الگ ہے

ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ ھ، ابن قیم المتوفی ۷۵۱ ھ، ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ ھ اور ابن حجر المتوفی ۸۵۲ ھ (سب ابن حزم کے بعد کے ہیں)، روح کا اصل مقام البرزخ مانتے ہیں جو عالم ارواح ہے. یہ سب روح پر عذاب، البرزخ میں مانتے ہیں اور اس کا اثر قبر میں بھی مانتے ہیں اس تمام عذاب کو جو البرزخ میں ہو یا روح کے تعلق و اتصال سے قبر میں ہو، اس کو وہ عذاب القبر یا عذاب البرزخ کہتے ہیں. روح کا جسد سے مسلسل تعلق مانتے

[16] دیکھئے تسکین الصدور از سرفراز صفدر اور ابو جابر دامانوی کی کتب

ہیں جس میں آنا فانا روح قبر میں اتی ہے اور جاتی ہے اس کی مثال وہ سورج اور اسکی شعاوں سے دیتے ہیں. ان کے نزدیک عود روح استثنائی نہیں بلکہ ایک مسلسل عمل ہے دیکھئے کتاب الروح از ابن قیم المتوفی ۷۵۱ ھ

یہ لوگ جب البرزخ بولتے ہیں تو اس سے مراد عالم ارواح ہوتا ہے[17]

---

[17]

وہابیوں کے نزدیک برزخ سے مراد عالم ہے لہذا برزخ کے حوالے سے وہ سمرہ بن جندب رضی الله عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں اس کو اہل حدیث آجکل چھپا رہے ہیں یہاں تک کہ کتاب المسند فی عذاب قبر نامی ارشد کمال کی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ہے - اسی طرح ابو جابر دامانوی نے اس کا ذکر اپنی کتب سے نکال دیا ہے

صالح المغامسي برزخ کے حوالے سے اسی روایت کا ذکر کرتے ہیں
https://www.youtube.com/watch?v=lUpeh20CZ_w
——————
لیکن جب عود روح کا ذکر ہوتا ہے تو صالح المغامسي کہتے ہیں کہ مردے میں روح تدفین سے پہلے لوٹا دی جاتی ہے
اور جسد کہتا ہے کہاں لے جا رہے ہو
https://www.youtube.com/watch?v=L1w177Qiamk
سنیے ۱:۳۵ کے بعد وہ کہتے ہیں مردے کو قبر میں رکھا جائے یا رجال کی گردنوں پر اس کو اٹھایا جائے برابر ہے تو روح کو دوسری بار اس کے صاحب یا جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے - اس کا جز لوٹا دیا جاتا ہے قبل اس کے اس کو دفن کیا جائے - پس کہتا ہے اگر کافر ہو اے بربادی میں کہاں جا رہا ہوں
پھر ۳:٤٦ پر سوال کرتے ہیں کہ ارواح کا مستقر کہاں ہے جواب دیتے ہیں علیین میں نیک لوگوں کی روحیں ہیں اور سجین میں بدکاروں کی
پھر ان کے بقول روح کا جسد سے تعلق ہو جاتا ہے اور روح یا تو علیین میں یا سجین میں کیا قبر میں قید رہتی ہے

دوسری طرف غیر مقلد ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں کہتے ہیں

کیا جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے؟

ایک اشکال:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے جس وجہ سے وہ بول کر ((قَدِّمُوْنِیْ)) یا ((یَا وَیْلَهَا! اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا)) کہتی ہے۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ روح کے بغیر جسم کیسے بول سکتا ہے؟

جواب: چارپائی پر پڑی میت میں روح کا لوٹ آنا کسی صحیح ،صریح حدیث سے ثابت نہیں۔

کتاب مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين کے مطابق سعودی عالم العثيمين سے سوال ہوتا ہے کہ

وسئل فضيلة الشيخ: ما المراد بالقبر، هل هو مدفن الميت أو البرزخ؟

فأجاب: أصل القبر مدفن الميت، قال الله – تعالى -: {ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ} ، قال ابن عباس: أي أكرمه بدفنه. وقد يراد به البرزخ الذي بين موت الإنسان وقيام الساعة، وإن لم يدفن، كما قال – تعالى -: {وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ} . يعني من وراء الذين ماتوا؛ لأن أول الآية يدل
على هذا: {حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ} .
ولكن هل الداعي إذا دعا «أعوذ بالله من عذاب القبر» ، يريد عذاب مدفن الموتى، أو من عذاب البرزخ الذي بين موته وبين قيام الساعة؟ .
الجواب: يريد الثاني؛ لأن الإنسان في الحقيقة لا يدري هل يموت ويدفن، أو يموت وتأكله السباع، أو يحترق، ويكون رمادا ما يدري! {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ} ، فاستحضر أنك إذا قلت: من عذاب القبر، أي من العذاب الذي يكون للإنسان بعد موته إلى قيام الساعة.
اور فضیلة الشیخ سے سوال کیا: قبر سے کیا مراد ہے، کیا یہ میت کا مدفن ہے یا برزخ ہے؟
پس جواب دیا: قبر کا اصل میت کا مدفن ہے . اللہ تعالی نے کہا ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ابن عباس نے کہا: یعنی دفنا کر تکریم کی . اور برزخ سے مراد وہ (مقام) ہے جو انسان کی موت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک ہے اگرچہ اس کو دفن ہی نہ کیا جائے جسے اللہ تعالی نے کہا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ
حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا یعنی مرنے والوں کے پیچھے کہ آیت کا ابتدائی حصہ اس پر دلیل ہے کہ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ.
پھر سوال ہوا : لیکن ایک دعا کرنے والا دعا کرتا ہے أعوذ بالله من عذاب القبر اس سے مراد مردے کا مدفن ہے یا یہ عذاب البرزخ ہے جو موت اور قیامت کے درمیان ہے؟
جواب: یہ ثانی ذکر ہے کیونکہ انسان کو پتا نہیں کہ مرے گا دفن ہو گا، یا مرے گا اور پرندے کھائیں گے، مرے گا یا آگ میں جل کر رکھ ہو گا! وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ اور انسان کو نہیں پتا کس زمین میں مرے گا اس سے یہ نکلا کہ جب میں کہتا ہوں عذاب القبر سے (پناہ) تو یہ عذاب ہے جو جو موت اور قیامت کے درمیان ہے

سعودی عالم محمد بن صالح العثيمين سے سوال ہوا کہ هل عذاب القبر على البدن أو على الروح؟ کیا عذاب القبر روح کو ہوتا ہے یا بدن کو ، اس پر وہ فتوی میں کہتے ہیں

الأصل أنه على الروح لأن الحكم بعد الموت للروح، والبدن جثة هامدة، ولهذا لا يحتاج البدن إلى إمداد لبقائه، فلا يأكل ولا يشرب، بل تأكله الهوام، فالأصل أنه على الروح،
اصل میں بے شک یہ روح کو ہوتا ہے کیونکہ بے شک موت کے بعد حکم روح کے لئے ہے، اور بدن تو گلنے والا لاشہ ہے اور اسی وجہ سے بدن کو بقا کے لئے امداد کی حاجت نہیں، پس نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ بدن کو کیڑے کھاتے ہیں، پس اصلا یہ عذاب روح کو ہے
افسوس یہ سب سمجھنے کے بعد سعودی عالم محمد بن صالح العثيمين نے ابن تیمیہ کی بات پیش کی کہ عذاب میت کوبھی ہوتا ہے

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: إن الروح قد تتصل بالبدن فيعذب أو ينعم معها، وأن لأهل السنة قولاً آخر بأن العذاب أو النعيم يكون للبدن دون الروح واعتمدوا في ذلك على أن هذا قد رئي حسّاً في القبر فقد فتحت بعض القبور ورئي أثر العذاب على الجسم، وفتحت بعض القبور ورئي أثر النعيم على الجسم، وقد حدثني بعض الناس أنهم في هذا البلد هنا في عنيزة كانوا يحفرون لسور البلد الخارجي، فمروا على قبر فانفتح اللحد فوجد فيه ميت أكلت كفنه الأرض وبقي جسمه يابساً لكن لم تأكل منه شيئاً حتى إنهم قالوا: إنهم رأوا لحيته وفيها الحنا وفاح عليهم رائحة كأطيب ما يكون من المسك.
ابن تیمیہ کہتے ہیں
بے شک روح بدن سے متصل ہوتی ہے پس بدن عذاب پاتا ہے یا راحت،
اور اہل السنہ کے ہاں ایک اور قول ہے کہ عذاب صرف بدن کو روح کے بغیر ہوتا ہے اور اس پر اعتماد کیا گیا ہے کہ بے شک اس کا قبر میں ہونے کا احساس دیکھا گیا ہے پس بعض قبروں کو کھولا گیا اور جسم پر عذاب کا اثر دیکھا گیا اور بعض قبروں کو کھولا گیا اور جسم پر راحت کا اثر دیکھا گیا اس عنیزۃ کے شہر والوں نے مجھے بتایا کہ وہ شہر کے باہر پھر رہے تھے پس قبر پر گزرے اور اسکو کھولا جس میں میت پائی جس کا کفن (زمین نے) کھا لیا تھا اور تازہ جسم باقی تھا جس میں سے کچھ کھایا نہ گیا تھا پس یہاں تک انہوں نے کہا انہوں نے دیکھا کہ جسم کی داڑھی پر مہندی ہے اوراس میں سے اچھی خوشبو ا رہی ہے لیکن مشک نہ تھی

مفتی بن باز سے سوال ہوا کہ قبض روح کے بعد روح کہاں جاتی ہے ؟ بن باز کہتے ہیں

http://www.binbaz.org.sa/noor/1495

روح المؤمن ترفع إلى الجنة، ثم ترد إلى الله -سبحانه وتعالى-، ثم ترد إلى جسدها للسؤال، ثم بعد ذلك جاء الحديث أنها تكون في الجنة، طائر يعلق بشجر الجنة، روح المؤمن ويردها الله إلى جسدها إذا شاء -سبحانه وتعالى-، أما روح الكافر تغلق عنها أبواب السماء، وتطرح طرحاً إلى الأرض وترجع إلى جسدها للسؤال، وتعذب في قبرها مع الجسد، نسأل الله العافية، أما روح المؤمن فإنها تنعم في الجنة، وترجع إلى جسدها إذا شاء الله، وترجع إليه أول ما يوضع في القبر حتى يسأل، كما جاء في ذلك الأحاديث الصحيحة عن رسول الله -عليه الصلاة والسلام-: (والمؤمن إذا خرجت الروح منه يخرج منها كأطيب ريح، يحسه الملائكة ويقولون ما هذه الروح الطيبة؟، ثم تفتح لها أبواب السماء حتى تصل إلى الله، فيقول الله لها: ردوها إلى عبدي فإني منها خلقتهم، وفيها أعيدهم، فتعاد روحه إلى الجسد ويسأل)، ثم جاءت الأحاديث بأن هذه الروح تكون في الجنة بشبه طائر بشكل طائر تعلق في أسفل الجنة، وأرواح الشهداء في أجواف

طير خضر؟ أما روح المؤمنين فهي نفسها تكون طائر، كما روى ذلك أحمد وغيره بإسناد صحيح عن كعب بن مالك -رضي الله عنه- عن النبي -صلى الله عليه وسلم-. جزاكم الله خيراً
مومن کی روح بلند ہوتی ہے جنت کی طرف پھر اس کو الله تعالی کی طرف لے جاتے ہیں پھر اس کو جسم میں سوال کے لئے لوٹاتے ہیں پھر اس کے بعد حدیث میں اتا ہے یہ جنت میں جاتی ہے ایک پرندے کی طرح جنت کے درخت پر لٹکتی ہے الله ،مومن کی روح کو جسم میں لوٹاتا ہے جب وہ چاہتا ہے اور جہاں تک کافر کی روح کا تعلق ہے اس پر آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اس کو پھینکا جاتا ہے زمین کی طرف اور جسم کو لوٹایا جاتا ہے سوال کے لئے اور قبر میں عذاب کے لئے جیسا کہ حدیث صحیحہ میں آیا ہے اور مومن کی روح جب نکلتی ہے اس میں سے ایک خوشبو نکلتی ہے اس کو فرشتے محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیسی عمدہ خوشبو ہے پھر آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ الله سے ملتی ہے اس سے الله کہتا ہے لوٹا دو میرے بندے کو اس سے میں نے ان کو تخلیق کیا ہے اور اس میں ہی لوٹا دوں گا پس روح جسد میں لوٹا دی جاتی ہے پھر سوال ہوتا ہے پھر احادیث میں آیا ہے یہ روح جنت میں ایک پرندے کی شکل میں جنت کے نیچے لٹکتی ہے اور شہیدوں کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں؟ اور مومنین کی ارواح تو یہ فی نفس ایک پرندہ ہی ہے جیسا کہ احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ کعب رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے نبی صلی الله علیہ وسلم سے الله بہترین جزا دے
بن باز کہہ رہے ہیں کہ مومن کی روح تو جب جب الله چاہتا ہے جنت سے قبر میں لوٹا دیتا ہے جبکہ اہل حدیث اس کو ایک استثنا کہہ کر صرف ایک ہی بار کے لئے محدود کرنے کی کوشش کرتے ہیں

یہی عقیدہ وہابیوں کا رسول الله کے حوالے سے ہے کہ جسد نبوی میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ ان پچھلی ١٤ صدیوں میں ہر روز دن میں کئی مرتبہ روح ڈالی اور نکالی جاتی ہے

وہابیوں کے مطابق نہ صرف رسول الله صلی الله علیہ وسلم بلکہ عام شخص بھی عود روح کے بعد قبر میں سنتے ہیں جبکہ اس عقیدہ پر اہل حدیث دیوبندیوں اور بریلویوں پر گمراہ ہونے کا فتوی دیتے ہیں

وہابی عالم ابن عثیمین کتاب الشرح الممتع على زاد المستقنع کہتے ہیں

مكان النار في الأرض ، ولكن قال بعضُ أهل العلْم : إنَّها البحار ، وقال آخرون: بل هي في باطن الأرض ، والذي يظهر: أنَّها في الأرض ، ولكن لا ندري أين هي من الأرض على وَجْه التعيين. ”
جہنم کا مکان زمین ہے لیکن بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ سمندروں میں ہے اور دوسرے کہتے ہیں بلکہ یہ زمین کے اندر ہے اور جو ظاہر ہے کہ یہ زمین میں ہی ہے -لیکن یہ نہیں جنتے کہ زمین میں کہاں تعین کے طور پر
اسی کتاب میں ابن العثیمین کہتے ہیں کہ اس قول کی مخآلفت کرنے والے کہتے ہیں

وقال: كيف يراها الرّسولُ صلّى الله عليه وسلّم ليلة عُرِجَ به وهي في الأرض؟
وأنا أعجب لهذا الاستشكال! ولا سِيَما وقد وَرَدَ من طالب علم، فإذا كُنَّا ـ ونحن في الطائرة ـ نرى الأرضَ تحتنا بعيدة وندركها، فكيف لا يرى النبيّ عليه الصّلاةُ والسّلامُ النَّارَ وهو في السماء؟!!
رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے کیسے جہنم کودیکھا اگر یہ زمین میں تھی کیونکہ اس رات تو آپ کو بلند کیا گیا؟
ابن العثیمین کہتے ہیں کہ اس اشکال پر مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے اور یہ طلبہ کی طرف سے ہوتا ہے تو کیا جب ہم ہوائی جہاز میں ہوتے ہیں اوپر سے زمین کو دیکھتے ہیں دور تک ، تو کیوں نہ نبی علیہ الصّلاةُ والسّلامُ نے جہنم کو اوپر سے دیکھا ہو

راقم کہتا ہے انسانوں نے جنت و جہنم دونوں کا وعدہ ہے لہذا اس سے ظاہر ہے کہ جنت و جہنم دونوں آسمان میں ہی ہیں – قرآن میں سورہ الاعرآف کے مطابق جنت و جہنم قریب بھی ہوں گی اور الاعرآف کی بلندیوں سے لوگ دونوں جانب دیکھ سکتے ہوں گے

سورہ الاعراف میں ہے اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان
وبينهما حجاب وعلى الأعراف رجال يعرفون كلا بسيماهم ونادوا أصحاب الجنة أن سلام عليكم لم يدخلوها وهم يطمعون (46) وإذا صرفت أبصارهم تلقاء أصحاب النار قالوا ربنا لا تجعلنا مع القوم الظالمين (47
ان کے بیچ پردہ ہو گا اور بلندیوں پر لوگ ہوں گے جو ان سب کو چہروں سے پہچان جائیں گے اور وہاں سے اصحاب جنت کو پکاریں گے تم پر سلامتی ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کے متمنی ہوں گے اور جب ان کی نظریں جہنم کی طرف جائیں گی وہ کہیں گے اے رب ہم کو ظالم لوگوں میں مت کریو

تفسیر ابن کثیر سورہ غافر میں ابن کثیر لکھتے ہیں

أَنَّ الْآيَةَ دَلَّتْ عَلَى عَرْضِ الْأَرْوَاحِ إِلَى النَّارِ غُدُوًّا وَعَشِيًّا فِي الْبَرْزَخِ، وَلَيْسَ فِيهَا دَلَالَةٌ عَلَى اتِّصَالِ تَأَلُّمِهَا بِأَجْسَادِهَا فِي الْقُبُورِ، إِذْ قَدْ يَكُونُ ذَلِكَ مُخْتَصًّا بِالرُّوحِ، فَأَمَّا حُصُولُ ذَلِكَ لِلْجَسَدِ وَتَأَلُّمُهُ بِسَبَبِهِ، فَلَمْ يَدُلَّ عَلَيْهِ إِلَّا السُّنَّةُ فِي الْأَحَادِيثِ

بے شک یہ آیت دلالت کرتی ہے ارواح کی آگ پر پیشی پر صبح و شام کو البرزخ میں، اور اس میں یہ دلیل نہیں کہ یہ عذاب ان کے اجساد سے جو قبروں میں ہیں متصل ہو جاتا ہے، پس اس (عذاب) کا جسد کو پہنچنا اور اس کے عذاب میں ہونے پر احادیث دلالت کرتی ہیں

ابن کثیر واضح کر رہے ہیں کہ قرآن میں عذاب البرزخ کا ذکر ہے اور اس کا تعلق قبر سے نہیں بتایا گیا البتہ یہ احادیث میں ہے ہمارے نزدیک یہ اس وجہ ہے کہ احادیث کا صحیح مدعا نہیں سمجھا گیا اور ان کا رخ دنیاوی قبر کی طرف موڑ دیا گیا. قرآن میں کفار پر عذاب النار یا عذاب جہنم کا ذکر ہے جس کو عذاب البرزخ یا عذاب قبر کہا جاتا ہے.

البرزخ کے مفہوم میں تبدیلی ابن عبد الہادی الحنبلی (المتوفی: 744ھ) نے کی. ان سے پہلے اس کو عالم ارواح کے لئے استعمال کیا جاتا تھا. انہوں نے البرزخ کے مفہوم میں عالم ارواح اور دیناوی قبر دونوں کو شامل کر دیا گیا. ابن عبد الھادی اپنی کتاب الصّارِمُ المُنْكِي في الرَّدِّ عَلَى السُّبْكِي میں ایک نئی اصطلاح متعارف کراتے ہیں

وليعلم أن رد الروح (إلى البدن) وعودها إلى الجسد بعد الموت لا يقتضي استمرارها فيه، ولا يستلزم حياة أخرى قبل يوم النشور نظير الحياة المعهودة، بل إعادة الروح إلى الجسد في البرزخ إعادة برزخية، لا تزيل عن الميت اسم الموت

یہ آیات دلیل ہیں کہ جنت وہ جہنم قریب ہوں گی ان کے درمیان کی سطح مرتفع یا بلندیوں پر لوگ بھی ہوں گے جو اتنے قریب ہوں گے کہ جنت و جہنم میں جھانک سکتے اور کلام کر سکتے ہوں گے

اور جان لو کہ جسم میں موت کے بعد عود روح ہونے سے ضروری نہیں کہ تسلسل ہو - اور اس سے دوسری زندگی بھی لازم نہیں آتی ...بلکہ یہ ایک برزخی زندگی ہے جس سے میت پر موت کا نام زائل نہیں ہوتا

یہ مفہوم نص قرآنی سے متصادم ہے

اس کے بعد اسلامی کتب میں قبر میں حیات برزخی کی اصطلاح انبیاء اور شہداء سے لے کر عام مردوں تک کے لئے استعمال ہونے لگی لہذا یہ ایک لچک دار آصطلاح بنادی گئی جس میں عالم ارواح اور قبر دونوں کا مفہوم تھا

علامہ پرویز کی ایک صفت تھی کہ قرآن کی کسی بھی بات کو وہ اصطلاح نہیں مانتے تھے بلکہ ہر بات لغت سے دیکھتے تھے چاہے نماز ہو یا روزہ، جن ہوں یا فرشتے ایک سے بڑھ کر ایک تاویل انہوں نے کی. کچھ اسی طرز پر آج کل اہل حدیث فرقہ کی جانب سے تحقیق ہو رہی ہے اور انہوں نے بھی لغت پڑھ کر البرزخ کو صرف ایک کیفیت ماننا شروع کر دیا ہے نہ کہ ایک مقام

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

برزخ کسی مقام کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک آڑ یا پردہ ہے۔ پردہ سے مراد یہاں دنیاوی پردہ نہیں ہے جیسا کہ بعض کوتاہ فہموں کو غلط فہمی ہوئی ہے بلکہ یہ ایک ایسا مضبوط پردہ اور آڑ ہے کہ جسے کراس کرنا انسانی بس سے باہر ہے البتہ یہ پردہ قیامت کے دن دور ہو جائے گا
مقام حیرت ہے کہ ابو جابر کے مدح سرا اور ان کی عذاب قبر سے متعلق کتابوں پر پیش لفظ لکھنے والے زبیر علی زئی حدیث ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ عاجزی اور دانائی بھی تقدیر سے ہے کی شرح میں لکھتے ہیں

وعن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ
((احتج آدم وموسىٰ عند ربهما، فحج آدم موسىٰ؛ قال موسىٰ: أنت آدم الذي خلقك الله بيده، ونفخ فيك من روحه، وأسجد لك ملائكته، وأسكنك في جنته، ثم أهبطت الناس بخطيئتك إلى الأرض؟ قال آدم: أنت موسى الذي اصطفاك الله برسالته وبكلامه، وأعطاك الألواح فيها تبيانُ كل شيءٍ، وقربك نجياً، فبكم وجدت الله كتب التوراة قبل أن

اِخلق؟ قال موسیٰ: بأربعین عاماً. قال آدم: فھل وجدت فیھا "وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی"؟ قال: نعم، قال: اِفتلو مُنی علیٰ اِن علمتُ عملاً کتبہ اللہ علیّ اِن اِعملہ قبل اِن یخلقنی بأربعین سنۃ؟ قال رسول اللہ ﷺ فحجَّ آدمُ موسیٰ.))
رواہ مسلم

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے رب کے پاس (آسمانوں پر عالم ارواح میں) بحث و مباحثہ کیا تو آدم (علیہ السلام) موسیٰ (علیہ السلام) پر غالب ہوئے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے (آدم علیہ السلام سے) کہا: آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی (پیدا کردہ) روح پھونکی اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا پھر آپ نے اپنی غلطی کی وجہ سے لوگوں کو (جنت سے) زمین پر اتار دیا؟

آدم (علیہ السلام) نے فرمایا: تم وہ موسیٰ ہو جسے اللہ نے اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ چُنا اور تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے اور تمہیں سرگوشی کے لئے (اللہ نے) اپنے قریب کیا، پس تمہارے نزدیک میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے اللہ نے تورات لکھی؟

موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: چالیس سال پہلے۔

آدم (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم نے اس میں یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ "اور آدم نے اپنے رب کے حکم کو ٹالا تو وہ پھسل گئے"؟

موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: جی ہاں، (آدم علیہ السلام نے) کہا: کیا تم مجھے اس عمل پر ملامت کرتے ہو جو میری پیدائش سے چالیس سال پہلے اللہ نے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس آدم (علیہ السلام) موسیٰ (علیہ السلام) پر غالب ہوئے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵۲/۱۵/۶۷۴۴)

: فقہ الحدیث

آدم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کے درمیان یہ بحث و مباحثہ اور مناظرہ **عالم برزخ میں آسمانوں پر ہوا تھا**۔ ایک دفعہ محدث ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر (متوفی ۱۹۵ھ) نے اس مناظرے والی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے پوچھا: آدم اور موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کہاں ہوئی تھی؟ یہ سن کر عباسی خلیفہ ہارون الرشیدؒ سخت ناراض ہوئے اور اس شخص کو قید کر دیا۔ وہ اس شخص کے کلام کو ملحدین اور زنادقہ کا کلام سمجھتے تھے۔ (دیکھئے کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ۲/۱۸۱، ۱۸۲ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۵/۲۴۳ وسندہ صحیح)

قارئین خط کشیدہ الفاظ کو دیکھیں عالم البرزخ اب آسمان میں واپس آ گیا ہے

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

برزخ کسی مقام یا جگہ کا نام ہے یا برزخ صرف آڑ (پردہ) کو کہتے ہیں؟ اگر برزخ آڑ کے علاوہ کسی جگہ یا مقام کا نام ہے تو اس کے دلائل پیش کئے جائیں۔ اور اگر برزخی عثمانی اپنے اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش نہ کر سکیں تو سمجھ لیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔

لیکن ہم سے پہلے اپنے ممدوح زبیر علی سے پوچھ لیتے تو اچھا ہوتا ورنہ اوپر دلائل دے دیئے گئے ہیں

اصل میں بعض کے نزدیک عشق اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے - زبیر علی کے نزدیک برزخ آسمان میں تھی لیکن جب ڈاکٹر عثمانی کے رد میں ابو جابر دامانوی کی کتاب دین الخالص پر مقدمہ لکھا تو ابن تیمیہ کی عبارت کا ترجمہ تک بدل دیا (مقالات اصلاحی میں یہ مقدمہ دوبارہ چھپا) دیکھئے

حافظ ابن حجر نے عذابِ قبر کے عقیدے کو "جميع أهل السنة" یعنی تمام اہلِ سنت کا عقیدہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری (ج ۳ ص ۲۳۳ تحت ح ۱۳۶۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عذابِ قبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذا قول السلف قاطبة و أهل السنة والجماعة و إنما أنكر ذلك في البرزخ قليل من أهل البدع " یہ تمام سلف صالحین اور اہلِ سنت والجماعت کا قول ہے(کہ عذابِ قبر حق ہے)اور اس کا انکار صرف تھوڑے سے بدعتیوں نے کیا ہے۔

(مجموع فتاویٰ ج ۴ ص ۲۶۲)

ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ البرزخ میں عذاب روح کو ہوتا ہے اس کا اثر قبر میں اتا ہے روح آنا فانا قبر سے برزخ میں اتی جاتی رہتی ہے - لہذا ابن تیمیہ نے کہا

اس میں البرزخ میں عذاب کا انکار اہل بدعت میں سے قلیل نے کیا ہے

لیکن زبیر علی کو البرزخ کا لفظ ہضم نہیں ہوا اور لکھا

اور اس کا انکار صرف تھوڑے بدعتیوں نے کیا ہے

ابن تیمیہ فتوی میں کہتے ہیں
فِي سُورَة الْمُؤمن وَهُوَ قَوْله {وحاق بآل فِرْعَوْن سوء الْعَذَاب النَّار يعرضون عَلَيْهَا غدوا وعشيا وَيَوْم تقوم السَّاعَة أدخلُوا آل فِرْعَوْن أَشد الْعَذَاب} وَهَذَا إِخْبَار عَن فِرْعَوْن وَقَومه أَنه حاق بهم سوء لْعَذَاب وَهَذِه الْآيَة أحد مَا اسْتدلَّ بِهِ الْعلمَاء b/الْعَذَاب فِي البرزخ وَأَنَّهُمْ فِي الْقِيَامَة يدْخلُونَ أَشد ا على عَذَاب البرزخ
سوره المومن اور الله كا قول {وحاق بآل فِرْعَوْن سوء الْعَذَاب النَّار يعرضون عَلَيْهَا غدوا وعشيا وَيَوْم تقوم السَّاعَة أدخلُوا آل فِرْعَوْن أَشد الْعَذَاب} اور فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں خبر ہے کہ ان کو بد ترین عذاب البرزخ میں دیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن شدید عذاب میں داخل کیا جائے گا اور اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے عذاب البرزخ پر

ابن تیمیہ لکھتے ہیں بحوالہ المستدرک علی مجموع فتاوى شيخ الإسلام

كذلك مذهب أهل السنة والجماعة الإقرار بمعاد الأرواح والأبدان جميعا، وأن الروح باقية بعد مفارقة البدن منعمة أو معذبة. وأما أهل الأهواء: فكان كثير من الجهمية والمعتزلة ونحوهم يكذب بما في البرزخ من النعيم والعذاب ولا يقر بما يكون في القبر

اور اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ اقرار کرتے ہیں روحوں اور جسموں کے معاد پر اور بے شک روح جسم سے نکلنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے راحت و عذاب میں اور اہل الأہواء تو ان میں سے بہت سے الجہمیۃ والمعتزلۃ اور ان کے جیسے البرزخ میں راحت و عذاب کا انکار کرتے ہیں اور قبر میں بھی اس کا انکار کرتے ہیں

ابن تیمیہ کے نزدیک روح البرزخ میں ہوتی ہے اور جسد قبر میں لیکن دونوں کا تعلّق ہوتا ہے

ڈاکٹر عثمانی نے عذاب البرزخ کو ہی عذاب قبر کہا ہے جو روح پر ہوتا ہے اس کے قائل عبد الرحمان کیلانی بھی ہیں کہ عذاب قبر اصل میں روح کو ہے (البتہ بدن اس کو محسوس کرتا ہے)۔

ارشد کمال کتاب عذاب القبر میں عبد الرحمان کیلانی صاحب کی رائے پیش کرتے ہیں

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان غرق ہو کر مرنے والوں میں سے صرف فرعون کی لاش کو اللہ نے بچالیا، باقی سب لوگوں کی لاشیں سمندر میں آبی جانوروں کی خوراک بن گئیں یا سمندر کی تہہ میں چلی گئیں۔ فرعون کی لاش کو سمندر کی موجوں نے اللہ کے حکم سے کنارے پر پھینک دیا تا کہ عامۃ الناس اس خدائی کا دعویٰ کرنے والے شہنشاہ کا حشر دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ اور یہ مدتوں ساحل سمندر پر پڑی رہی اور گلی سڑی نہیں، بلکہ جوں کی توں قائم رہی۔ کہتے ہیں کہ اس کے مردہ جسم پر سمندر کے نمک کی دبیز تہہ چڑھ گئی تھی جس کی وجہ سے اس کا جسم گلنے سڑنے سے محفوظ رہا۔ اب ان غرق ہونے والوں کی لاشیں خواہ سمندر کی تہہ میں ہوں یا آبی جانوروں کے پیٹ میں یا فرعون کی لاش قاہرہ کے عجائب گھر میں پڑی ہو، ان سب کی ارواح غرق ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں چلی گئی تھیں۔ غرق ہونے کے دن سے لے کر قیامت تک ان ارواح کو ہر روز صبح و شام اس دوزخ پر لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ جس میں وہ قیامت کے دن اپنے جسموں سمیت داخل ہونے والے ہیں۔ ان کی موت سے لے کر قیامت تک کے عرصہ میں...... جسے اصطلاحی زبان میں عالم برزخ کہا جاتا ہے...... صرف آگ پر پیشی ہوتی ہے اور صرف ارواح کی ہوتی ہے۔ [3] لیکن قیامت کے دن وہ آگ میں داخل ہوں گے اور جسموں سمیت داخل ہوں گے۔ اس لحاظ سے عالم برزخ کا عذاب قیامت کے عذاب کی نسبت بہت ہلکا اور قیامت کا عذاب عالم برزخ کے مقابلہ میں شدید تر عذاب ہے۔ اس آیت میں

معلوم ہوا کہ یہ عذاب ارواح کو ہو رہا ہے لیکن ارشد کمال اور استاذ دامانوی صاحب کا پورا زور ہے کہ یہ عذاب اجسام کو ہو رہا ہے

لہذا اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں

❸ مولانا صاحب کی ذاتی رائے ہے میرا متفق ہونا ضروری نہیں۔[مصنف]

اصل میں ان کا عقیدہ عذاب قبر الگ الگ ہے۔ عبد الرحمان کیلانی کا ابن تیمیہ اور وہابیہ جیسا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر اصل میں روح پر ہے لیکن اثر قبر تک اتا ہے اور ان غیر مقلدین جدید کے نزدیک یہ عذاب مردہ بے روح جسد کو ہوتا ہے روح کو سراسر نہیں ہوتا۔ بلکہ اب ان کے نزدیک روح پر عذاب کو عذاب قبر تک نہیں کہنا چاہیے

ابو جابر دامانوی اور عقیدہ کا کنفیوژن

دامانوی صاحب کتاب عذاب القبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں آل فرعون کے اجسام کو عذاب ہوتا ہے

لیکن ان تمام معاملات کا تعلق پردہ غیب سے ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس آیت میں آل فرعون صبح و شام جس آگ پر پیش کئے جارہے ہیں وہی عذاب قبر ہے جس میں اجسام (میتوں) کو آگ پر پیش کیا جارہا ہے جبکہ روحیں اول دن سے جہنم میں داخل ہو کر سزا بھگت رہی ہیں۔ اور قیامت کے دن وہ جس اشد العذاب میں داخل ہوں گے اس سے جہنم کا عذاب مراد ہے جس میں وہ روح و جسم دنوں کے ساتھ داخل ہوں گے۔ کیونکہ قیامت کے دن عذاب قبر ختم ہو جائے گا اور صرف عذاب جہنم باقی رہ جائے گا۔

اس آیت میں کہیں بھی نہیں کہ یہ عذاب جو فرعون کو ھو رہا ہے اس کا تعلق جسد سے ہے

دامانوی مزید لکھتے ہیں آل فرعون کے اجسام کو عذاب ہوتا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آل فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جارہا ہے۔ جبکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ کافر کی روح کو قبض روح کے بعد جہنم میں داخل کر دیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں: سورۂ نوح: ۲۵۔ التحریم: ۱۰۔ النحل: ۲۸۔ الانعام: ۹۳۔ الانفال: ۲۵۔

جبکہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ کافر کی روح کو قبض روح کے بعد جہنم میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اب یہ صبح وشام کیا چیز ہے کہ جسے آگ پر پیش کیا جارہا ہے؟ظاہر ہے کہ یہ اجسام ہی ہیں کہ جنہیں قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور صحیح بخاری میں یہ حدیث بھی موجود ہے کہ مومن و کافر پر صبح وشام اس کا ٹھکانہ جنت یا جہنم پیش کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ تجھے (قیامت کے دن) یہاں سے اُٹھا کر داخل کرے گا۔

دامانوی صاحب لکھتے ہیں آل فرعون کے اجسام کو عذاب ہوتا ہے

قرآن کریم کے بیان سے واضح ہوا کہ آل فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہ ان کے اجسام ہیں کہ جنہیں آگ پر پیش جارہا ہے۔ اگرچہ ان کے اجسام دنیا میں محفوظ ہیں اور ان پر عذاب کے آثار بھی نظر نہیں آتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اُمور کو انسانوں اور جنوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ چونکہ انسانوں اور جنوں سے ایمان بالغیب مطلوب ہے لہٰذا یہ عذاب ان سے مخفی رکھا گیا ہے

دامانوی صاحب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں آل فرعون کی روحوں کو عذاب ہوتا ہے

موصوف اگر احادیث کا بغور مطالعہ کرتے تو فرعونیوں کے عذاب کا مسئلہ انہیں سمجھ میں آجاتا۔ کافروں کی ارواح جہنم میں عذاب پاتی ہیں جبکہ ان کے اجسام قبروں میں عذاب میں مبتلا رہتے ہیں

چلو کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے - محب الراشدی اپنے فتوی میں لکھتے ہیں

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

انسان اور روح

سوال: انسان کے ساتھ ارواح کا تعلق کس طرح ہے اس کے متعلق بحث کریں اور ہم کو حقیقت سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب بعون الوهاب: انسانی روح اس طرح ہے جس طرح انسانی جسم کپڑوں میں۔ جس طرح کپڑے انسانی جسم کے اوپر پہنے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح سمجھیں کہ یہ خاکی جسم روح کے اوپر اس طرح ڈھانپا ہوا ہے اور اس روح کو بھی اس ظاہری جسم کے موافق صورت ملی ہوئی ہے یعنی روح محض ہوا نہیں ہے بلکہ ایک لطیف وباریک صورت والی چیز ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن واحادیث میں وارد ہے کہ فرشتے انسانی روح قبض کر کے جنت یا جہنم کے کفن میں اس کو لپیٹتے ہیں اگر روح کوئی چیز نہ ہوتی تو اس کو جنتی یا جہنمی لباس میں ڈھانپنے کا کیا مطلب؟ اس کے بعد حدیث میں ہے کہ انسانی نظر اس وقت اپنے روح کا

تعاقب کرتی ہے اگر روح کوئی محسوس چیز نہ ہوتی تو انسانی نظر آخر کس چیز کا تعاقب کرتی ہے؟ اس کے بعد احادیث میں ہے وہ روح عالم برزخ میں پہلے والوں سے ملتی ہے، پہلے والے انسان نو وارد روح سے دنیا والوں کا حال احوال پوچھتے ہیں۔ اگر روح کو کوئی صورت نہ ہوتی تو آخر پہلے پہنچے ہوئے انسان اس تازہ روح کو کس طرح پہچانتے ہیں اور یہ نو وارد روح ان کو کس طرح پہچانتی ہے کہ یہ میرے فلاں عزیز یا دوست ہیں؟ ضرور ان ارواح کو کوئی جانی پہچانی صورت ملی ہوئی ہے جس کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور حال احوال کرتے ہیں۔ شہیدوں کے لیے تو حدیث میں آتا ہے کہ ان کو سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں رکھا گیا ہے جہاں وہ اللہ کا دیا ہوا رزق حاصل کر رہے ہیں بس آپ کے سوال کا جواب اسی میں ہے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارک تو اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں لیکن ان کے پاک اور طیبہ ارواح کو ضرور کوئی نہ کوئی صورت ملی ہوئی ہوگی اور وہ ارواح طیبہ آسمانوں پر اپنے اپنے مقام پر ان صورتوں میں موجود ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بھی ان کو دی ہوئی صورتوں کے ساتھ ہوئی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کیونکہ وہ وہاں پر اپنے جسم اطہر کے ساتھ موجود تھے پھر جس طرح دوسرے مسلمانوں کی ارواح مرنے کے بعد آپس میں ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں اس طرح اگرچہ کسی بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ گفتگو ہوئی جب کہ عام مومنوں کے ارواح کی بھی یہی حالت ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں۔ تو انبیاء کی ارواح کو بوجہ اتم واعلیٰ یہ سعادت اور صورت حال حاصل ہے لہٰذا ان کی اس ملاقات وگفتگو میں نہ کوئی بُعد ہے نہ استحال نہ عجب اور نہ ہی کوئی غرابت اور ویسے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے آگے اس کے بارے میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رب کریم سب کچھ کرسکتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعینہٖ اسی طرح ان انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح بیت المقدس میں لائی گئیں اور ان تمام ارواح نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (جس طرح احادیث میں وارد ہے)

هذا ما عندی والله اعلم بالصواب
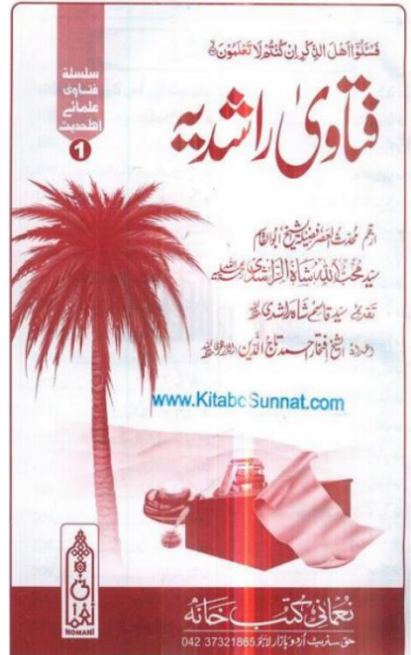
اس فتوی میں ظاہر ہے کہ مرنے والوں کی روحیں نکال کر برزخ لے جائی گئیں جہاں ان کی ملاقات پہلے مر جائے والوں کی ارواح سے ہوا

رفیق طاہر صاحب، اعادہ روح اور عذاب قبر و برزخ میں لکھتے ہیں

انہیں آیات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرنے کے بعد جہاں انسان کا جسد و روح رہتے ہیں اسی کا نام برزخ ہے ۔اور روح چونکہ نظر نہیں آتی جبکہ جسم نظر آتا ہے , تو ہم مرنے والے کے جسم کو دیکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جس جگہ وہ موجود ہے وہی اسکے لیے برزخ ہے ۔یعنی **برزخ کوئی آسمان میں مقام نہیں بلکہ مرنے کے بعد انسان کا جسم جس جگہ بھی ہوتا ہے وہ اپنی روح سمیت ہوتا ہے اور وہی مقام اسکے لیے برزخ ہے ۔**

ارشد کمال کتاب عذاب القبر میں لکھتے ہیں

برزخ کے متعلق چند ضروری باتیں

❀...... برزخ مردہ انسان کے لیے ظرف زمان ہے، مرنے کے بعد انسان عالم برزخ میں چلا جاتا ہے، جو مردہ چار پائی پر پڑا ہو وہ بھی عالم برزخ میں داخل ہو چکا ہے، اور جس کو لوگ کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں، وہ بھی عالم برزخ میں ہی ہے، اور جس کو قبر میں دفن کر دیا گیا ہو، وہ بھی برزخ میں ہے۔ الغرض مردہ جہاں ہے اور جس حالت میں ہے، وہ عالم برزخ ہی میں ہے، کیوں کہ موت کے وقت سے اس کا عالم (زمانہ) تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے وہ عالم دنیا میں تھا اور اب عالم برزخ میں داخل ہو گیا ہے، اگر چہ وہ وہیں چار پائی پر ہی کیوں نہ پڑا ہوا ہو۔

❀...... وقت اور زمانے کی تبدیلی کے لیے جگہ کی تبدیلی ضروری نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ نے عصر کی نماز مسجد میں ادا کی اور پھر آپ اسی مسجد میں اور اسی مصلّٰی پر بیٹھ گئے، حتی کہ سورج غروب ہو گیا اور مغرب ہو گئی، تو آپ وہاں بیٹھے ہوئے ہی رات میں داخل ہو گئے ہیں، حالاں کہ اسی جگہ بیٹھے ہیں، آپ کا مکان تبدیل نہیں ہوا، لیکن زمانہ تبدیل ہو گیا، عصر کے وقت آپ دن میں تھے اور مغرب کے وقت آپ رات میں چلے گئے۔ اسی طرح مرنے سے پہلے آدمی عالم دنیا میں ہوتا ہے اور مرنے کے بعد عالم برزخ میں چلا جاتا ہے، خواہ چار پائی پر ہی کیوں نہ پڑا ہو، یا جہاں بھی ہو، کیوں کہ اب اس کا زمانہ تبدیل ہو چکا ہے۔

❀...... مرنے کے بعد عالم برزخ میں میت کے ساتھ ہونے والی کاروائی کو عذاب قبر اس لیے کہتے ہیں کہ مردوں کا قبروں میں دفن ہونا اغلب و اکثر ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کی عبارت میں گزر چکا ہے۔

❀...... عالم برزخ عالم دنیا سے بالکل مختلف ہے، نہ وہاں کی راحت و لذت اس دنیا کی راحت و لذت جیسی، اور نہ ہی رنج و الم اس فانی دنیا جیسا ہو گا۔

ایک اہل حدیث عالم کہتا ہے برزخ مقام نہیں ۔ دوسرا کہتا ہے مقام ہے ۔ تیسرا کہتا ہے کیفیت ہے یہاں تک کہ تدفین سے پہلے بھی وہ برزخ میں ہے

ارشد کمال السیوطی کا حوالہ دے رہے ہیں دیکھئے السیوطی کیا کہتے ہیں اس مسئلہ میں
السیوطی کتاب الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج میں ابن رجب کے حوالے سے لکھتے ہیں

وَقَالَ الْحَافِظ زين الدّين بن رَجَب فِي كتاب أهوال الْقُبُور الْفرق بَين حَيَاة الشُّهَدَاء وَغَيرهم من الْمُؤمنينَ من وَجْهَيْن أَحدهمَا أَن أَرْوَاح الشُّهَدَاء يخلق لهاأجساد وَهِي الطير الَّتِي تكون فِي حواصلها ليكمل بذلك نعيمها وَيكون أكمل من نعيم الْأَرْوَاح الْمُجَرّدَة عَن الأجساد فَإِن الشُّهَدَاء بذلوا أجْسَادهم للْقَتْل فِي سَبِيل الله فعوضوا عَنْهَا بِهَذِهِ الأجساد فِي البرزخ
اور الْحَافِظ زين الدّين بن رَجَب کتاب أهوال الْقُبُور میں کہتے ہیں اور حیات شہداء اور عام مومنین کی زندگی میں فرق دو وجہ سے ہے کہ اول ارواح شہداء کے لئے جسم بنائے گئے ہیں اور وہ پرندے ہیں جن کے پیٹوں میں وہ ہیں کہ وہ ان نعمتوں کی تکمیل کرتے ہیں اور یہ مجرد ارواح کی نعمتوں سے اکمل ہے کیونکہ شہداء نے اپنے جسموں پر زخم سہے الله کی راہ میں قتل ہوئے پس ان کو یہ جسم برزخ میں دے گئے

البرزخ بطور مقام ہونے کا فرقہ اہل حدیث آج کل انکاری بنا ہوا ہے. روح پر عذاب کو عذاب الجہنم کہتا ہے اور بے روح لاش پر عذاب کو عذاب قبر کہتا ہے. لاش بلا روح پر عذاب کو متقدمین گمراہی کہتے ہیں دیکھئے شرح مسلم النووی المتوفی ٦٧٦ ھ
شاید انہوں نے سوچا ہے کہ

نہ ہو گا بانس نہ بجے گی بانسری

لہذا البرزخ کی ایسی تاویل کرو کہ سارے مسئلے سلجھ جائیں اس طرز پر انہوں نے جو عقیدہ اختیار کیا ہے وہ ایک بدعتی عقیدہ ہے جس کو سلف میں فرقہ کرامیہ نے اختیار کیا ہوا تھا- دیکھئے اپنے اپ کو سلف کے عقیدے پر رفیق طاہر صاحب تحقیقی مقالہ بنام کہنے والے کہاں تک سلفی ہیں بلکہ دین میں بدعتی عقیدے پھیلا رہے ہیں- اعادہ روح اور عذاب قبر و برزخ میں اشکال پیش کرتے اور جواب بھی دیتے ہیں

: اشکال

روحیں قیامت کے دن ہی اپنے جسموں سے ملیں گی , کیونکہ اللہ تعالی نے قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے "وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (التکویر : 7) "اور جب روحیں (اپنے جسموں سے) ملادی جائیں گی۔

: جواب

مذکورہ بالا آیت میں بھی خاص تلبیس سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ آیت میں مذکور نفوس سے مراد روحیں نہیں بلکہ روح وجسد کے مجموعہ انسان ہیں , یعنی آیت کا معنی ہے جس دن انسانوں کو جمع کیا جائے گا۔ اور لفظ "نفس" کا حقیقی معنی "روح وجسد کا مجموعہ" ہی ہے , اور صرف روح اسکا مجازی معنی ہے۔ اور علم اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ جب تک حقیقی معنی مراد لیا جاسکتا ہو اس وقت تک مجازی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا ہے , یا دوسرے لفظوں میں ہر کلمہ کو اسکے حقیقی معنی پر ہی محمول کیا جائے گا الا کہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو اسے حقیقت سے مجاز کی طرف لے جائے۔ اور یہاں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جو اسکے مجازی معنی پر دلالت کرے۔

ثانیا : اگر یہاں لفظ "نفوس" کا معنی "روح" کر لیا جائے تو پھر ترجمہ یہ بنے گا "اور جب روحیں اکٹھی کی جائیں گی"۔ جبکہ یہ معنی اہل اسلام کے متفقہ عقائد کے خلاف ہے

پتا چلا کہ نفوس کا مطلب روح اہل اسلام کے متفقہ عقیدے کے خلاف ہے

موصوف کا ترجمہ کہ روحیں بھی غلط ہے زوج کا مطلب جوڑنا ہے ہے یعنی روحیں جوڑی جائیں گی کوئی عام عرب کا بدو بھی اس کو سنے گا تو سمجھ جائے گا کہ روحیں جسموں سے جوڑی جائیں گی

آج سے کچھ سال پہلے ۱۹۷٦، تک فرقہ اہل حدیث کا متفقہ عقیدہ تھا

فتاوی علمائے حدیث ج ۹ میں ہے

۴۔ موت کے چکھنے سے مراد یہ ہے کہ بدن سے جان قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے
اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (۳۹:۴۲) خدا موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے۔
نیز جب بہشت دوزخ میں داخل ہونے کا وقت ہو گا۔ روحیں بدنوں میں لوٹائی جائیں گی قرآن
مجید میں ہے۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (۸۱:۷) جب جانیں (بدنوں سے) ملائی جائیں۔

فتاویٰ علمائے حدیث جو مسلک اہل حدیث کے کئی بڑے علماء کے فتوی کا مجموعہ ہے اس میں نفوس کا مطلب روح ہے جو اہل اسلام کے متفقہ عقیدے کے خلاف ہے رفیق طاہر ان دونوں باتوں کے انکاری ہیں بدن سے جان نکالنے کو وہ موت نہیں مانتے

اب قارئین اپ کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ اگر اپ تعبیر یا اصطلاحات کا مطلب اس طرح بدل دیں تو سلف کی عبارات سے اپ جو نتائج نکالیں گے وہ صحیح کیسے ہو سکتے ہیں البرزخ کی اصطلاح ابن حزم بھی استعمال کرتے ہیں اور عقیدہ عود روح کے دشمن ہیں

البرزخ کی کمزور آڑ

فرقہ پرستوں کی جانب سے کہا جاتا ہے برزخ ایسی آڑ ہے جس کو کراس کرنا نا ممکن ہے

لیکن اس آڑ کو قبر میں جراثیم، کیڑے اور دیگر جانور پار کرتے ہیں میت کو کھا جاتے ہیں میت مٹی میں تبدیل ہو جاتی ہے یہ کوئی عقلی اعتراض نہیں بلکہ عام مشاہدہ ہے

صحیح عقیدہ البرزخ، عالم ارواح ہے جس میں روحیں رکھی جاتی ہیں اور بدن جو دنیاوی قبروں میں ہیں گل سڑ جاتے ہیں

سجین و برھوت یا جہنم

ایک طرف تو فرقہ پرست کہتے ہیں کہ البرزخ ، قبر کو کہا جاتا ہے دوسری طرف یہ سجین کو ارواح کا مقام کہتے ہیں۔ جو لوگ گزرے ان میں سے بعض کی تحریر اس پر دلالت کرتی ہے کہ سجین و علیین ارواح کے مقام ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو ارواح کو مقید نہیں مانتے مثلا ابن قیم کتاب الروح میں کہتے ہیں ارواح علیین اور سجین میں ہیں لیکن ان کے مطابق عذاب قبر جو زمین میں ہوتا ہے اس میں روح کا تعلق شعاع جیسا رہتا ہے[18]

قرآن میں ہے

وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ (19) كِتَابٌ مَرْقُومٌ (20) يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ
اورتم کیا جانو عِلِّیُّونَ کیا ہے- کتاب ہے رقم کی ہوئی- جس کی نگہبانی مقرب کرتے ہیں

فرمایا

وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ (8) كِتَابٌ مَرْقُومٌ
اور تم کیا جانو سجین کیا ہے- کتاب ہے رقم کی ہوئی

لیکن افسوس اقوال رجال کی بنیاد پر قرآن کی ان آیات کا مفہوم تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ عقائد باطلہ کا اثبات کیا جا سکے اور یہ کوئی آج کل کی بات نہیں صدیوں سے چلی آئی روایت ہے کہ معنی و مفاہیم قرآن کو اپنے فرقوں کے سانچوں میں ڈھالا جائے

تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم کے مطابق سجین کے لئے

[18] یا آج کل کی سائنس میں کہہ لیں کرنٹ جیسا ہوتا ہے

عَنِ السُّدِّیِّ وَمَا تَحْتَ الثَّرَی قَالَ: ہی الصخرۃ التی تحت الأرض السابعۃ، وہی خضراء وہو سجین الذی فیہ کتاب الکفار
السدی نے کہا یہ تحت الثری میں ہے یہ چٹان ہے ساتویں زمین کے نیچے جو سبز ہے اور یہ سجین ہے جس میں کفار کی کتاب ہے

یہ سند ضعیف ہے السدی مجروح راوی ہے

تفسیر طبری کی روایت ہے

حدثني يونس، قال: أخبرنا ابن وهب، قال: أخبرني جرير بن حازم، عن سليمان الأعمش، عن شمر بن عطية، عن هلال بن يساف، قال: كنا جلوسا إلى كعب أنا وربيع بن خيثم وخالد بن عُرعرة، ورهط من أصحابنا، فأقبل ابن عباس، فجلس إلى جنب كعب، فقال: يا كعب أخبرني عن سجِّين، فقال كعب: أما سجِّين: فإنها الأرض السابعة السفلى، وفيها أرواح الكفار تحت حدّ إبليس.

ہلال بن یساف نے کہا میں اور ربیع بن خیثم اور خالد بن عُرعرۃ کعب کے پاس بیٹھے تھے اور ہمارے اصحاب کا ایک ٹولہ پس ابن عباس آئے اور کعب کے برابر بیٹھ گئے اور کہا اے کعب ہم کو سجین کی خبر دو پس کعب الاحبار نے کہا سجین یہ تو ساتویں زمین ہے نیچے جس میں کفار کی روحیں ہیں ابلیس کے قید خانہ کے نیچے

تفسیر طبری میں اسی سند سے ہے

حدثني يونس، قال: أخبرنا ابن وهب، قال: أخبرني جرير بن حازم، عن الأعمش، عن شمر بن عطية، عن هلال بن يساف، قال: سأل ابن عباس كعبا وأنا حاضر عن العليين، فقال كعب: هي السماء السابعة، وفيها أرواح المؤمنين

ابن عباس نے علیین پر سوال کیا کعب نے کہا ساتواں آسمان جس میں مومنوں کی روحیں ہیں

دونوں کی سند منقطع ہے کتاب الاکمال کے مطابق

وفي كتاب «سؤالات حرب الكرماني» قال أبو عبد الله: الأعمش لم يسمع منه شمر بن عطية

اعمش کا سماع شمر بن عطیۃ سے نہیں ہے

بعض جہلا نے اس کعب الاحبار کو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بنا دیا ہے یا کعب الاحبار کو صحابی سمجھا ہے جبکہ کعب الاحبار صحابی نہیں ہے

یہود کا قول ہے کہ جہنم زمین میں ہے اور اس کا ایک دروازہ ارض مقدس میں ہے

The statement that Gehenna is situated in the valley of Hinnom near Jerusalem, in the “accursed valley” (Enoch,

xxvii. 1 et seq.), means simply that it has a gate there. It was in Zion, and had a gate in Jerusalem (Isa. xxxi. 9). It had three gates, one in the wilderness, one in the sea, and one in Jerusalem (‘Er. 19a).

Jewish Encyclopedia, GEHENNA

http://www.jewishencyclopedia.com/articles/6558-gehenna

یہ عبارت کہ جہنم ہنوم کی وادی میں یروشلم کے پاس ہے، پھٹکار کی وادی میں (انوخ ۲۷،۱) کا سادہ مطلب ہے کہ وہاں اس (جہنم) کا دروازہ ہے- یہ (جہنم) صیہون (بیت المقدس کا ایک پہاڑ) میں تھی اور دروازہ یروشلم میں تھا (یسیاہ باب ۳۱: 9). اس کے تین دروازے (کھلتے) تھے ایک صحرا میں، ایک سمندر میں، ایک یروشلم میں

لہذا کعب الاحبار نے جو بھی بیان کیا یا جو اس سے منسوب کیا گیا وہ اسرائیلات میں سے ہے قول نبوی نہیں ہے

تفسیر طبری کی دوسری روایت ہے

حدثني محمد بن سعد، قال: ثني أبي، قال: ثني عمي، قال: ثني أبي، عن أبيه، عن ابن عباس، في قوله: (إنَّ كِتَابَ الْفُجّارِ لَفِي سِجِّينٍ) يقول: أعمالهم في كتاب في الأرض السفلى.

عطیہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قول اللہ تعالی (إنَّ كِتَابَ الْفُجّارِ لَفِي سِجِّينٍ) کہا یہ کتاب ہے جس میں ان کے اعمال ہیں جو زمین سفلی میں ہے

محمد بن سعد بن محمد بن الحسن بن عطیة العوفی شیخ طبری ہیں - کتاب المعجم الصغير لرواة الإمام ابن جرير الطبري از أكرم بن محمد زيادة الفالوجي الأثري کے مطابق

سعد بن محمد بن الحسن بن عطية بن سعد، العوفي، البغدادي، والد محمد بن سعد، شيخ الطبري ہے

عطیۃ بن سعد، العوفی، سخت مجروح راوی ہے

حدثنا ابن حميد، قال: ثنا يعقوب القُمِّي، عن حفص بن حميد، عن شمر، قال: جاء ابن عباس إلى كعب الأحبار، فقال له ابن عباس: حدِّثني عن قول الله: (إنَّ كِتَابَ الْفُجّارِ لَفِي سِجِّينٍ ...) الآية، قال كعب: إن روح الفاجر يصعد بها إلى السماء، فتأبى السماء أن تقبلها، ويُهبط بها إلى الأرض فتأبى الأرض أن تقبلها، فتهبط فتدخل تحت

سبع أرضين، حتى ينتهي بها إلى سجين، وهو حدّ إبليس، فيخرج لها من سجين من تحت حدّ إبليس،

رَقّ فيرقم ويختم ويوضع تحت حدّ إبليس بمعرفتها

شمر نے کہا ابن عباس کعب الاحبار کے پاس پہنچے اس سے کہا اللہ کے قول پر بیان کرو- کعب نے کہا فاجر کی روح آسمان کی طرف جاتی ہے تو آسمان اس کو قبول کرنے میں کراہت کرتا ہے اس کو زمین کی طرف بھیجا جاتا ہے تو زمین کراہت کرتی ہے تو اس کو ساتویں زمین میں داخل کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ سجین میں جا پہنچتی ہے جو ابلیس کی حد ہے.. وہاں ایک ورقہ نکلتا ہے جس میں رقم کیا جاتا ہے اور مہر لگائی جاتی ہے اور رکھا جاتا ہے ابلیس کے قید کے نیچے جاننے کے لئے

اسی سند سے تفسیر طبری میں ہے

حدثنا ابن حميد، قال: ثنا يعقوب القُمِّي، عن حفص، عن شمر بن عطية، قال: جاء ابن عباس إلى كعب الأحبار فسأله، فقال: حدثْني عن قول الله: (إنَّ كِتَابَ الأبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ...) الآية، فقال كعب: إن الروح المؤمنة إذا قُبِضت، صُعد بها، فَفُتحت لها أبواب السماء، وتلقَّتها الملائكة بالبُشرى، ثم عَرَجوا معها حتى ينتهوا إلى العرش،
فيخرِج لها من عند العرش فيُرقَم رَقّ، ثم يختم بمعرفتها النجاة بحساب يوم القيامة، وتشهد الملائكة المقربون.

ابن عباس نے کعب الاحبار سے عِلّیّینَ سے متعلق پوچھا تو کعب نے کہا مومنوں کی روحیں جب قبض ہوتی ہیں بلند ہوتی ہیں یہاں تک کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور فرشتے بشارت دیتے ہیں پھر بلند ہوتی ہیں یھاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں پس عرش کے پاس ایک ورقہ ہے جس میں رقم کرتے ہیں پھر مہر لگتی ہے معرفت کے لئے کہ قیامت میں حساب سے نجات ہو گی اور مقرب فرشتے گواہ بنتے ہیں

دونوں کی سند ایک ہے ضعیف ہے

میزان کے مطابق حفص بن حميد، أبو عبيد القمی کو ابن المديني : مجهول کہتے ہیں

دوسرے راوی یعقوب بن عبد اللہ القمی کو الدار قطنی لیس بالقوی قوی نہیں کہتے ہیں

تفسیر طبری میں ہے

حدثنا ابن وكيع، قال: ثنا ابن نمير، قال: ثنا الأعمش، قال: ثنا المنهال بن عمرو، عن زاذان أبي عمرو، عن البراء، قال: (سجِّين) الأرض السفلى.

منہال بن عمرو نے زاذان سے روایت کیا کہ البراء، رضی اللہ عنہ نے کہا سجین نچلی زمین ہے

دوسری سند ہے

حدثنا أبو كُرَيب، قال: ثنا أبو بكر، عن الأعمش، عن المنهال، عن زاذان، عن البراء، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: وذكر نفس الفاجر، وأنَّهُ يُصعَدُ بها إلى السّماء، قال: " فَيَصْعَدُون بها فَلا يَمُرّونَ

بِها عَلى مَلإ منَ المَلائكَة إلا قالُوا: ما هَذَا الرّوحُ الخَبِيثُ؟ قال: فَيَقُولُونَ: فُلانٌ بأقْبَحِ أسمَائه التي كان يسمّى بها في الدنيا
حتى يَنْتَهوا بِهَا إلى السّماء الدُّنْيا، فيَسْتَفْتحُونَ لَهُ. فَلا يُفْتَحُ لَهُ، ثم قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم: " (لا تُفَتَّح لَهُمْ أبْوَابُ السَّمَاءِ وَلا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّى يَلجَ الْجَمَلُ في سَمِّ الْخيَاط) فَيَقُولُ اللهُ: اكْتُبوا كتَابَهُ فِي أَسْفَلِ الأرض فِي سجِّين فِي الأرْض السّفْلَى".
زاذان نے روایت کیا کہ البراء، رضی اللہ عنہ نے کہا ... اس کی کتاب کو زمین میں نیچے سجین میں لکھو جو الأرْض السّفْلَى (زمین کا نچلا حصہ) ہے
زاذان اہل علم کے نزدیک مضبوط راوی نہیں اور غلطیاں کرتا ہے

البتہ اس کو صحیح کہنے والوں کو دیکھنا چاہیے کہ سجین ایک مقام کہا جا رہا ہے جبکہ قرآن میں صریح اس کو کتاب کہا گیا ہے

مصنف عَبْدُ الرَّزَّاقِ میں ہے

عَنْ مَعْمَرٍ , عَنْ قَتَادَةَ , فِي قَوْله تَعَالَى: علِّيِّينَ قَالَ: «فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَة عنْدَ قَائِمَة الْعَرْش الْيُمْنَى» – 3539
معمر نے قتادہ بصری سے روایت کیا کہ علِّيِّينَ ساتویں آسمان پر ہے عرش کے داہنا پایہ کے پاس
راقم کہتا ہے عرش کو تو مسلسل فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے

محدثین کہتے ہیں
قَالَ أَبُو حَاتم مَا حدث معمر بن رَاشد بِالْبَصْرَة فَفِيهِ أغاليط
ابو حاتم نے کہا معمر نے جو بصرہ میں روایت کیا اس میں غلطیاں ہیں

پھر معمر مدلس اور قتادہ بھی مدلس – یہ قول قابل رد ہے

کتاب صفة النار از ابن ابی الدنیا میں ہے

حَدَّثَنَا عَلِيّ بْنُ الْجَعْد، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو هلَال، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: " كَانُوا يَقُولُونَ: إنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَاوَات السَّبع، وَإنَّ جَهَنَّمَ فِي الْأَرضِينَ السبع

عَلِيّ بْنُ الْجَعْد کہتے ہیں ان کو ابو ہلال نے خبر دی انھوں نے قتادہ سے روایت کیا کہ کہا کہ وہ کہتے جنت ساتویں آسمان پر اور جہنم ساتویں زمین پر ہے
قتادہ نے واضح نہیں کیا کہ وہ کہتے ہیں میں کون مراد ہے –ایسے مجہول لوگوں کے اقوال بیان بھی نہیں کرنے چاہییں

ایک شاذ قول عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے

وَإِنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَاءِ، وَإِنَّ النَّارَ فِي الْأَرْضِ
اور بے شک جنت آسمان میں اور جہنم زمین میں ہے
اس قول کی ایک سند کتاب صفة الجنة از ابی نعیم میں ہے

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ أَبِي نَصْرٍ الطُّوسِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّقِّيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْقُرْدُوَانِيُّ، ثنا خَضِرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ , عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَّامٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: ، الْجَنَّةُ فِي السَّمَاءِ وَالنَّارُ فِي الْأَرْضِ
سند میں مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْقُرْدُوَانِيُّ ہے جس کے لئے الذھبی کہتے ہیں

قال ابن عروبة: ... ولم يكن يعرف الحديث

ابن عروبة نے کہا یہ حدیث نہیں جانتا

اور میزان میں کہا

قال أبو أحمد الحاكم: ليس بالمتين عندهم.

أبو أحمد الحاكم نے کہا مضبوط نہیں ہے

دوسری سند مسند الحارث میں ہے
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبَانَ، ثنا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ , ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ , عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ يَقُولُ: إِنَّ " أَكْرَمَ خَلِيقَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , وَإِنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَاءِ وَالنَّارَ فِي الْأَرْضِ , فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بَعَثَ اللَّهُ الْخَلِيقَةَ أُمَّةً أُمَّةً وَنَبِيًّا نَبِيًّا , حَتَّى يَكُونَ أَحْمَدُ وَأُمَّتُهُ آخِرَ الْأُمَمِ مَرْكَزًا , ثُمَّ يُوضَعُ جِسْرٌ عَلَى جَهَنَّمَ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ: أَيْنَ أَحْمَدُ وَأُمَّتُهُ , فَيَقُومُ وَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا "

یہاں سند میں عبد العزیز بن أبان ہے جو متروک مشہور ہے

تیسری سند کتاب الکنی از الدولابی میں ہے

حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ:، ثَنَا الْخَضِرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شُجَاعٍ قَالَ:، ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ [ص:7]، عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَّامٍ قَالَ: قَالَ «أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْجَنَّةُ فِي السَّمَاءِ وَالنَّارُ فِي الْأَرْضِ

یہاں ہلال بن العلاء بن ہلال مضبوط نہیں ہے جو منکرات بیان کرتا ہے

چوتھی سند مستدرک الحاکم کی ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ، ثَنَا عَفَّانُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَا: ثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ

یہاں سند میں محمد بن غالب بن حرب الضبی، تمتام ہے جس کے لئے ہے کہ دار قطنی نے کہا

وکان وہم فی احادیث

ان کی احادیث میں وہم ہے

اس کی ایک روایت شَيَّبَتْنِي هُودٌ کو موسی بن ہارون کی طرف سے موضوع بھی کہا گیا ہے

مجاہد جو ابن عباس کے شاگرد ہیں ان کے لئے اعمش نے کہا — سیر الاعلام النبلاء میں الذھبی، مجاہد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

مُحَمَّدُ بنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ الحَافِظُ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بنُ عَبْدِ القُدُّوْسِ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ: كَانَ مُجَاهِدٌ لاَ يَسْمَعُ بِأُعْجُوْبَةٍ، إِلاَّ ذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ذَهَبَ إِلَى بِئْرِ بَرَهُوْتَ بِحَضْرَمَوْتَ

اعمش نے کہا کہ مجاہد عجوبہ بات نہیں سنتے تھے الا یہ کہ وہاں جا کر اس کو دیکھتے لہذا برہوت حضر الموت گئے کہ اس کو جا کر دیکھیں

تفسیر طبری میں ہے

حدثنا ابن حميد، قال: ثنا مهران، عن سفيان، عن منصور، عن مجاهد، عن مغيث بن سميّ، قال: (إنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ) قال: الأرض السفلى، قال: إبليس مُوثَق بالحديد والسلاسل في الأرض السفلى.

مجاہد نے مغیث سے روایت کیا کہ آیت میں سجین سفلی زمین ہے کہا اس میں ابلیس ہے جو لوہے کی زنجیر سے جکڑا ہوا ہے نچلی زمین میں

معلوم ہوا کہ مفسرین میں مجاہد یہ بھی روایت کرتے تھے کہ ابلیس زمین میں قید ہے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ ابلیس کو محشر تک چھوٹ دی گئی ہے

اسی طرح الجامع لتفسیر الإمام ابن رجب الحنبلی کے مطابق

وخرج ابن مندة ، من حديث أبي يحيى القتات عن مجاهد ، قال: قلت لابن عباس: أين الجنة ؟ قال : فوق سبع سموات ، قلت : فأين النار؟ قال: تحت سبعة أبحر مطبقة .

ابن منده ایک روایت بیان کی ہے کہ أبي يحيى القتات نے مجاہد سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن عباس رضی الله عنہ سے پوچھا کہ جنت کہاں ہے بولے سات آسمانوں سے اوپر -. پوچھا اور جہنم؟ بولے سات سمندر کے اندر

اس کی سند میں ابو یحییٰ القتات المتوفی 130 ھ ہے ابن سعد طبقات میں کہتے ہیں وفیہ ضعف اس میں ضعف ہے ـ الکامل فی ضعفاء الرجال از ابن عدی کے مطابق نسائی کہتے ہیں لیس بالقوی ـ الذھبی نے دیوان الضعفاء میں ذکر کیا ہے

لہذا یہ ایک ضعیف روایت ہے

تفسیر ابن عطیہ میں ہے

وقاله الأوزاعي حين قال له رجل: إني رأيت طيورا بيضا تغدو من البحر ثم ترجع بالعشي سودا مثلها، فقال الأوزاعي: تلك هي التي في حواصلها أرواح آل فرعون يحترق رياشها وتسود بالعرض على النار

الأوزاعی سے کسی نے سوال کیا کہ میں دیکھتا ہوں سفید پرندے سمندر سے صبح نکلتے ہیں پھر شام کو ان کے جیسے کالے پرندے پلٹتے ہیں؟ الأوزاعی نے کہا یہ وہ پرندے ہیں جن میں ال فرعون کی ارواح ہیں ان کو جلایا جاتا ہے جس سے ان کے پر جلتے ہیں تو یہ کالے ہو جاتے ہیں اگ پر پیش ہونے کی وجہ سے

تفسیر طبری میں اس کی سند ہے

حدثنا عبد الكريم بن أبي عمير قال : ثنا حماد بن محمد الفزاري البلخي قال :
سمعت الأوزاعي وسأله رجل فقال : رحمك الله ، رأينا طيورا تخرج من البحر تأخذ ناحية الغرب بيضا ، فوجا فوجا ، لا يعلم عددها إلا الله ، فإذا كان العشي رجع مثلها سودا ، قال : وفطنتم إلى ذلك ؟ قالوا : نعم ، قال : إن تلك الطيور في حواصلها أرواح آل فرعون يعرضون على النار غدوا وعشيا ، فترجع إلى وكورها وقد احترقت رياشها ، وصارت سوداء ، فتنبت عليها من الليل رياض بيض ، وتتناثر السود ، ثم تغدو ، ويعرضون على النار غدوا وعشيا

حماد بن محمد الفزاري البلخي نے کہا میں نے الأوزاعي کو سنا ان سے سوال ہوا: ایک شخص نے سوال کیا : الله رحم کرے ہم دیکھتے ہیں سمندر میں مغرب کی سمت سے سفید پرندے فوج در فوج نکلے ، ان کا عدد سوائے الله کے کوئی نہیں جانتا پس جب شام ہوتی ہے واپس اتے ہیں تو کالے ہوتے ہیں - ... الأوزاعي نے کہا : یہ پرندے ہیں جن کے پیٹوں میں ال فرعون کی ارواح ہیں ان کو صبح و شام اگ پر پیش کیا جاتا ہے پھر ان کو ان کے گھونسلوں کی طرف لایا جاتا ہے کہ ان کے پر جل چکے ہوتے ہیں اور یہ کالے ہو جاتے ہیں پھر رات میں ان کی نشو نما ہوتی ہے تو صبح پر پھر سفید ہوتے ہیں اور کالا پن جاتا رہتا ہے پھر نکلتے ہیں اور اگ پر صبح و شام پیش ہوتے ہیں .

اس کی سند میں حماد بن محمد الفزاری ہے عقیلی کہتے ہیں اس کی حدیث صحیح نہیں- صالح بن محمّد الأسدیّ نے اس کو ضعیف کہا ہے

ابن کثیر تفسیر میں لکھتے ہیں

والصحيح أن سجِّيناً مأخوذ من السجن، وهو الضيق ..... والمحل الأضيق إلى المركز في وسط الأرض السابعة
اور صحیح بات ہے کہ سجین ماخوذ ہے سجن قید خانہ سے اور یہ تنگ ہے...اور اس کا مقام ساتویں زمین کا وسط کا مرکز ہے

یعنی سجین ارض کا

CORE

ہے جہاں زمین کا مرکز ووسط ہے

کتاب شرح اِصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ از اللالکائی (المتوفی: 418ھ) کی روایت ہے

أنا جَعْفَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْقُوبَ، قَالَ: أنا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ الرُّويَانِيُّ، قَالَ: نا الرَّبِيعُ، قَالَ: نا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّهُ قَالَ: " تَخْرُجُ رُوحُ الْمُؤْمِنِ وَهِيَ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، فَتَعْرُجُ بِهِ الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَهُ فَتَلْقَاهُ مَلَائِكَةٌ دُونَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَا هَذَا الَّذِي جِئْتُمْ بِهِ؟ فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: تَوَجُّوهُ، هَذَا فُلَانٌ ابْنُ فُلَانٍ كَانَ يَعْمَلُ كَيْتَ وَكَيْتَ لِأَحْسَنِ عَمَلٍ لَهُ , قَالَ: فَيَقُولُونَ: حَيَّاكُمُ اللَّهُ، وَحَيَّا مَا جِئْتُمْ بِهِ، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ الَّذِي يَصْعَدُ فِيهِ قَوْلُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَصْعَدُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ حَتَّى يَأْتِيَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَهُ بُرْهَانٌ مِثْلُ الشَّمْسِ، وَرُوحُ الْكَافِرِ أَنْتَنُ يَعْنِي: مِنَ الْجِيفَةِ وَهُوَ بِوَادِي حَضْرَ مَوتَ، ثُمَّ أَسْفَلَ الثَّرَى مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ "

ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومن کی روح جب نکلتی ہے تو اس میں سےمشک کی سی خوشبو اتی ہے پس فرشتے اس کو لے کر بلند ہوتے ہیں اور آسمان کے فرشتوں سے ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ تم کیا لے کر آئے ہو ؟ پس فرشتے کہتے ہیں ادھر دیکھو یہ فلاں بن فلاں ہے اس نے ایسا ایسا عمل کیا ہے اچھا – پس فرشتے کہتے ہیں اللہ تم پر سلامتی کرے اور جو تم لائے ہو اس پر پس فرشتے اس کو لے کر بلند ہوتے ہیں یہاں تک کہ رب تعالی کے پاس جاتے ہیں اور ان کے لئے سورج کی طرح یہ ثبوت ہوتا ہے اور کافر کی روح سڑتی ہے یعنی سڑی ہوئی جو حضر الموت کی وادی میں ہے الثری کی تہہ ہیں سات زمین نیچے

اس میں حضر الموت میں وادی کا ذکر ہے جس میں برھوت ہے لیکن یھاں روایت برھوت کا ذکر نہیں ہے

اس سند کی علت یہ ہے کہ اس میں الربیع مجھول ہے –یہ الرویانی نے روایت کی ہے اور اس نام کا ان کا کوئی شیخ نہیں ہے اور یہ روایت مسند الرویانی میں بھی نہیں ہے

یہ منکر متن رکھتی ہے

ابو موسیٰ اِلاشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے منسوب ایک اور روایت میں ان الفاظ کی تشریح ہے کہ اللہ تعالی نعوذ باللہ سورج کی طرح چمک رہا ہوتا ہے

یہی بات رب العالمین کے لئے اِبو موسی اِلاشعری رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے ارشد کمال نے المسند فی عذاب القبر میں لکھی ہے

وَجْهُهٗ، قَالَ فَيَأْتِي الرَّبُّ تَعَالٰى وَ وَجْهُهٗ بُرْهَانٌ مِثْلَ الشَّمْسِ،

چمک اٹھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تشریف لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا ہوتا ہے۔ اور جب کافر کی روح نکلتی ہے تو اس سے بدبو

کیا رب العالمین کے چہرے کی چمک، سورج کی چمک کے برابر ہے. کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں کہ لیس کمثلہ شئ کہ اس کی مثل کوئی شی نہیں

لھذا یہ روایات منکر ہیں

مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کی سند ہے

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيَ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: «تَخْرُجُ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ وَهِيَ أَطْيَبُ رِيحًا مِنَ الْمِسْكِ»، قَالَ: " فَيَصْعَدُ بِهَا الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَهَا فَتَلَقَّاهُمْ مَلَائِكَةٌ دُونَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَنْ هَذَا مَعَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانٌ وَيَذْكُرُونَهُ بِأَحْسَنِ عَمَلِهِ، فَيَقُولُونَ: حَيَّاكُمُ اللَّهُ وَحَيَّا مَنْ مَعَكُمْ "، قَالَ: «فَتُفْتَحُ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ»، قَالَ: «فَيُشْرِقُ وَجْهُهُ فَيَأْتِي الرَّبَّ وَلِوَجْهِهِ بُرْهَانٌ مِثْلُ الشَّمْسِ»، قَالَ: " وَأَمَّا الْآخَرُ فَتَخْرُجُ نَفْسُهُ وَهِيَ أَنْتَنُ مِنَ الْجِيفَةِ، فَيَصْعَدُ بِهَا الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَهَا فَتَلَقَّاهُمْ مَلَائِكَةٌ دُونَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَنْ هَذَا مَعَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانٌ وَيَذْكُرُونَهُ بِأَسْوَأِ عَمَلِهِ "، قَالَ: " فَيَقُولُونَ: رُدُّوهُ فَمَا ظَلَمَهُ اللَّهُ شَيْئًا "، قَالَ: وَقَرَأَ أَبُو مُوسَى: " {وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ} [الأعراف: 40]

اس کی سند میں عاصم بن بھدلہ کا تفرد ہے جو آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوئے اور رب تعالی کو سورج کے مثال قرار دینا اسی کی وجہ لگتا ہے

اس میں متن صحیح مسلم کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے خلاف ہے

حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا» - قَالَ حَمَّادٌ: فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ - قَالَ: " وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ: " وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ - قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا، وَذَكَرَ لَعْنًا - وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ: خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ. قَالَ فَيُقَالُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ، عَلَى أَنْفِهِ، هَكَذَا

عبد اللہ بن شقیق نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ... جب کافر کی روح نکلتی ہے ... اہل آسمان کہتے ہیں خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے کہا پھر وہ کہتے ہیں اس کو آخری اجل تک کے لئے لے جاؤ

محدثین: زمین کے وسط میں مچھلی ہے

دوسری طرف محدثین کہتے ہیں کہ زمین کے مرکز میں ایک مچھلی ہے

مستدرک الحاکم کی روایت ہے جس کو امام حاکم صحیح کہتے ہیں

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ الْأَرَضِينَ بَيْنَ كُلِّ أَرْضٍ إِلَى الَّتِي تَلِيهَا مَسِيرَةُ خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ فَالْعُلْيَا مِنْهَا عَلَى ظَهْرِ حُوتٍ قَدِ الْتَقَى طَرَفَاهُمَا فِي سَمَاءٍ، وَالْحُوتُ عَلَى ظَهْرِهِ عَلَى صَخْرَةٍ، وَالصَّخْرَةُ بِيَدِ مَلَكٍ، وَالثَّانِيَةُ مُسَخَّرُ الرِّيحِ، فَلَمَّا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يُهْلِكَ عَادًا أَمَرَ خَازِنَ الرِّيحِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْهِمْ رِيحًا تُهْلِكُ عَادًا، قَالَ: يَا رَبِّ أُرْسِلُ عَلَيْهِمُ الرِّيحَ قَدْرَ مَنْخَرِ الثَّوْرِ، فَقَالَ لَهُ الْجَبَّارُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِذًا تَكْفِي الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا، وَلَكِنْ أَرْسِلْ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ خَاتَمٍ، وَهِيَ الَّتِي قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ: {مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ} [الذاريات: 42] ، وَالثَّالِثَةُ فِيهَا حِجَارَةُ جَهَنَّمَ، وَالرَّابِعَةُ فِيهَا كِبْرِيتُ جَهَنَّمَ " قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِلنَّارِ كِبْرِيتٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ فِيهَا لَأَوْدِيَةٌ مِنْ كِبْرِيتٍ لَوْ أُرْسِلَ فِيهَا الْجِبَالُ الرَّوَاسِي لَمَاعَتْ، وَالْخَامِسَةُ فِيهَا حَيَّاتُ جَهَنَّمَ إِنَّ أَفْوَاهَهَا كَالْأَوْدِيَةِ تَلْسَعُ الْكَافِرَ اللَّسْعَةَ فَلَا يَبْقَى مِنْهُ لَحْمٌ عَلَى عَظْمٍ، وَالسَّادِسَةُ فِيهَا عَقَارِبُ جَهَنَّمَ إِنَّ أَدْنَى عَقْرَبَةٍ مِنْهَا كَالْبِغَالِ الْمُؤَكَّفَةِ تَضْرِبُ الْكَافِرَ ضَرْبَةً تُنْسِيهِ ضَرْبَتُهَا حَرَّ جَهَنَّمَ، وَالسَّابِعَةُ سَقَرُ وَفِيهَا إِبْلِيسُ مُصَفَّدٌ بِالْحَدِيدِ يَدٌ أَمَامَهُ وَيَدٌ خَلْفَهُ، فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يُطْلِقَهُ لِمَا يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَطْلَقَهُ» هَذَا حَدِيثٌ تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو السَّمْحِ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ وَقَدْ ذَكَرْتُ فِيمَا تَقَدَّمَ عَدَالَتَهُ بِنَصِّ الْإِمَامِ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

عبد اللہ بن عمرو نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : زمینیں ایک مچھلی کی پیٹھ پر ہیں

تفسیر ابن کثیر میں ہے

حدیث میں ہے ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ سب سے اوپر کی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس کے دونوں بازوں آسمان سے ملے ہوئے ہیں، یہ مچھلی ایک پتھر پر ہے، وہ پتھر فرشتے کے ہاتھ میں ہے۔ دوسری زمین ہواؤں کا خزانہ ہے۔ تیسری میں جہنم کے پتھر ہیں، چوتھی میں جہنم کی گندھک ہے، پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں، چھٹی میں جہنمی بچھو ہیں۔ ساتویں میں دوزخ ہے وہیں ابلیس جکڑا ہوا ہے ایک ہاتھ آگے ہے ایک پیچھے ہے، جب اللہ چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے

حاکم اپنی وضاحت دیتے ہیں

وقالَ: تفرد به أبو السمح، وقد ذكرتْ عدالتُه بنص الإمامِ يحيى بنِ معين، والحديثُ صحيحٌ ولم يخرجاه "

اس میں ابوالسمح کا تفرد ہے جس کی عدالت پر ابن معین کی نص ہے اور حدیث صحیح ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا

ابن کثیر کہتے ہیں

وهذا حَدِيثٌ غَرِيبٌ جِدًّا، وَرَفْعُهُ فِيهِ نَظَرٌ.

یہ منفرد بہت سے اس کے مرفوع ہونے پر نظر ہے

لیکن ابن کثیر نے اس کو ضعیف یا موضوع یا منکر قرار نہیں دیا

تفسیر طبری کی روایت ہے

حدثني أبو السائب، قال: ثنا ابن إدريس، عن الأعمش، عن المنهال، عن عبد الله بن الحارث، قال: الصخرة خضراء على ظهر حوت.

المنہال بن عمرو نے عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ چٹان سبز ہے جس کی پیٹھ پر مچھلی ہے

یعنی زمین کے اندر تین چیزیں ہوئیں

ایک سجین یا جہنم
دوسری مچھلی
تیسرا ابلیس جو قید میں ہے
فرقہ پرست آج کل مچھلی والی حدیث یا ابلیس کا قید خانہ والا کعب کا قول چھپا دیتے ہیں لیکن جب کعب الاحبار سجین کا ذکر کرتا ہے تو بہت ادب کے ساتھ کعب الاحبار کو کعب رضی اللہ عنہ لکھ کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں

اب قرآن دیکھتے ہیں

قرآن: جس کا وعدہ ہے وہ آسمان میں ہے

قرآن میں سورہ الذاریات میں ہے

وَفِي السَّمَاء رِزْقُكُمْ وَمَا توعَدُونَ
اور آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق اور وہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے
اللہ تعالی نے انسانوں سے جنت و جہنم کا وعدہ کیا ہے کہ اہل ایمان کو جنت اور کفار کو جہنم میں ڈالے گا

سورہ التین میں ہے

ثم رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافلِيْنَ الَّا الَّذيْنَ اٰمَنُوْا وَعَملُوْا الصَّالحَات
پھر ہم نے اسے نیچوں کا نیچ کر دیا، ہاں جو ایمان لائے اور نیک اعمال والے ہیں
بعض کے نزدیک یہ استعارہ نہیں بلکہ حقیقی مطلب ہے کہ جہنمی کو زمین کے اندر کر دیا جو الثری یا السفلی ہے

جبکہ یہ نرا گمان ہے

فرقہ پرست: سجین کتاب ہے نہیں روحوں کا مسکن ہے

رفیق طاہر لکھتے ہیں

علیین اور سجین کسی جگہ کا نام نہیں بلکہ "کتاب مرقوم" ہے جن میں نیک وبد کا اندراج کیا جاتا ہے

دامانوی صاحب دین الخالص قسط اول میں لکھتے ہیں

سلف صالحین نے علیین اور سجین کو اعمال ناموں کے دفتر کے علاوہ روحوں کا مسکن کہا ہے تو انکی یہ بات بالکل بے بنیاد نہیں

شمس الدین محمد بن عمر بن إحمد السفيری الشافعی (المتوفی: 956ھ-) کتاب المجالس الوعظیۃ فی شرح إحادیث خیر البریۃ صلی اللہ علیہ وسلم من صحیح الإمام البخاری میں لکھتے ہیں کہ

قال شیخ الإسلام ابن حجر وغیرہ: إن إرواح المؤمنین فی علیین، وہو مکان فی السماء السابعۃ تحت العرش وإرواح الکفار فی سجین وہو مکان تحت الأرض السابعۃ، وہو محل إبلیس وجنودہ.

شیخ الاسلام ابن حجر اور دیگر کہتے ہیں: بے شک مومنین کی ارواح علیین میں ہیں، اور وہ ساتوے آسمان پر عرش کے نیچے ہے اور کفار کی ارواح سجین میں ہیں اور وہ جگہ ساتویں زمین کے نیچے ہے جو ابلیس اور اسکے لشکروں کا مقام ہے

فتاوی علمائے حدیث میں ہے

سوال۔ مرنے کے بعد انسان کی روح کہاں رہتی ہے۔ کہتے ہیں بد کی سجین میں اور نیک علیین میں رہتی ہے پھر قبر میں مُردے کو عذاب کیونکر ہوتا ہے

جواب۔ علیین اور سجین میں تو نام درج ہوتے ہیں روح قبر ہی میں رہتی ہے اور وہیں اسے دُکھ یا سُکھ ملتا ہے۔

اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۴۶ ۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

اسی کتاب میں ج ۱۰ میں ہے

سوال :۔ کیا مرنیوالے کی روح دنیا میں آتی ہے اور کیا مرنے کے بعد مردہ کی روح چالیس روز تک اپنے گھر میں رہتی ہے،

جواب :۔ روحوں کے رہنے کے دو مقام ہیں، اگر نیک روح ہے تو علیین میں اور بد ہے تو سجین میں چلی جاتی ہے قبر میں سوال و جواب کے موقعہ پر لوٹائی جاتی ہیں اس کے پھر دنیا میں نہیں آتیں ۔

فتاوی علمائے حدیث ج ۵ میں یہ بھی ہے کہ سجین جہنم کا پتھر ہے

آتے ہیں۔ اور ریشمی کپڑا بہت کی خوشبو سے معطر کر کے لیے رہتے ہیں۔ انہیں کپڑوں میں اس روح کو لیتے ہیں۔ اور اگر وہ شخص دوزخی اور شقی ہوتا ہے تو اُن ملائکہ کے خلاف دوسری طرح کے ملائکہ ٹاٹ میں کہ اُس سے بدبو آتی ہے اُس روح کو لیتے ہیں اور آسمان کی طرف لیجاتے ہیں اور کافر کی روح کے لیے آسمان کا دروازہ ملائکہ نہیں کھولتے اور لعنت بھیجتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ لے جاؤ اس کو اس کی ماں کی طرف کہ ہاویہ ہے تو ملائکہ اس کو سجین میں گما دیتے ہیں اور وہاں اس کا عمل نامہ پہنچاتے ہیں۔ اور سجین ایک پتھر کا نام ہے کہ دوزخ کے اوپر رکھا ہوا ہے وہاں کفار کے اعمال لکھنے والے ملائکہ جمع ہوتے ہیں اور جو ملائکہ اس کام کے داروغہ ہیں ان کے حوالے وہ عمل نامہ کر دیتے ہیں۔ اور وہاں روح کی حاضری دلوا کر پھر اُس مُردے کے بدن کے پاس اُس روح کو پہنچاتے ہیں اور صالحین مؤمنین

زبیر علی زئی کتاب توضیح الاحکام میں لکھتے ہیں

علیین اور سجین کیا ہے؟

سوال کیا علیین جنت کا ایک مقام اور سجین دوزخ کے ایک مقام کا نام ہے؟

(وقار علی، لاہور)

الجواب سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں علیین اور سجین کی کتابوں میں لکھنے کا ذکر آیا ہے۔ (مسند احمد ۴/۲۸۷، ۲۸۸ ح ۱۸۵۳۴)

اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ علیین میں جسے لکھ دیا گیا وہ جنت میں اور سجین والا دوزخ میں ہے۔

[شہادت، فروری ۲۰۰۴ء]

ارشد کمال کتاب عذاب قبر میں صحیح مسلم کی ایک روایت کا ترجمہ کرتے ہیں اور تشریحی الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں

عذاب قبر 94

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا، اور کہا کہ آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں، کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا، پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو۔ حدیث کے راوی نے کافر کی روح کے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا ذکر کیا۔ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: کوئی ناپاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آرہی ہے، پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی سجین میں) لے جاؤ۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا۔ (اور پھر اپنی چادر ناک پر رکھ کر دکھائی۔)

ایک ہی فرقہ کے لوگ اس قدر متضاد عقائد رکھتے ہیں اور سب اپنے اپ کو سلف کا متبع بھی کہتے ہیں

ابن قیم کا عقیدہ سجین اور علیین ارواح کا مقام ہے

ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

فصل وَأما قَول من قَالَ إن أَرْوَاح الْمُؤمنينَ فِي عليين فِي السّمَاء السّابِعَة وأرواح الْكفَّار فِي سجِّين فِي الأَرْض السّابِعَة فَهَذَا قَول قد قَالَه جمَاعَة من السّلف وَالْخلف وَيدل عَلَيْه قَول النَّبِي اللَّهُمَّ الرفيق الْأَعْلَى وَقد تقدم حَدِيث أبي هُرَيْرَة أن الْمَيِّت إذا خرجت روحه عر ج بهَا إِلَى السّمَاء حَتَّى يَنْتَهِي بهَا إِلَى السّمَاء السّابِعَة الَّتِي فِيهَا الله عز وَجل وتقدم قَول أبي مُوسَى أنَّهَا تصعد حَتَّى تَنْتَهِي إِلَى الْعَرْش وَقَول حُذَيْفَة أَنَّهَا مَوْقُوفَة عنْد الرّحْمَن وَقَول عبد الله بن عمر إن هَذه الْأَرْوَاح عنْد الله وَتقدم قَول النَّبِي أن أَرْوَاح الشُّهَدَاء تأوي إِلَى قناديل تَحت الْعَرْش وَتقدم حَدِيث الْبَراء بن عَازِب أَنَّهَا تصعد من سَمَاء إِلَى سَمَاء ويشيعها من كل سَمَاء مقربوها حَتَّى يَنْتَهِي بهَا إِلَى السّمَاء السّابِعَة وَفِي لفظ إِلَى

السّمَاء الَّتِي فِيهَا الله عز وَجل وَلَكِن هَذَا لَا يدل على استقرارها هُنَاكَ بل يصعد بهَا إِلَى هُنَاكَ للعرض على رَبهَا فَيقْضى فِيهَا أمره وَيكْتب كتَابه من أهل عليين أَو من أهل سجِّين ثمَّ تعود إِلَى الْقَبْر للمسألة ثمَّ ترجع إِلَى مقرها الَّتِي أودعت فِيهِ فأرواح الْمُؤمنِينَ فِي عليين بِحَسب مَنَازِلهمْ وأرواح الْكفَّار فِي سجِّين بِحَسب مَنَازِلهمْ

بیان کہ کہنے والے کا قول بے شک ارواح المومنین علیین میں ساتویں آسمان پر ہیں اور کفّار کی اورح سجین میں ساتویں زمین میں ہیں پس یہ قول ہے جو سلف وخلف نے کہا ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے نبی کا قول کہ اللّٰھُمَّ الرفیق الاٴعلٰی اور پیش کی ہے ابو ھریرہ کی حدیث کہ جب میت کی روح نکلتی ہے تو وہ آسمان پر چڑھتی ہے یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتی ہے جس پر اللہ عزوَجل ہے اور پیش کرتے ہیں ابو موسیٰ کا قول کہ وہ اوپر جاتی ہے یہاں تک کہ عرش تک اور حذیفہ کا قول کہ وہ رحمان کے پاس رکی ہوئی ہے اور عبد اللہ ابن عمر کا قول کہ بے شک یہ ارواح اللہ کے پاس ہیں اور نبی کا قول ہے کہ شہداء کی ارواح قندیلوں میں عرش رحمان کے نیچے ہیں اور البَراء بن عَازِب کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ یہ ارواح ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک جاتی ہیں .. یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچتی ہیں جس پر اللہ عزوَجل ہے

لیکن یہ اس پر دلالت نہیں کرتیں کہ ارواح وہاں روکتی بھی ہیں بلکہ وہ تو اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لئے چڑھتی ہیں پس ان کا فیصلہ ہوتا ہے اور ان کی کتاب اہل علیین یا اہل سجیں میں لکھی جاتی ہے پھر قبر میں لوٹایا جاتا ہے سوال کے لئے پھر لوٹایا جاتا ہے اور انکی جگہ جمع کیا جاتا ہے ، پس ارواح المومنین علیین میں حسب منازل ہوتی ہیں اور کفار کی ارواح سجین میں حسب منازل ہوتی ہیں

ابن قیم کے بقول روح تو اب جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے

ابن تیمیہ : کفار کی روحیں برھوت میں ہیں

ابن تیمیہ : مجموع الفتاوی ج ۴ ص ۲۲۱ میں لکھتے ہیں

وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {أَرْوَاحُ الشُّهَدَاء فِي حَوَاصل طَيْرٍ خُضْرٍ تَرْتَعُ فِي الْجَنَّة وَتَأْوِي فِي فنَاء الْعَرْش. وَأَرْوَاحُ الْكُفَّارِ فِي برهوت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں جنت میں بلند ہوتی ہیں اور عرش تک جاتی ہیں اور کفار کی روحیں برھوت میں ہیں

فتوی میں کہتے ہیں

وَإِنَّمَا فِي أَسْفَلِ سَافِلِينَ مَنْ يَكُونُ فِي سِجِّينٍ لَا فِي عِلِّيِّينَ كَمَا قَالَ تَعَالَى {إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ}

اور اسفل سافلین میں وہ ہے جو سجین میں ہے نہ کہ علیین میں جیسا اللہ کا قول ہے کہ منافقین اگ کے اسفل میں ہیں

یعنی ابن تیمیہ نے سجین کو مقام قرار دیا

کبری و صغری ملا لیں سجین ابن تیمیہ کے نزدیک برھوت ہوا

کتاب الجامع الصحیح للسنن والمسانید کے مطابق

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رضي الله عنهما - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم -: " خَيْرُ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ , مَاءُ زَمْزَمَ , فِيهِ طَعَامٌ مِنَ الطُّعْمِ , وَشِفَاءٌ مِنَ السُّقْمِ، وَشَرُّ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ , مَاءٌ بِوَادِي بَرَهُوتٍ , بِقُبَّةِ حَضْرَمَوْتَ , كَرِجْلِ الْجَرَادِ مِنَ الْهَوامِّ , تُصْبِحُ تَدَفَّقُ , وَتُمْسِي لَا بَلَالَ بِهَا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین کے اوپر سب سے اچھا پانی زمزم کا ہے اس میں غذائیت ہے اور بیماری سے شفا ہے اور سب سے برا پانی وادی برھوت کا ہے حضر الموت میں ایک قبہ

البانی صحیح الجامع: 3322 والصحیحۃ: 1056 میں اس کو صحیح کہتے ہیں

مصنف عَبْدُ الرَّزَّاقِ، کی روایت 9118 ہے

عبد الرزاق عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: " خَيْرُ وَادِيَيْنِ فِي النَّاسِ ذِي مَكَّةَ، وَوَادٍ فِي الْهِنْدِ هَبَطَ بِهِ آدَمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ هَذَا الطِّيبُ الَّذِي تَطَّيَّبُونَ بِهِ، وَشَرُّ وَادِيَيْنِ فِي النَّاسِ وَادِي الْأَحْقَافِ، وَوَادٍ بِحَضْرَمَوْتَ يُقَالُ لَهُ: بَرَهُوتٌ، وَخَيْرُ بِئْرٍ فِي النَّاسِ زَمْزَمُ، وَشَرُّ بِئْرٍ فِي النَّاسِ بَلَهَوْتُ، وَهِيَ بِئْرٌ فِي بَرَهَوْتَ تَجْتَمِعُ فِيهِ أَرْوَاحُ الْكُفَّارِ "

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ... شری وادیوں میں سے ہے وادی جو حضر الموت میں ہے جس کو برھوت کہا جاتا ہے ... اور یہ کنواں ہے جس میں کفار کی روحیں جمع ہوتی ہیں

مسلک پرستوں کے اصول پر اس کی سند صحیح ہے اور یہ قول علی پر موقوف ہے لہذا اس کو ان کے اصول پر حدیث رسول سمجھا جائے گا

صحیح ابن حبان میں ہے

قَالَ قَتَادَةَ: وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْ سَعِيد بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِينَ تُجْمَعُ بِالْجَابِيَتَيْنِ وَأَرْوَاحُ الْكُفَّارِ تُجْمَعُ بِبَرْهُوتَ سَبِخَةٌ بِحَضْرَمَوْتَ
قَالَ أَبُو حَاتِمٍ رَضِيَ الله تعالى عَنْهُ: هَذَا الْخَبَرِ رَوَاهُ مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ مَرْفُوعًا
.الْجَابِيَتَانِ باليمن وبرهوت: من ناحية اليمن

قتادہ نے ایک رجل سے روایت کیا اس نے ابن مسیب سے کہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا مومنوں کی روحیں جابیہ میں جمع ہوتی ہیں اور کفار کی روحیں برھوت حضر الموت میں جو وہاں ایک چٹیالی گھڑا ہے- ابن حبان نے کہا اس خبر کو مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کی سند سے مرفو عا روایت کیا گیا ہے -الْجَابِيَتَانِ یمن میں ہے اور برھوت اس کے قرب میں

یعنی ابن حبان کے نزدیک برھوت ارواح کا مقام ہوا یہ مرفوع قول نبوی ہے

اوپر والی روایت کے بعد ابن حبان میں صحیح میں قَتَادَةَ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کی سند سے روایت بیان کی

أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّد الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بن أخزم حدثنا مُعَاذُ بْنُ هِشَام حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قَسَامَةَ بْن زُهَيْر عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَن النَّبِى صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ قَالَ: "إنَّ الْمُؤْمنَ إذَا قُبضَ أَتَتْهُ مَلَائكَةُ الرَّحْمَة بحريرة بَيْضَاء فَيَقُولُونَ اخْرُجِى إلَى رَوْح اللَّه فَتَخْرُجُ كَأَطْيَب ريح الْمسك حَتَّى إنَّه ليناوله بَعضهم بَعْضًا فيشمونه حَتَّى يَأْتُونَ به بَابَ السَّمَاء فَيَقُولُونَ مَا هَذه الرِّيحُ الطَّيِّبَةُ الَّتي جَاءَتْ منَ الأَرْض وَلا يَأْتُونَ سَمَاءً إلا قَالُوا مثْلَ ذَلكَ حَتَّى يَأْتُوا به أَرْوَاحَ الْمُؤْمنينَ فَلَهُمْ أَشَدُّ فَرَحًا به منْ أَهْل الْغَائب بِغَائبِهِمْ فَيَقُولُونَ مَا فَعَلَ فُلانٌ فَيَقُولُونَ دَعُوهُ حَتَّى يَسْتَريح فَإنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا فَيَقُولُ قَدْ مَاتَ أَمَا أَتَاكُم فَيَقُولُونَ ذُهبَ به إلَى أُمه الْهَاويَة وَأَمَّا الْكَافر فَتَأْتيه مَلائكَةُ الْعَذَاب بِمِسْحٍ فَيَقُولُونَ اخْرُجِي إِلَى غَضِبِ الله فتخرج كأنتن ريح جيفة فَيذْهب بِهِ إِلَى بَاب الأَرْض

اس میں باب الارض کا ذکر ہے اور محدث ابن حبان کے مطابق یہ برھوت کی خبر ہے[19]

کتاب حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء از ابو نعیم کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ، ثنا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَنَانٍ، ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيد الْعَطَّارُ الدِّمَشْقِيِّ، ثنا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ

[19] حسين سليم أسد الدّاراني اور البانی کہتے ہیں سند صحیح ہے – راقم کہتا ہے اس متن کی حدیث میں تمام اسناد میں قَتَادَةَ مدلس ہے اس کا عنعنہ ہے لہذا ضعیف ہے – البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور زبیر علی زئی نے اس کو بیہقی کی کتاب اثبات عذاب قبر کی تحقیق میں ضعیف کہا ہے

الْيمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ: " لَتَقْصدَنَّكُمْ نَارٌ هي الْيَوْمَ خَامدَةٌ في وَاد يُقَالُ: لَهُ بَرَهُوتُ، يَغْشَى النَّاسَ فيهَا عَذَابٌ أليمٌ،

حُذَيْفَةَ بْنِ الْيمَانِ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تصدیق کرتا ہوں اس اگ کی جو ... وادی برہوت میں ہے اس میں لوگ بے ہوش عذاب الیم میں ہیں

اس کی سند میں يَحْيَى بْنُ سَعيد الْعَطَّارُ الدِّمَشْقيّ جس کو ثقہ وضعیف کہا گیا ہے لیکن اغلبًا اسی کی بنیاد پر ابن تیمیہ نے فتوی میں برھوت کو ارواح کفار کا مقام کہا ہے

کتاب **ضعيف موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان** میں البانی نے برھوت کی ان علماء کی خبر کو الإسرائيليّات قرار دیا ہے

عن عبد الله بن عمرو، قال: أرواح المؤمنين تُجَمَّع بالجابيتين، وأرواح الكفار تجمع بـ (برهوت)؛ سَبْخَة (1) بـ (حضرموت).

ضعيف - "التعليق الرغيب" (4/ 187)، والظاهر أنه من الإسرائيليّات.

لیکن قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ کی سند سے جو متن آیا ہے اس کو سنن نسائی پر تحقیق میں صحیح حدیث قرار دیا ہے جبکہ یہ برھوت کی خبر ہے

ماتریدی عقیدہ: روحیں زمین وآسمان کے بیچ ہیں؟

بحر الکلام نامی کتاب ابو المعین میمون بن محمد *النسفي* الحنفي المتوفی ۵۰۸ھ کی تصنیف ہے جس میں ماتریدی مسلک
کے مطابق عقائد کی شرح ہے اس کتاب میں مستقر ارواح پر لکھا ہے

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

فصل

[في الكلام على الأرواح وبقائها ومكانها بعد الموت]

ثم الأرواح على أربعة أوجه[1]:

أرواح الأنبياء: تخرج من جسدها وتصير صورتها مثل المسك والكافور، وتكون في الجنة وتأكل وتتنعم، وتأوي بالليل إلىٰ قناديلَ معلقة تحت العرش.

وأما أرواح الشهداء: تخرج من جسدها وتكون في أجواف طيورٍ خُضرٍ في الجنة تأكل وتتنعم. يدل عليه قوله تعالىٰ: ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ * فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ [آل عمران: ١٦٩-١٧٠] وتأوي بالليل إلىٰ قناديل معلقة تحت العرش[2].

وأما أرواح المطيعين من المؤمنين: في رياض الجنة لا تأكل ولا تستمتع، ولكن تنظر في الجنة.

وأما أرواح العصاة من المؤمنين: فتكون بين السماء والأرض في الهواء.

وأما أرواح الكفار: ففي أجواف طيور سود في سِجِّين وسجين تحت الأرض

٢٢٣

السابعة، وهي متصلة بأجسادها فيعذب أرواحها فيتألم ذلك الجسد كالشمس في السماء ونورها في الأرض[1].

وأما أرواح المؤمنين في عليِّين ونورها متصلٌ بالجسد، ويجوز مثل ذلك، ألا ترى أن الشمس في السماء ونورها في الأرض، وكذلك النائم تخرج روحه ومع ذلك يتألم إذا

مومن گناہ گاروں کی روحیں آسمان و زمین کے درمیان ہوا میں ہیں
کفار کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں سجین میں ہیں اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے اور یہاں سے
روحیں جسموں سے کنکشن میں ہیں جس میں روحیں عذاب میں ہیں تو جسم کو الم ہوتا ہے جیسے سورج آسمان میں
ہے اور اس کا نور زمین پر
اور جہاں تک مومنوں کی روحوں کا تعلق ہے تو وہ علیین میں ہیں اور ان کا نور ان کے جسم سے کنکشن میں ہے
اور ایسا
جائز ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کا نور زمین پر ہے

اِبو المعین النسفی کے قول کہ روحیں آسمان وزمین کے درمیان میں ہے پر کوئی نص نہیں ہے –دوم سورج پر قیاس کر کے روح کو ایک انرجی تصور کیا گیا ہے جو جسد سے ملی ہوئی ہے لیکن دونوں میں میلوں کا فاصلہ ہے- لیکن اسی مثال کو ابن قیم نے کتاب الروح میں بیان کیا ہے اور ارواح کو غیر مقید مانا ہے

عبد الوهاب النجدی : ارواح برھوت یا جابیہ میں ہیں

عبد الوہاب النجدی اپنی کتاب احکام تمنی الموت میں روایات پیش کرتے ہیں

وأخرج سعيد في سننه وابن جرير عن المغيرة بن عبد الرحمن قال: "لقي سلمان الفارسي عبد الله بن سلام، فقال: إن أنت مت قبلي فأخبرني بما تلقى، وإن أنا مت قبلك أخبرتك، قال: وكيف وقد مت؟ قال: إن أرواح الخلق إذا خرجت من الجسد كانت بين السماء والأرض حتى ترجع إلى الجسد. فقضي أن سلمان مات، فرآه عبد الله بن سلام في منامه، فقال: أخبرني أي شيء وجدته أفضل؟ قال: رأيت التوكل شيئا عجيبا".

."ولابن أبي الدنيا عن علي قال: "أرواح المؤمنين في بئر زمزم

ولابن منده وغيره عن عبد الله بن عمرو: "أرواح الكفار تجمع ببرهوت، سبخة بحضرموت، وأرواح المؤمنين تجمع بالجابية". وللحاكم في المستدرك عنه: "أما أرواح المؤمنين فتجمع بأريحاء، وأما أروح أهل الشرك فتجمع بصنعاء"

اور سنن سعید بن منصور میں ہے اور ابن جریر طبری میں مغیرہ بن عبد الرحمان سے روایت ہے کہ سلمان فارسی کی ملاقات عبد الله بن سلام سے ہوئی پس کہا اگر اپ مجھ سے پہلے مر جائیں تو خبر دیجئے گا کہ کس سے ملاقات ہوئی عبد اللہ بن سلام نے کہا کیسے میں خبر دوں گا جبکہ میں مر چکا ہوں گا؟ سلمان نے کہا مخلوق کی روحیں جب جسد سے نکلتی ہیں تو وہ جب آسمان و زمین کے بیچ پہنچتی ہیں ان کو جسد میں لوٹا دیا جاتا ہے پس لکھا تھا کہ سلمان مریں گے پس عبد الله بن سلام نے ان کو نیند میں دیکھا پوچھا مجھ کو خبر دو کس چیز کو افضل پایا ؟ سلمان نے کہا میں نے توکل کو ایک عجیب چیز پایا[20]

اور ابن ابی دنیا نے علی سے روایت کیا ہے کہ مومنوں کی روحیں زمزم کے کنواں میں ہیں اور ابن مندہ اور دوسروں نے عبد الله بن عمرو سے روایت کیا ہے کفار کی روحیں برھوت میں جمع ہوتی ہیں جو حضر الموت میں دلدل ہے اور مومنوں کی روحیں جابیہ میں جمع ہوتی ہیں اور مستدرک حاکم میں ہے جہاں تک مومنوں کی روحیں ہیں وہ اریحا میں جمع ہوتی ہیں اور مشرکوں کی صنعاء میں

---

[20] كتاب الزہد از أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275هـ) میں اس کی سند ہے
حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَ: نا عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: أَنَّ سَلْمَانَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَّامٍ التَقَيَا، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: إِنْ لَقِيتَ رَبَّكَ قَبْلِي فَالْقَنِي فَأَخْبِرْنِي بِمَا لَقِيتَ، وَإِنْ لَقِيتُهُ قَبْلَكَ لَقِيتُكَ فَأَخْبَرْتُكَ فَإِنَّ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ تَذْهَبُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، فَتُوُفِّيَ أَحَدُهُمَا فَلَقِيَهُ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَيِّتُ: تَوَكَّلْ وَأَبْشِرْ، فَإِنِّي لَمْ أَرَ مِثْلَ التَّوَكُّلِ. قَالَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ.
سند منقطع ہے – سعید کا سماع سلمان یا عبد الله بن سلام سے معلوم نہیں ہے

یہ کس قدر بے سر و پا روایات ہیں شاید ہی کوئی سلیم طبع شخص ان کو بلا جرح نقل کرے

برھوت یمن میں ہے

جابیہ شام میں ہے

اریحا (جیریکو) فلسطین میں

صنعاء یمن میں

یعنی عبد الوھاب النجدی کے مطابق روحیں دنیا میں اتی ہیں کفار کی یمن میں برھوت میں اور مومنوں کی جابیہ شام میں

راقم کہتا ہے یہ روایت مستدرک الحاکم میں ہے

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّيْدَلَانِيُّ، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ قُتَيْبَةَ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنِ الْأَخْنَسِ بْنِ خَلِيفَةَ الضَّبِّيِّ، قَالَ: رَأَى كَعْبُ الْأَحْبَارِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يُفْتِي النَّاسَ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قَالَ: قُلْ لَهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، لَا تَفْتَرِ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكَ بِعَذَابٍ، وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى. قَالَ: فَأَتَاهُ الرَّجُلُ فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَصَدَّقَ كَعْبٌ، قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى وَلَمْ يَغْضَبْ. قَالَ: فَأَعَادَ عَلَيْهِ كَعْبٌ الرَّجُلَ، فَقَالَ: سَلْهُ عَنِ الْحَشْرِ مَا هُوَ؟ وَعَنْ أَرْوَاحِ الْمُسْلِمِينَ أَيْنَ تَجْتَمِعُ؟ وَأَرْوَاحُ أَهْلِ الشِّرْكِ أَيْنَ تَجْتَمِعُ؟ فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: «أَمَّا أَرْوَاحُ الْمُسْلِمِينَ فَتَجْتَمِعُ بِأَرِيحَاءَ، وَأَمَّا أَرْوَاحُ أَهْلِ الشِّرْكِ فَتَجْتَمِعُ بِصَنْعَاءَ، وَأَمَّا أَوَّلُ الْحَشْرِ، فَإِنَّهَا نَارٌ تَسُوقُ النَّاسَ يَرَوْنَهَا لَيْلًا، وَلَا يَرَوْنَهَا نَهَارًا» ، فَرَجَعَ رَسُولُ كَعْبٍ إِلَيْهِ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ هَذَا عَالِمٌ فَسَلُوهُ

الْأَخْنَسِ بْنِ خَلِيفَةَ الضَّبِّيِّ کہتا ہے کہ کعب الاحبار نے عبد الله بن عمرو رضی الله عنہ کو فتوی دیتے دیکھا - پوچھا یہ کون ہے ؟ پس کہا یہ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ہیں- کعب الاحبار نے اپنے اصحاب میں سے لوگ ان کی طرف بھیجے اور کہا ان سے کہو اے عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ الله پر جھوٹ نہ بولو وہ تم کو عذاب دے گا اور برباد ہوا جس نے جھوٹ کہا - کہا پس ایک آدمی گیا اس نے عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ سے یہ کہا - عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ نے کہا سچ کہا کعب الاحبار نے برباد ہوا جس نے جھوٹ گھڑا اور ان کو غصہ نہیں آیا - پس کعب

الاحبار نے عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاص کی طرف آیا ایک اور شخص کو بھیجا اور کہا ان سے حشر پر سوال کرنا کہ یہ کیا ہے ؟ مسلمانوں کی روحیں کہاں جمع ہیں اور اہل شرک کی کہاں جمع ہیں ؟ پس وہ گیا اور سوال کیا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاص نے کہا مومنوں کی روحیں یہ أَرِيحَاءَ میں جمع ہوتی ہیں اور اہل شرک کی روحیں یہ صَنْعَاء میں اور حشر تو ایک اگ ہے جو لوگوں کو دن اور رات میں ہانکے گی پس کعب کا سفیر واپس آیا اور خبر کی اس پر کعب بولا سچ کہا یہ عالم ہے اس سے سوال کرو

یہ حال ہے امام حاکم کا – یہ ان کا استدراک ہے ! کہاں ہیں وہ جو کہتے ہیں مومنوں کی روحیں علیین میں آسمان میں ہیں ؟ یہاں تو کہا گیا ہے کہ ارواح آسمان میں نہیں ہیں وہ تو زمین میں ہی ہیں

معلوم ہوا کہ بعض سلف کا عقیدہ تھا کہ روحیں صنعا اور اریحا میں جمع ہوتی ہیں

اہل حدیث کا عقیدہ ارتقاء : روحیں قیدی ہیں

صادق سیالکوٹی کتاب مسلمان کا سفر آخرت میں لکھتے ہیں

روحیں دُنیا میں نہیں آتیں

حقیقت یہ ہے کہ ہرگز روحیں دنیا میں نہیں آتیں۔ روحوں کے آنے کے متعلق یا اللہ قرآن میں خبر دے۔ یا اس کا سچا رسولؐ حدیث میں فرمائے۔ تب صحیح ہے۔ لیکن یہاں تو اللہ اس کے برعکس ارشاد فرماتا ہے :-

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (پ ۱۸ ع ۶)

"اور لوگوں کے (مرے) پیچھے (ایک عالم) برزخ ہے۔ (رہیں گے یہاں) اُس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے۔"

یعنی جو اس جہان سے گیا۔ وہ قیامت تک برزخ میں رہے گا۔ یہاں لوٹ کر نہیں آئے گا۔ اب آپ فیصلہ کرلیں۔ کہ اللہ کی بات سچی ہے یا ان لوگوں کی جو جمعرات کی روٹی کے لئے کہتے ہیں کہ روحیں لوٹ کر آتی ہیں۔ کھانے پکاؤ۔ ختم دلاؤ۔ ہر مسلمان کا یہ پختہ عقیدہ ہے۔ کہ نیک لوگوں کی روحیں علیین میں ہیں۔ پھر وہ اس آرام کو چھوڑ کر اس دنیا کے دون میں کیا کرنے آئیں گی ؟ اور جو بُرے لوگ ہیں۔ ان کی روحیں سجّین میں ہے۔ کون ان کو اُس جیل سے "نکلنے" دیتا ہے۔ کہ دنیا کی سیر کو آئیں۔

سیالکوٹی کے بقول روحیں قید ہیں؟

جبکہ ابن تیمیہ وابن قیم کے بقول یہ تو سورج کی روشنی کی طرح ہیں آنا فانا یھاں سے عالم بالا اور وہاں سے زمین

ابن قیم کتاب الروح میں خواب مین ارواح کی ملاقات والی روایات پر کہتے ہیں

فَفِي هَذَا الحَدِيث بَيَان سرعَة انْتقَال أَرْوَاحهم من الْعَرْش إِلَى الثرى ثمَّ انتقالها من الثرى إِلَى مَكَانهَا وَلِهَذَا قَالَ مَالك وَغَيره من الْأَئِمَّة أَن الروح مُرسلَة تذْهب حَيْثُ شَاءَت
ان احادیث میں ارواح کا عرش سے الثری تک جانے میں سرعت کا ذکر ہے پھر الثری سے اس روح کے مکان تک جانے کا ذکر ہے اور اسی وجہ سے امام مالک اور دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ چھوڑی جانے والے روح جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے

خوارج: ارواح برھوت یا جابیہ میں ہیں

کتاب مشارق اِنوار العقول از نور الدین اِبو محمد عبد اللہ بن حمید السالمی کے مطابق خارجی عالم الباجوری نے کہا

قال الباجوري: وأما بعد الموت فأرواح السعداء بأفنية القبور على الصحيح وقيل عند آدم عليه السلام في سماء الدنيا، لكن لا دائما فلا ينافي إنها تسرح حيث شاءت وأما أرواح الكفار ففي سجين في الأرض السابعة السفلى محبوسة، وقيل أرواح السعداء بالجابية في الشام، وقيل ببئر زمزم، وأرواح الكفار ببئر برهوت في حضرموت التي هي مدينة في اليمن
الباجوري نے کہا اور موت کے بعد نیک لوگوں ک روحیں قبرستان کے میدان میں ہیں صحیح ہے - اور کہا گیا ہے آدم علیہ السلام کے پاس ہیں آسمان دنیا پر لیکن وہاں مستقل نہیں ہیں اور اس میں نفی نہیں ہے کہ وہاں جہاں جانا چاہیں جا سکیں - اور کفار کی روحیں یہ سجین میں ساتویں زمین میں قید ہیں اور نیکو کاروں کی جابیہ میں شام میں ہیں اور کہا جاتا ہے زمزم کے کنواں میں اور کفار کی روحیں یہ یمن میں حضرموت میں برھوت کے کنواں میں ہیں
یہ عقیدہ خوارج میں بھی چل رہا ہے

شیعہ روحیں سجین یعنی برھوت میں ہیں

تفسیر: التبیان فی تفسیر القرآن المؤلف: شیخ الطائفة اِبی جعفر محمد بن الحسن الطوسی کے مطابق

وقال أبوجعفر (ع) أما المؤمنون فترفع أعمالهم وأرواحهم إلى السماء، فتفتح لهم أبوابها. وأما الكافر، فيصعد بعمله وروحه حتى اذا بلغ السماء نادى مناد: اهبطوا بعمله إلى سجين، وهوواد بحضر موت يقال له: برهوت.

اور امام ابو جعفر الباقر ع نے کہا جہاں تک مومن ہیں تو ان کے اعمال اور ارواح آسمان تک بلند ہوتے ہیں پس دروازے کھل جاتے ہیں اور جہاں تک کافر ہیں تو ان کا عمل بلند ہوتا اور روح یہاں تک آسمان پر پہنچتے ہیں تو سدا اتی ہے اس کو اس کے عمل کے ساتھ سجین کی طرف لے جاؤ جو حضرالموت میں ایک وادی ہے اس کو برھوت کہا جاتا ہے

معلوم ہوا کہ سجین تک جانے کا راستہ برھوت سے ہے۔ چلیں آج برھوت کی سیر کریں

ہوائی جہاز سے برھوت کی تصویر

برھوت (سرخ نشان) اور جابیہ (سبز نشان) میں فاصلہ

-برھوت کی خبر یمنی لوگوں نے دی اور اہل تشیع کے مطابق یہ سجین کا رستہ ہے

یہود کے مطابق جہنم کا ایک دروازہ سمندر میں ہے –اغلباً یمنی یہود مثلا کعب الاحبار کے نزدیک یہ دلیل تھا کہ جہنم تک رستہ یہاں سے ہے جو زمین کے وسط میں ہے جہاں شیطان قید ہے اس قول کو قبولیت عامہ ملی یہاں تک کہ عبدالوہاب النجدی اور خوارج اور شیعہ کے مطابق یہ مستقر ارواح ہے – غور طلب ہے کہ وہ فرقے جو عرب سے نکلے ان کے نزدیک برھوت اور سجین ایک ہیں لیکن وہ فرقے جو برصغیر کے ہیں وہ برھوت کا ذکر نہیں کرتے صرف سجین کہتے ہیں

قارئین یہ سب پڑھ کر اپ کو اب تک سمجھ آ چکا ہو گا کہ برھوت کو سجین قرار دیا گیا جو یمن میں ایک کنواں ہے جو زمین کی تہہ تک جانے کا رستہ ہے –اب سنن نسائی کی ایک روایت دیکھتے ہیں جس کا ذکر ارشد کمال نے کتاب المسند فی عذاب القبر میں کیا ہے اور اسی روایت کو ابن حبان کہتے کہ برھوت کی خبر ہے

أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

٣٤/١٧۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ، اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ، فَيَقُوْلُوْنَ: اُخْرُجِیْ رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ، حَتّٰی اِنَّهٗ لَيُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتّٰی يَاْتُوْنَ بِهٖ بَابَ السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَا اَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِیْ جَآءَتْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ؟ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدُمُ عَلَيْهِ، فَيَسْاَلُوْنَهٗ: مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: دَعُوْهُ! فَاِنَّهٗ كَانَ فِیْ غَمِّ الدُّنْيَا، فَاِذَا قَالَ: اَمَا اَتَاكُمْ؟ قَالُوْا: ذُهِبَ بِهٖ اِلٰی اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ. وَاِنَّ الْكَافِرَ، اِذَا احْتُضِرَ، اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمَسْحٍ، فَيَقُوْلُوْنَ: اُخْرُجِیْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطًا عَلَيْكِ اِلٰی عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ، حَتّٰی يَاْتُوْنَ بِهٖ بَابَ الْاَرْضِ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَا اَنْتَنَ

هٰذِهِ الرِّيْحَ! حَتّٰی يَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب مؤمن کا آخری وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس کے پاس سفید ریشم کا لباس لے کر آتے ہیں، اور کہتے ہیں: اللہ کی رحمت، جنت کی خوشبو اور اپنے خوش ہونے والے رب کی طرف اس حالت میں اس جسم سے نکل کر تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ لہٰذا وہ روح جسم سے نکلتی ہے تو اس سے بہترین قسم کی خوشبو آ رہی ہوتی ہے، حتیٰ کہ فرشتے ایک دوسرے سے ہاتھوں ہاتھ اسے لے لیتے ہیں یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان کے دروازے پر آ جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: یہ کیسی عمدہ خوشبو ہے جو زمین سے تمہاری طرف آئی ہے؟ پھر وہ فرشتے اسے لے کر مؤمنوں کی روحوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے مؤمنوں کی روحوں کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کے ملنے پر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ (روحیں) اس سے پوچھتی ہیں: فلاں آدمی کس حال میں تھا؟ فلاں کیا کر رہا تھا؟ پھر وہ آپس میں کہتی ہیں: اسے آرام کرنے دو کیونکہ یہ دنیا کے مصائب و آلام میں مبتلا تھا۔ (ستانے کے بعد جب) وہ روح جواب دیتی ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو وہ روحیں (افسوس سے) کہتی ہیں: وہ اپنے ٹھکانے ہاویہ (آگ) میں لے جایا گیا ہے۔

اور کافر کے پاس عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں تو کہتے ہیں: اللہ کے عذاب اور ناراضی کی طرف نکل۔ کافر کی روح جسم سے نکلتی ہے تو اس سے بہت گندی بو آ رہی ہوتی ہے یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر زمین کے دروازے کی طرف آتے ہیں تو (زمین کے دروازے کے محافظ)

❶ نسائی، کتاب الجنائز، باب مایلقی به المؤمن من الكرامة عند خروج نفسه، رقم:۱۸۳۳؛ حاکم:۱/ ۳۵۳؛ ابن حبان، رقم:۳۰۰۳؛ بیہقی فی عذاب القبر، رقم: ۴۵۔ قال الحاکم: ھذہ الاسانید کلھا صحیحة؛ وقال البانی: صحیح۔

فرشتے کہتے ہیں یہ کس قدر گندی بو ہے؟ حتیٰ کہ وہ فرشتے اسے لے کر کفار کی روحوں میں پہنچ جاتے ہیں۔''

یہاں روایت میں خاص باب الارض کا ذکر ہے کہ کفار کی روحیں زمین کے دروازے پر لائی جاتی ہیں اور وہاں سے ان کو کفار کی روحوں تک لے جایا جاتا ہے

یہ روایت ابن حبان کے مطابق برھوت کی ہی خبر ہے کیونکہ یہ زمین میں کنواں ہے جس سے اندر جا سکتے ہیں

تہذیب الکمال از المزی میں قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ کے ترجمہ میں اس روایت کے متن میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَن بْنُ الْبُخَارِيِّ، قال: أَنْبَأَنَا أَبُو جَعْفَر الصَّيْدَلانِيُّ، قال: أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الحداد، قال: أَخْبَرَنَا أَبو نعيم الْحَافِظُ، قال: حَدَّثَنَا سُلَيْمان بْنُ أَحْمَدَ: قال: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِي الأَبَّارُ، قال: حَدَّثَنَا سُلَيْمان بْنُ النُّعْمَانِ الشَّيْبَانِيّ، قال: حَدَّثَنَا الْقَاسِم بْن الفضل الحداني، عن قَتَادَةَ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَن أَبِي هُرَيْرة أَنَّ رَسُولَ اللَّه صلى الله عليه وسلم قال: إِنَّ الْمُؤْمنَ إِذَا حُضِرَ أَتَتْهُ الْمَلائكَةُ بحَريرة فيهَا مسْكٌ ومنْ صَنَابِرِ الرَّيْحَانِ وتَسَلُّ رُوحَهُ كما تَسَلُّ الشَّعْرَةَ منَ الْعَجِين، ويُقال: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئنَّةُ اخْرُجِي رَاضيَةً مَرْضيَّةً مَرضيا عَنْك، وطُويَتْ عَلَيْه الْحَرِيرَةُ، ثُمَّ يُبْعَثُ بهَا إِلَى علِّيِّينَ، وإِنَّ الْكَافرَ إِذَا حُضِرَ أَتَتْهُ الْمَلائكَةُ بِمِسْحٍ فيه جَمْرٌ فَتَنْزِعُ رُوحَهُ انْتزَاعًا شَديدًا، ويُقال: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ اخْرُجِي سَاخطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْك إِلَى هَوَانٍ وعَذَاب، فَإِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ وضعَت عَلَى تلْكَ الْجَمْرة، فَإِنَّ لَهَا نَشيشًا فَيطْوَى عَلَيْهَا الْمسْحُ ويُذْهَبُ بِهَا إِلَى سجِّينَ
فرشتے روح کو لے کر سجین جاتے ہیں

ابن رجب اپنی کتاب اہوال القبور میں حنابلہ کے لئے لکھتے ہیں

ورجحت طائفة من العلماء أن أرواح الكفار في بئر برهوت منهم القاضي أبو يعلى من أصحابنا في كتابه المعتمد وهو مخالف لنص أحمد: أن أرواح الكفار في النار.
ولعل لبئر برهوت اتصالا في جهنم في قعرها كما روي في البحر أن تحته جهنم والله أعلم ويشهد لذلك ما سبق من قول أبي موسى الأشعري: روح الكافر بوادي حضرموت في أسفل الثرى من سبع أرضين.
اور علماء کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ کفار کی روحیں برھوت میں کنواں میں ہیں جن میں قاضی ابو یعلی ہیں ہمارے اصحاب میں سے اپنی کتاب المعتمد میں اور یہ مخالف ہے نص احمد پر کہ کفار کی روحیں اگ میں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ برھوت جہنم سے تہہ میں ملا ہو جیسا کہ روایت ہے کہ سمندر کے لئے کہ اس کے نیچے جہنم ہے و اللہ اعلم اور اس پر گواہی ہے ابو موسی رضی اللہ عنہ کے قول کی کہ کافر کی روح حضر الموت کی ایک وادی میں ہے تحت الثری کے پیندے میں ساتویں زمین میں

اخبار مکہ کی روایت ہے جو ضعیف ہے لیکن دلچسپ ہے

وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ، [ص:44] عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ قَالَ: " أَمْسَى عَلَيَّ اللَّيْلُ وَأَنَا بِبَرَهُوتَ، فَسَمِعْتُ فِيهِ أَصْوَاتَ أَهْلِ الدُّنْيَا، وَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ: يَا دُومَةُ، يَا دُومَةُ، قَالَ: فَسَأَلْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي سَمِعْتُ، فَقَالَ: إِنَّ الْمَلَكَ الَّذِي عَلَى أَرْوَاحِ الْكُفَّارِ يُقَالُ لَهُ دُومَةُ "

إِبَان بْنِ تَغْلِبَ نے کہا مجھ کو یمن کے ایک رجل نے خبر دی کہا میں نے ایک رات برھوت کے پاس گزاری تو میں نے وہاں آوازیں سنیں اہل دنیا کی اور ایک کہنے والے کو کہتے سنا اے دومہ اے دومہ پس میں نے اہل کتاب میں سے کسی سے پوچھا اور اس کو خبر کی جو سنا تھا اس نے کہا یہ فرشتہ ہے جو کفار کی روحوں پر مقرر ہے جس کو دومہ کہا جاتا ہے

اب تلمود دیکھتے ہیں

اثبات عذاب القبر و رد عقیده عود روح

EVERYMAN'S TALMUD

The Major Teachings of the Rabbinic Sages

BY ABRAHAM COHEN

Foreword by Jacob Neusner

SCHOCKEN BOOKS
NEW YORK
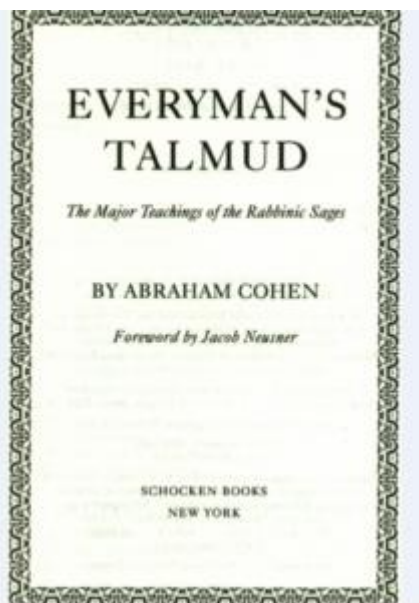
The actual process of dying is described in this manner: 'When a person's end comes to depart from the world, the angel of death appears to take away his soul (*Neshamah*). The *Neshamah* is like a vein full of blood, and it has small veins which are dispersed throughout the body. The angel of death grasps the top of this vein and extracts it. From the body of a righteous person he extracts it gently, as though drawing a hair out of milk; but from the body of a wicked person it is like whirling waters at the entrance of a canal or, as others say, like taking thorns out of a ball of wool which tear backwards. As soon as this is extracted the person dies, and the spirit issues forth and settles on his nose until the body decays. When this happens, it cries and weeps before the Holy One, blessed be He, saying, "Lord of the Universe! Whither am I being led?" Immediately (the angel) Dumah takes and conducts him to the court of death among the spirits. If he had been righteous, it is proclaimed before him, "Clear a place for such and such a righteous man"; and he proceeds, stage by stage, until he beholds the presence of the *Shechinah*' (Midrash to Ps. xi. 7; 51*b*, 52*a*).

موت کے مراحل کا ذکر تلمود میں اسطرح کیا گیا ہے کہ جب آدمی اس جہان کو چھوڑ رہا ہوتا ہے تو ملک الموت اتا ہے جو روح یا نسمہ کو نکالتا ہے –نسمہ ایک خون سے بھری رگ جیسا ہوتا ہے جو تمام بدن میں بکھری ہے ملک الموت اس کا اوپر پکڑتا ہے اور کھینچتا ہے نیک کے جسم سے اس کو آہستگی سے جیسے دودھ میں بال ہو لیکن بدکار کے بدن میں ایسے کھینچتا ہے جیسے روئی کے گالے کو کانٹوں پر گھسیٹا جائے جس سے وہ ٹوٹ جائے- جیسی ہی نسمہ نکلتا ہے آدمی مر جاتا ہے اور روح ناک میں اجاتی ہے جب یہ ہوتا ہے تو وہ روتی اور چیختی ہے کہ اے مالک اے رب العالمین مجھ کو کہاں لے جایا جارہا ہے؟ فوراہی دومہ فرشتہ اس کو لیتا ہے اور روحوں کے مقام پر لے جاتا ہے

زاذان کی عود روح کی روایت میں یہ بیان ہوا ہے

ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ، حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، اخْرُجِي إِلَى سَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَغَضَبٍ ". قَالَ: " فَتُفَرَّقُ فِي جَسَدِهِ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّودُ مِنَ الصُّوفِ الْمَبْلُولِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ [ص:502] عَيْنٍ حَتَّى يَجْعَلُوهَا فِي تِلْكَ الْمُسُوحِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ وُجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ

پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس خبیثہ ! اللہ کی ناراضگی اور غصے کی طرف چل یہ سن کر اس کی روح جسم میں دوڑنے لگتی ہے اور ملک الموت اسے جسم سے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گیلی اون سے سیخ کھینچی جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں فرشتے ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اسے ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے

الغرض برھوت کو سجین قرار دیا گیا اور وہاں جا کر آواز سنی گئی اس کو باب الارض سمجھا گیا یہاں تک کہ فرشتہ کا عمل بھی تلمود سے لے کر حدیث رسول کے طور پر بیان کیا گیا

جہنم کے طبقات میں اس قدر فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان یا مشرقین کے درمیان اقبال کیلانی کی کتاب جہنم کا بیان میں ہے

سَعَةُ النَّارِ

جہنم کی وسعت

مسئلہ 18 جہنم میں گرنے والا پتھر ستر سال کے بعد جہنم کی تہ تک پہنچتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((أَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟)) قَالَ : قُلْنَا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ ((هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ اَلْآنَ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا)) رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دفعہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک دھماکے کی آواز سنی، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا" جانتے ہو یہ آواز کیسی ہے؟" راوی کہتے ہیں، ہم نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" "یہ ایک پتھر تھا جو آج سے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور وہ آگ میں گرتا چلا جا رہا تھا حتی کہ اب جہنم کی تہ تک پہنچا ہے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ 19 جہنم کی گہرائی زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ((اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يَنْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ)) رَوَاهُ مُسْلِمٌ❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے" بندہ کوئی ایسی بات زبان سے کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے سے بھی نیچے چلا جاتا ہے۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

❶ کتاب الجنة وصفة نعیمها باب جهنم اعاذنا الله منها
❷ کتاب الزهد ، باب حفظ اللسان

مسئلہ 20 جہنم کے ایک احاطہ کی دو دیواروں کے درمیان چالیس سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ ﷺ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ ((لَسُرَادِقُ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ بَیْنَ كُلِّ جِدَارٍ مِثْلُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً)) رَوَاهُ اَبُوْ یَعْلٰی (صحیح)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' جہنم کا احاطہ چار دیواروں پر مشتمل ہے ہر دیوار کے درمیان چالیس سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔'' اسے ابویعلی نے روایت کیا ہے

مسئلہ 21 جہنم میں ایک ایک کافر کے کان اور کندھے کے درمیان ستر سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا۔

عَنْ مُجَاهِدٍ رَحِمَهُ اللّٰهِ قَالَ لِیْ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَتَدْرِیْ مَا سَعَةُ جَهَنَّمَ ؟ قُلْتُ : لاَ ، قَالَ : اَجَلْ وَاللّٰهِ مَا تَدْرِیْ اِنَّ بَیْنَ شَحْمَةِ اُذُنِ اَحَدِهِمْ وَ بَیْنَ عَاتِقِهٖ مَسِیْرَةَ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا یَجْرِیْ فِیْهَا اَوْدِیَةُ الْقَیْحِ وَ الدَّمِ ، قُلْتُ : اَنْهَارٌ ؟ قَالَ : لاَ بَلْ اَوْدِیَةٌ . رَوَاهُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ (صحیح)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے دریافت کیا'' کیا تمہیں جہنم کی وسعت کا علم ہے؟'' میں نے عرض کیا' نہیں!'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ہاں، واللہ! تم نہیں جانتے (سنو) جہنمی کے کان کی لو سے لے کر کندھے تک ستر سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا جس کے درمیان پیپ اور خون کی وادیاں بہیں گی۔'' میں نے عرض کیا'' کیا نہریں بہیں گی؟'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''نہیں بلکہ وادیاں (نہروں سے زیادہ وسیع) بہیں گی۔'' اسے ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔

اب اگر یہ عالم ہے تو جہنم برھوت میں یا زمین کے اندر نہیں ہو سکتی

واللہ بکل شيء علیم

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ یہ علماء کبھی برھوت کا ذکر کرتے ہیں کبھی سجین کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی البرزخ کا ذکر کرتے ہیں ان سب میں وہ بشمول قبر کے عذاب مانتے ہیں اس مجموعہ کو عذاب قبر کہتے ہیں—روایات میں یہ الفاظ راوی خود آگے پیچھے بیان کر گئے ہیں۔ برھوت زمین میں یمن میں ہے اور اس سے کہا گیا ہے کہ اس سے تحت الثری تک رستہ ہے جہاں بعض کے بقول یہ جہنم سے ملی ہوئی ہے۔ ان تمام اشکالات کا خاتمہ ہوتا جب انسان احادیث صحیحیہ کو قرآن کی روشنی میں دیکھے تو جان لیتا ہے کہ

البرزخ عالم بالا ہے- سجین کتاب ہے اور برھوت پر کوئی صحیح سند خبر نہیں ہے

چند اشکالات اور تطبیق روایات

اب تک یہ ثابت کیا گیا ہے کہ روح جنت و جہنم میں رہتی ہیں وہاں حسب اعمال و عقیدہ راحت و عذاب پاتی ہیں- جنت و جہنم زمین سے وسیع ہیں لہذا ارواح عالم ارضی میں نہیں ہیں– کچھ روایات میں ہے کہ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِك عَنْ نَافِع عَنْ ابْن عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْه مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاة وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ منْ أَهْل الْجَنَّة فَمنْ أَهْل الْجَنَّة وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ يُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو ہر صبح و شام اس کا اصل ٹھکانا اس کے سامنے لایا جاتاہے ۔ اگر وہ جنت والوں میں سے ہے تو اہل جنت سے اور اگر وہ دوزخ والوں میں سے ہے تو دوزخ میں سے (اس کا ٹھکانا اسے دکھایاجاتاہےاور اس سے) کہاجاتاہے ۔ تمھاراٹھکانا ہے ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے زندہ کر کے اس (ٹھکانے) تک لے جائے ۔

صحیح مسلم

اس حدیث میں ہے کہ "تم میں سے مرنے والے" کے ساتھ یہ عمل قیامت تک ہو گا کہ صبح شام اس کو جنت و جہنم میں اس کا مقام دکھایا جائے گا- اس میں مراد منافق اور مومن دونوں ہیں کیونکہ دور نبوی میں یہ گروہ ملے جلے تھے ان سب پر ظاہرا مسلمان کا اطلاق ہوتا تھا- سرکش کفار کو البرزخ میں عذاب ہو گا اور صدیقین و شہداء وانبیاء البرزخ میں نعمت پائیں گے لیکن نیکوکار مومن جنت میں درخت پر رہیں گے

صحیحین میں ہے کہ صحیح جواب ملنے پر فرشتے مومن سے کہتے ہیں

نَمْ صَالِحاً. قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِناً

اچھی نیند سو جا – ہم جانتے تھے تو مومن تھا

یعنی نیکو کار سچے مومن کی روح قیامت تک جنت میں رہے گی لیکن وہاں وہ پرواز نہیں کرے گی ایسے جیسے پرندے درخت پر ہوتے ہیں اس جیسی حالت ہو گی- اس میں اغلباً یہ عمل ہو گا کہ صبح وشام ان کو اخروی مقام دکھایا جارہا ہے[21]-

یہ بات کہ "سو جا" یہ صرف نیکو کار مومن سے کہی جاتی ہے –گناہ گار مومن پر بھی عذاب ہوتا ہے جیسا دیگر احادیث میں بیان ہوا ہے- کافر و منافق پر عذاب ہوتا رہتا ہے اور وہ سونے جیسی کیفیت حاصل نہیں کر پاتا- منافق پر عذاب ہوتا ہے اور اسی طرح کفار پر بھی عذاب ہوتا ہے- سورہ یس میں ہے کفار کہیں گے

قَالُوا يَاوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا

وہ کہیں گے :بربادی ! کس نے ہم کو سونے کے مقام سے اٹھایا؟

اس آیت پر بہت سے اقوال ہیں

اول : قتادہ کہتے ہیں یہ آیت دو نفخوں کے درمیان سونے کے بارے میں ہے- جب سارے عالم پر بے ہوشی طاری ہو گی اس کے بعد کے بارے میں ہے- یعنی دو نفخوں میں کفار سو جائیں گے پھر اٹھیں گے تو یہ منہ سے نکلے گا-

---

[21] اس حدیث میں تقابلی و اجمالی علم دیا گیا ہے کہ کافر جواب نہیں دے پاتے اور مومن جواب دے دیتا ہے - اس میں یہ بیان نہیں ہوا کہ مومن کس کس قسم کے ہیں ان کے ساتھ کیا کیا الگ ہوتا ہے – مثلا مومن جو قائل ہو یا زانی ہو تو کیا اس کو بھی سلا دیا جاتا ہے ؟ یہ اس حدیث میں بیان نہیں ہوا ہے – سمرہ بن جندب رضی الله عنہ کی حدیث میں وضاحت ہے کہ مومن گناہ گار پر عذاب ہوتا ہے اور اس حدیث کا مفہوم لیا جائے گا کہ جس مومن کو سلا دیا جاتا ہے وہ یقینا نیک و صالح ہوتا ہے گناہ گار نہیں ہوتا - کعب بن مالک والی روایت پر شعیب کا کہنا ہے قولہ: "إنما نسمة المسلم"، بفتحتين: الروح. وظاهر هذا الحديث العموم

تفسیر طبری میں اس کی سند ہے

حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة (قَالُوا يَاوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا) هذا قول أهل الضلالة. والرَّقدة: ما بين النفختين.

راقم کہتا ہے یاد رہے ان دو نفخوں میں زمین پر پہاڑ تک ہوا ہو جائیں گے- سمندر بھڑک جائیں گے تو اجسام تو مٹی مٹی ہوں گے یا جن کے جسم ہوں گے بھی تو وہ بھی پہاڑ چلنے کی وجہ سے برباد ہو جائیں گے –اس کے علاوہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق انسان کے جسم میں سے سوائے عجب الذنب کے کچھ نہ رہے گا - لہذا اس آیت میں دو نفخوں کے درمیان جسد کا معاملہ نہیں لیا جا سکتا- یہ صرف البرزخ میں ہی ممکن ہے کہ وہاں بھی سب بے ہوش ہو جائیں اور جیسے ہی ارواح زمین میں جسد عنصری میں منتقل ہوں وہ بے اختیار بول پڑیں

دوسرا قول ہے کہ قراتوں میں قرات ابن مسعود میں أّهَبَّنَا بھی لوگوں نے بیان کی ہے لہذا کفار قبر میں سو نہیں رہے ہوں گے بس نکلیں گے - طبری تفسیر میں بلا سند کہتے ہیں کہ قرات ابن مسعود میں ہے

مِنْ أّهَبَّنَا مِنْ مَرْقَدِنَا هَذَا

کس نے ہم کو اس سونے کے مقام سے نکالا؟

راقم کے علم میں نہیں کہ یہ شاذ قرات کس نے بیان کی کیونکہ قرات کی جو سندیں ہم تک آئی ہیں ان میں اس قرات کو کسی نے بیان نہیں کیا ہے –یہ اہل عراق نے ابن مسعود سے منسوب کی ہے جبکہ مکہ و شام و حجاز میں یہ قرات معلوم نہیں ہے

قال أبو حذيفة موسى بن مسعود النهدي (ت:220هـ): (قال سفيان [الثوري] كان عبد الله يقرؤها (من أهبنا من مرقدنا) [الآية: 52]). [تفسير الثوري: 250]

اس قول کو تفسیر سفیان ثوری میں أبو حذيفة النهدي موسى بن مسعود نے بیان کیا ہے- کتاب ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق از امام الذھبی کے مطابق
صدوق مشهور لينه أحمد وقال الفلاس لا يحدث عنه من يبصر الحديث وقال ابن خزيمة لا أحدث عنه وقال أبو أحمد الحاكم ليس بالقوي عندهم
صدوق مشہور ہے – احمد نے کمزور کہا اور الفلاس نے کہ جو حدیث دیکھتا ہو وہ اس سے روایت نہیں کرتا اور ابن خزیمہ نے کہا اس سے روایت مت کرنا اور ابو احمد الحاکم نے کہا ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے

اگرچہ قرطبیؒ اور طبری نے اس ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب قرات کو اپنی تفسیروں میں لکھا ہے لیکن کہیں بھی اس کی سند نہیں دی –جو سند تفسیر الثوری میں ہے اس کی سند ضعیف ہے- معلوم ہوا یہ قول بھی لائق التفات نہیں لہذا سورہ یس کی اس آیت کی تفسیر ان دو آراء سے ممکن نہیں ہے

آیت میں مرقد کا لفظ ہے جس کا مطلب سونے کا مقام ہے- جب اجسام واپس بن جائیں گے اور ہڈیاں واپس انسان بن جائیں گی تو ایک لحظہ کے لئے کفار کو لگے گا کہ وہ سوتے سے اٹھے ہیں یہ انسانی دماغ واپس بحال ہونے کی کیفیت کا دور ہو گا لہذا اس سے عذاب جہنم یا عذاب البرزخ کی نفی نہیں ہو رہی- اس کیفیت کے دور ہوتے ہی وہ بولیں گے کس نے اٹھایا؟

یعنی البرزخ میں کفار کو عذاب ہو گا لیکن جب روح جسد میں لوٹائی جائے گی تو جسم واپس دماغی شعور حاصل کرے گا اس وقت انسانوں کو نیند سے بیدار ہونے کا سا احساس ہو رہا ہو گا کچھ کہیں گے کس نے اٹھایا اور کچھ زیادہ بیدار شعور حاصل کر چکے ہوں گے وہ کہیں گے یہ الرحمان کا وعدہ ہے اور رسولوں نے سچ کہا تھا

نم صالحا پر شرح کرتے ہوئے فیض الباری علی صحیح البخاری میں انور شاہ کہتے ہیں
ففي سورة يس: {مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا} [يس: 52] وهذا يدل على أنه لا إحساس في القبر وكلُّهم نائِمون. وفي آيةٍ أخرى {النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا} [غافر: 46] فهذه تدل بخلافه

سورہ یس میں ہے کس نے ہم کو خواب گاہ سے اٹھایا [يس: 52] یہ دلالت کرتا ہے کہ قبر میں کوئی احساس نہیں بلکہ سب سو رہے ہیں اور دوسری آیت میں ہے کہ اگ پر صبح و شام پیش ہوتے ہیں [غافر: 46] پس یہ اس (نم صالحا والی) حدیث کے خلاف ہے

انور شاہ مزید کہتے ہیں

وإنما عُبِّرتْ الحياةُ البرزَخيَّة بالنوم لأنه لم يكن له لفظ في لغة العرب يؤدي مؤدَّاه، ويصرَح عن معناه وضعًا، فاختير اللفظُ الموضوعُ لنظيره تفهيمًا

حیات برزخی کو نیند سے عبارت کیا گیا کیونکہ اس کے لئے عربی لغت میں لفظ نہیں ہے اور اس کے معنوں کا بیان ہو سکے۔... پس وہ (قریب ترین) لفظ چنا گیا جس سے ہم مطلب موضوع کے قریب تفہیما بیان ہو سکے

یعنی شارحین کے نزدیک یہ اصل میں نیند نہیں بلکہ حدیث میں وہ لفظ لیا گیا جس سے اس کیفیت کو بیان کیا جا سکے کیونکہ عربی میں حیات برزخی کی تفہیم کے لئے لفظ لغت میں نہیں ہے۔

راقم کہتا ہے فرشتوں کا نم صالحا کہنا اشارہ کر رہا ہے کہ یہ اس دنیا کا معاملہ نہیں ہے[22]۔

---

[22] فرقہ پرست نم صالحا والی حدیث کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ مسلمان قبروں میں سو رہے ہیں لیکن یہی لوگ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مصری بادشاہ نور الدین الزنجی کے خواب میں آئے اور کہا مجھے بچاو- یہی لوگ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب رسول کی قبروں میں عراق میں پانی رسنے پر ان کو منتقل کیا گیا- یہ نم صالحا کا رد ہوا- معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قبر والے دنیاوی تغیرات سے متاثر ہو جاتے ہیں- لہذا کسی سونامی یا زلزلہ یا اگ لگنے کی صورت میں یقینا نم صالحا میں ڈسٹربنس ہو سکتی ہے

البعث والنشور للبيهقي میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ هُوَ الْأَصَمُّ، ثنا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ، ثنا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ زَرْبِيٍّ، عَنْ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: النَّوْمُ مِمَّا يُقِرُّ اللَّهُ بِهِ أَعْيُنَنَا فِي الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْمَوْتَ شَرِيكُ النَّوْمِ، وَلَيْسَ فِي الْجَنَّةِ مَوْتٌ» ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا رَاحَتُهُمْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَيْسَ فِيهَا لُغُوبٌ، كُلُّ أَمْرِهِمْ رَاحَةٌ» ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ: {لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ} [فاطر: 35]

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى نے کہا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ نیند کو اللہ نے اس دنیا میں ہماری آنکھوں کے لئے مقرر کیا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا موت نیند کی شریک ہے اور جنت میں موت نہیں ہے – پوچھا ان کو کیا آرام ہے ؟ اپ نے فرمایا ان کو وہاں تھکاوٹ نہیں ہے اور ہر کام آسان ہے پس للہ نے آیت نازل کی

سند میں سَعِيدُ بْنُ زَرْبِيٍّ منکر الحدیث ہے

دوسرا اشکال

دوسرا اشکال ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق مومنوں کی ارواح جنت میں درخت پر ہیں- مسند المنتخب من مسند عبد بن حمید اور مسند احمد 15776 میں ہے کہ جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت تھا

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ مُبَشِّرٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَهُوَ شَاكٍ: اقْرَأْ عَلَى ابْنِي السَّلَامَ، تَعْنِي مُبَشِّرًا، فَقَالَ: يَغْفِرُ اللَّهُ لَكِ يَا أُمَّ مُبَشِّرٍ، أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُسْلِمِ طَيْرٌ تَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يُرْجِعَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " قَالَتْ: صَدَقْتَ، فَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ

اِم بشر بنت البراء بن معرور آئیں اور وہ بیمار تھیں انہوں نے کعب سے کہا میرے (فوت شدہ) بیٹے کو سلام کہیے گا (یعنی جنت جب ملاقات ہو) اس پر کعب نے کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم کی روح، پرندہ ہے جنت کے درخت پر لٹکتی ہے یہاں تک کہ روز محشر اللہ اسکو اس کے جسد میں لوٹا دے ام مبشر نے کہا سچ کہا میں اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہوں

شعیب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون مسند احمد کی تعلیق میں اس کو إسناده صحيح على شرط الشيخين کہتے ہیں[23]

23

صَحِيح الْجَامِع: 1560 , الصَّحِيحَة: 995

شعیب الأرنؤوط لکھتے ہیں

قوله: "طير": ظاهره أن الروح يتشكل ويتمثل بأمر الله طيراً كتمثل الملَك بشراً، ويحتمل أن المراد أن الروح يدخل في بدن طير كما في روايات.

شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون مسند احمد کی تعلیق میں اس پر مزید لکھتے ہیں

قوله: "يرجعها الله": أي يردها بالبعث وظاهره أنه رَدَّ عليها ما قالت بأن السلام يتوقف على الجسد، ولا يكون من الروح المجردة، والإنسان بعد الموت يكون روحاً مجردة. قلنا: والروح يذكر ويؤنث. وقد روعي التأنيث في هذه الرواية والتذكير في الروايات الآتية.

ان کا قول : یہاں تک کہ اللہ اس کو لوٹائے یعنی بعث (آخرت) پر اور اس حدیث کا ظاہر ہے کہ کعب بن مالک نے ام بشر کا رد کیا جو انہوں نے سلام کے لئے کہا کیونکہ سلام جسد پر ہے مجرد روح پر نہیں اور انسان مرنے کے بعد مجرد روح ہوتا ہے - ہم کہتے ہیں روح کو مذکر بھی کیا جاتا ہے ور مونث بھی - مونث اس روایت میں ہے اور اگلی میں اس کو مذکر بیان کیا گیا ہے جو آ رہی ہے

مسند احمد کی حدیث 15777 ہے جس میں روح کو نسمہ مونث کہا گیا ہے

حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ إِذَا مَاتَ طَائِرٌ تَعْلَقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يُرْجِعَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللهُ

قول کہ وہ پرندہ ہے تو ظاہر ہے کہ روح شکل لیتی ہے یا متمثل ہوتی ہے پرندے کی طرح جیسے اللہ حکم کرتا ہے فرشتے کو کہ بشر کی صورت لے اور ممکن ہے کہ روح کو پرندے کے بدن میں داخل کیا جاتا ہو جیسا کہ روایات میں آیا ہے

صحیح ابن حبان میں ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ قُتَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَوْهَبٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم قال: "نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرُدَّهَا اللَّهُ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

کعب بن مالک نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا نسمہ جنت میں درخت پر لٹکتا ہے یہاں تک کہ روز محشر اللہ اس کو جسد میں لوٹا دے

شعیب الأرنؤوط کہتے ہیں اس کی اسناد صحیح ہیں اور کہتے ہیں

قلت: وسنده صحيح إلا أن ابن عيينة تفرد بهذا اللفظ الشهداء، والثقات من الرواة غيره رووه بلفظ المسلم أو المؤمن، على أن الحميدي 873 رواه عن سفيان عن عمرو بن دينار به بلفظ إن نسمة المومن

میں کہتا ہوں: اس کی سند صحیح ہے سوائے اس کے کہ ابن عيينة کا اس روایت میں شہید کہنے میں تفرد ہے اور ان کے علاوہ جو ثقات اس کو روایت کرتے ہیں وہ اس میں مسلم یا مومن کا لفظ کہتے ہیں - حمیدی نے اس کو عن سفيان عن عمرو بن دينار کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں نسمہ مومن کا لفظ ہے

یعنی شعیب کے نزدیک سفيان بن عيينة نے بعض اوقات غلطی سے اس میں شہید کہا ہے جو درست نہیں یہ خبر عام ہے

ابن حبان نے اس روایت کو صحیح میں باب **ذِكْرُ تَكْوِينِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا نَسَمَةَ الشَّهِيدِ طَائِرًا يَعْلُقُ فِي الْجَنَّةِ إِلَى أَنْ يَبْعَثَهُ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا** - ذکر اللہ تعالی کی تکوین کا کہ شہید کا نسمہ ایک پرندہ ہے جو جنت میں لٹکتا ہے یہاں کہ اللہ اس کو لوٹا دے - میں ذکر کیا ہے - شعیب نے بحث کر کے اس کو رد کیا اور کہا

وما ذهب إليه المصنف من أن المراد بالنسمة هنا نسمة الشهيد دون غيره هو الذي ذهب إليه أبو عمر في "التمهيد" ورجحه، وقد نقل ابن القيم في "الروح"

ص131–136 كلامه، وردّه عليه، ورجح أن الحديث يعم كل مؤمن: الشهيد وغير الشهيد.

اور مصنف (ابن حبان) نے یہاں روایت میں نسمہ سے مراد شہید کا نسمہ لے لیا ہے کسی اور کا نہیں اور اس طرف التمہید میں ابن عبد البر کا رجحان ہے اور ابن قیم نے کتاب الروح میں اس کو نقل کرنے کے بعد اس بات کو رد کیا ہے اور راجح کیا ہے کہ یہ حدیث عام ہے مومن کے لئے شہید ہو یا نہ ہو

سمرہ بن جندب کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مومنوں کے گھر دکھائے گئے

فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ، وَأَدْخَلاَنِي دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ وَشَبَابٌ، وَنِسَاءٌ، وَصِبْيَانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلاَنِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ فِيهَا شُيُوخٌ، وَشَبَابٌ،

انہوں نے مجھے درخت پر چڑھایا اور ایک دار میں داخل کیا اس جیسا اچھا میں نے نہ دیکھا تھا اس میں بوڑھے اور جوان تھے اور عورتیں اور بچے پھر اس سے نکال کر پھر درخت پر چڑھایا وہاں دار پہلے سے بھی اچھا تھا اس میں بھی بوڑھے اور جوان تھے

پھر بتایا گیا

وَالدَّارُ الأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ المُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ

پہلا دار جس میں داخل ہوئے عام مومنوں کا ہے اور یہ دار شہداء کا ہے

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق مومنوں کی ارواح جنت کے کسی درخت پر ہیں- سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب اس درخت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم گئے تو وہاں پرندے نہیں انسان تھے – معلوم ہوتا ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مقصد تھا کہ جس طرح درخت پر پرندے رہتے ہیں اسی طرح جنت میں کسی عظیم درخت پر ارواح رہتی ہیں لیکن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کے برزخی اجسام کا ذکر ہوا- اس کے علاوہ عام شہداء تو اسی درخت پر ہیں لیکن شہدائے احد ابن مسعود رضی اللہ

عنہ کی حدیث کے مطابق سبز پرندوں میں قندیلوں میں ہیں اڑتے ہیں اور أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ البَرَاءِ يعني أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ کی حدیث کی مطابق شہدائے بدر جنت الفردوس میں ہیں

تیسرا اشکال

تیسرا اشکال یہ ہے کہ اگر کعب بن مالک کی حدیث کے مطابق مومنوں کی ارواح ابھی جنت میں ہیں تو پھر ابن عمر کی حدیث میں ایسا کیوں کہا گیا کہ صبح شام جنت کا مقام دکھایا جاتا ہے- راقم کہتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اخروی مقام کا ذکر ہے جو مومنوں کو فردا فردا محشر کے بعد ملے گا- ابھی مومنوں کی روحیں اکٹھی ایک غیر مستقل مقام پر جنت کے کسی عظیم درخت پر ہیں

ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

قلت لَا تنَافِي بَين قَوْله نسمَة الْمُؤمن طَائِر يعلق فِي شجر الْجنَّة وَبَين قَوْله إن أحدكُم إِذا مَاتَ عرض عَلَيْهِ مَقْعَده بِالْغَدَاةِ والعشى إن كَانَ من أهل الْجنَّة فَمن أهل الْجنَّة وَإِن كَانَ من أهل النَّار فَمن أهل النَّار وَهَذَا الْخطاب يتَنَاوَل الْمَيِّت على فرَاشه والشهيد كَمَا أَن قَوْله نسمَة الْمُؤمن طَائِر يعلق فِي شجر الْجنَّة يتَنَاوَل الشَّهِيد وَغَيره وَمَعَ كَونه يعرض عَلَيْهِ مَقْعَده بِالْغَدَاةِ والعشى ترد روحه أَنهَار الْجنَّة وتأكل من ثمارها
وَأما المقعد الْخَاص بِهِ وَالْبَيْت الذى أعد لَهُ فانه إِنَّمَا يدْخلهُ يَوْم الْقِيَامَة وَيدل عَلَيْهِ أَن منَازِل الشُّهَدَاء ودورهم وقصورهم الَّتِي أعد الله لَهُم لَيست هِيَ تِلْكَ الْقَنَادِيل الَّتِي تأوى اليها أَرْوَاحهم فِي البرزخ قطعا فهم يرَوْنَ منَازِلهمْ ومقاعدهم من الْجنَّة وَيكون مستقرهم فِي تِلْكَ الْقَنَادِيل الْمُعَلقَة بالعرش فان الدُّخُول التَّام الْكَامِل إِنَّمَا يكون يَوْم الْقِيَامَة وَدخُول الْأَرْوَاح الْجنَّة فِي البرزخ أَمر دون ذَلِك
میں ابن قیم کہتا ہوں : یہ کہنا کہ مومن کی روح پرندے کی طرح جنت کے درخت پر ہے اس قول سے متنافی نہیں ہے جس میں ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو صبح و شام اس کو اس کا مقام دکھایا جاتا ہے اہل جنت میں سے ہے تو جنت میں مقام اور اہل جہنم میں سے ہے تو جہنم کا مقام – بلکہ یہ خطاب میت سے ہے جو اور شہید سے ہے جیسا قول میں ہے مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت پر ہے اس میں شہید بھی ہے اور دیگر کیونکہ یہ مقام صبح و شام دیکھتا ہے جن جنت کی نہر پر آتا ہے اس کے پھل کھاتا ہے – اور جہاں تک مقام خاص کا تعلق ہے اور اس گھر کا جس کا وعدہ ہے تو وہ وہ ہے جو روز محشر ملے گا اور اس پر دلالت کرتا ہے کہ الله نے جو دیار اور محل کا وعدہ شہداء سے ان کی منازل کے تحت کیا ہے وہ وہ قندیلیں نہیں ہیں جس میں ان کی ارواح برزخ میں ابھی ہیں پس یہ وہاں ان قندیلوں سے اپنا اخروی مقام دیکھ رہے ہیں جنت میں – ان کا مستقر تو قندیلیں ہیں جوعرش سے لٹکی ہیں لیکن ان کا ہمشیہ کا داخل ہونا روز محشر ہو گا اور جنت میں ارواح کا برزخ میں جانا ایک الگ امر ہے

مبحث چہارم: عقیدہ رجعت روح یا عود روح

قرن اول میں امت میں ایک عقیدہ پھیلایا گیا جس کو عقیدہ الرجعۃ یا رجعت کہا جاتا ہے –اس عقیدے کے اہل سنت انکاری ہیں اور شیعہ اقراری ہیں- عقیدہ الرجعۃ کیا ہے کتب شیعہ سے سمجھتے ہیں

سورہ البقرہ کی آیت ألم تر إلى الذين خرجوا من ديارهم وهم ألوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم أحياهم إن الله لذو فضل على الناس ولكن أكثر الناس لا يشكرون(243) پر بحث کرتے ہوئے شیعہ عالم اِبي جعفر محمد بن الحسن الطوسي المتوفی ۴۶۰ ھ تفسير التبيان في تفسير القرآن میں لکھتے ہیں

وفي الاية دليل على من أنكر عذاب القبر والرجعة معا، لان الاحياء في القبر، وفي الرجعة مثل إحياء هؤلاء الذين أحياهم للعبرة.

اور اس آیت میں دلیل ہے اس پر جو عذاب قبر کا اور رجعت کا انکار کرے کیونکہ قبر میں زندہ ہونا اور رجعت میں ان کی مثل ہے جن (کا ذکر آیت میں ہے جن کو) کو عبرت کے لئے زندہ کیا گیا

آیت فرحين بما آتاهم الله من فضله ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم ألا خوف عليهم ولاهم يحزنون(170) کی تفسیر میں اِبي علي الفضل بن الحسن الطبرسي المتوفی ۵۴۸ ھ لکھتے ہیں

وفي الآية دليل على أن الرجعة إلى دار الدنيا جائزة لاقوام مخصوصين
اور اس آیت میں دلیل ہے کہ دار دنیا میں مخصوص اقوام کی رجعت جائز ہے
آیت ثُمَّ بَعَثْنَكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ(56) کی تفسیر میں شیعہ عالم تفسیر میں تفسیر مجمع البیان لکھتے ہیں

و استدل قوم من أصحابنا بهذه الآية على جواز الرجعة و قول من قال إن الرجعة لا تجوز إلا في زمن النبي (صلى الله عليه وآله وسلّم) ليكون معجزا له و دلالة على نبوته باطل لأن عندنا بل عند أكثر الأمة يجوز إظهار المعجزات على أيدي الأئمة و الأولياء و الأدلة على ذلك مذكورة في كتب الأصول
اور ہمارے اصحاب کی ایک قوم نے اس آیت سے استدلال کیا ہے رجعت کے جواز پر اور کہا کہ جس نے کہا رجعت جائز نہیں ہے سوائے دور نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے کہ وہ معجزہ ہوتا ان کی نبوت کی دلیل پر تو یہ باطل قول ہے کیونکہ ہمارے اکثر ائمہ اور اولیاء کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور جائز ہے جس پر دلائل مذکورہ کتب اصول میں موجود ہیں

ائمہ شیعہ کے مطابق الرجعۃ کا ایک خاص وقت ہے جس کا انکار لوگوں نے کیا کیونکہ وہ اس کی تاویل تک نہیں پہنچ سکے

قرآن کی آیت ربنا أمتنا اثنتين وأحييتنا اثنتين وہ کہیں گے اے رب ہم کو دو بار زندہ کیا گیا اور دو بار موت دی گئی پر بھی اہل سنت اور اہل تشیع کا اختلاف ہے ۔ اہل سنت اس کو عموم کہتے ہیں جبکہ اہل تشیع اس کو خاص ۔ اہل سنت کے مطابق تمام لوگوں کو دو زندگیاں اور دو موتیں ملیں ہیں اور اہل تشیع کے مطابق صرف ان دشمنان اہل بیت کو ملی ہیں جن کے گناہوں کا عذاب ان کو دنیا میں نہیں ملا اور مر گئے لہذا ان کو زندہ کیا جائے گا اسی طرح اہل بیت کو بھی قیامت سے قبل زندہ کیا جائے گا

تفسیر نور ثقلین از عبد علی بن جمعۃ العروسی الحویزی المتوفی ۱۱۱۲ھ کے مطابق

وقال على بن ابراهيم رحمه الله في قوله عزوجل : ربنا أمتنا اثنتين و أحييتنا اثنتين إلى قوله من سبيل قال الصادق عليه السلام : ذلك في الرجعة
علی بن ابراہیم نے کہا اللہ کا قول ربنا أمتنا اثنتين و أحييتنا اثنتين تو اس پر امام جعفر نے کہا یہ رجعت سے متعلق ہے

اہل تشیع میں یہ عقیدہ اصلا ابن سبا سے آیا- یہود بھی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے مطابق مسیح آ کر مردوں کو زندہ کرے گا

اس کی دلیل بائبل کی کتاب یسعیاہ باب ۲۶ آیت ۱۹ ہے

Your dead shall live; their bodies shall rise.

You who dwell in the dust, awake and sing for joy

For your dew is a dew of light,

and the earth will give birth to the dead.

تمھارے مردے جی اٹھیں گے ان کے اجسام زندہ ہوں گے

تم وہ جو خاک میں ہو اٹھو اور گیت گاؤ

کیونکہ تمہاری اوس، روشنی کی شبنم ہے

اور زمین مردہ کو جنم دے گی

حزقی ایل کی کتاب میں رجعت کا ذکر ہے کہ یہود کو کس طرح جی بخشا جائے گا

Behold I will open your graves and raise you from your graves, My people; and I will bring you into the Land of Israel. You shall know that I am G-d when I open your graves and when I revive you from your graves, My people. I shall put My spirit into you and you will live, and I will place you upon your land, and you will know that I, G-d, have spoken and done, says G-d." (Ezekiel 37:12-14)

خبردار میں تمہاری قبریں کھول دوں گا اور تم کو جی بخشوں گا میرے لوگ ! اور میں تم کو ارض مقدس لاؤں گا

تم جان لو گے کہ میں ہی اللہ ہوں میں قبروں کو کھولوں گا

آور تم کو ان میں سے اٹھاؤں گا میرے لوگ ! میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا

اور تم زندہ ہو گے اور میں تم کو تمہاری زمین پر رکھوں گا اور تم جان لو گے کہ میں رب نے جو کہا پورا کیا

ان آیات کی بنیاد پر یہود کہتے ہیں کہ مسیح مردوں کو بھی زندہ کرے گا اور یہی عقیدہ اہل تشیع کا بھی ہے جس کی قلمیں قرانی آیات میں لگائی گئیں تا کہ اس عقیدہ کو ایک اسلامی عقیدہ ثابت کیا جا سکے

لہذا قرن اول میں یہ عقیدہ شیعوں میں پھیل چکا تھا اور اہل سنت اس کا انکار کرتے تھے کہ رجعت ہو گی البتہ کچھ شیعہ عناصر نے اس کو بیان کیا جو کوفہ کے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔اب آپ کبری صغری کو ملائیں۔ابن سبا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یمن سے حجاز آیا اپنا عقیدہ پھیلانے لگا اور

وہاں سے مصر اور عراق میں آیا۔ اسی دوران ابن مسعود کی وفات ہوئی عثمان کی شہادت ہوئی اور علی خلیفہ ہوئے[24]۔

---

[24] تاریخ دمشق کے مطابق وہاں کوفیوں میں ابن سبا بھی تھا جس نے ایک دن مجمع میں علی سے کہا

انت انت

تو، تو ہے

یعنی تو اے علی رب العالمین ہے – اس کی وضاحت کے لئے ویب سائٹ پر کتاب مجمع البحرین دیکھیں

کتاب رجال ابن داود از ابن داوود الحلي کے مطابق

عبدالله بن سبا ي (جخ) رجع إلى الكفر وأظهر الغلو (كش) كان يدعي النبوة وأن عليا عليه السلام هو الله، فاستتابه عليه السلام (ثلاثة أيام) فلم يرجع فأحرقه في النار في جملة سبعين رجلا ادعوا فيه ذلك

عبد الله بن سبا ان ستر میں تھا جن کو جلا دیا گیا

الکشی کہتے ہیں امام جعفر نے کہا

أن عبدالله بن سبأ كان يدعي النبوة ويزعم أن أمير المؤمنين (عليه السلام) هو الله

ابن سبا نبوت کا مدعی تھا اور دعوی کرتا تھا کہ علی وہ الله ہیں

کتاب خلاصة الاقوال از الحسن بن يوسف بن علي بن المطهر الحلي کے مطابق

عبدالله بن سبا بالسين المهملة والباء المنقطة تحتها نقطة واحده غال ملعون حرقه أميرالمؤمنين عليه السلام بالنار كان يزعم أن عليا عليه السلام إله وأنه نبي لعنه الله.

عبد الله بن سبا کو علی نے جلوا دیا کیونکہ اس نے ان کو الہ کہا

بعض مستشرقین نے یہودی سازش کی چھپانے کے لئے یہ شوشہ چھوڑا کہ اس ابن سبا کی حکایت میں سَيْفُ بْنُ عُمَرَ التَّميميّ ضعیف ہے اس کے بعد شیعہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے ائمہ پر جھوٹ گھڑنے کا اتہام لگا دیا جو ابن سبا کا ذکر کرتے آئے ہیں – اہل سنت میں سَيْفُ بْنُ عُمَرَ التَّميميّ سے بعض روایات ابن سبا سے متعلق لی گئی ہیں لیکن کیا کتب شیعہ میں ابن سبا کی تمام خبریں سَيْفُ بْنُ عُمَرَ التَّميميّ کی سند سے ہیں ؟ نہیں ان کے مختلف راوی ہیں جو ثقہ سمجھے جاتے ہیں اور متقدمیں شیعہ ابن سبا کو ایک حقیقی شخص سمجھتے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ اہل سنت کی کتب میں ۲۰ سے ۳۰ راوی ایسے ہیں جو کھلم کھلا اپنے اپ کو سبائی کہتے ہیں یا محدثین إن کو السبئية یا السبائية مين شمأر کرتے ہیں یا وہ رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں – جن میں سے بعض سَيْفُ بْنُ عُمَرَ التَّمِيميّ سے پہلے کے ہیں

قرن اول میں کوفہ میں ابن سبا رجعت کا عقیدہ بھی پھیلا رہا ہے اور وہاں شیعہ زاذان ہیں جو عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اب اصحاب علی میں سے ہیں، وہ روایت کرتے ہیں کہ مردہ میں عود روح ہوتا ہے –اس بات کو زاذان سے پہلے، نہ بعد میں، کوئی روایت نہیں کرتا –عود روح کی یہ واحد روایت ہے جس میں صریحا جسد میں روح کے لوٹنے کا ذکر ہے- اس طرح ابن سبا کے عقیدہ رجعت کا اسلامی عقیدہ کے طور پر ظہور ہوتا ہے اور اب اہل سنت میں بھی مردہ قبر میں زندہ ہو جاتا ہے- عود روح کی روایت کے مطابق روح آسمان پر نہیں جا سکتی لھذا وہ قبر میں ہی رہتی ہے گویا اب صرف انتظار ہے کہ السا‏عہ (وہ گھڑی) کب ہو گی –اہل سنت جب اس روایت کو دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں اس میں السا‏عہ سے مراد روز محشر ہے جبکہ السا‏عہ سے مراد رجعت ہے اسی لئے امام المہدی کو القائم کہا جاتا ہے جو صحیح غلط کا فیصلہ کریں گے اور انتقام لیں گے

ابن سبا کو اسلام میں موت و حیات کے عقیدے کا پتا تھا جس کے مطابق زندگی دو دفعہ ہے اور موت بھی دو دفعہ. اس کی بنیاد قرآن کی آیات ہیں

سورہ غافر میں ہے

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ

وہ (کافر) کہیں گےاے رب تو نے دو زندگیاں دیں اور دو موتیں دیں ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں پس یہاں (جہنم) سے نکلنے کا کوئی رستہ ہے

السبئية سے متعلق روایات کو محمد بن حنفیہ کے بیٹے علی بن محمد بن علی نے جمع کیا تھا یعنی علی رضی اللہ عنہ کے پوتے نے اس کی خبر امام فسوی المعروفة والتاريخ میں دیتے ہیں

وكان عَبد الله جمع أحاديث السبئية

اور عبد اللہ نے السبئية کی روایات جمع کیں

مورخین کے نزدیک السبئية سے مراد وہ قبائل بھی ہیں جو یمن میں آباد تھے اور وہیں سے ابن سبا کا تعلق تھاجو یمن سے کوفہ پہنچا اور مورخین کے مطابق اس کی ماں کالی تھی – یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ یہ اصلی یہودی بھی نہیں تھا کیونکہ یہود کے مطابق کالے لوگ اصلی یہود نہیں اگرچہ اتھوپیا میں کالے یہودی ہیں لیکن باقی یہودی ان کو اصل نہیں مانتے دوسرا یہود میں نسل باپ سے نہیں ماں سے چلتی ہے

ابن سبا نے اس عقیدے پر حملہ کیا اور ان آیات کو رجعت کی طرف موڑ دیا کہ مستقبل میں جب خلفاء کے خلاف خروج ہو گا تو ہم مر بھی گئے تو دوبارہ زندہ ہوں گے اور ہمارے دشمن دوبارہ زندہ ہو کر ہمارے ہاتھوں ذلیل ہونگے۔ اس آیت کا شیعہ تفاسیر میں یہی مفہوم لکھا ہے اور اہل سنت جو مفہوم بیان کرتے ہیں وہ شیعہ کے نزدیک اہل سنت کی عربی کی غلط سمجھ بوجھ ہے۔ رجعت کے عقیدہ کو اہل سنت میں استوار کرنے کے لئے دو زندگیوں اور دو موتوں والی آیات کو ذھن سے نکالنا ضروری تھا۔ اس کے لئے عود روح کی روایت بنائی گئیں کہ ایک دفعہ مردے میں موت کا مفہوم ختم ہو جائے تو پھر میدان صاف ہے۔ آہستہ آہستہ اہل سنت مردے کے سننے اور مستقبل میں کسی مبارزت طلبی پر قبر سے باہر نکلنے کا عقیدہ اختیار کر ہی لیں گے۔

اس طرح عقیدہ عود روح ابن سبا کے دور میں ہی کوفہ میں شیعان علی میں پھیل چکا تھا— یہ ایک خفیہ تحریک تھی علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس تحریک کا احساس دیر سے ہوا جب ابن سبا نے کھلم کھلا ان کو مجمع میں رب العالمین کہا۔ علی نے اس کے اصحاب کو مدائن کی طرف ملک بدر کر دیا اور بعض اور کو جلا ڈالا— جس کی خبر، علی کے گورنر، ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں ہوئی لیکن دیر ہو چکی تھی ابن عباس نے کہا اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا تھا

عود روح کی روایات شیعہ راویوں زاذان، المنھال بن عمرو، عدی بن ثابت، عمرو بن ثابت نے اصحاب رسول کی طرف منسوب کیں اور بالآخر یہ راوی کم از کم اس بات میں کامیاب ہوئے کہ دو موتوں اور دو زندگیوں کا اصول ذہن سے محو ہو گیا

جب بھی دو موتوں اور دو زندگیوں والی آیات پر بات کی جاتی ہے تو خود سنی ہونے کے دعویدار کہتے ہیں کیا کیجئے گا قرآن میں تو خود تین زندگیوں والی آیات موجود ہیں کہ اللہ نے قوم موسیٰ کو زندہ کیا عیسیٰ نے زندہ کیا وغیرہ، گویا بالفاظ دیگر روایات نے ان آیات کو منسوخ کر دیا یا نعوذ باللہ، قرآن غیر ذی عوج میں صاف بات نہیں کہی گئی

کبھی کہتے ہیں کہ موت نیند ہے انسان زندگی میں سینکڑوں دفعہ سوتا ہے اور لا تعداد موتوں سے ہمکنار ہوتا ہے یعنی وہی سبائی سوچ کے تسلط میں قرآن میں تضاد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ افسوس تمہاری سوچ پر اور افسوس تمہاری عقل پر

الغرض عقیدہ رجعت اور عقیدہ عود روح ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں-اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

عقیدہ عود روح کی اساسی روایت

مسند امام احمد بن حنبل مترجم — ١٥٩ — مُسْنَدُ الْكُوفِيِّين

میرے پاس چھ ماہ کا ایک بچہ ہے جو سال بھر کے جانور سے بھی بہتر ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اسی کو اس کی جگہ ذبح کر لو، لیکن تمہارے علاوہ کسی کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

(١٨٧٣٣) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ وَكَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَام حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُولُ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَأْخُذُوهَا فَيَجْعَلُوهَا فِي ذَلِكَ الْكَفَنِ وَفِي ذَلِكَ الْحَنُوطِ وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ قَالَ فَيَصْعَدُونَ بِهَا فَلَا يَمُرُّونَ يَعْنِي بِهَا عَلَى مَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا مَا هَذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ فَيَقُولُونَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانُوا يُسَمُّونَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتَّى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى قَالَ فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ لَهُ وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ قَالَ وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيحِ فَيَقُولُ أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ فَيَقُولُ لَهُ مَنْ أَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُولُ أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَيَقُولُ رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ حَتَّى أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي وَمَالِي قَالَ وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ مَعَهُمُ الْمُسُوحُ فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُولُ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ اخْرُجِي إِلَى سَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَغَضَبٍ قَالَ فَتُفَرَّقُ فِي جَسَدِهِ فَيَنْتَزِعُهَا

مسند احمد:جلد ہشتم:حدیث نمبر 479

براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصاری کے جنازے میں نکلے ہم قبر کے قریب پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرید رہے تھے پھر سر اٹھا کر فرمایا اللہ سے عذاب قبر سے بچنے کے لئے پناہ مانگو، دو تین مرتبہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بندہ مؤمن جب دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے آس پاس سے روشن چہروں والے ہوتے ہیں آتے ہیں ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط ہوتی ہے تاحد نگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ ! اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل چنانچہ اس کی روح اس بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے ملک الموت اسے پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے کر اسے اس کفن لپیٹ کر اس پر اپنی لائی

ہوئی حنوط مل دیتے ہیں اور اس کے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے مشک کا ایک
خوشگوار جھونکا جو زمین پر محسوس ہوسکے ۔ پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھ جاتے
ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ پر بھی ان کا گذر ہوتا ہے وہ گروہ پوچھتا ہے کہ یہ پاکیزہ روح
کون ہے؟ وہ جواب میں اس کا وہ بہترین نام بتاتے ہیں جس سے دنیا میں لوگ اسے پکارتے تھے
حتی کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازے کھلواتے ہیں جب دروازہ
کھلتا ہے تو ہر آسمان کے فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں اگلے آسمان تک اسے چھوڑ کر آتے
ہیں اور اس طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے
کانامہ اعمال " علیین " میں لکھ دو اور اسے واپس زمین کی طرف لے جاؤ کیونکہ میں نے اپنے
بندوں کو زمین کی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں
گا۔چنانچہ اس کی روح جسم میں واپس لوٹادی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ
اسے بٹھاکر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے وہ اس سے
پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے ؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں کہ یہ
کون شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے ؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ
کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی ، اس پر آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے
کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بستر بچھادو اسے جنت کا لباس پہنادو اور اس
کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو چنانچہ اسے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتیں ہیں
اور تاحدنگاہ اس کی قبر وسیع کردی جاتی ہے اور اس کے پاس ایک خوبصورت لباس اور انتہائی
عمدہ خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تمہیں خوشخبری مبارک ہو یہ وہی دن
ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ اس سے پوچھتاے کہ تم کون ہو؟ کہ تمہارا چہرہ ہی خیر
کا پتہ دیتا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا نیک عمل ہوں اس پر وہ کہتا ہے کہ پروردگار!
قیامت ابھی قائم کردے تاکہ میں اپنے اہل خانہ اور مال میں واپس لوٹ جاؤں ۔ اور جب کوئی
کافر شخص دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان
سے سیاہ چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں وہ تاحد نگاہ بیٹھ جاتے
ہیں پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس
خبیثہ ! اللہ کی ناراضگی اور غصے کی طرف چل یہ سن کر اس کی روح جسم میں دوڑنے لگتی
ہے اور ملک الموت اسے جسم سے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گیلی اون سے سیخ کھینچی
جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں فرشتے ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اسے ان کے ہاتھ میں
نہیں چھوڑتے اور اس ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے مردار کی بدبوجیسا ایک ناخوشگوار
اور بدبودار جھونکا آتا ہے۔ پھر وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں فرشتوں کے جس گروہ کے پاس
سے ان کا گذر ہوتا ہے وہی گروہ کہتا ہے کہ یہ کیسی خبیث روح ہے؟ وہ اس کا دنیا میں لیا
جانے والا بدترین نام بتاتے ہیں یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا میں پہنچ جاتے ہیں ۔ در
کھلواتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولاجاتا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت
فرمائی " ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے
تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے " اور اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس کانامہ
اعمال " سجین " میں سے نچلی زمین میں لکھ دو چنانچہ اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے پھر
یہ آیت تلاوت فرمائی جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گرپڑا پھر

اسے پرندے اچک لیں یا ہوا اسے دوردراز کی جگہ میں لے جاڈالے ۔ " پھر اس کی روح جسم میں لوٹادی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے ؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس ! مجھے کچھ پتہ نہیں ، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے ؟ وہ پھر وہی جواب دیتا ہے وہ پوچھتے ہیں کہ وہ کون شخص تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ پھر وہی جواب دیتا ہے اور آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے ، اس کے لئے آگ کا بستر بچھادو اور جہنم کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو چنانچہ وہاں کی گرمی اور لو اسے پہنچنے لگتی ہے اور اس پر قبر تنگ ہوجاتی ہے حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں پھر اس کے پاس ایک بدصورت آدمی گندے کپڑے پہن کر آتا ہے جس سے بدبو آرہی ہوتی ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری مبارک ہویہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے ؟ کہ تیرے چہرے ہی سے شر کی خبر معلوم ہوتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیراگندہ عمل ہوں تو اللہ کی اطاعت کے کاموں میں سست اور اس کی نافرمانی کے کاموں میں چست تھا لہٰذا اللہ نے تجھے برا بدلہ دیاہے پھر اس پرا ایک ایسے فرشتے کو مسلط کردیا جاتا ہے جواندھا، گونگا اور بہرا ہو اس کے ہاتھ میں اتنا بڑا گرز ہوتا ہے کہ اگر کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہوجائے اور وہ اس گرز سے اسے ایک ضرب لگاتا ہے اور وہ ریزہ ریزہ جاتا ہے پھر اللہ اسے پہلے والی حالت پر لوٹادیتا ہے پھر وہ اسے ایک اور ضرب لگاتا ہے جس سے وہ اتنی زور سے چیخ مارتا ہے کہ جن و انس کے علاوہ ساری مخلوق اسے سنتی ہے پھر اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور آگ کا فرش بچھادیا جاتاہے

اس کی سند میں المنھال بن عمرو اور زاذان کا تفرد ہے

نوٹ : شیعوں کے مطابق اس کی سند منقطع ہے –زاذان سے المنھال کا سماع نہیں ہے

کامل الزیارات- جعفر بن محمد بن قولویہ کی سند ہے

حدثني الحسن بن عبد الله بن محمد بن عيسى، عن ابيه، عن الحسن بن محبوب، عمن ذكره، عن علي بن عباس، عن المنهال بن عمرو، عن الاصبغ، عن زاذان، قال: سمعت علي بن ابي طالب (عليه السلام) في الرحبة يقول: الحسن والحسين ريحانتا رسول الله (صلى الله عليه وآله).

بہار آلانوار از مجلسی میں ہے

الحسن بن عبد الله بن محمد، عن أبيه، عن ابن محبوب، عمن ذكره عن علي بن

عباس، عن المنهال بن عمرو، عن الاصبغ، عن زاذان قال: سمعت علي بن أبي طالب (عليه

السلام) في الرحبة يقول: الحسن والحسين ريحانتا رسول الله

فرقوں کا زاذان کا دفاع کرنا

ابن حجر اپنی کتاب تقریب التہذیب میں اس راوی کے لئے لکھتے ہیں فیه شیعیة اس میں شیعیت ہے

قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل، جلد 02 ص 396محدث فتویٰ ویب سائٹ پر موجود ہے اس میں ابن حجر کے ان الفاظ کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ رہا زاذان کو شیعہ قرار دینا تو وہ درست نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صرف اتنا فرمایا ہے کہ اس میں کچھ شیعیت ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود ترجمہ فرمایا: '' فیہ شیعیۃ ''(اس میں شیعیت ہے۔) تو اب کے شیعیت کو شیعہ بنانے والوں کو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل ہوگا، کیونکہ یہ بھی تو ایک کارنامہ ہی ہے نا۔

شیعیت سے شیعہ ہی بنتا ہے اس کی متعدد امثال ہیں[25]

[25] مثلا

کتاب التَّكْميل في الجَرْح والتَّعْدِيل ومَعْرِفة الثِّقَات والضُّعفاء والمجَاهِيل کے مطابق

يونس بن خَبَّاب الأسيدي، جو عود روح والی روایت کا راوی ہے اس کے لئے امام دارقطنی کہتے ہیں

مفتی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں

شیعہ ہونا بھی باعث ضعف نہیں، جبکہ اس میں اور کوئی سبب ضعف موجود نہ ہو، کیونکہ اہل بدعت غیر مکفرہ میں صحیح بات یہی ہے، وہ اگر داعیہ نہ ہوں، تو ان کی روایت بوجہ ان کی بدعت کے ضعیف نہیں بنے گی۔ مقدمہ فتح الباری، شرح نخبہ، مقدمہ ابن صلاح، تدریب الراوی، ارشاد الفحول وغیرہ۔

رجل سوء فيه شيعية مفرطة

برا آدمی ہے اس میں بڑھی ہوئی شیعیت ہے

البزاز ایک راوی أسيد بن زيد بن نجيح الجمال الهاشمي کے لئے کہتے ہیں

قد احتمل حديثه مع شيعية شديدة فيه

بے شک اس کی حدیثیں شدید شیعیت کے ساتھ ہوتی ہیں

لسان الميزان کے مطابق راوی إبراهيم بن محمد بن عرفة النحوي کے لئے مسلمہ کہتے ہیں

وقال مسلمة وكانت فيه شيعية اور اس میں شیعیت تھی

کتاب إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال کے مطابق البزاز راوی جعفر بن زياد الأحمر أبو عبد الله الكوفي کے لئے کہتے ہیں کہ

وقال البزار في كتاب «السنن» تأليفه: فيه شيعية متجاوزة

اور البزاز اپنی تالیف السنن میں کہتے ہیں کہ اس میں متجاوز شیعیت تھی

کتاب کے مطابق راوی يونس بن أرقم الكندي البصري کے لئے البزاز کہتے ہیں

أنَّ فيه شيعية شديدة

بے شک اس میں شدید شیعیت ہے

معلوم ہوا کہ ابن حجر کے الفاظ زاذان کے شیعہ ہونے پر ہی اشارہ کرتے ہیں

رفیق طاہر صاحب زاذان کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ابن حجر نے کس کتاب میں لکھا ہے کہ زاذان میں فیہ تشیع قلیل یہ مل نہیں سکا؟ اصل میں ایسا کسی نے کہا بھی نہیں ہے

احمد بن حجر جنھوں نے زازان پر شیعہ ہونے کی تہمت لگائی ہے اور یہ بھی نہیں کہا کہ وہ شیعہ ہے بلکہ یہ کہا ہے: 'فیہ تشیع قلیل' اس کے اندر تھوڑا سا تشیع ہے، تھوڑی سی شیعیت ہے

http://www.urduvb.com/forum/showthread.php?t=18614

http://www.islamic-belief.net/یا-النبی-سلام-علیک/

رفیق طاہر کی تقریر (۲۳ منٹ پر) یہاں سن سکتے ہیں جہاں وہ زاذان کو فیہ تشیع قلیل کہہ رہے ہیں

بخاری نے زاذان سے صحیح بخاری میں کوئی روایت نہیں لی

زاذان کی کنیت اور شیعیت

نورپوری یہ بھی کہتے ہیں زاذان کی کنیت ابو عمر ہے وہ شیعہ کیسے ہو سکتا ہے

ڈاکٹر عثمانی اور ان کے حواریوں نے زاذان کی کنیت پر بھی غور نہیں کیا۔ زاذان کی کنیت ''ابوعمر'' تھی۔ کیا دشمنانِ صحابہ شیعہ اپنی کنیت ابوعمر رکھ سکتے ہیں؟

ان کی سطحی علمیت سے یہی امید تھی- الکافی کے ٦٠ سے اوپر شیعہ راوی میں جن کا نام یزید ہے- قریب ١٠٠ سے اوپر شیعہ راوی ہیں جن کا پہلا نام لی عمر ہے- کیا شیعہ کتابوں کے سنی راوی ہیں ؟ کیا یہ ١٦٠ سے اوپر راوی سب سنی ہیں؟

نورپوری لکھتے ہیں

ڈاکٹر عثمانی نے لکھا ہے: ''زاذان میں شیعیت ہے۔'' (''ایمانِ خالص''، دوسری قسط ص: 18)
ڈاکٹر عثمانی کی جہالت اور ان کا تعصب دیکھیں کہ انہوں نے غور و خوض کی زحمت نہیں کی۔ دنیا میں سب سے پہلے ابن حجر رحمہ اللہ نے زاذان میں شیعیت کا دعویٰ کیا۔ ان سے پہلے کسی معتبر محدث نے یہ بات نہیں کہی۔ ابن حجر رحمہ اللہ کی بات اگر درست ہے تو ان کی مُراد وہ اصطلاحی شیعہ نہیں تھا، جو دین محمدی کو چھوڑ کر فقہ جعفریہ کا پیروکار ہو۔

ابوبشر دولابی (224-310 ھ) نے لکھا ہے: وَكَانَ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ .

''وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل تھا۔'' (الكنٰى والأسماء: 773/2، طبعة دار ابن حزم)
شاید اس سے کوئی جاہل یہ سمجھ بیٹھے کہ زاذان شیعہ تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہونا گمراہ اور دشمن صحابہ شیعہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں بہت سے صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ کیا ان کو بھی شیعہ کہا جائے گا؟

زاذان شیعوں کا ثقہ راوی ہے - دکتور بشار عواد المعروف، تہذیب الکمال میں اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں

وَقَال أبو بشر الدولابي: كان فارسيا من شيعة علي" (إكمال مغلطاي: 2 / الورقة 31) – قال بشار: قد أخرج له الشيعة في كتبهم من رواية عطاء بن السائب عنه (انظر الكافي في القضاء والاحكام: 6، باب: النوادر 19 حديث رقم 12، والتهذيب: باب من الزيادات في القضايا والاحكام، حديث رقم 804)

ابو بشر الدولابی کہتے ہیں یہ فارسی شیعان علی میں سے تھا۔ دکتور بشار عواد المعروف نے کہا بلا شبہ شیعوں نے اس سے روایات نقل کی ہیں اپنی کتابوں میں عطاء بن السائب (کی سند) سے (دیکھئے الكافي في

القضاء والاحكام: 6، باب: النوادر 19 حديث رقم 12، والتهذيب: باب من الزيادات في القضايا والاحكام، حديث رقم 804)

کتاب إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال از مغلطاي کے مطابق

وفي «كتاب المنتجالي»: زاذان أبو عمر كان صاحب علي

اور کتاب المنتجالی کے مطابق زاذان ابو عمر، اصحاب علی میں سے تھا

شیعہ راویوں پر کتاب المفید من معجم رجال الحدیث از محمد الجواہری (ص ۲۲۷) میں زاذان کا ترجمہ موجود ہے

زاذان : يكنى أبا عمرة " عمروة " " عمرو " الفارسي من خواص أصحاب علي (ع) – روى عن علي (ع) في كامل الزيارات – وروى عنه أيضا في الكافي والتهذيب ج 6 ح 804 وهو – مغاير إلى لاحقه

زاذان ان کی کنیت ابا عمرہ، عمرو فارس کے ہیں اور اصحاب علی (ع) میں خواص میں سے ہیں-انہوں نے علی (ع) سے روایت کی ہے کامل الزیارات میں اور الکافی اور التنذیب ج۶ ح ۸۰۴ میں بھی---

شیعہ کتب کے مطابق زاذان اتنے خاص تھے کہ علی نے ان کے لئے اسم الاعظم کے ساتھ دعا کی (قال صدق زاذان ان أمير المؤمنين دعا لزاذان بالاسم الأعظم الذي لا يرد الكنى والألقاب – الشيخ عباس القمي – ج 1 – ص)

نورپوری اسی مضمون میں لکھتے ہیں

⑤ زاذان پر شیعیت کا الزام

ڈاکٹر عثمانی نے لکھا ہے: "زاذان میں شیعیت ہے۔" ("ایمانِ خالص"، دوسری قسط، ص:18)

ڈاکٹر عثمانی کی جہالت اور ان کا تعصب دیکھیں کہ انہوں نے غور و خوض کی زحمت نہیں کی۔ دنیا میں سب سے پہلے ابن حجر رحمہ اللہ نے زاذان میں شیعیت کا دعویٰ کیا۔ ان سے پہلے کسی معتبر محدث نے یہ بات نہیں کہی۔ ابن حجر رحمہ اللہ کی بات اگر درست ہے تو ان کی مُراد وہ اصطلاحی شیعہ نہیں تھا، جو دینِ محمدی کو چھوڑ کر فقہ جعفریہ کا پیروکار ہو۔

ابوبشر دولابی (224-310ھ) نے لکھا ہے: وَكَانَ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ .

ڈاکٹر عثمانی نے جرح و تعدیل پر کتاب لکھنے والے ابن حجر کی رائے پیش کی ہے جو ابن حجر کی اپنی تحقیق ہے

تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۹۹ کے مطابق رفض کا لفظ زید بن علی (المتوفی ۱۲۲ھ) نے سب سے پہلے شیعوں کے لئے استعمال کیا- شیعوں نے زید بن علی سے پوچھا کہ آپ کی ابو بکر اور عمر کے بارے میں کیا رائے ہے- انہوں نے کہا کہ ہم ان سے زیادہ امارت کے حقدار تھے لیکن انہوں نے یہ حق ہم سے چھین لیا لیکن یہ کام کفر تک نہیں پہنچتا- اس پر شیعوں نے ان کو برا بھلا کہا اور جانے لگے- زید نے کہا

رفضونی تم نے مجھے چھوڑ دیا

اسی وقت سے شیعہ رافضیہ کے نام سے موصوف ہوئے

زید بن علی سے پہلے شیعہ چاہے سبائی ہو یا غالی یا غیر غالی سب کو شیعہ ہی بولا جاتا رہا اور یہ انداز جرح و تعدیل کے ائمہ کا ہے

اسمٰعیل سلفی کتاب مقالات حدیث میں لکھتے ہیں

احادیث میں وضع وتخلیق کا آغاز خلافت راشدہ کے بعد چالیس ہجری کے قریب ہوا۔ سب سے پہلے شیعہ نے شخصی فضائل میں احادیث وضع کیں، بعد ازاں مختلف فرق وطوائف نے اپنے اپنے دعاوی کی تائید وتصدیق میں اس عمل کو رواج دیا، جس کے اسباب مختلف رہے۔ بعض اسباب کا مؤلف رحمہ اللہ نے ذکر کر دیا ہے۔ اہل علم نے اس کے علاوہ بھی بعض اسباب وضع کا تذکرہ اپنی مؤلفات میں کیا ہے، جن میں سیاسی اختلافات، زنادقہ کی طرف سے اسلام پر طعنہ زنی، قصہ گوئی، نیکی کی ترغیب، فقہی اور کلامی اختلاف، مذہب، قبیلہ اور کسی امام کی عصبیت اور شہرت پسندی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ دیکھیں: المجروحين لابن حبان (١/ ٦٢) تدريب الراوي (١/ ٢٨٣) توضيح الأفكار (٢/ ٦٨)

جی ہاں روایات کی وضع سازی کا اسی دور میں آغاز ہوا جب صحابہ کے مناقشات پر سب سے پہلے روایات گھڑی گئیں مختار الثقفی اور سبائی فتنوں نے شیعیاں علی بن کر اہل بیت کے فضائل گھڑے اور ان کو ایک ما فوق الفطرت مخلوق بنا دیا گیا، پھر وہ امام اور معصوم کہلائے ،اسی دور میں زاذان اور منہال بن عمرو نے عود روح کی روایت بیان کی-اسمٰعیل سلفی کی بات سے ظاہر ہے یہ ابھی صحابہ کا دور ہے کہ روایات سازی شروع ہو چکی ہے

موصوف لکھتے ہیں

> کس قدر مہارت تھی! حقیقت وہی ہے جو ہم نے ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول بیان کر دی ہے کہ راوی اگر سچا ہو تو اس کا شیعہ ہونا اس کی روایت کو نقصان نہیں دیتا۔ لہٰذا زاذان کا شیعہ ہونا اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس سے اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

یعنی اگر زاذان شیعہ بھی ثابت ہو جائے تو بھی میں نہ مانوں- یہ اصولوں پر چلنے کا دعوی کرنے والے کس اصول کی پاسداری کر رہے ہیں

زاذان بعض محدثین کے نزدیک مظبوط راوی نہیں

کتاب نثل النبال بمعجم الرجال الذين ترجم لهم فضيلة الشيخ المحدث أبو إسحاق الحويني، دار ابن عباس، مصر کے مطابق

وقال أبو أحمد الحاكم: ليس بالمتين عندهم!، ولست أدري عند مَنْ؟– خصائص عليّ/ 112 ح 118

ابواحمد الحاکم زاذان کے لئے کہتے ہیں ہمارے (محدثین) نزدیک مظبوط نہیں اور میں نہیں جانتا کہ کسی اور کے بھی نزدیک مظبوط ہو

نورپوری لکھتے ہیں

وہ اہل علم کون ہیں جنہوں نے زاذان کو کمزور کہا ہو؟ ڈاکٹر عثمانی کو شاید معلوم نہیں کہ کئی درجن محدثین تو زاذان کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ان کی تفصیل ہم نے سپرد قارئین کر دی

ڈاکٹر عثمانی نے ابواحمد الحاکم کے قول پر کہا ہے کہ محدثین کے نزدیک مظبوط نہیں

محدثین میں راویوں پر اختلاف ہوتا ہے اس میں کوئی ایک قول کو لیتا ہے تو کوئی دوسرے قول کو اگر سب متفق ہوں تو پھر نہ ہی فقہ کا اختلاف ہوتا نہ عقائد کا!

مُحَمَّدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ أَحْمَدَ بنِ إِسْحَاقَ النَّيْسَابُوْرِيُّ ، أبو أحمد الحاكم ہیں الذھبی کہتے ہیں **وَكَانَ مِنْ بُحورِ العِلْمِ** علم کا سمندر تھے (سیر الاعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۶۶ دار الحدیث)--ابن معین کی جرح کے مقابلے میں ان کی توثیق غیر موثر ہے کیونکہ یہ عقیدے کا معاملہ ہے- امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے میں واضح کر دیا ہے کہ وہ ضعیف راوی کی ان روایات کو بھی نقل کریں گے جو صحیح سمجھی جاتی ہیں لہذا انہوں نے زاذان سے تین روایات نقل کی ہیں اور وہ عقیدے میں نہیں لہذا اس بناپر مطلّقا زاذان کی عود روح کی روایت کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا- باقی امام ترمذی نے زاذان کی روایت کو حسن کہا ہے کیونکہ زاذان مظبوط نہیں -

زاذان اہل تشیع کے مطابق کٹر شیعہ ہیں اور ابو بکر و عمر کی تنقیص کرتے ہیں اس کا ذکر بشار عواد المعروف نے تہذیب الکمال کے حاشیہ میں بھی کیا ہے

شیعہ عالم ابن داوود الحلی کتاب رجال ابن داود میں کہتے ہیں

أبو عمرو الفارسی زاذان، بالزاي والذال المعجمتين ی (جخ) خاص به
زاذان، علی کے خاص اصحاب میں سے ہے

رجال البرقی کے مطابق بھی زاذان خاص تھے

کہا جاتا ہے یہ قبیلہ مضر کا تھا

شیعہ عالم کتاب الکنی والالقاب ج 1 از عباس القمی لکھتے ہیں

نقل الاغا رضا القزويني في ضيافة الاخوان عن القاضي ابى محمد ابن ابي زرعة الفقيه القزويني ان زاذان كان من اصحاب امير المؤمنين " ع " وقتل تحت رايته ثم انتقل اولاده إلى قزوين. قال الرافعي زاذانية قبيلة في قزوين فيهم أئمة كبار من المتقدمين والمتأخرين انتهى
آغا رضا القزويني نے ضيافة الاخوان میں القاضي ابى محمد ابن ابي زرعة الفقيه القزويني سے روایت کیا ہے کہ زاذان امیر المومنین علی کے اصحاب میں تھا اور ان کے جھنڈے تلے قتل ہوا پھر اس کی اولاد قزوین منتقل ہوئی اور الرافعي نے کہا کہ زاذانية قبیلہ ہے قزوین میں جس سے بہت متقدمین اور متاخرین میں بہت سے (شیعہ) علماء آئے ہیں
اہل سنت میں ابن حجر نے بھی اس کو متشیع قرار دیا ہے۔ اسی طرح اندلس کے مشہور محدث امام اِحمد بن سعید بن حزم الصدفی المنتجالی نے زاذان کو اصحاب علی میں شمار کیا ہے۔الکمال از مغلطای میں ہے

وفي «كتاب المنتجالي»: زاذان أبو عمر كان صاحب علي
یاد رہے کہ امام اِحمد بن سعید بن حزم الصدفی المنتجالی، امام ابن حزم (علی بن اِحمد بن سعید بن حزم بن غالب) کے والد ہیں جو ایک عظیم محدث ہیں۔اندلس کے محدثین زاذان کی روایت کردہ عود روح والی روایت کو رد کرتے تھے

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس بات کا ذکر کتابچہ ایمان خالص میں کیا تھا

دراصل قبر میں مردے کے جسم میں روح کے لوٹائے جانے کی روایت شریعتِ جعفریہ کی روایت ہے جو اس روایت کے راوی زاذان (شیعہ) نے وہاں سے لے کر براء بن عازب سے منسوب کر دی ہے۔
(ایمانِ خالص، دوسری قسط، ص: 18)

اس پر مولویوں نے ایک واویلا مچا دیا کہ زاذان کو اہل سنت میں سے کسی نے شیعہ نہیں کہا لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے دلیل دی کہ اس کو ابن حجر نے تقریب التہذیب میں شیعہ قرار دیا ہے

مولانا نیاز احمد جن کا ڈاکٹر عثمانی کی تنظیم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے وہ فيه شيعية کا ترجمہ کرتے ہیں

تقریب التہذیب اردو

جلد اول

مرتبہ

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ

مترجم

مولانا نیاز احمد دامت برکاتہم

مکتبہ رحمانیہ
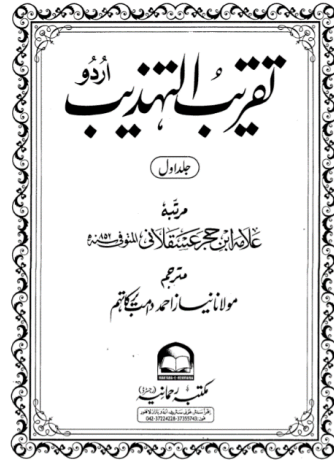
273 تقریب التہذیب

حرف الزاء

۱۹۷۶۔بخ،م،۴۔زاذان،ابوعمر کندی،بزاز:

اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔دوسرے طبقہ کا صدوق،شیعہ راوی ہے ارسال کرتا ہے ۸۲ھ میں فوت ہوا۔

ابو جابر دامانوی کتاب دین الخالص میں اثر پیش کرتے ہیں

١٨١ ــ (أخبرنا) عمر بن عون عن خالد بن عبد الله، عن عطاء بن السائب، عن أبي البختري وزاذان قالا: قال علي: وا بردها على الكبد إذا سئلت عما لا أعلم أن أقول: الله أعلم

(عکس سنن الدارمی ج ۱ ص۵۷)

ترجمہ: حضرت عطاء بن سائبؒ (جنھوں نے ابوالبختریؒ اور زاذانؒ کو حضرت علیؓ کا بہترین ساتھی قرار دیا ہے) ابوالبختریؒ اور زاذانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب مجھ سے کوئی نئی بات پوچھی جائے جو میں نہ جانتا ہوں تو اس کے بارے

۸۷

ہیں کلیجہ کو سب سے زیادہ ٹھنڈی بات یہ ہے کہ میں کہوں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے"۔

اس پر محدثین کا کہنا ہے کہ اس میں عطاء بن السائب الثقفی الکوفی ہے جس سے خالد بن عبداللہ نے روایت کیا ہے کتاب المختلطین از صلاح الدین إبو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ الدمشقی العلائی (المتوفی: 761ھ) کے مطابق

.من سمع منه بأخرة فهو مضطرب الحديث. منهم: هشيم، وخالد بن عبد الله
جس نے عطاء بن السائب الثقفي الكوفي سے آخر میں سنا ہے تو وہ مضطرب الحديث ہے اور ان سننے والوں میں ہیں هشيم اور خالد بن عبد الله.

لہٰذا یہ اثر قابل رد ہے کیونکہ یہ دور اختلاط کا ہے

میزان الاعتدال از الذھبی میں ہے کہ عطاء بن السائب کو بصرہ میں وہم ہوتا تھا محدثین میں ابن علیہ نے کہا

ابن علیہ: قدم علينا عطاء بن السائب البصرة، فكنا نسأله، فكان يتوهم فنقول له: من؟ فيقول: إشياخنا ميسرة، وزاذان، وفلان.

عطاء بن السائب ہمارے پاس بصرہ پہنچا تو ہم نے اس سے سوال کیے پس یہ وہم کا شکار ہوتا ہم اس سے کہتے کس نے کہا؟ تو کہتا ہمارے شیوخ میسرة، اور زاذان اور فلاں نے

محدثین میں مشہور ہوا کہ جب بھی تین نام ایک ساتھ بیان کرے تو یہ اس کا اختلاط ہے

دامانوی صاحب اثر پیش کرتے ہیں کہ

مگر زاذانؒ کے سلسلہ میں موصوف کوئی بھی ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکے ہیں کہ وہ شیعہ تھے البتہ وہ تابعی بزرگ ہیں اور حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ہیں، چنانچہ عطاء بن السائبؒ کا بیان ملاحظہ فرمائیں:-

٤٨٩١ – عبد الرزاق عن أبي بكر بن عياش عن عطاء بن السائب قال: رأيت خيار أصحاب عليٍّ، زاذان، وميسرة، وأبا البختري، يؤثرون المسجد في شهر رمضان عن خلفهم، يعني يقومون مع الناس.

(مصنف عبد الرزاق جلد ۴ ص ۲۶۱)

ترجمہ: "میں نے حضرت علیؓ کے بہترین اصحابؓ کو دیکھا ہے یعنی زاذانؒ، میسرةؒ، اور ابوالبختریؒ، یہ حضرات رمضان المبارک میں لوگوں کے ساتھ مسجد میں قیام کیا کرتے تھے"۔

حضرت عطاءؒ کے اس بیان سے ان حضرات کے شیعہ ہونے کی بھی نفی ہو گئی کیونکہ شیعہ حضرات تراویح کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ بدعت کہتے ہیں۔

لیکن جیسا واضح کیا یہ مشکوک اثر ہے کیونکہ اس میں نے تین نام لئے ہیں

طبقات ابن سعد میں ہے ابن علیہ نے کہا

. وسألت عنه شعبة فقال: إذا حدثك عن رجل واحد فهو ثقة. وإذا جمع فقال زاذان و ميسرة وأبو البختري فاتقه
میں نے امام شعبہ سے اس کے متعلق پوچھا: کہا جب یہ ایک شخص سے روایت کرے تو صحیح ہے لیکن جب
یہ زاذان اور میسرۃ اور ابو البختری کو ایک ساتھ جمع کرے تو بچو

اسی طرح تاریخ الاسلام از الذھبی میں ہے

قال ابن المديني: قُلْتُ لِيَحْيَى الْقَطَّانِ: مَا حَدَّثَ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ صَحِيحٌ هُوَ؟
قَالَ: نَعَمْ إلا حَدِيثَيْنِ كَانَ شُعْبَةُ يَقُولُ: سَمِعْتُهُمَا بِأَخَرَةٍ عَنْ زَاذَانَ
ابن المدینی نے کہا میں نے یحیی سے پوچھا کہ جو شعبہ اور سفیان نے عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ سے روایت کیا کیا صحیح ہے ؟ کہا ہاں سوائے دو حدیثوں کے جو شعبہ کہتے عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ نے آخر میں زاذان سے سنی تھیں

یعنی محدثین کو عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ کی زاذان سے روایت تک پر اعتبار نہ تھا

دوسری طرف عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ کی بنیاد پر زاذان کو پابند تراویح ثابت کیا جا رہا ہے

حبل اللہ کی ایک اشاعت میں کتاب إكمال تهذيب الكمال في إسماء الرجال از کے حوالے سے ابو بشر دولابی کا قول لکھا گیا تھا

کان فارسیا من شیعة علي، ومات سلطان عبد الملک
زاذان شیعہ تھا عبد الملک بن مروان کے دور میں مرا

غیر مقلد عالم ابو جابر دامانوی نے الدولابی کو زاذان کو بچانے کے لئے ضعیف قرار دے دیا ہے لہذا کتاب دعوت قرآن کے نام پر قرآن و حدیث سے انحراف میں لکھا

اعادہ روح کی صرف ایک روایت پر اعتراض کیا گیا تھا کہ جس کی سند میں زاذان رحمہ اللہ ہے اور زاذان کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا گیا ہے مگر الحمدللہ نتیجہ صفر ہی ہے۔ حبل اللہ کے ایک شمارے میں دولابی کے حوالے سے ان کا شیعہ ہونا نقل کیا گیا ہے مگر دولابی خود ضعیف ہے اور اس سند میں محمد بن عمر الواقدی بھی ہے جو ڈاکٹر عثمانی کی طرح کذاب راوی ہے۔ تو یہ روایت بھی محدثین کے نزدیک صحیح ہے اور دوسری روایت پر چونکہ موصوف وغیرہ کو بھی کوئی اعتراض نہیں لہذا ان صحیح روایات کی بنا پر اعادہ روح کا عقیدہ بالکل صحیح اور درست ہے۔

جبکہ کتاب وفیات الأعیان وإنباء إبناء الزمان از ابن خلکان میں ابو بشر الدولابی کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے

إبو بشر محمد بن إحمد بن حماد بن سعد، الأنصاري بالولاء، الوراق الرازي الدولابي؛ كان عالما بالحديث والأخبار والتواريخ

إبو بشر محمد بن إحمد بن حماد بن سعد، الأنصاري… حدیث کے عالم اور تاریخ کے عالم ہیں

لسان المیزان کے مطابق الدولابی کے حوالے سے اس قول کو نعیم بن حماد نے کہا ہے

. قال ابن عَدِي: ابن حماد متهم فيما قاله في نعيم بن حماد لصلابته في إهل الرإي

ابن عدی نے کہا نعیم نے کہا اہل رائے کی اولاد میں سے ہے متہم ہے

یہ جرح غیر مفسر ہے کیونکہ کسی کا اہل رائے میں سے ہونا قابل جرح نہیں ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب کی سند میں بہت سے اہل رائے کے لوگ ہیں

دارقطنی، الدولابی کے بارے میں کہتے ہیں

تكلموا فيه، لما تبين من إمره الأخير

ان پر کلام کیا جاتا ہے میں ان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا

امام دولابی کا تذکرہ ارشاد الحق اثری نے مقالات اثری میں تفصیل سے ذکر کیا ہے

حافظ دولابی بحیثیت امام جرح وتعدیل:

حافظ دولابی کا شمار ائمۂ جرح وتعدیل میں ہوتا ہے اور اس سلسلے میں ان کی کتاب الضعفاء والمتروکین معروف ہے۔ جس سے ان کے بعد آنے والے محدثین نے بھرپور استفادہ کیا۔ جن میں امام مزی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر قابلِ ذکر ہیں۔ اور اس بات کی شہادت ان کی جرح وتعدیل پر مشتمل کتب تہذیب الکمال، میزان الاعتدال، لسان المیزان اور تہذیب التہذیب وغیرہ دیتی ہیں۔ حافظ ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال وعلل الحدیث میں حافظ دولابی سے براہِ راست استفادہ کیا ہے اور پچیس کے قریب رواۃ کی تضعیف کی بابت ان

کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جس کی وضاحت دکتور زہیر عثمان علی نور نے الکامل کا دراستہ کرتے ہوئے کی ہے۔ (ابن عدي ومنهجه: ۲/ ۱۸)

حافظ ذہبی نے انھیں ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل، ص: ۱۸۹، رقم: ۴۲۷ میں اور حافظ سخاوی نے المتكلمون في الرجال، ص: ۱۰۱، رقم: ۸۵۔ میں ذکر کیا ہے۔

ان کے علاوہ دیگر محدثین نے ان کی تعریف وتوصیف فرمائی ہے۔

دیکھیے: (تاريخ دمشق: ۵۱/ ۲۹ـ۳۱، المنتظم لابن الجوزي: ۱۳/ ۲۱۳، ۲۱۴، سير أعلام النبلاء: ۱۴/ ۳۰۹، المعين في طبقات المحدثين للذهبي، رقم: ۱۲۳۰، البداية والنهاية: ۱۱/ ۱۴۵)

چند سال پہلے ارشد کمال نے کتاب المسند فی عذاب القبر میں اسی قسم کی حماقتوں کا مظاہرہ کیا

(۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے قبل یہ قول محمد بن عمر الواقدی کذاب سے کتاب ''الکنیٰ'' للدولابی:۲/۴۲/۲اور تاریخ دمشق لابن عساکر:۲۰/ ۲۱۸میں اس طرح مروی ہے:

أخبرني محمد بن إبراهيم بن هاشم عن أبيه عن محمد بن عمر، قال: زاذان أبو عمر الفارسي مولىٰ كندة أدرك عمر وكان من أصحاب عبدالله وكان من شيعة علي هلك في سلطان عبدالملك. ❶

واقدی کا یہ قول موضوع اور باطل ہے کیونکہ اس کی سند کے تمام راوی ضعیف ہیں۔خود صاحب کتاب محمد بن احمد الدولابی بھی ضعیف ہے۔

محمد بن ابراہیم اوران کا باپ ابراہیم بن ہاشم بھی غیر ثقہ ہیں۔ ❷

جبکہ محمد بن عمر الواقدی کے بارے میں تو اہل علم جانتے ہی ہیں کہ یہ شخص انتہائی جھوٹا کذاب تھا۔لہٰذا کذاب اور غیر ثقہ راویوں کی بات کا کس طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

دوسری طرف یہ حیرت انگیز ہے کہ ابن حجر نے ۲۰۰ سے زائد مرتبہ تہذیب التہذیب میں واقدی کا حوالہ دیا ہے اور خبر کو لیا ہے

الکنی میں محدث دولابی نے ۳۵ مرتبہ اسی سند سے رجال پر کلام کیا ہے

ارشد کمال نے تاریخ بغداد کے حوالے سے محمد بن ابراہیم کو غیر ثقہ قرار دیا ہے جبکہ اس کتاب میں ان پر کوئی جرح منقول نہیں ہے

ابن تیمیہ نے فتووں میں واقدی کو جرح کو رد کیا ہے مثلارا س حسین میں کہا

فقہ جعفریہ اور زاذان

نورپوری اسی مضمون میں لکھتے ہیں

زاذان اور فقہ جعفریہ کی روایت۔ایک لطیفہ:

یہاں پر ڈاکٹر عثمانی کی ذہنی حالت کے بارے میں ایک لطیفہ سنتے چلیے۔انہوں نے لکھا ہے: ''دراصل قبر میں مردے کے جسم میں روح کے لوٹائے جانے کی روایت شریعتِ جعفریہ کی روایت ہے جو اس روایت کے راوی زاذان (شیعہ) نے وہاں سے لے کر براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب کر دی ہے۔'' (''ایمانِ خالص''،دوسری قسط،ص:18)

اب ڈاکٹر عثمانی کے حواری ذرا دل تھام لیں کہ ان کی عقیدت کا بُت ٹوٹ کر گرنے والا ہے،ان شاء اللہ!۔ان سے گزارش ہے کہ اللہ کے لیے اس حقیقت کو ملاحظہ فرما کر ڈاکٹر عثمانی کے دجل وفریب سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔یہ حقیقت دیکھ کر بھی اگر انہوں نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو اللہ کے سامنے ان کا کوئی عذر کام نہ دے گا۔

فقہ جعفریہ امام ابوعبداللہ،جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب،صادق سے منسوب ہے۔وہ ائمہ رجال کے مطابق 80 ہجری میں پیدا ہوئے،جبکہ فقہ جعفریہ کے مدوّن کُلَینی (جس کی کتاب کا حوالہ ڈاکٹر عثمانی نے دیا ہے) کے مطابق 83 ہجری کو ان کی ولادت ہوئی اور 148 میں فوت ہو گئے۔جبکہ زاذان کی وفات 82 ہجری میں ہوئی۔یعنی جب زاذان فوت ہوئے تو امام جعفر صادق یا تو پیدا ہی نہیں ہوئے تھے یا ان کی عمر صرف 2 سال تھی اور جب تک جعفر صادق رحمہ اللہ جوان ہوئے اور فقہی خدمات انجام دینے کے قابل ہوئے، اس وقت تک زاذان کو فوت ہوئے بیسیوں سال گزر چکے تھے۔

اب ڈاکٹر عثمانی کا کوئی معتقد ہی بتائے کہ فقہ جعفریہ کی داغ بیل پڑنے سے بیسیوں سال پہلے فوت ہو جانے والا زاذان بیچارہ کئی عشرے بعد میں پیدا ہونے والوں کی فرمودہ باتیں کس طرح بیان کرسکتا تھا؟

پھر فقہ جعفریہ امام جعفر صادق کے فوت ہونے کے کئی صدیوں بعد ترتیب دی گئی۔کُلَینی جس کی کتاب سے ایک شیعہ روایت ڈاکٹر عثمانی نے پیش کی ہے،وہ امام جعفر صادق کی وفات سے بھی کوئی ایک صدی بعد پیدا ہوا۔اس نے امام جعفر صادق سے یہ روایت بیان کی۔کوئی پاگل اور بے وقوف شخص ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ زاذان نے اپنی وفات کے کئی سو سال بعد معرضِ وجود میں آنے والی شیعی روایات اپنی زندگی میں بیان کر دی تھیں۔

یہ ہے عقلی حالت ڈاکٹر عثمانی کی!اب تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقیدے کو چھوڑ کر ایسے بددماغ شخص کی بات ماننا بدبختی کی انتہا ہے۔

یہ ہے پورا اقتباس جس میں موصوف نے اچھل کود مچا کر اپنی علمی حیثیت واضح کر دی ہے - نور پوری کو شیعوں کے الجعفریہ فرقہ کا پتا تک تو ہے نہیں اور مضمون لکھنے بیٹھ گئے

شیعہ عالم کتاب سبیل النجاۃ فی تتمۃ المراجعات – الشیخ حسین الراضی – ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں

ان مذهب الجعفرية المعروف بمذهب الشيعة الإمامية الاثنا عشرية

بے شک مذھب الجعفریۃ معروف ہے مذھب شیعہ امامیہ الاثنا عشریۃ سے

الاثنا عشری ۱۲ کے لئے بولا جاتا ہے کہ شیعوں کے بارہ امام ہیں، - حالانکہ امام جعفر کے زمانے تک بارہ امام بھی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود شیعہ الاثنا عشریۃ مذھب کو فقہ الجعفریۃ بھی کہا جاتا ہے زاذان (المتوفی ۸۲ ھ) نے امام باقر (۵۷ ھ سے ۱۱۴ھ) تک کا زمانہ پایا ہے

نور پوری صاحب کی عقلی حالت پر بہت افسوس ہوتا ہے اہل السنت میں ایک روایت سماع سے آگے چلتی ہے لیکن شیعوں میں عقیدہ امامت کی وجہ سے امام جعفر کو سند بیان کرنے کی ضرورت نہیں- وہ جو بولیں گے وہی حق سمجھا جاتا ہے- اسی طرح زاذان نے اپنے عقیدے کے مطابق روایت بیان کی جو ایک مسلمہ شیعہ عقیدہ ہے- امام جعفر کو زاذان کی سند سے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں

اہل سنت کے نزدیک شروع کے ائمہ جن میں امام جعفر صادق شامل ہیں، ان سے جھوٹی روایات منسوب کی گئی ہیں- ان روایات کو لوگوں نے گھڑا اور ان سے منسوب کیا لیکن کب گھڑا کہاں اس کی روایات بنائی جاتی تھیں اس کا پتا نہ آپ کو ہے نہ ڈاکٹر عثمانی کو - اسی طرح زاذان نے بھی روایت بیان کی جو اس کے بدعتی عقیدے کے مطابق تھی

الکافی میں عود روح والی روایت موجود ہے

الكافي – الكليني – ج 3 – ص 239 – 240

محمد بن يحيى ، عن أحمد بن محمد بن عيسى ، عن الحسين بن سعيد ، عن القاسم ابن محمد ، عن علي بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال قال : فيقعدانه ويلقيان فيه الروح إلى حقويه فيقولان له : من ربك ؟ فيتلجلج ويقول : قد سمعت الناس يقولون ، فيقولان له : لا دريت ويقولان له ما دينك ؟ فيتلجلج ، فيقولان له : لا دريت ، ويقولان له : من نبيك ؟ فيقول : قد سمعت الناس يقولون ، فيقولان له : لا دريت ويسأل عن إمام زمانه ، قال : فينادي مناد من السماء : كذب عبدي افرشوا له في قبره من النار وألبسوه من ثياب النار وافتحوا له بابا إلى النار حتى يأتينا وما عندنا شر له ، فيضربانه بمرزبة ثلاث ضربات ليس منها ضربة إلا يتطاير قبره نارا لو ضرب بتلك المرزبة جبال تهامة لكانت رميما

شیعوں کے نزدیک روح قبر میں جسد میں لوٹائی جاتی ہے اور سوال جواب ہوتا ہے اور عذاب کے لئے ننانوے اژدہے مسلط کیے جاتے ہیں آگ کا فرش بچھایا جاتا ہے اور تین ضربین لگائی جاتی ہے کہ اگر تہامہ کے پہاڑ پر لگے تو مٹی ہو جائے

یہی بات اہل سنت کی کتب میں زاذان کی سند سے موجود ہے اس میں ہے

ثمّ يقيّض له أعمى أبْكَمُ معه مِرْزَبّة من حديدٍ، لو ضُرِبَ بها جَبَلٌ لصار تراباً"، قال: "فيضربُه بها ضربةً يسمعُها ما بين المشرق والمغرب إلا الثقلين، فيصيرُ تراباً، ثم تُعادُ فيه الرُّوحُ

کہ (پہلے عود روح کے بعد) ایک اندھا مقرر کر دیا جاتا ہے جو گرز سے مارتا ہے اگر پہاڑ پر مارے تو مٹی ھو جائے ... پھر دوبارہ عود روح ہوتا ہے

متن میں مماثلت کیوں ہے ؟ اہل السنہ کی کتب میں جب بھی یہ روایت اتی ہے تو اس روایت کی سند میں کوئی نہ کوئی راوی شیعہ ضرور ہوتا ہے مثلا زاذان، المنھال بن عمرو، عدی بن ثابت، عمرو بن ثابت وغیرہ

ڈاکٹر عثمانی کا سوال بہت اہم ہے کہ زاذان (جس کو ابن حجر نے شیعہ کہا ہے) اور الکافی کی روایت کے متن میں مماثلت کیوں ہے؟ اور اس کا واضح جواب ان کے نزدیک یہ ہے کہ زاذان کا شیعہ ایجنڈا ہے جس کو وہ پورا کر رہا ہے- نور پوری صاحب کے پاس اس سوال کا جواب نہیں

فرقوں کا المنہال بن عمرو کا دفاع کرنا

یحییٰ بن سعید القطان اس راوی کے خلاف تھے لیکن ایک اہل حدیث مفتی صاحب اس کا دفاع کرتے ہیں کہ

حاکم نے کہا کہ یحییٰ القطان اس کو ضعیف گردانتے تھے۔" اس میں بھی آپ لوگوں نے تلبیس ہی سے کام لیا ہے، کیونکہ تہذیب التہذیب میں الفاظ اس طرح ہیں: ((قال الحاکم: المنہال بن عمرو غمزہ یحییٰ القطان)) جس کا ترجمہ آپ نے فرمایا: "یحییٰ القطان اس کو ضعیف گردانتے تھے۔" جبکہ اس عبارت کا ترجمہ آپ والا نہیں بنتا۔..... غمز تضعیف میں نص نہیں۔ تضعیف کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے

غمزہ کے الفاظ راوی کی حثیت گرانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں[26]

---

[26] الذہبی کتاب المقتنى في سرد الكنى میں لکھتے ہیں

أبو طالوت، عن أبي المليح، غمزه البخاري

أبو طالوت، أبي المليح سے البخاري اس کو غمز کیا

ایک راوی الْهَيْثم بن عبد الرحمن کے لئے خطیب تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں

وجاءوا إلى عَبْد الرَّحْمَن بْن مهدي بأحاديث حَدَّث بِهَا، فأنكرها عَبْد الرَّحْمَن ، وتكلم فِيهِ بشيء غمزه بِهِ فسقط وذهب حديثه

اورعبدالرحمن بن مہدی کے پاس گیا اور روایات بیان کیں ، عبدرحمان نے انکار کیا اور اس سے کی بات پر کلام کیا اور اس کو غمز کیا

الذہبی کتاب ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين میں کئی راویوں

کے لئے لکھتے ہیں

امام یحیی بن معین کے قول پر نورپوری جرح

تاریخ الدمشق ج ٦٠ ص ٣٧٤ کے مطابق

أخبرنا أبو البركات أيضا أنا أحمد بن الحسن بن خيرون أنا محمد بن علي بن يعقوب أنا أبو بكر محمد بن أحمد أنا الأحوص بن المفضل نا أبي قال ذم يحيى المنهال بن عمرو

.سليمان بن الفضل: عن عبد الله بن المبارك، غمزه ابن عدي

حريث بن أبي حريث: عن ابن عمر، غمزه الأوزاعي

ابن حجر میں راوی إبراهيم" بن مهاجر بن جابر البجلي أبو إسحاق الكوفي کے لئے لکھتے ہیں

بلى حدث بأحاديث لا يتابع عليها وقد غمزه شعبة أيضا

الذهبی   تاريخ الاسلام میں راوی حَبِيبُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ يَزِيدُ الْجَرْمِيُّ الْبَصْرِيُّ الأَنْمَاطِيُّ کے لئے بتاتے ہیں کہ

قَدْ غَمَزَهُ أَحْمَدُ، وَقَدَحَ فِيهِ يَحْيَى الْقَطَّانُ. وَنَهَى يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ كِتَابَةِ حَدِيثِهِ.

لسان المیزان میں ایک راوی کے لئے لکھتے ہیں

أحمد بن حاتم السعدي. روى عنه محمود بن حكيم المستملي حديثا منكرا غمزه الإدريسي

إسحاق بن أبي يزيد. عن الثوري. لا يدرى من هو. والحديث باطل وقد غمزه أبو سعيد النقاش.

سهل بن قرين وهو بصري غمزه ابن حبان، وَابن عَدِي وكذبه الأزدي.

ان مثالوں سے واضح ہے کہ غمزہ کے الفاظ کسی کی حیثیت کم کرنے کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں

نورپوری لکھتے ہیں

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (499-571ھ) نے منہال بن عمرو کے حالات میں لکھا ہے:

قَالَ الْمُفَضَّلُ بْنُ غَسَّانَ الْغُلَابِيُّ: ذَمَّ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ الْمِنْهَالَ بْنَ عَمْرٍو.

''مفضل بن غسان غلابی کا کہنا ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے منہال بن عمرو کی مذمت کی ہے۔''(تاريخ دمشق: 374/60، طبعة دار الفكر، بيروت)

اس حکایت کا راوی ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ بابسیری ''مجہول'' ہے۔

اس قول کو ابو نصر البخاری الکلاباذی (المتوفی: 398ھ) اپنی کتاب الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد میں نقل کرتے ہیں جو ابن عساکر (المتوفی: 571ھ) سے پہلے گزرے ہیں- الکلاباذی نے ابن عساکر کی طرح ضخیم کتابیں نہیں لکھیں اور ان میں ہر راوی پر چند ہی اقوال نقل کیے ہیں-اس قول کو نقل کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ان کے نزدیک یہ ثابت ہے

الأحوص بن المفضل بن غسان إبو اُمية الغلابي المتوفی ۳۰۰ھ کے شاگرد کا مکمل نام تاریخ الدمشق ہی کی مختلف روایات میں مکمل إبو بکر محمد بن إحمد بن محمد بن موسی البابسیری نقل ہوا ہے- تاریخ الدمشق کے محقق عمرو بن غرامة العمروی لکھتے ہیں

هذه النسبة إلى بايسير قرية من قرى واسط وقيل من قرى الاهواز

یہ بابیسیر کی طرف نسبت ہے جو شہر واسط کا ایک قریہ تھا اور کہا جاتا ہے الاہواز کا قریہ تھا

تاریخ دمشق میں محمد بن إحمد بن محمد البابسیری کے اپنے استاد الأحوص بن المفضل سے ۴۵۹ دفعہ راویوں کے حالات پر اقوال نقل کیے گئے ہیں

کتاب اللباب فی تہذیب الأنساب کے مؤلف ابن الأثیر (المتوفی: 630ھ) لکھتے ہیں

البابسيري بِالْأَلف بَين الباءين ثَانِي الْحُرُوف وَكسر السِّين الْمُهْملَة وَالرَّاء بَين الياءين آخر الْحُرُوف – هَذِه النِّسْبَة إِلَى بابسير وَهِي قَرْيَة من قرى وَاسِط وَقيل من قرى الأهواز مِنْهَا أَبُو بكر مُحَمَّد بن أَحْمد بن مُحَمَّد بن مُوسَى البابسيري

البابسیری--- یہ نسبت ہے بابسیر کی طرف جو وَاسِط کا قریہ تھا اور کہا جاتا ہے الأهواز کا قریہ تھا جس میں سے أَبُو بکر مُحَمَّد بن أَحْمد بن مُحَمَّد بن مُوسَى البابسیری ہیں

کتاب الأنساب کے مؤلف عبد الکریم السمعانی (المتوفى: 562ھ) لکھتے ہیں

البابسيري بالألف بين الباءين ثانى الحروف وكسر السين المهملة والراء بين الياءين آخر الحروف، هذه النسبة الى بابسير وهي قرية من قرى واسط وقيل من قرى الأهواز، خرج منها ابو بكر محمد بن احمد ابن محمد بن موسى البابسيري، حدث بتاريخ المفضل بن غسان الغلابي عن ابى أمية الأحوص بن المفضل عن أبيه، روى عنه القاضي ابو العلاء محمد بن على بن احمد بن يعقوب الواسطي المقرئ، سمعت هذا التاريخ من ابى طاهر محمد بن ابى بكر السنجى بمرو عن ابى غالب محمد بن الحسن الباقلاني بعضه وعن ابى المعالي ثابت بن بندار البقال بعضه، –كلاهما عن القاضي ابى العلاء الواسطي

البابسیری--- یہ نسبت ہے بابسیر کی طرف جو وَاسِط کا قریہ تھا اور کہا جاتا ہے الأهواز کا قریہ تھا جس میں سے أَبُو بکر مُحَمَّد بن أَحْمد بن مُحَمَّد بن مُوسَى البابسیری نکلے ، المفضل بن غسان الغلابی عن ابی ابیۃ الأحوص بن المفضل عن ابیہ کی سند سے تاریخ روایت کی -ان سے روایت کی القاضی ابو العلاء محمد بن علی بن احمد بن یعقوب الواسطی المقرئ نے اور اس تاریخ کو ابی طاہر محمد بن ابی بکر السنجی سے مرو میں سنا ، اور بعض کو ابی غالب محمد بن الحسن الباقلانی سے ، اور بعض کو ابی المعالی ثابت بن بندار البقال سے

تَارِيخُ إِمَامِ الجَرْحِ والتَعْدِيل يَحْيَى بنْ مَعِين رِوايةُ وسُؤالاتْ الإمام الْمُفَضَّلُ بْنُ غَسَّانَ حال ہی میں أبي الزهراء بن أحمد آل أبو عودة الغزي کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۳۴ ہجری میں فلسطین سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں تقریبا ۷۴ دفعہ البابسیری کے اقوال نقل ہوئے ہیں

محمد بن احمد بن محمد البابسیری مجہول کیسے ہو گئے ؟

امام شعبہ کے قول پر نورپوری جرح

نورپوری صاحب نے المنہال کے دفاع کا حق ادا کر دیا ہے اور مضمون میں لکھتے ہیں کہ المنہال قرآن کی تلاوت کر رہے تھے جس کو سن کر شعبہ نے المنہال کو ترک کیا

ثابت ہوا کہ اس روایت میں گانے کا نہیں، بلکہ قرآنِ کریم کی قراءت کا ذکر ہے،
جیسا کہ ڈاکٹر عثمانی کی محولہ کتاب میں ایک اور جگہ تصریح ہے :
سَمِعَ صَوْتَ قِرَاءَةٍ بِأَلْحَانٍ، فَتَرَكَ الْكِتَابَةَ عَنْهُ لِأَجْلِ ذٰلِكَ .
''امام شعبہ رحمہ اللہ نے ترنم کے ساتھ قراءت کی آواز سنی، اسی بنا پر اس سے حدیث لکھنا چھوڑ دیا۔''(الجرح والتعدیل :172/1)
یہ عالم ہے ڈاکٹر عثمانی کی عربی دانی اور کتب کی ورق گردانی کا!

تاریخ الدمشق ج ۶۰ ص ۳۷۳ پر موجود ہے کہ اصل معاملہ کیا تھا

وهب بن جرير قال قال شعبة أتيت منزل المنهال بن عمرو فسمعت منه صوت الطنبور فرجعت

وھب بن جریر کہتے ہیں شعبہ کہتے ہیں میں المنھال بن عمرو کے گھر پہنچا تو میں نے سنا طنبور بجا کر گا رہا تھا پس میں واپس آ گیا

مغيرة قال كان المنهال بن عمرو حسن الصوت وكان له لحن يقال له وزن سبعة

مغیرہ کہتے ہیں کہ المنھال بن عمرو اچھی آواز رکھتا تھا اور اس میں لحن تھا سات سروں پر

ابن المديني قال سمعت يحيى هو القطان يقول أتى شعبة المنهال بن عمرو فسمع صوتا فتركه يعني الغناء

علی ابن المدینی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید کو سنا شعبہ المنھال کے پاس گئے تو انہوں نے گانے کی آواز سنی جس پر اس کو ترک کیا

نورپوری صاحب لکھتے ہیں

بہر حال قرآنِ کریم کو تغنی، یعنی سُر اور خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنا کوئی قابل جرح بات نہیں، جیسا کہ عرب محقق ڈاکٹر بشار عواد معروف فرماتے ہیں:

هٰذَا جَرْحٌ مَّرْدُودٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَمَا أَدْرِي كَيْفَ جَوَّزَ شُعْبَةُ لِنَفْسِهٖ أَنْ يَّتْرُكَهٗ لِلتَّطْرِيبِ بِالْقِرَاءَةِ، إِنْ صَحَّ ذٰلِكَ عَنْهُ، فَقَدْ ثَبَتَ عَنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرُورَةَ تَحْسِينِ الصَّوْتِ وَالتَّطْرِيبِ بِالْقِرَاءَةِ.

”یہ جرح مردود ہے۔ اگر امام شعبہ رحمہ اللہ سے یہ بات ثابت ہے تو سمجھ سے بالاتر ہے کہ انہوں نے نرم اور خوبصورت آواز سے قراءت کو بنیاد بنا کر منہال کو چھوڑنا جائز کیسے سمجھ لیا؟ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ قرآنِ کریم کی قراءت کو خوبصورت آواز اور سُر

میں ہونی چاہیے۔“ (حاشية تهذيب الكمال في أسماء الرجال: 570/28، طبعة مؤسّسة الرسالة)

لیکن اس کے بعد دوسرے صفحے پر دکتور بشار عواد معروف کتاب تهذيب الكمال في أسماء الرجال میں لکھتے ہیں

وَقَال علي بْن المديني ، عَن يحيى بْن سَعِيد أتى شعبة المنهال بْن عَمْرو فسمع صوتا فتركه، يعني الغناء

اس کے بعد حاشیہ میں دکتور بشار عواد معروف اس پر لکھتے ہیں

هذا الخبر أصح، والله أعلم- من خبر تركه بسبب سماعه قراءة القرآن بالتطريب، -فهذا غير ذاك

یہ خبر زیادہ صحیح ہے، واللہ اعلم-اس (قول) سے جس میں خبر دی گئی تھی کہ ان کے ترک کرنے کی وجہ قرآن کی سر کے ساتھ قرات تھی-پس ایسا نہیں تھا

نورپوری نے علمی خیانت کی اور دکتور بشار عواد معروف کی مکمل رائے پیش نہیں کی

یہ عالم ہے ان کی کتب کی ورق گردانی کا !

امام شعبہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ اتقان اور احتیاط ضروری ہے لیکن جن کے نزدیک عقیدہ اہم نہ ہو ان کے لئے سارے راوی ثقہ ہو جاتے ہیں لہٰذا عقیدہ عود روح کے حامیوں نے اس پر اعتراض کیے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ متشدد تھے اور بلا وجہ جرح کرتے تھے-افسوس محدثین اگر من پسند راوی پر جرح کر دیں تو نورپوری جیسوں کو ہضم نہیں ہوتی

امام الجوزجانی پر نورپوری جرح

نورپوری صاحب نے المنھال بن عمرو کے دفاع کی بھی بھرپور کوشش کی ہے، چناچہ وہ عینی کی معانی الاخیار فی شرح اِسامی رجال معانی الآثار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جوزجانی نے اس کو سنی المذہب (سنی مذھب والا) قرار دیا ہے-

④ ابواسحاق جوزجانی اورمنہال

ڈاکٹر عثمانی نے لکھا ہے : ''الجوزجانی نے اپنی کتاب 'الضعفاء' میں لکھا ہے کہ وہ بدمذہب تھا۔'' (''ایمانِ خالص''، دوسری قسط، ص:17، 18)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جوزجانی کے اصل الفاظ کیا ہیں؟ ذکر کرنے والوں کا اس میں اختلاف ہے۔علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے تو اس سے منہال کے بارے میں [سَيِّءُ الْمَذهَبِ] (بدمذہب) کے الفاظ نقل کیے ہیں،جبکہ علامہ عینی حنفی (762-858ھ) نے منہال بن عمرو کے بارے میں جوزجانی کا تبصرہ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزْجَانِيُّ : اَلْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو سُنِّيُّ الْمَذْهَبِ .

''ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے کہا ہے کہ منہال بن عمرو مذہب کے لحاظ سے سنی تھا۔''

(مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار : 85/3، طبعة دار الكتب العلميّة، بيروت)

معلوم ہوتا ہے کہ جوزجانی کی کتاب کا جونسخہ علامہ عینی کے پاس تھا،اس میں یہی الفاظ تھے،پھرعلامہ عینی حنفی کے ذکر کردہ الفاظ بعید از قیاس بھی نہیں،کیونکہ منہال بن عمرو اہل سنت والے عقائد کے حامل تھے،رافضی نہیں تھے۔ان سے سیدہ عائشہ کو''ام المومنین'' کہنا اور ان کے بارے میں''رضی اللہ عنہا'' کے دعائیہ الفاظ ذکر کرنا ثابت ہے۔

(دیکھیں سنن أبي داوٗد : 5217)

اس کو صریح تحریف کہتے ہیں- نورپوری نے کرم خوردہ، ناقص نسخوں سے استفادہ کیا- سیء المذہب (بد مذھب) کے الفاظ ابن حجر نے فتح الباری اور تہذیب التہذیب وغیرہمیں نقل کیے ہیں جو عینی کے ہم عصر ہیں

جوزجانی نے المنھال کو سیء المذہب (بد مذھب) قرار دیا ہے- جوزجانی یہ الفاظ شیعہ راویوں کے لئے بولتے ہیں- جوزجانی کی کتاب اِحوال الرجال حدیث اکادمی _فیصل آباد سے چھپ چکی ہے اس میں کو سنی المذہب (سنی مذھب والا) کے الفاظ موجود نہیں- سیء المذہب (بد مذھب) جوزجانی کی جرح کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جو انہوں نے اور راویوں کے لئے بھی استعمال کیے

ہیں

امام جوزجانی پر بھی انہوں نے ہاتھ صاف کیا ہے۔ نورپوری لکھتے ہیں

والے ''رافضی'' اور دوسری انتہا والوں کو اصطلاحاً ''ناصبی'' کہا جاتا ہے۔ جوزجانی اپنے علم و فضل کے باوجود متعصب ناصبی تھے۔ اہل کوفہ اور محبانِ اہل بیت پر ناحق جرح کرنا ان کا معمول ہے۔ اگر کوئی ایک بھی معتبر محدث کسی کوفی راوی کو ثقہ قرار دے تو جوزجانی کی جرح رڈی کی ٹوکری میں پھینک دی جائے گی، چہ جائیکہ منہال کو درجنوں محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے اور ڈاکٹر عثمانی جوزجانی کی جرح کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔ محققین نے معتدل محدثین کے مقابلے میں جوزجانی کے قول کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

بہت خوب

ہوئے تم دوست جس کے

اس کا دشمن آسمان کیوں ہو

اہل حدیث علماء کو چاہیے کہ امام جوزجانی کی کتب دریا برد کر دیں!

نورپوری کا شاگرد زبیر علی زئی کتاب توضیح الاحکام میں لکھتا ہے

فائدہ: جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی پر اگر بدعتی ہونے کا اعتراض ہو اور اس کی روایت بظاہر اس کے مسلک کی تائید میں ہو، تب بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے "التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل" (۱/۴۲-۵۲)
اور اس سلسلے میں جوزجانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں ہے لہٰذا روایتِ مذکورہ کو تشیع کا الزام لگا کر رد کرنا غلط ہے۔

قارئین ان گمراہوں کو دیکھیں محدثین عظام جن سے یہ دین ہم تک پہنچا ہے ان کو بدعتی کہا جا رہا ہے

کتاب التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الأباطیل دیکھتے ہیں کہ جوزجانی بدعتی کون ہے

العلامۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن یحییٰ المعلمی العتمی الیمانی کتاب التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الأباطیل میں لکھتے ہیں

وقد تتبعت كثيراً من كلام الجوزجاني في المتشيعين فلم أجده متجاوزاً الحد ، وإنما الرجل لما فيه من النصب يرى التشيع مذهباً سيئاً وبدعة ضلالة وزيغاً عن الحق وخذلانا ، فيطلق على المتشيعين ما يقضيه اعتقاده كقوله زائغ عن القصد – سيء المذهب ونحو ذلك

اور بہت سوں نے الجوزجانی کا شیعہ راویوں کے بارے میں کلام کو بغور دیکھا ہے لیکن ان کو حد سے متجاوز نہیں پایا- اور ان صاحب (الجوزجانی) میں اگرچہ نصب تھا اور شیعت کو ایک بد مذھب اور بدعت اور ضلالت اور حق سے ہٹی ہوئی بات سمجھتے تھے، لیکن انہوں نے المتشیعین کے اعتقاد کے مطابق الفاظ کا اطلاق کیا ہے جیسے راہ سے ہٹا ہوا، سیء المذہب اور اس طرح کے اور الفاظ

علامہ الشیخ عبد الرحمٰن بن یحییٰ المعلمی العتمی الیمانی صاحب تو کچھ اور ہی کہہ رہے ہیں !

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

لہٰذا بدعتی کی روایت اس کی بدعت کے حق میں کیسے قبول کی جا سکتی ہے- ابن ماجہ کے مطابق المنھال بن عمرو نے روایت بیان کی کہ علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا

أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَأَخُو رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ

میں عبد اللہ ہوں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا بھائی ہوں اور میں سب سے بڑا صدیق ہوں، اس کا دعوی میرے بعد کوئی نہیں کرے گا سوائے کذاب کے

اس پر تعلیق لکھنے والے محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحياء الكتب العربية لکھتے ہیں

في الزوائد هذا الإسناد صحيح- رجاله ثقات- رواه الحاكم في المستدرك عن المنهال

-وقال صحيح على شرط الشيخين

اس کے راوی ثقہ ہیں، حاکم نے اسکو المستدرک میں المنہال بن عمرو سے روایت کیا ہے اور کہا ہے الشیخین کی شرط پر صحیح ہے

کیا اس طرح کے تعصب سے لبریز اقوال کو بیان کرنے والے راویوں کو چھوڑ دیا جائے کہ جو بھی وہ بولیں اس کو ہم درست مان لیں- معاف کیجیے گا یہ ہمارا منہج نہیں آپ کو اس قسم کی تحقیق مبارک ھو

نورپوری منہال بن عمرو کا دفاع کرتے ہیں

⑥ امام، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، ترمذی رحمہ اللہ (209-279ھ) منہال بن عمرو کی ایک حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .
''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''(سنن الترمذي، تحت الحديث : 2060)
بھلا کسی ''ضعیف، مجروح اور متروک'' شخص کی حدیث حسن صحیح ہوتی ہے؟ ظاہر ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک منہال بن عمرو ثقہ راوی ہیں، اسی لیے ان کے نزدیک اس کی حدیث حسن صحیح کے درجے کو پہنچتی ہے۔

منہال بن عمرو، امام شعبہ بن حجاج کے نزدیک متروک تھا- محدثین میں راویوں پر اختلاف ہونا کوئی عجوبہ بات ہے؟ ان اختلافات سے تو جرح و تعدیل کی کتب بھری پڑی ہیں- امام ترمذی کے نزدیک منہال ہو سکتا ہے

ایسا نہ ہو لیکن امام شعبہ اس کو حدیث روایت کرنے کے قابل نہیں سمجھتے- ڈاکٹر عثمانی، امام شعبہ کی رائے سے متفق ہیں

صحیحین کے رجال کی دھائی

مفتی صاحب لکھتے ہیں **اور منہال بن عمرو بھی ثقہ اور رجال شیخین میں شامل ہیں**

نورپوری لکھتے ہیں

③ **امام بخاری** رحمہ اللہ (194-256ھ) نے صحیح بخاری میں منہال بن عمرو سے حدیث نقل کی ہے (دیکھیں حدیث نمبر:3371)۔ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے منہال بن عمرو پر اعتماد کرنے کی دلیل ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث ذکر کی ہیں اور اپنی کتاب کا نام بھی "صحیح" رکھا ہے اور امتِ مسلمہ نے اتفاقی طور پر اس کے صحیح ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔

بخاری کا منہج یہی ہے کہ راوی کی ایسی روایت جو بدعت کے حق میں نہ ہو وہ لی جائے گی ،القسطلانی، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري میں لکھتے ہیں

عدي بن ثابت الأنصاري الكوفي التابعي، المشهور- وثقه أحمد، والنسائي، والعجلي، والدارقطني إلا أنه كان يغلو في التشيع، لكن احتج به الجماعة، ولم يخرج له في الصحيح شيئًا مما يقوي بدعته

عدی بن ثابت الأنصاری الکوفی التابعی مشھور ہیں...بے شک یہ تشیع میں غلو کرتے ہیں لیکن ان سے ایک جماعت نے احتجاج کیا ہے اور بخاری نے صحیح میں ان سے کوئی روایت نہ لی جس سے انکی بدعت کو تقویت پہنچے

زاذان سے بخاری نے کوئی روایت نہیں لی اور مسلم نے زاذان کی ابن عمر سے روایت کردہ تین رولیتں لکھی ہیں وہ بھی عقیدے کے بارے میں نہیں اور جہاں تک زاذان کی براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کردہ روایت کا تعلّق ہے تو وہ تو لکھی ہی نہیں- عدی بن ثابت بھی عود روح والی روایت کا راوی ہے- بخاری نے اور روایات لکھیں لیکن اس کی عود روح والی روایت نہیں لی

معلوم ہوا کہ راوی کی تحقیق کی جائے گی اور اس کی روایت صرف شیعہ ہونے پر رد نہیں ہوتی- لیکن اگر وہ شیعہ ہے تو اس کی روایت کا متن دیکھا جائے گا کہ کہیں دعوت بدعت تو نہیں دے رہا

اسی اصول پر ہمارے نزدیک زاذان ایک بدعتی شیعہ راوی ہے اور اس کی صحیح مسلم والی روایت یا منہال بن عمرو کی بخاری میں ایک روایت پر ہمیں اعتراض نہیں ہے ہم کو عود روح والی روایت پر اعتراض ہے کہ خود بخاری و مسلم نے اس کو نہیں لکھا لہٰذا یہ عود روح والی روایت صحیح و حسن نہیں

غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی بدعت کی بحث بے کار ہے اگر وہ بدعتی بھی ہو تو بھی روایت صحیح ہے

نورپوری نے مضمون میں البانی کا حوالہ دیا ہے کہ

علامہ محمد ناصر الدین، البانی رحمہ اللہ جوزجانی کی جرح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَيَكْفِي فِي رَدِّ ذٰلِكَ أَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ الْبُخَارِيِّ .

''جوزجانی کے ردّ کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔''

(تحقيق الآيات البيّنات في عدم سماع الأموات، ص: 84، طبعة المكتب الإسلامي، بيروت)

غیر مقلدین کا ایک خود ساختہ اصول ہے کہ ثقہ غلطی نہیں کرتا جس کی بنا پر علم حدیث میں انہوں نے ضعیف روایات تک کو حسن و صحیح قرار دے دیا ہے

نورپوری ،ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں

''ہر منصف شخص کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاری و مسلم ﷫ کے کسی راوی سے حدیث نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ راوی ان کے نزدیک کردار کا سچا اور حافظے کا پکا ہے، نیز وہ حدیث کے معاملے میں غفلت کا شکار بھی نہیں۔ خصوصاً جب کہ جمہور ائمہ کرام متفقہ طور پر بخاری و مسلم کی کتابوں کو 'صحیح' کا نام بھی دیتے ہیں۔ یہ مقام اس راوی کو حاصل نہیں ہوسکتا جس کی روایت صحیح (بخاری و مسلم) میں موجود نہیں۔ گویا جس راوی کا صحیح بخاری ومسلم میں ذکر ہے، وہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک قابل اعتماد راوی ہے۔''

ایک صادق لہجہ راوی میں اور اس کے روایت کردہ متن میں فرق ہے- ثقہ راوی بھی معلول روایت یا شاذ روایت نقل کر سکتا ہے

ابن حجر النکت میں اس بات کی وضاحت کرتے ہیں

قلت : ولا يلزم في كون رجال الإسناد من رجال الصحيح أن يكون الحديث الوارد به صحيحاً ، لاحتمال أن يكون فيه شذوذ أو علة

میں کہتا ہوں اور کسی روایت کی اسناد میں اگر صحیح کا راوی ہو تو اس سے وہ حدیث صحیح نہیں ہو جاتی کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ اس میں شذوذ یا علت ہو

مبارک پوری اہل حدیث ہیں، ترمذی کی شرح تحفہ الاحوذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ میں لکھتے ہیں

وَأَمَّا قَوْلُ الْهَيْثَمِيِّ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ فَلَا يَدُلُّ عَلَى صِحَّتِهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ فِيهِمْ مُدَلِّسٌ وَرَوَاهُ بِالْعَنْعَنَةِ أَوْ يَكُونَ فِيهِمْ مُخْتَلِطٌ وَرَوَاهُ عَنْهُ صَاحِبُهُ بَعْدَ اخْتِلَاطِهِ أَوْ يَكُونَ فِيهِمْ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ مَنْ رَوَاهُ عَنْهُ أَوْ يَكُونَ فِيهِ عِلَّةٌ أَوْ شُذُوذٌ ، قَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ فِي نَصْبِ الرَّايَةِ فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ رِوَايَاتِ الْجَهْرِ بِالْبَسْمَلَةِ لَا يَلْزَمُ مِنْ ثِقَةِ الرِّجَالِ صِحَّةُ الْحَدِيثِ حَتَّى يَنْتَفِيَ مِنْهُ الشُّذُوذُ وَالْعِلَّةُ ، وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِي التَّلْخِيصِ فِي الْكَلَامِ عَلَى بَعْضِ رِوَايَاتِ حَدِيثِ بَيْعِ الْعِينَةِ لَا يَلْزَمُ مِنْ كَوْنِ رِجَالِ الْحَدِيثِ ثِقَاتٍ أَنْ يَكُونَ صَحِيحًا انْتَهَى

اور الْهَيْثَمِيّ کا یہ کہنا کہ رجال ثقہ ہیں دلیل نہیں بنتا کہ یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اسمیں شذوذ یا علّت ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے اس میں مدلس ہو جو عن سے روایت کرے -الزَّيْلَعِيّ کہتے ہیں... کسی حدیث میں ثقہ راوی ہونے سے وہ صحیح نہیں ہو جاتی

معلوم ہوا کہ صحیحین کے راویوں کی وہ روایات جو صحیحین سے باہر ہیں ضعیف ہو سکتی ہیں

نور پوری جوش مخالفت میں لکھتے ہیں

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک منصف شخص وہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم کے راویوں کو امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر جمہور ائمہ حدیث کی توثیق کی بنا پر ثقہ اور قابل اعتماد سمجھے۔اب ڈاکٹر عثمانی کی طرح کا جو شخص صحیح بخاری کے راویوں کو ''ضعیف، مجروح اور متروک'' کہتا ہے، وہ بقول ابن حجر، منصف نہیں، بلکہ خائن ہے۔

ابن حجر اور مبارک پوری کا حوالہ دیکھا جا سکتا ہے صحیحین کے راوی بھی معلول یا شاذ روایت کر سکتے ہیں

امام الذہبی کا اس روایت کی تصحیح اور اس سے رجوع کرنا

امام مسلم نے منہال بن عمرو سے صحیح مسلم میں کوئی روایت نقل نہیں کی لہذا یہ رجال شیخین میں سے نہیں ہے-

حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد احتجا جميعا بالمنهال بن عمرو و زاذان أبي عمر الكندي

یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، بے شک انہوں نے منہال بن عمرو اور زاذان ابو عمر الکندی سے احتجاج کیا ہے

لیکن حاکم کی یہ بات درست نہیں. امام مسلم نے منہال بن عمرو سے کوئی روایت نہیں لی-اس غلطی کو ذھبی نے بھی تلخیص مستدرک میں دہرایا اور کہا

تعليق الذهبي قي التلخيص : على شرطهما فقد احتجا بالمنهال

ان دونوں کی شرط پر بے شک انہوں نے منہال سے احتجاج کیا ہے

یہ بات الذھبی نے اس وقت لکھی تھی جب انہوں نے اپنی کتاب سیر الاعلام النبلاء اور تاریخ الاسلام نہیں لکھیں تھیں

ذھبی تاریخ الاسلام ج ۱ میں کہتے ہیں

وفي بعض ذلك موضوعات قد أعلمت بها لما اختصرت هذا " المستدرك " ونبهت على ذلك

اور ان کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے جب میں نے مستدرک کا اختصار کیا ہے

سیر الاعلام النبلاء ج ۱۷ میں حاکم کے بارے میں لکھتے ہیں

وبكل حال فهو كتاب مفيد قد اختصرته

اور یہ مفید کتاب ہے میں نے اس کو مختصر کیا ہے

معلوم ہوا کہ مستدرک پر تلخیص سیر اور تاریخ جیسے ضخیم کام سے پہلے ہوئی. ذھبی نے اپنے اس تحقیقی کام میں اپنی ہی تصحیح کارد کر دیا

الذہبی کتاب تاریخ الاسلام میں منہال کے لئے لکھتے ہیں

قلت : تفرد بحديث منكر ونكير عن زاذان عن البراء

میں کہتا ہوں: منکر نکیر والی حدیث جو زاذان عن البراء سے ہے اس میں اس کا تفرد ہے

ذھبی کتاب سیر لاعلم النبلاء میں منہال کے لئے لکھتے ہیں

حَدِيْثُهُ فِي شَأْنِ القَبْرِ بِطُوْلِهِ فِيْهِ نَكَارَةٌ وَغَرَابَةٌ

المنہال بن عمرو کی قبر کے بارے میں طویل روایت میں نکارت اور غرابت ہے

تفرد کا مطلب ہے کہ راوی، اس مخصوص روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہے اور اس روایت کو اسی متن سے کسی نے نقل نہیں کیا- غریب کا مطلب ہے کہ روایت انوکھی ہے یعنی اس متن کو کوئی اور بیان نہیں کرتا- نکارت کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ یہ روایت اب دلیل نہیں ہے چاہے راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہو-الذھبی محمّد بن اسحاق کے لئے المیزان الاعتدال میں کہتے ہیں

فالذي يظهر لي أن ابن إسحاق حسنُ الحديث، صالح الحال صدوق، وما انفرد به ففيه نكارة فإن في حفظه شيئا

پس جو چیز مجھ پر واضح ہوئی وہ یہ ہے کہ ابن اسحاق حسن الحدیث ہے، صالح الحال، صدوق ہے اور جس میں منفرد ہو اس میں نکارت ہے کیونکہ ان کے حافظے میں کچھ تھا

الذھبی، کتاب سیر الاعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۴۱ میں مُحَمَّدُ بنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ کی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں

فِي إِسْنَادِهِ مُحَمَّدٌ لاَ يُحْتَجُّ بِهِ وَفِي بَعْضِهِ نَكَارَةٌ بَيِّنَةٌ

اس کی سند میں محمد ہے جو نہ قابل احتجاج اور اس میں بعض جگہ واضح نکارت ہے

ان دو مثالوں سے واضح ہے کہ نکارت[27] کا لفظ روایت کے نا قابل دلیل ہونے پر الذھبی استعمال کرتے ہیں چاہے راوی صدوق ہو یا ضعیف

لہذا قائلین عود روح کا ذھبی کی تلخیص مستدرک میں اس روایت کی تصحیح پیش کرنا اصولا سراسر دجل ہے

ایک نام نہاد امام احمد (غیر) مقلد عالم حافظ ابو یحیٰ نور پوری، مضمون حدیث عود روح اور ڈاکٹر عثمانی کی جہالتیں میں عود روح کی روایت پر لکھا

ہے۔ اہل فن اور نقاد محدثین میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث کو نا قابل اعتبار قرار نہیں دیا۔اس کے تمام راوی جمہور محدثین کرام کے ہاں ثقہ و صدوق ہیں۔اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہی بات کافی تھی، اس پر مستزاد کہ کئی ایک محدثین نے اس کے صحیح ہونے کی صراحت بھی کر دی ہے، جیسا کہ:

پھر موصوف ایک لسٹ دیتے ہیں جس میں اس روایت کی تصحیح پر نام پیش کرتے ہیں

ابن مندہ (المتوفی ۳۹۵ھ)، حاکم نیشاپوری (المتوفی ۴۰۵ھ)، ابو نعیم، احمد بن عبداللہ اصبہانی (المتوفی ۴۳۰ھ)، البیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ)، منذری (المتوفی ۶۵۶ھ)، ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ)، ابن قیّم (المتوفی ۷۵۱ھ)، الہیثمی (المتوفی ۸۰۷ھ) نے عود روح کے عقیدے کا دفاع کیا

[27] كتاب الوافي بالوفيات از صلاح الدين خليل بن أيبك بن عبد الله الصفدي (المتوفى: 764هـ) میں راوی جرير بن حَازِم بن زيد الْأَزْدِيّ الْعَتكِي الْبَصْرِيّ کے لئے لکھتے ہیں وَله أَحَادِيث ينْفَرد بهَا فِيهَا نَكَارَة وغرابة وَلِهَذَا يَقُول الْبُخَارِيّ رُبمَا يهم وَقَالَ ابْن معِين هُ وَ فِي قَتَادَة ضَعِيف، ان کی احادیث جس میں منفرد ہوں ان میں نکارت اور غرابت ہے اور اسی وجہ سے امام بخاری کہتے ہیں ان کو وہم ہوتا ہے اور ابن معین کہتے ہیں قتادہ سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں

یہ لسٹ بھی اتنی مظبوط نہیں- لِي عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بنِ إِسْحَاقَ بنِ مُحَمَّدٍ بنِ يَحْيَى بنِ مَنْدَه العَبْدِيُّ الأَصْبَهَانِيُّ کے لئے الذھبی، سیر الاعلام النبلاء میں لکھتے ہیں وَ هُوَ فِي تَوَالِيفه حَاطِبُ لَيلٍ (اپنی تالیفوں میں حاطب اللیل ہیں)- حاطب اللیل سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہر طرح کا رطب و یابس نقل کر دے- ابوا سمٰعیل عبد اللہ الھروی، ابو عبد اللہ محمّد بن عبد اللہ حاکم النیشابوری صاحب المستدرک کے لئے کہتے ہیں رَافضيٌّ خَبِيْث (سیر الاعلام النبلاء ج ۱۲، ص ۵۷۶، دار الحدیث-القاہرۃ)- الذھبی کہتے ہیں قُلْتُ: كَلاَّ لَيْسَ هُوَ رافضيًّا، بل يتشيّع- یہ رافضی تو نہیں لیکن شیعیت رکھتے تھے- إِبو نُعَيْمٍ أَحْمَدُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ أَحْمَدَ بنِ إِسحاق بن موسی بن مہران، الأَصْبَهَانِيُّ، الصُّوْفِيُّ تو خود صوفی منش آدمی ہیں ان کی تصحیح بھی فتاوی ابن تیمیہ سے لی گئے ہے جس کو بلا سند نقل کیا گیا ہے ایسے جوالوں پر نور پوری جیسے ہی خوش ہو سکتے ہیں- البیہقی، ابن تیمیہ نے ہاں تصحیح کی ہے لیکن وہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں جس کو ارشد کمال رد کرتے ہیں جس میں روح کو جسد میں ڈالا جاتا ہے، گرز مارا جاتا ہے جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے، پھر دوبارہ روح ڈالی جاتی ہے - یعنی عود روح کئی دفعہ ہوتا ہے جبکہ اہل حدیث کا عقیدہ صرف پہلے والے پر ہے-

نور پوری نے ابن حبان (المتوفی ۳۵۴ھ) کا حوالہ گول کر دیا جو زاذان کی عود روح روایت کو رد صحیح ابن کرتے ہیں-

حبان میں ابن حبان لکھتے ہیں

وزاذان لم يسمعه من البراء اور زاذان نے البراء سے نہیں سنا

حاکم متدرک میں اس اعتراض پر کہتے ہیں

لإجماع الأئمة الثقات على روايته عن يونس بن خباب عن المنهال بن عمرو عن زاذان أنه سمع البراء

ائمہ ثقات کا اجماع ہے کہ زاذان نے البراء سے سنا ہے یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو کی سند سے

لیکن یونس بن خباب خود ہی شدید مجروح راوی ہے یہ کہتا تھا کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا قتل کیا- ایسے غالی شیعہ راویوں سے عقیدہ لیا جائے گا؟ ابن حبان کہتے ہیں

لا يحل الرواية عنه لانه كان داعية إلى مذهبه

اس سے روایت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ اپنے مذھب کی طرف دعوت دیتا ہے

ابن قیّم نے تعليقات على سنن أبي داود – تهذيب سنن أبي داود وإيضاح علله ومشكلاته كتاب ألسنة میں دعوی کیا کہ زاذان نے الْبَرَاء سے سنا ہے

وَأَمَّا الْعِلَّة الثَّالِثَة : وَهِيَ أَنَّ زَاذَان لَمْ يَسْمَعهُ مِنْ الْبَرَاء ، فَجَوَابهَا : مِنْ وَجْهَيْنِ - أَحَدهمَا : أَنَّ أَبَا عَوَانَة الْإِسْفَرَايِينِي رَوَاهُ فِي صَحِيحه ، وَصَرَّحَ فِيهِ بِسَمَاعِ زَاذَان لَهُ مِنْ الْبَرَاء فَقَالَ سَمِعْت الْبَرَاء بْن عَازِب فَذَكَرَه

ابن قیم کے بقول ابو عوانہ الإِسْفَرَايِينِي نے صحیح میں صراحت کی ہے کہ زاذان نے البراء سے سنا ہے

الذھبی کہتے ہیں

- ابو عوانہ ، صَاحِبُ "المُسْنَدِ الصَّحِيْحِ"؛ الَّذِي خَرَّجَهُ عَلَى "صَحِيْحِ مُسْلِمٍ"، وَزَادَ أَحَادِيْثَ قَلِيْلَةً فِي أَوَاخِرِ الأَبْوَابِ

ابو عوانہ ،صَاحِبُ "المُسْنَدِ الصَّحِيحُ ہیں جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی روایات کی تخریج کی ہے اور کچھ احادیث کا اضافہ کیا ہے آخری ابواب میں

یہ کتاب مستخرج إبي عوانة کے نام سے دار المعرفة--بیروت سے چھپی ہے لیکن اس میں زاذان کی البراء سے - کوئی روایت نقل نہیں ہوئی لہذا اس سماع کی تصدیق نہیں ھو سکی-اس کے علاوہ دیگر کتب میں زاذان نے سمعت بولا ہے لیکن وہ اسناد ضعیف ہیں جن میں یونس بن خباب ہے- جن پر شدید جرح کتابوں میں موجود ہے- اس کے علاوہ جن اسناد میں سماع کا اشارہ ہے ان میں عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ سے روایت بیان ہوئی ہے

ابن حبان اس کو بھی رد کرتے ہیں کہتے ہیں

خبر الأعمش عن المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء سمعه الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو **الأعمش کی خبر، المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء سے اصل میں الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو سے ہے**

جامع التحصیل میں صلاح الدین إبو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد الله الدمشقی العلائی (المتوفی: 761ھ) لکھتے ہیں کہ

قلت وهذا لا يتم إلا بعد ثبوت أن من دلس من التابعين لم يكن يدلس إلا عن ثقة وفيه عسر وهذا الأعمش من التابعين وتراه دلس عن الحسن بن عمارة وهو يعرف ضعفه

یہ بات کہ التابعین صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے بلا ثبوت ہے اس میں مشکل یہ ہے یہ الأعمش ہے جو التابعین میں سے ہے لیکن الحسن بن عمارة سے جو ضعیف ہے تدلیس کرتا ہے

الاعمش کی تدلیس کو رد کرنے کے لئے ابو داوود کی سند پیش کی جاتی ہے

حدَّثنا هنَّادُ بنُ السَّرِيّ، حدَّثنا عبدُ الله بنُ نُمير، حدَّثنا الأعمشُ، حدَّثنا المنهالُ، عن أبي عُمَرَ زاذان، سمعتُ البراء، عن النبي-صلى الله عليه وسلم- فذكر نحوه

اس سے پہلے جس روایت کو ابو داوود کہتے ہیں ایسا ہی روایت کیا ہے اس کے متن میں ہے یعنی جس سند کو الأعمش کے سماع کی دلیل میں پیش کرتے ہیں اس میں ہے

ثمّ يقيّضُ له أعمى أبكَمُ معه مرزَبَّة من حديد، لو ضُرِبَ بها جَبَلٌ لصار تراباً"، قال: "فيضرِبُه بها ضربةً يسمعُها ما بين المشرق والمغرب إلا الثقلين، فيصيرُ تراباً، ثم تُعادُ فيه الرّوحُ

کہ (پہلے عود روح کے بعد) ایک اندھا مقرر کر دیا جاتا ہے جو گرز سے مارتا ہے اگر پہاڑ پر مارے تو مٹی ھو جائے ... پھر دوبارہ عود روح ہوتا ہے

اس اضافہ کو عود روح کے قائلین نے درست مانا ہے مثلا البیہقی، ابن تیمیہ نے دو جگہ اس کو فتوی میں بیان کیا ہے اور البانی صاحب نے متعدد بار اس متن کو صحیح کہا ہے لیکن اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح جسد میں ڈالی نکالی جاتی رہے گی۔اسی بنا پر ابن عبد البر کا کہنا ہے کہ ارواح قبرستان کے میدان میں رہتی ہیں- دوسری طرف ارشد کمال نے کمال کیا کہ لکھتے ہیں

المسند في عذاب القبر 152

’’پھر فرشتہ ہتھوڑے کے ساتھ اسے مارتا ہے جسے انسانوں اور جنوں کے علاوہ مشرق ومغرب کی ہر چیز سنتی ہے، پھر وہ مٹی بن جاتا ہے۔اور پھر دوبارہ اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔‘‘

اس اضافے کی بنا پر بعض حضرات کو یہ شبہ لاحق ہوا کہ شاید عذاب کے وقت بھی روح کو قبر میں لوٹا دیا جاتا ہے۔حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ ابوداؤد کے مذکورہ الفاظ صحیح ثابت نہیں۔اس لیے کہ ایک تو یہ روایت مختصر ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دوسری روایات جو مفصل بھی ہیں ان میں یہ اضافہ نہیں ملتا۔اور پھر یہ کہ اس اضافے میں اعمش مدلس کی تصریح بالسماع نہیں ملتی لہٰذا یہ اضافہ اعمش مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔جن روایات میں تصریح بالسماع ہے ان میں یہ اضافہ نہیں۔مسند ابوداؤد طیالسی کی ایک روایت میں یہ اضافہ ملتا ہے لیکن اس کی سند میں بھی عمرو بن ثابت ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں۔

الشیخ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں: اس خاص متن میں اعمش کے سماع کی تصریح نہیں ملی لہٰذا یہ متن مشکوک ہے اور باقی روایت حسن ہے۔ [1]

ہم نے اس سلسلے میں بذریعہ خط حافظ صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔

اب الأعمش کا سماع ثابت نہ رہا؟ دراصل یہ عقیدہ یہ بناتے ہیں کہ عود روح ایک دفعہ ہوتا ہے لیکن روایت میں دو دفعہ بیان ہوا ہے. اصل میں عذاب اب شروع ہوا ہے لہٰذا عود روح اب ہوتا رہے گا- جب الأعمش کا سماع ثابت ہی نہیں تو واپس قول ابن حبان کی بات کہ یہ روایت اصل میں **الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو** کی سند سے ہے پر لوٹ جائے گا- جو اس روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں ان لوگوں کو اس روایت کی تصحیح سے رجوع کرنا چاہیے

ابن قیم نے اس روایت کو ثابت کرنے کے لئے یہ بھی کہا

أَنَّ ابْنِ مَنْدَهْ رَوَاهُ عَنْ الْأَصَمّ حَدَّثَنَا الصَّنْعَانِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْر عيسَى بْن الْمُسَيِّب عَنْ عَديّ بْن ثَابت عَنْ الْبَرَاء – فَذَكَرَهُ .فَهَذَا عَدِيّ بْن ثَابِت قَدْ تَابَعَ زَاذَان

عود روح والی روایت کی ایک اور سند بھی ہے جس میں عیسی بن المسیب ہے. عیسی بن المسیب کی اور روایت کے لئے البانی سلسلہ الاحادیث الضعیفہ میں کہتے ہیں

و هذا سند ضعيف من أجل عيسى بن المسيب ، ضعفه ابن معين ، و أبو زرعة و النسائي و الدارقطني و

غيرهم كما في " الميزان " للذهبي ، ثم ساق له هذا الحديث و قال العقيلي : " و لا يتابعه إلا من هو مثله أو دونه " .

یہ روایت اس سند سے ضعیف ہے ، عیسى بن المسيب کی وجہ سے اس کو ابن معين ، و أبو زرعة و النسائي و الدارقطني اور دیگر نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ ذھبی کی المیزان میں ہے اور العقيلي کہتے ہیں اس کی متابعت اسی کے جسے کرتے ہیں

عیسی بن المسیب کی روایت ضعیف ہوتی ہے لیکن جسے ہی یہ عود روح والی روایت بیان کرتا ہے ساری جرح کالعدم ھو جاتی ہے. یاللعجب

ابن حزم الأندلسی القرطبیّ الظاہری (المتوفی: 456ھ-) اپنی کتاب المحلی بالآثار میں لکھتے ہیں کہ

وَلَمْ يَروِ أَحَدٌ أَنَّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ رَدَّ الروحِ إِلَى الْجَسَدِ إِلَّا الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ عذاب القبر میں روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے سوائے الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو کے اور وہ قوی نہیں

اپنی دوسری کتاب الفصل في الملل و الأهواء و النحل میں لکھتے ہیں کہ

لِأَن فتْنَة الْقَبْر وعذابه وَالْمَسْأَلَة إِنَّمَا هِيَ للروح فَقَط بعد فِرَاقه للجسد إِثْر ذَلِك قبر أَو لم يقبر

بے شک فتنہ قبر اور عذاب اور سوال فقط روح سے ہوتا ہے جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد چاہے اس کو قبر ملے یا نہ ملے

ابن حزم (المتوفی ۴۵۶ھ) جو عود روح والی روایت کو رد کرتے ہیں ان کے لئے نورپوری لکھتے ہیں کہ

حافظ ابن حزم کا جرح وتعدیل میں مقام:

ابن حزم رحمہ اللہ اگرچہ مجتہد وفقیہ تھے، لیکن بہرحال وہ متاخر تھے اور جرح وتعدیل میں ان کی حیثیت صرف ایک ناقل کی تھی۔ وہ صرف کسی متقدم امام کے قول کو بنیاد بنا کر ہی کسی راوی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کے اہل تھے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اب موصوف خود بتائیں کہ ان کی لسٹ میں سے متقدمین کون ہیں- سارے متاخرین ہی ہیں- تیسری صدی کے اختتام کو اہل علم نے متقدمین اور متاخرین میں حد فاصل قرار دیا ہے دیکھئے مقدمہ سیر الاعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۲۱ بقلم بشار عواد المعروف- جتنے لوگ انہوں نے گنوائے ہیں سب متاخرین ہیں- ابن حزم ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور حاکم نیشاپوری کے ہم عصر ہیں ہے اس روایت کے سخت خلاف ہیں لہذا اس روایت کو رد شروع سے ہی کیا جاتا رہا

حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد احتجا جميعا بالمنهال بن عمرو و زاذان أبي عمر الكندي

یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، بے شک انہوں نے منہال بن عمرو اور زاذان ابو عمر الکندی سے احتجاج کیا ہے

عصر حاضر کے ایک عالم أبو إسحاق الحويني اپنی تالیف تسلیۃالکظیم بتخریج إحادیث تفسیر القرآن العظیم للإمام ابن کثیر میں کہتے ہیں **(کتاب نثل النبال بمعجم الرجال الذین ترجم لہم فضیلۃالشیخ المحدث إبوإسحاق الحوینی ، ازإبو عمرو إحمد بن عطیۃالوکیل، دار ابن عباس، مصر)**

زاذان أبو عمر، عن البراء بن عازب -رَضِيَ الله عَنْهُ- كونه على شرط مسلم ففيه نظر، فإنَّ مسلمًا ما خرَّج هذه الترجمة: "زاذان عن البراء في "صحيحه"، والله أعلم- التسلية/ رقم 80

زاذان إبو عمر کا البراء بن عازب -رَضِیَ اللہُ عَنْہُ- سے روایت کرنا ---اس کو مسلم کی شرط پر کہنا محل نظر ہے کیونکہ بے شک مسلم نے اپنی صحیح میں زاذان کی البراء سے روایت نقل نہیں کی

معلوم ہوا کہ حاکم[28] کی بات زاذان کے حوالے سے محل نظر ہے

---

[28] ابن حجر ، امام حاکم کے لئے لکھتے ہیں کہ مستدرک کی تصنیف کے وقت ان کے حافظے میں فرق آگیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اُنہوں نے رواۃ کی ایک کثیر تعداد کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کو ممنوع قرار دیا ہے ، لیکن اپنی کتاب مستدرک میں خود اُنہیں سے روایات نقل کی ہیں اور اُنہیں صحیح قرار دیا ہے۔ مثلا آدم علیہ السلام کی دعا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے قبول ہونے والے مکذونہ روایت بھی امام حاکم کے نزدیک صحیح ہے جو عبد الرحمن بن زید کی سند سے ہے . ابن حجر نے عبد الرحمن بن زید کے بارے خود امام حاکم کا یہ قول نقل کیا ہے جس سے امام حاکم کا اس سلسلہ میں تساہل اور تناقض واضح ہوتا ہے، فرماتے ہیں

یہ شخص اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کیا کرتا تھا!

بدر الدین عینی حنفی اور امام ذہبی نے اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے

لاریب أن في المستدرک أحادیث کثیرة لیست علی شرط الصحة بل فیہ أحادیث موضوعة شان المستدرک بـإخراجها فیہ

بلاشبہ المستدرک میں بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں جوصحیح حدیث کی شرط کے مطابق نہیں بلکہ اس میں موضوع احادیث بھی ہیں جن کا تذکرہ مستدرک پر ایک دھبہ ہے۔

ذھبی کے علاوہ ابن حبان اور ابن حزم بھی اس روایت کو رد کرتے ہیں

نورپوری لکھتے ہیں

اپنے زعم میں ڈاکٹر عثمانی کی نے بڑی علمی کاوش کی ہے، لیکن حقیقت میں انہوں نے محدثین کرام کی مخالفت مُول لے کر بہت بڑی جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ محدثین کرام جنہوں نے خود قرآن و سنت کی روشنی میں روایات کے قبول و ردّ کے قوانین وضع کیے اور کمال احتیاط سے راویانِ حدیث کے مراتب طے کیے، وہ اس حدیث کی علتوں سے واقف نہ ہو سکے اور جو لوگ رجالِ حدیث سے اچھی طرح واقف بھی نہیں تھے، ان کے سامنے اس حدیث میں موجود ''خرابیاں'' عیاں ہو گئیں؟ اور اسی بنا پر ان لوگوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسے امام اہل سنت اور دیگر محدثین و اکابرین امت کے بارے میں کفر و شرک کے فتوے داغنے شروع کر دیئے!

کیا ابن تیمیہ یا ابن قیم محدث ہیں؟ انہوں نے جرح و تعدیل یا علم حدیث کا کون سا کام کیا ہے؟ اس کو رد کرنے والے ابن تیمیہ کے ہم عصر الذھبی ہیں اور ابن حبان بھی ہیں۔ دیگر اہل علم میں ابن حزم اس روایت کو رد کرتے ہیں۔ نورپوری کو لکھنا چاہئے تھا کہ ہر دور میں محدثین میں سے اس روایت کو رد کرنے اور قبول کرنے والے رہے ہیں تو بات درست ہوتی

امام ابن حزم کے قول پر نورپوری جرح

نورپوری لکھتے ہیں

عودِ روح والی حدیث کو دنیا میں سب سے پہلے پانچویں صدی ہجری میں ابن حزم رحمہ اللہ

نے ''ضعیف'' قرار دیا۔ اس پہلے تمام محدثین اور اہل علم اسے صحیح ہی قرار دیتے رہے تھے،جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ڈاکٹر عثمانی کی بندربانٹ ملاحظہ فرمائیں کہ جو شخص صریح طور پر گانے کو جائز کہے اور آلاتِ موسیقی کی خرید وفروخت کو بھی حلال قرار دے،ان کے نزدیک اس کی جرح وتعدیل بھی قبول اور اس کی حدیث بنی بھی عین دلیل،لیکن جس کے بارے میں یہ بھی ثابت نہ ہو سکے کہ اسے علم بھی تھا کہ اس کے گھر میں گانا گایا گیا،اس کے خلاف یہ غلط پروپیگنڈا! کیا یہی انصاف ہے؟ اور کیا ایسے لوگوں میں امانت و دیانت کی کوئی رتی موجود ہو سکتی ہے؟

نورپوری ،ابن حزم کے لئے لکھتے ہیں

پھر یہ بات بھی مسلَّم ہے کہ جرح و تعدیل اور صحت و سقمِ حدیث کی معرفت ان کا میدان نہیں تھا۔ایک ناقل ہونے کے ناطے بھی وہ جرح و تعدیل میں طاق نہیں تھے۔اس کا

نورپوری کی لسٹ میں بھی ناقل ہیں

ابن مندہ (المتوفی ۳۹۵ھ) نے جرح و تعدیل پر کون سے کام کیا؟ بقول الذھبی حاطب اللیل ہیں-ان کی بات کی کیا وقعت ہو گی؟

ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) نے جرح و تعدیل پر کیا کام کیا؟ یہ بھی ناقل ہیں-

-ابن قیّم (المتوفی ۷۵۱ھ) نے جرح و تعدیل پر کیا کام کیا؟ یہ بھی ناقل ہیں

جن لوگوں کو نورپوری نے اس روایت کی تصحیح کے لئے پیش کیا ہے ان میں یہ لوگ ناقل ہیں-ان کو کیوں پیش کیا؟

نورپوری لکھتے ہیں

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے منہال بن عمرو پر جرح کی دلیل بھی ذکر کی ہے، وہ یہ ہے:

وَالْمِنْهَالُ ضَعِيفٌ، وَرُوِيَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ قَالَ : لَمْ يَثْبُتْ لِلْمِنْهَالِ شَهَادَةٌ فِي الْإِسْلَامِ . ''منہال بن عمرو ضعیف ہے، مغیرہ بن مقسم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: اسلام میں منہال کی گواہی ثابت نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار : 216/9)

وَرَوَى ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ بِسَنَدٍ لَهُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ --- وَهٰذِهِ الْحِكَايَةِ لَا تَصِحُّ، لِأَنَّ رَاوِيهَا مُحَمَّدَ بْنَ عُمَرَ الْحَنَفِيَّ لَا يُعْرَفُ .

''ابن ابی خیثمہ نے اپنی سند کے ساتھ مغیرہ بن مقسم سے بیان کیا ہے۔۔۔لیکن یہ حکایت ثابت نہیں، کیونکہ اس کا راوی محمد بن عمر حنفی مجہول ہے۔''(فتح الباري :446/1)

جب ابن حزم رحمہ اللہ کی دلیل ہی ثابت نہ ہوئی تو اس پر کھڑی جرح کی عمارت بھی زمین بوس ہوگئی۔شاید کسی کے ذہن میں یہ بات آ جائے کہ منہال کے گھر سے گانے کی آواز سن کر امام شعبہ رحمہ اللہ نے جو اسے چھوڑ دیا تھا، وہ تو ثابت ہے، شاید وہ بھی ابن حزم رحمہ اللہ کے سامنے ہو اور اس بنا پر انہوں نے منہال کو ''ضعیف'' کہا ہو، لیکن یہ بات کسی لطیفے سے کم نہیں، کیونکہ خود ابن حزم رحمہ اللہ گانے کو بھی جائز سمجھتے تھے اور آلاتِ موسیقی کی خرید و فروخت کو بھی حلال کہتے تھے۔ پھر گھر سے گانے کی آواز آنے پر وہ منہال پر جرح کیسے کر سکتے تھے؟

اول تو ابن حزم کا المنہال کے بارے میں یہ قول کتاب المحلی بالآثار ج ۹ ص ۲۱۶ **پر ایک دوسری روایت کے حوالے سے ہے نہ کہ عود روح والی روایت پر- ابن حزم لکھتے ہیں**

وَالْمِنْهَالُ ضَعِيفٌ وَرُوِيَ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَثْبُتْ لِلْمِنْهَالِ شَهَادَةٌ فِي الْإِسْلَامِ

یہ بات عود روح والی روایت کے ذیل میں نقل نہیں ہوا بلکہ ایک دوسری روایت پر نقل ہوا ہے دوم اس کی کیا دلیل ہے ابن حزم صرف اس قول کی بنیاد پر المنہال کو ضعیف کہتے تھے- یہ غیر واقف لوگوں کا گمراہ کرنے کا نورپوری حربہ ہے

ابن حزم کتاب الفصل فی الملل والأهواء و النحل میں لکھتے ہیں

وَلم يَأْتِ قطّ عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي خبر يَصح أَن أَرْوَاح الْمَوْتَى ترد إِلَى أَجْسَادهم عِنْد الْمَسْأَلَة وَلَو صَحَّ ذَلِك عَنهُ عَلَيْهِ السَّلَام لقلنا بِهِ فَإِذْ لَا يَصح فَلَا يحل لأحد أَن يَقُوله وَإِنَّمَا انْفَرد بِهَذِهِ الزِّيَادَة من رد الْأَرْوَاح الْمنْهَال بن عَمْرو وَحده وَلَيْسَ بالقوى تَركه شُعْبَة وَغَيره وَسَائِر الْأَخْبَار الثَّابِتَة على خلاف ذَلِك وَهَذَا الَّذِي قُلْنَا هُوَ الَّذِي صَحَّ أَيْضا عَن الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم لم يَصح عَن أحد مِنْهُم غير مَا قُلْنَا

اور کسی صحیح حدیث میں نہیں اتا کہ مردوں کی روحیں ان کے جسموں میں سوال کے وقت لوٹائی جاتی ہوں اور اگر ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہوتا تو ہم بھی کہتے پس جب یہ صحیح نہیں تو پھر کسی کے لئے حلال نہیں کہ ایسا کہے اور روایت میں روح لوٹانے کا اضافہ صرف المنہال بن عمرو نے بیان کیا ہے اور وہ قوی نہیں اس کو شعبہ نے ترک کیا اور دوسروں نے بھی اور ساری روایات اس (عود روح) کے خلاف ہیں اور جو ہم کہہ رہے ہیں وہ صحیح، صحابہ سے بھی ثابت ہے اور جو کچھ ہم نے کہا ان سے اس کے علاوہ کچھ اور صحیح ثابت نہیں

امام ابن حزم نے المنہال کو صرف الْمُغِيرَةِ بْنِ مِقْسَمٍ کے قول پر ضعیف نہیں کہا بلکہ شعبہ کا قول بھی اس کے خلاف نقل کیا ہے

غیر مقلدین: عقیدے میں بد احتیاطی اور عمل میں اتنی محنت! المنہال کی روایت پر قربانی نہیں کر رہے لیکن اپنے ایمان کو قربان کر رہے ہیں

چاردن قربانی کی مشروعیت ۱

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾
اور جو چوپائے اللہ نے ان کو دیے ہیں خاص دنوں میں ان پر اللہ کا نام ذکر کریں۔
(الحج ۲۸)

چاردن قربانی کی مشروعیت

از

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

نشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۱) نے کہا:

وَمَا قَدْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ **الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو**، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "النَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ، وَأَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: قربانی عید کے بعد دو دن ہے اور سب سے افضل عید کے دن قربانی ہے [أحكام القرآن للطحاوی: ۲/ ۲۰۵]۔

یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں "المنہال بن عمرو" ہیں۔

یہ گرچہ صدوق ہیں بخاری کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ضعفاء کے مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے، عام حالات میں موصوف معتبر ہیں لیکن موصوف کے ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گے جن میں غلطی کا قوی احتمال ہو۔

ایک دوسرے عالم قاری خلیل الرحمان جاوید اپنی کتاب پہلا زینہ میں زاذان کی عود روح والی روایت پر لکھتے ہیں

روح مع الجسم کا معاملہ

قبر میں روح کا جسم میں لوٹایا جانا یا اس کا تعلق جسم سے قائم کر دینا صحیح احادیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ ویسے بھی روح جسم میں موجود ہو پھر بھی وہ مردہ کہلائے؟ یہ لوگوں کی عقل کے مردہ ہونے کا ثبوت ہے اس مردہ عقل پر جس قدر ماتم کریں کم ہے۔

قاری خلیل الرحمان جاوید اپنی کتاب پہلا زینہ میں صفحہ ۷۱ پر یہ بھی لکھتے ہیں

امرنے
کے بعد قیامت تک روح واپس اس جسم میں نہیں ڈالی جاتی اور نہ ہی تعلق قائم کیا جاتا
ہے اور جو لوگ اعادہ روح کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔
ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
سوائے چند ضعیف یا موضوع روایات کے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات

صحیح مسلم کی روایت ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
حَدَّثَنِي عُبَيْدُ الله بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، عَنْ عَبْدِ الله بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا» - قَالَ حَمَّادٌ: فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ - قَالَ: " وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، صَلَّى الله عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ: " وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ - قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا، وَذَكَرَ لَعْنًا - وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ: خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ. قَالَ فَيُقَالُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَرَدَّ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ، عَلَى أَنْفِهِ، هَكَذَا
عبیداللہ بن عمر قواریری حماد بن زید بدیل عبداللہ بن شقیق ، ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے : کہ جب کسی مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی رحمت نازل فرمائے پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے چلو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے چلو - ابوہریرہ (رض) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگالی تھی

اس روایت کے مطابق کافر کی روح بھی آسمان میں جاتی ہے اور اس کو واپس جسد میں لوٹانے کا ذکر نہیں اس کی سند بھی صحیح ہے۔ لیکن عذاب قبر کے حوالے سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بہت سی متضاد و متخالف روایات منسوب کی گئی ہیں

ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر صفحہ ۵۶ سے ۵۸ پر محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابوہریرہ کی سند سے آئی ہوئی ایک روایت پیش کرتے ہیں

نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ واپس پلٹنے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اگر مرنے والا مؤمن ہو تو اس کی نماز اس کے سر کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے، روزہ اور زکوۃ اس کے دائیں اور بائیں آ جاتے ہیں جبکہ دیگر نیکی کے کام صدقہ، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ کی ہوئی نیکیاں اور دیگر احسان اس کے پاؤں کے پاس ہوتے ہیں، عذاب کا فرشتہ سر کی طرف سے آتا ہے تو نماز کہتی ہے: میری طرف سے کوئی راستہ نہیں، پھر وہ دائیں طرف سے آنا چاہتا ہے تو روزہ کہتا ہے: میری طرف سے بھی کوئی راستہ نہیں، پھر وہ بائیں جانب سے آنا چاہتا ہے تو زکوۃ رکاوٹ بن جاتی ہے، پاؤں کی طرف سے آنا چاہتا ہے تو دیگر نیک اعمال (مثلاً) صدقہ، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ کی ہوئی نیکیاں اور احسانات رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جا تو وہ بیٹھ جاتا ہے اس کے سامنے سورج اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے جیسے وہ غروب ہونے کے قریب ہو۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا تھا جو تم میں (معبوث ہوئے) تھے اور تو اس کے متعلق کیا گواہی دیتا تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز ادا کرلوں۔ فرشتے کہتے ہیں: یہ تو تو کر ہی لے گا، ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دو (وہ سوال دہراتے ہوئے پوچھتے ہیں) اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا تھا جو تم میں (مبعوث) ہوئے تھے اور اس کے متعلق تو کیا گواہی دیتا تھا؟ مؤمن جواب دیتا ہے: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ

---

[1] ابن حبان، کتاب الجنائز، رقم:۳۱۰۳؛ حاکم:۱/ ۳۸۰، رقم:۱٤۰۳؛ طبرانی فی الاوسط: ۲/ ۹۲، رقم:۲٦۳۰؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:۷۹۔ قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاه؛ وقال الهیثمی فی المجمع:۳/ ۱۳٤: اسناده حسن؛ و قال الالبانی: حسن۔

بلا شبہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے تھے۔
فرشتے یہ جواب سن کر اسے کہتے ہیں: اسی (عقیدے) پر تو نے زندگی
گزاری، اسی پر تجھے موت آئی اور ان شاء اللہ اسی پر قیامت کے دن تو
دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے
ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا جنت میں ٹھکانا
ہے اور جو کچھ اللہ نے جنت میں تیرے لیے تیار کر رکھا ہے (وہ بھی دیکھ۔
اس نظارے کے بعد) اس کے شوق اور لذت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔
پھر اس کے سامنے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے
اور اسے بتایا جاتا ہے کہ اگر تو اللہ کی نافرمانی کرتا تو یہ آگ تیرا ٹھکانا بنتی اور
دیگر عذاب جو اللہ نے اس میں تیرے لیے تیار کر رکھے تھے (وہ سب تجھے
ملتے) پھر اس کی قبر ستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس میں روشنی کر دی
جاتی ہے اور اس کا جسم پہلے (موت) والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس
کی روح کو پاکیزہ (نیک) روحوں میں شامل کر دیا جاتا ہے اور وہ پرندہ ہے
جو جنت کے درختوں پر چرتا پھرتا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ
تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہے: اللہ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے
ثابت قدم رکھتا ہے دنیا اور آخرت میں۔''

فرمایا: ''اور بے شک کافر کے پاس جب عذاب کا فرشتہ اس کے سر کی طرف
سے آتا ہے تو وہاں کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر دائیں طرف سے آتا ہے تو
وہاں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، پھر بائیں طرف سے آتا ہے تو وہاں بھی
کوئی چیز نہیں ہوتی، پھر وہ پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو ادھر بھی کوئی
رکاوٹ نہیں ہوتی (جب ہر طرف سے عذاب گھیر لیتا ہے تو) کافر سے کہا
جاتا ہے: بیٹھ جاؤ، تو وہ گھبرایا ہوا، خوف زدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس سے
پوچھا جاتا ہے: تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا اور کیا گواہی دیتا تھا جو تم میں

جوزجانی احوال الرجال میں کہتے ہیں

محمد بن عمرو بن علقمة ليس بقوي الحديث ويشتهى حديثه
محمد بن عمرو بن علقمة حدیث میں قوی نہیں اور ان کی حدیث پسند کی جاتی ہے
ابن ابی خیثمہ کتاب تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں کہ یحیٰی بن معین کہتے ہیں

لم يزل الناس يتقون حديث مُحَمّد بن عَمْرو [ق/142/ب] قيل له: وما علة ذلك؟ قَالَ: كان مُحَمّد بن عَمْرو يحدث مرة عن أَبِي سلمة بالشيء رأيه، ثم يحدِّث به مرة أخرى عن أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
لوگ مسلسل مُحَمّد بن عَمْرو کی روایت سے بچتے رہے .. پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہا مُحَمّد بن عَمْرو کبھی روایت ابی سلمہ سے بیان کرتے اور کبھی ابی سلمہ عن ابی ھریرہ سے
علی بن الْمَدِيْنِيّ کہتے ہیں

سألت يَحْيَى بن سعيد، عن مُحَمّد بن عمرو، وكيف هو؟ قَالَ: تريد العفو أو تشدد؟ قلت: بل أشدد، قَالَ: ليس هو ممن تُرِيد
يَحْيَى بن سعيد سے مُحَمّد بن عمرو کے بارے میں سوال ہوا کہ کیسا ہے بولے نرمی والی بات ہے یا سختی والی بولے نہیں سختی والی یہ وہ نہیں جو تم کو چاہیے
ذھبی اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں

.قُلْتُ: صَدَقَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَيْسَ هو مثل يحيى بْنِ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيِّ، وَحَدِيثُهُ صَالِحٌ
ذهبی کہتے ہیں: يَحْيَى بْنُ سَعِيد سچ کہتے ہیں اور یہ يَحْيَى بْنُ سَعِيد الانصاری جیسا نہیں اس کی حدیث صالح ہے

بخاری نے اصول میں کوئی بھی روایت محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابو ھریرہ کی سند سے بیان نہیں کیں بلکہ شاہد کے طور پر صرف دو جگہ بَابُ جَهْرِ المَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ اور بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا} [النساء: 125] میں صرف سند دی ہے. امام مسلم نے بھی شاہد کے طور پر بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ میں ان کی سند پیش کی ہے نہ کہ مکمل روایت. لہذا بخاری و مسلم کا اصول ہے کہ ان کی روایت شاہد کے طور پر غیر عقیدہ میں پیش کی جا سکتی ہے

اس کے باوجود کہ ائمہ حدیث نے اس راوی کے حوالے سے اتنی احتیاط برتی ہے لوگوں نے ان کی روایات کو عقیدے میں بھی لے لیا ہے جو کہ صریحا ائمہ حدیث کے موقف کے خلاف ہے - ہیثمی اور البانی نے بھی روایت کو حسن قرار دیا ہے. کیا حسن روایت پر عقیدہ استوار کیا جا سکتا ہے؟ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ضعیف کی صنف سے ہے

اسی سند سے مسند احمد میں جو متن آیا ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالی کسی آسمان پر ہیں- راوی نے واضح نہیں کیا کہ پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا یا ساتواں یہ روایت جہمی عقیدے پر مبنی ہے اس میں اللہ تعالی کو آسمان پر بتایا گیا ہے-

اللہ کا شکر جس نے اس جہمی عقیدے کی روایت سے ہم کو نجات دی—وللہ الحمد

اشاعرہ میں ملا علی القاری نے ان الفاظ کی تاویل کی ہے

إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ) أَيْ: أَمْرُهُ وَحُكْمُهُ أَيْ: ظُهُورُ مُلْكِه وَهُوَ الْعَرْشُ، وَقَالَ الطِّيبِيُّ: أَيْ: رَحْمَتُهُ بِمَعْنَى الْجَنَّةِ

اس آسمان پر لے جاتے ہیں جس میں اللہ تعالی ہیں یعنی اس کا حکم یعنی اس کی مملکت کا ظہور جو عرش ہے اور طیبّی نے کہا یعنی رحمت جو جنت ہے

البتہ سلفی اصول کہتا ہے کہ قرآن و حدیث میں جب بھی اللہ تعالی کا ذکر ہو تو اس کی تاویل نہیں کی جائے گی اور متن کو اس کے ظاہر پر لیا جائے گا-اس حساب سے یہ تاویل سلفی و وہابی فرقے کے موقف کے خلاف ہے

زاذان کی روایت میں ہے کہ روح کو سات آسمان پر لے جایا جاتا ہے

حتی ینتھی بہاإلی السماء السابعۃ

یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتی ہے

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالی عرش پر نہیں ساتویں آسمان پر ہے

چونکہ یہ بات قرآن کے خلاف ہے یہ روایات صحیح ممکن نہیں ہیں افسوس ان کو قبول کر کے ان پر عقیدہ رکھا گیا ہے

اضطراب سند

کتاب اخبار الدجال از عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور المقدسی الجماعیلی الدمشقی الحنبلی، ابو محمد، تقی الدین (المتوفی: 600ھ) سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے

قال محمد بن عمرو فحدثني سعيد بن معاذ عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن الميت تحضره الملائكة فإذا كان الرجل الصالح قالوا اخرجي أيتها النفس الطيبة كانت في الجسد الطيب واخرجي حميدة وأبشري بروح وريحان ولا يزال يقال لها ذلك حتى تخرج ثم يعرج بها إلى السماء فيستفتح له فيقال من هذا فيقال فلان فيقال مرحبا بالنفس الطيبة كانت في الجسد الطيب ادخلي حميدة وأبشري بروح وريحان ورب غير غضبان فلا يزال يقال لها ذلك حتى ينتهى بها إلى السماء التي فيها الله عز وجل وتعالى فإذا كان الرجل السوء قالوا اخرجي أيتها النفس الخبيثة كانت في الجسد الخبيث اخرجي منه ذميمة وأبشري بحميم وغساق وآخر من شكله أزواج فلا يزال يقال لها ذلك حتى تخرج ثم يعرج بها إلى السماء فيستفتح لها فيقال من هذا فيقال فلان فيقال لا [ص:84] مرحبا بالنفس الخبيثة التي كانت في الجسد الخبيث ارجعي ذميمة فإنه لا تفتح لك أبواب السماء فيرسل من السماء ثم يصير إلى القبر فيجلس الرجل الصالح

مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ نے اس کو کسی سعید بن معاذ سے سنا تھا نہ کہ سعید بن یسار سے

سعید بن معاذ ایک مجہول راوی ہے

کتاب جمع الجوامع المعروف ب-«الجامع الكبير» از سیوطی کے مطابق یہ سعید بن مینا ہے نہ کہ سعید بن یسار

ابن ماجه فی الزهد عن أبی بكر بن أبی شيبة عن شبابة عن ابن أبی ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعيد بن ميناءَ
(عن أبی هريرة مرفوعًا) (1.

العلل دار قطنی میں ہے

فَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، فَقَالَ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَوَهِمَ فِي ذَلِكَ

مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ نے اس متن کو سعید بن مسیب سے بھی روایت کیا ہے

دار قطنی کا خیال ہے کہ یہ غلطی ابراہیم بن عبد السلام نے کی ہے –جبکہ راقم کی تحقیق سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ نام بدلنا ایک سند میں نہیں بہت سی سندوں میں ہے

اغلبًا مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ کو یاد نہیں رہا کہ اس نے کس سعید سے سنا اور اس نے چار الگ الگ نام روایات میں بیان کر دیے

ان شبہات کی موجودگی میں اس سند کو صحیح نہیں سمجھا جا سکتا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک روایت کے مطابق روح کو برھوت لے جایا جاتا ہے سنن نسائی میں قتادہ مدلس کے عنعنہ کے ساتھ دوسری روایت ہے

أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيد، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَام، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْر، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ إِلَى رَوْحِ اللَّهِ، وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ، حَتَّى أَنَّهُ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَا أَطْيَبَ هَذِهِ الرِّيحَ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ، فَيَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ أَشَدُّ فَرَحًا بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهِ

يَقْدَمُ عَلَيْه، فَيَسْأَلُونَهُ: مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَيَقُولُونَ: دَعُوهُ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا، فَإِذَا قَالَ: أَمَا أَتَاكُمْ؟ قَالُوا: ذُهِبَ بِه إِلَى أُمِّه الْهَاوِيَة، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِى سَاخِطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْك إِلَى عَذَابِ اللَّه عَزَّ وَجَلَّ، فَتَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَة، حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ الْأَرْضِ، فَيَقُولُونَ: مَا أَنْتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ

اس روایت پر برھوت کے حوالے سے بحث گزر چکی ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی عذاب قبر سے متعلق کچھ متضاد روایات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے ایک سنن ابن ماجہ، مسند احمد میں بیان ہوئی ہے

زبیر علی زئی توضیح الاحکام میں اس کو عود روح کی دلیل پر پیش کرتے ہیں

کی یہ روایت صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔ان کی بیان کردہ حدیث کی تائید والی روایتیں بھی ہیں مثلاً: سنن ابن ماجہ (کتاب الزھد باب ذکر الموت والاستعداد لہ (ح ۴۲۶۲) والی حدیث ”ثم تصير إلى القبر “یعنی پھر قبر میں روح چلی جاتی ہے۔اس کی سند بالکل صحیح ہے:
[”حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا شبابة عن ابن أبي ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعيد بن يسار عن أ بي هريرة “إلخ]
اس سند میں نہ زاذان ہیں اور نہ منہال بن عمرو، اسے البوصیری (زوائد) المنذری (الترغیب والترھیب ۴/ ۳۷۰) اور ابن القیم (الروح ص ۱۵۵) نے صحیح کہا ہے۔

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّد، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْب، عَنْ مُحَمَّد بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاء، عَنْ سَعِيد بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: " إِنَّ الْمَيِّتَ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، قَالُوا: اخْرُجِى أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، اخْرُجِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ، وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ "، قَالَ: " فَلَا يَزَالُ يُقَالُ ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُسْتَفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: فُلَانٌ، فَيَقُولُونَ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَة، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، ادْخُلِى حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ، وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ " قَالَ: " فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا حَتَّى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السَّوْءُ، قَالُوا: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، كَانَتْ

فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، اخْرُجِي ذَمِيمَةً، وَأَبْشِرِي بِحَمِيمٍ وَغَسَّاقٍ، وَآخَرَ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٍ، فَلَا تَزَالُ تَخْرُجُ، ثُمَّ يُعْرَجَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُسْتَفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيثَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، ارْجِعِي ذَمِيمَةً، فَإِنَّهُ لَا يُفْتَحُ لَكِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَاءِ، ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ، فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، فَيُقَالُ لَهُ: مِثْلُ مَا قِيلَ لَهُ فِي الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ، وَيُجْلَسُ الرَّجُلُ السُّوْءُ

اس روایت کا بقیہ حصہ ابن ماجہ بَابُ ذِكْرِ الْقَبْرِ وَالْبِلَى میں بیان ہوا ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ

إِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ، فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِي قَبْرِهِ، غَيْرَ فَزِعٍ، وَلَا مَشْعُوفٍ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: فِيمَ كُنْتَ؟ فَيَقُولُ: كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَّقْنَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ رَأَيْتَ اللَّهَ؟ فَيَقُولُ: مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللَّهَ، فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَا وَقَاكَ اللَّهُ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا، وَمَا فِيهَا، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ، وَيُقَالُ لَهُ: عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ، وَعَلَيْهِ مُتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، وَيُجْلَسُ الرَّجُلُ السُّوءُ فِي قَبْرِهِ، فَزِعًا مَشْعُوفًا، فَيُقَالُ لَهُ: فِيمَ كُنْتَ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، فَيُقَالُ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا، فَقُلْتُهُ، فَيُفْرَجُ لَهُ قِبَلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا، يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ، عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ، وَعَلَيْهِ مُتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

اس کا ترجمہ ارشد کمال المسند فی عذاب القبر میں کرتے ہیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں اگر وہ نیک انسان ہو تو فرشتے کہتے ہیں: اے پاک جسم میں رہنے والی پاک روح! باہر نکل آ۔ باہر نکل آ تو قابل تعریف ہے اور اللہ کی رحمت، (جنت کی) خوشبو اور ناراض نہ ہونے والے رب سے خوش ہو جا۔ اسے مسلسل یہی بشارتیں دی جاتی ہیں حتیٰ کہ روح جسم سے باہر آ جاتی ہے۔ پھر روح کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اس کے لیے (آسمان کا) دروازہ کھولا جاتا ہے تو دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: فلاں ہے۔ تو کہا جاتا ہے: پاک جسم میں رہنے والی اس پاکیزہ روح کے لیے خوش آمدید ہو۔ (آسمان میں) داخل ہو جا، تو قابل تعریف ہے اور اللہ کی رحمت، خوشبو اور ناراض نہ ہونے والے رب سے خوش ہو جا۔ اسے مسلسل یہی کلمات کہے جاتے ہیں حتیٰ کہ روح کو اس آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہیں۔

اور جب بدکار شخص مرنے لگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے گندے جسم میں رہنے والی گندی روح! باہر آ جا۔ باہر آ جا تو قابل مذمت ہے اور گرم پانی، پیپ اور اس قسم کے دیگر عذابوں کی بشارت قبول کر۔ اسے مسلسل یہی کلمات کہے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ روح جسم سے باہر آ جاتی ہے۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے لیکن اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ پیغام ملتا ہے کہ گندے جسم میں رہنے والی اس گندی روح کے لیے خوش آمدید نہیں۔ دفع ہو جا تو قابل مذمت ہے، تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے۔ چنانچہ اس کو آسمان ہی سے پھینک دیا جاتا ہے پھر وہ قبر میں لوٹ آتی ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب میت قبر میں دفن کی جاتی ہے تو نیک آدمی قبر میں کسی خوف اور گھبراہٹ کے بغیر اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں اسلام پر تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: وہ آدمی کون تھا (جو تمہارے درمیان بھیجا گیا)؟ وہ جواب دیتا ہے: محمد رسول اللہ ﷺ ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس واضح دلائل لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: اللہ تعالیٰ کو (دنیا میں) دیکھنا کسی کے لیے ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کے سامنے آگ کی طرف ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ (آگ) جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے بچا لیا۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ (مؤمن) جنت کی بہاریں اور جو اس میں موجود (نعمتیں) دیکھتا ہے۔ پھر اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: تو نے ایمان پر زندگی بسر کی اور اسی حال میں فوت ہوا اور اسی پر ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا۔

اور برے آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ بہت گھبرایا ہوا اور خوفزدہ ہوتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھا جاتا ہے: وہ آدمی کون تھا (جو تمہارے درمیان بھیجا گیا)؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا وہی میں بھی کہتا تھا۔ پھر اس کے سامنے جنت سے ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ جنت کی بہاروں اور اس میں موجود نعمتوں کو دیکھتا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ ہے وہ جنت جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محروم کر دیا ہے۔ پھر اس کے لیے آگ سے ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا، تو (دین) کے متعلق شک میں پڑا رہا اور اسی حالت میں مرا جبکہ اسی شک پر (قیامت کے دن) دوبارہ اٹھایا جائے گا۔“

یہ دو روایات ہیں اور ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، کی سند سے آ رہی ہے

مُحَمَّد بْن عَمْرو بْن عَطَاء الْقُرَشِيّ العامري اور ابن أبي ذئب ثقه ہیں لیکن ابن أبي ذئب یعنی محمّد ابن عبد الرحمن بن المغيرة بن الحارث کے لئے احمد کہتے ہیں (سوالات ابی داود، تہذیب الکمال ج ۲۵ ص ٦٣٠

إلا أن مالكًا أشد تنقية للرجال منه، ابن أبي ذئب لا يبالي عمن يحدث

بے شک امام مالک ان سے زیادہ رجال کو پرکھتے تھے جبکہ ابن أبي ذئب اس کا خیال نہیں رکھتے کہ کس سے روایت کر رہے ہیں

ابن اِبی ذئب مدلس بھی ہیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت کو عن سے بھی روایت کیا ہے –
کتاب جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از العلائی (المتوفى: 761هـ) کے مطابق
وقال أبو زرعة وقد سئل عن حديث جابر لا طلاق قبل نكاح لم يسمع بن أبي ذئب من عطاء إنما رواه عمن سمع عطاء
أبو زرعة نے کہا جب ان سے جابر کی حدیث سے متعلق پوچھا گیا کہ نکاح سے قبل کوئی طلاق نہیں-(أبو زرعة نے کہا) اس کو ابن أبي ذئب نے عطاء (**بْنِ أَبِي رَبَاحٍ**) سے نہیں سنا بلکہ اس سے سنا جس نے عطاء سے روایت کیا

راقم کہتا ہے ابن اِبی ذئب نے جو روایت **ابوہریرہ** سے **منسوب** کی ہے اس کا روایت کا متن مبہم اور منکر ہے امکان ہے کہ اس میں تدلیس ہے- اس روایت میں ہے کہ مومن کی

حَتَّى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

روح اوپر لے جائی جاتی ہے حتی کہ اس آسمان پر جا پہنچتی ہے جس پر الله عَزَّ وَجَلَّ ہے

قرآن کہتا ہے کہ اللہ عرش پر ہے اور راوی کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالی کسی آسمان پر ہے- زبان وادب میں اللہ کو آسمان والا کہا جاتا ہے- قرآن میں اللہ تعالی کہتا ہے

الرحمن على العرش الستوى طہٰ :5 رحمن عرش پر مستوی ہوا-

سورہ الحدید میں ہے
هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ، پھر عرش پر متمکن ہو گیا ۔ وہ اسے بھی جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے اورجو کچھ اس میں چڑھتاہے ، اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو ۔ اور جو کچھ بھی تم کیا کرتے ہواسے وہ دیکھتا ہوتا ہے سورہ الحدید

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((انَّ اللّٰہَ کَتَبَ کِتَابًا... فَھُوَ مَکْتُوْبٌ عِنْدَہُ فَوْقَ الْعَرْشِ)) [بخاری،کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : { بل ھو قرآن مجید ; فی لوح محفوظ} (۷۵۵۴)]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے ... جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے۔"

اللہ تعالی عرش پر ہیں جو سات اسمان اوپر ہے اور اللہ تعالی کسی آسمان میں نہیں ہیں لیکن اس روایت زیر بحث میں روح کو خاص اس آسمان پر لے جایا جارہا ہے جس پر اللہ ہے جو ایک غلط عقیدہ ہے -

اہل حدیث زبیر علی زئی نے اس روایت کو اپنے مضمون عذاب قبر حق ہے شمارہ الحدیث میں پیش کیا اور جو نتائج اخذ کیے ان پر نظر ڈالتے ہیں

١٣٩) وعن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال :((إن الميت يصير إلى القبر فيجلس الرجل في قبره من غير فزع ولا مشغوب ثم يقال : فيم كنت؟ فيقول : كنت في الإسلام . فيقال :ما هذا الرجل ؟ فيقول :

الحديث: 46 | 11 | فقہ الحدیث

محمد رسول الله جاء نا بالبينات من عند الله فصدقناه، فيقال له : هل رأيت الله ؟ فيقول :ما ينبغي لأحد أن يرى الله فيفرج له فرجة قبل النار فينظر إليها يحطم بعضها بعضًا، فيقال له :انظر إلى ما وقاك الله ثم يفرج له فرجة قبل الجنة فينظر إلى زهرتها و ما فيها فيقال له: هذا مقعدك على اليقين كنت و عليه مت و عليه تبعث إن شاء الله تعالى . و يجلس الرجل السوء في قبره فزعًا مشغوبًا فيقال :فيم كنت ؟ فيقول :لا أدري !فيقال له :ما هذا الرجل؟ فيقول: سمعت الناس يقولون قولاً فقلته، فيفرج له قبل الجنة فينظر إلى زهرتها و ما فيها فيقال له :انظر إلى ما صرف الله عنك، ثم يفرج له فرجة إلى النار فينظر إليها يحطم بعضها بعضًا فيقال له :هذا مقعدك على الشك كنت وعليه مت و عليه تبعث إن شاء الله تعالى .))

رواه ابن ماجه .

(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یقیناً جب میت کو قبر کی طرف لے جایا جاتا ہے تو (ایمان دار) آدمی اپنی قبر میں بغیر خوف اور ڈر کے اُٹھ بیٹھتا ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تو کس حالت میں تھا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میں اسلام میں (یعنی مسلمان) تھا۔ پھر پوچھا جاتا ہے: یہ آدمی کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: محمد رسول اللہ (ﷺ) ہمارے پاس اللہ کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ اسے کہا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: اللہ کو (دنیا میں) کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا، پھر اس کی قبر میں جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھل جاتی ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ آگ ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ! تجھے اللہ نے اس سے بچا لیا ہے۔
پھر اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی

الحديث: 46 | 12 | فقہ الحدیث

تروتازگیاں اور نعمتیں دیکھتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے، تُو یقین پر تھا، اسی پر تیرا خاتمہ ہوا اور ان شاء اللہ اسی پر تجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔
اور بُرا آدمی اپنی قبر میں خوف اور ڈر کا مارا اُٹھ بیٹھتا ہے تو (اس سے) پوچھا جاتا ہے: تُو کس حالت میں تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: یہ آدمی کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے وہی بات کہہ دی۔ پھر اس کے سامنے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی تروتازگیاں اور نعمتیں دیکھتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ! اللہ نے تجھے اس سے ہٹا دیا ہے۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو دیکھتا ہے کہ آگ ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو شک پر زندہ تھا، اسی پر مرا اور ان شاء اللہ تجھے اسی پر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔
اسے ابن ماجہ (۴۲۶۸، ۴۲۶۲) نے روایت کیا ہے۔
تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اسے محدّث بوصیری نے بھی صحیح کہا ہے۔
فقہ الحدیث:
① قبر میں برزخی اعادۂ روح برحق ہے۔
② دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو حالتِ بیداری میں نہیں دیکھ سکتا۔
③ تقلید جائز نہیں ہے۔
④ خبیث روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔
⑤ عذابِ قبر برحق ہے اس کے لئے جو عذاب کا مستحق ہے اور اہلِ ایمان کے لئے اللہ کے فضل وکرم سے ثوابِ قبر (قبر کی نعمتیں) برحق ہے۔
⑥ اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ کما یلیق بجلالہ وشانہ.
⑦ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ واضح نشانیاں لے کر آئے ہیں۔

غور کریں کے نتائج میں زبیر علی نے لکھا ہے

اللہ تعالی ساتویں آسمان سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے

جبکہ ابن ماجہ کی روایت میں یہ سرے سے موجود ہے ہی نہیں اور اسی سند سے مسند احمد میں جو متن آیا ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالی کسی آسمان پر ہیں- راوی نے واضح نہیں کیا کہ پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا یا ساتواں

راقم کہتا ہے آنکھوں میں دھول جھوکنے میں اہل حدیث کو ملکہ حاصل ہے

اللہ کا شکر جس نے اس جہمی عقیدے کی روایت سے ہم کو نجات دی – وللہ الحمد

روایت میں کافر کی روح کے لئے کہا جاتا ہے

فَإِنَّهُ لَا يُفْتَحُ لَكِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَاءِ، ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ

بے شک آسمان کے دروازے نہ کھلیں گے پس اس کو آسمان سے چھوڑا جاتا ہے پھر وہ روح قبر میں پہنچتی ہے

لیکن راوی واپس نیک بندے کے بارے میں بتانے لگتا ہے کہ قبر میں اسکو بٹھایا جاتا ہے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اب واپس آنے والی کافر کی روح کو بٹھایا جائے اور سوال کیا جائے الٹا مومن کی روح سے سوال جواب ہونے اس روایت سے عود روح بھی ثابت نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس کو پیش نہیں کیا جاتا کیونکہ اس - لگتا ہے میں روح کو جسد میں ڈالنے کے الفاظ نہیں جو زاذان بیان کرتا ہے اور نزاع اسی بات پر ہے لہذا یہ دلیل بھی نہیں بنتی

لوگوں کو روایت کے الفاظ السَّمَاء الَّتِي فِيهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ **بہت پسند آئے کہ ان کے فہم کے مطابق اس سے جاہل جہمیوں**[29] **کو رد ہوتا تھا لہذا ابن تیمیہ نے اس روایت کو صحیح کہا اور کتاب شرح حدیث النزول میں کہتے ہیں**

والمقصود أن في حديث أبي هريرة قوله: " فيصير إلى قبره " كما في حديث البراء ابن عازب، وحديث أبي هريرة روي من طرق تصدق حديث البراء بن عازب، وفي بعض طرقه سياق حديث البراء بطوله، كما ذكره الحاكم، مع أن سائر الأحاديث الصحيحة المتواترة تدل على عود الروح إلى البدن؛ إذ

---

[29] جهم بن صفوان ایک جاہل فلسفی تھا وہ بنو امیہ کے آخری دور میں عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ ایک انرجی نما شی ہے جو تمام کائنات میں سرایت کیے ہوئے ہے اس کا عقیدہ ہندو دھرم شکتی کے مماثل تھا - علماء نے اس کا رد کیا کہا اللہ عرش پر ہے اور بائن من خلقه اپنی مخلوق سے جدا ہے اس میں سرایت کیے ہوئے نہیں ہے - یاد رہے کہ آسمان ہو عرش ہو یا زمین یہ سب مخلوق ہیں لہذا رب تعالی ان سب سے بلند ہیں

المسألة للبدن بلا روح قول قاله طائفة من الناس وأنكره الجمهور، وكذلك السؤال للروح بلا بدن قاله ابن ميسرة وابن حزم، ولو كان كذلك لم يكن للقبر بالروح اختصاص.

اور ابو ہریرہ کی حدیث میں الفاظ اس کو قبر میں کر دیا جاتا ہے تو وہ ویسے ہیں جیسے البراء ابن عازب کی روایت میں ہے اور ابو ہریرہ کی روایت کی البراء ابن عازب کی روایت کی تصدیق کرتی ہے اور اس میں سے بعض حصہ حدیث البراء ابن عازب میں طویل ہے جیسا کہ حاکم نے ذکر کیا – اس کے ساتھ ہی تمام صحیح احادیث متواتر اس پر دلالت کرتی ہیں کہ بدن میں روح کو واپس لایا جاتا ہے – اور بدن سے بغیر روح کے ہی سوال ہوتا ہے ایک گروہ کا قول ہے لوگوں میں سے جس کا جمہور نے انکار کیا ہے اور اسی طرح روح سے سوال بغیر جسم ہو گا یہ ابن میسرة اور ابن حزم کا قول ہے اور اگر ایسا ہو تو قبر کے لئے روح کو کوئی خصوصیت نہیں رہتی

سورہ الملک کا عذاب سے بچانا

یہ روایت حدیث کی کتب ترمذی، ابو داود وغیرہ میں عَبّاسٍ الجُشَمِيّ کی سند سے ہے -ان سے قتادہ نے سننے کا دعوی کیا ہے –عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ اس روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں– عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ کا حال نا معلوم ہے صرف ان کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے جو ان کا طریقہ ہے کہ مجھول کو بھی ثقہ کہتے ہیں- -ابن حبان اور حاکم اس روایت کو صحیح کہتے ہیں

یہ روایت عَنْ أَبِي الجَوْزَاءِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ کی سند سے بھی ترمذی میں نقل ہوئی ہے کہ

بعض صحابہ نے کسی قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا اور اس معلوم نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، پس اس قبر میں ایک انسان سورة . { . تبارک الذی بیدہ الملک . } . پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ سورة ختم کر دی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم . کے پاس تشریف لائے تو عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کیا اور مجھے معلوم نہیں تہا کہ وہ قبر ہے، پس اس قبر میں ایک انسان سورة . { . تبارک الذی بیدہ الملک . } . پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ سورة ختم کر دی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سورة عذاب قبر کو روکتی ہے عذاب قبر سے نجات دیتی ہے اس . (. صاحب قبر .) . کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے-

بخاری، أَبِي الجَوْزَاءِ کی روایت کو فیہ نظر کہتے تھے جو ان کی جرح ہے

ایک اور روایت ہے جس میں اس کو الْمَانِعَةَ کہا گیا ہے لیکن اس کی سند میں بھی راوی عَرْفَجَةَ بْنِ عَبْد الْوَاحد مجھول ہے

الغرض اس کی تمام اسناد ضعیف ہیں امام ترمذی نے ان کو حسن لکھا ہے لیکن بعد والوں نے حسن کو صحیح کر دیا

	صحیح عقیدہ	فرقہ پرستوں کا عقیدہ جمہور
نیند	روح یا نفس جسد میں ہی قید رہتا ہے اس کو توفی یا قبض کرنا کہا گیا ہے یعنی پکڑنا یا قبضہ میں لینا اور نفس	نیند میں روح کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے - زندہ کی روح عالم بالا جاتی ہے جہاں روح کی ملاقات مردوں کو روح سے ہوتی ہے (ابن قیم فی کتاب الروح، ابن تیمیہ فی الفتاوی)

	کے ارسال سے مراد نفس کو (واپس جسد میں ہی) چھوڑنا ہے نیند میں روح نہ تو عالم بالا میں جاتی ہے نہ ہی زندہ کی روح کی مردوں کی روح سے ملاقات ہوتی ہے -اس سے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں	اس قول سے خواب کی تعبیر کا عقیدہ ان فرقوں نے گھڑا ہے
موت	روح کا توفی یا قبض (یعنی پکڑا اور قبضہ میں) کیا جاتا ہے لیکن روح یا نفس کو جسم سے نکال بھی لیا جاتا ہے- قرآن میں توفی کے ساتھ ساتھ اخراج بھی کہا گیا ہے- روح جسم سے مکمل الگ ہو جاتی ہے - قرآن میں امساک روح کا ذکر ہے کہ جس پر موت حکم لگتا ہے وہ مر جاتا ہے اور اس کی روح کو روک لیا جاتا ہے یعنی اخراج کے بعد واپس جسد میں نہیں ڈالا جاتا روح دنیا میں واپس کسی صورت نہیں آتیں الا یہ کہ اللہ کا کوئی معجزہ ہو جن کا صدور ہو چکا اور قرآن میں اسکی خبر دے دی گئی روح اب روز محشر ہی اس دنیا میں یا زمین میں جسد میں ڈالی جائے گی	سلفی و غیر مقلد علماء : بدکاروں کی روحیں برھوت یمن میں ہیں (وہابی علماء، ابن تیمیہ) نیکوکاروں کی روحیں شام میں جابیہ میں ہیں (عبد الوہاب النجدی) -روح کا جسم سے شعاع جیسا تعلق رہتا ہے اور جسد میں آتی جاتی رہتی ہے - (ابن قیم فی کتاب الروح، ابن تیمیہ فی الفتاوی اور وہابی و اہل حدیث علماء قبل تقسیم ہند) --- روح جسد میں ایک دفعہ سوال جواب کے وقت آتی ہے اس کے بعد جنت و جہنم میں جاتی ہے (اہل حدیث پاکستان کا عقیدہ جدید سن ۲۰۰۰ ع کے بعد سے) --- عود روح ہونے پر مردہ زندہ ہو جاتا ہے (قاضی ابو یعلی، شیخ الکل نذیر حسین، بدیع الدین راشدی) --- عود روح ہونے پر مردہ، مردہ ہی ہے (ابن عبد الهادی، اہل حدیث فرقہ پاکستان)- اس خود ساختہ قول سے حیات برزخی کا تصور نکالا گیا ہے تقلیدی علماء : روح جسم میں عجب الذنب میں سمٹ جاتی ہے (ملا علی القاری فی مرقاۃ شرح مشکاۃ) عام لوگوں کی روحیں زمین و آسمان کے درمیان ہیں (النسفی فی شرح العقائد) ارواح قبرستانوں میں (یعنی جسد میں) ہی رہتی ہیں (التمهید از ابن عبد البر اور بیشتر دیوبندی و بریلوی علماء) ان فرقوں کے نزدیک عود روح ہوتا ہے اور مردہ دفنانے والوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے سوائے معدودے چند کے یہ ان کا متفقہ جمہور کا عقیدہ ہے

مبحث پنجم : مردے کی قوت ادراک وسماع وحس پر بحث

انسان میں پانچ قوتیں ہیں

قوت بصر - قوت سمع - قوت شامہ - قوت لامسہ - قوت ذائقہ

چونکہ انسان مر گیا ہے اس میں ان قوتوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہتی- قرآن میں سماع کا انکار مل چکا ہے

سماع الموتی کے قائلین کے نزدیک آیت کا مطلب ہے کہ کفار سن سکتے ہیں لیکن دانستہ بہرے بنے ہوئے ہیں کہ گویا سن نہ رہے ہوں لہذا مردے بھی سن رہے ہوتے ہیں پس وہ جواب نہیں دیتے
اس کے قائل سلف میں ابن تیمیہ ابن کثیر ابن حجر وغیرہم ہیں

یہ بات امثال قرآن کی ہے کہ قرآن اگر کوئی مثال دے تو سچی ہو ورنہ کلام کا نقص ہو گا
آیت میں یہ نہیں ہے کہ مردے جواب نہیں دیتے آیت میں ہے کہ اپ نبی ان کو نہیں سنا سکتے لہذا مردے اور کفار ایک ہیں دونوں نہیں سنتے اسی طرح بہرا ہے جس کو پکارا جائے تو نہیں سنتا

إنك لا تسمع الموتى ولا تسمع الصم الدعاء إذا ولوا مدبرين
بے شک اپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جن وہ پلٹ کر جائیں

یہاں مردے کو کیا سنا سکتے ہیں کیا نہیں کوئی ذکر نہیں کیونکہ وہ عدم قابلیت کی بنا پر مطلّقا نہیں سنتا جبکہ بہرے کے لئے پکار کا لفظ ہے کیونکہ ان میں بعض کچھ سن بھی لیتے ہیں

(وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ) [فاطر: 22]
اپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے

یعنی جو قبروں میں مدفون ہیں ان کو بھی نہیں سنا سکتے اور موتی جو قبروں سے اوپر ہیں ان کو بھی نہیں سنا سکتے

اللہ نے کہا

أَوَ مَن كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ
تو جو میت ہو اس کو ہم زندہ کریں گے

یعنی موت القوّة العاقلة کا زوال ہے مردوں میں تعقل نہیں ہوتا شعور نہیں ہوتا وہ سمجھ نہیں سکتے موت کا مطلب

.زوال القوّة العاقلة، وهي الجهالة :
نحو: أَوَمَنْ كانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْناهُ
[الأنعام/ 122] ، وإيّاه قصد بقوله: إِنَّكَ لا تُسْمِعُ الْمَوْتى

المفردات فی غریب القرآن از راغب اصفہانی

اصل میں آیت میں ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے- یہ آیت ان کفّار کے متعلق ہے جو دعوت توحید کو نہیں سن رہے لہذا ان کو مردوں سے تشبیہ دی گئی کہ گویا یہ مردے ہیں- اللہ کی قدرت سے کیسے انکار ہے لیکن اس کا نظم ہے کہ مردے نہیں سنتے اگر سن لیا تو یہ اللہ کی قدرت کا خاص نمونہ ہے یا عرف عام میں معجزہ ہے-

بہر حال مردہ میں قوت ادراک اور سماع اور حس و شعور سے متعلق روایات ہم تک پہنچی ہیں

کیا مردہ قبر سے باہر والے کو سنتا ہے ؟

فرقہ پرست چونکہ عموم و خصوص میں التباس پیدا کرتے ہیں انہوں نے قلیب البدر کے واقعہ کا معجزہ یا آیت ہونے سے انکار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ہر مردہ کے ساتھ ہوتا ہے

جنگ بدر کے اختتام پر اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کی لاشیں ایک کنواں میں ڈلوا دیں اور تیسرے روز اپ اس قلیب یا کنواں کی منڈھیر پر آئے اور مشرکین مکہ کو نام بنام پکار کر کہا کہ

کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟

عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب نے کہا اپ گلے ہوئے جسموں سے خطاب کر رہے ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کہا یہ اس وقت سن رہے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی موقعہ پر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اس کی خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی انہوں نے اس کی تاویل کی کہ یہ علم ہونا تھا کہ کفار نے حق جان لیا اور مردے نہیں سنتے

ابن رجب تفسیر میں لکھتے ہیں

قد وافقَ عائشةَ على نفي سماع الموتى كلامَ الأحياء طائفة من العلماء. ورجّحَهُ القاضي أبو يعْلي من أصحابِنا، في كتابِ "الجامعِ الكبيرِ" له. واحتجّوا بما احتجتْ به عائشةُ - رضي الله عنها -، وأجابوا عن حديثِ قليبِ بدرِ بما أجابتْ به عائشة - رضي الله عنها - وبأنه يجوزُ أن يكونَ ذلك معجزةً مختصةً - بالنبي - صلى الله عليه وسلم

علماء کا ایک گروہ عائشہ سے موافقت کرتا ہے مردوں کے سننے کی نفی پر جب زندہ ان سے کلام کریں - اور اسی کو راجح کیا ہے قاضی ابویعلی ہمارے اصحاب (حنابلہ) میں سے کتاب جامع الکبیر میں اور دلیل لی ہے جس سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے دلیل لی ہے اور اسی حدیث قلیب بدر کا جواب دیا ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا ہے - اس سے جائز ہے کہ یہ معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص تھا

آیت فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (52) کی تفسیر محاسن التأويل میں محمد جمال الدين بن محمد سعيد بن قاسم الحلاق القاسمي (المتوفى: 1332ھ) لکھتے ہیں

وقال ابن الهمام: أكثر مشايخنا على أن الميت لا يسمع استدلالا بهذه الآية ونحوها. ولذا لم يقولوا: بتلقين القبر. وقالوا: لو حلف لا يكلم فلانا، فكلمه ميتا لا يحنث. وأورد عليهم قوله صلّى الله عليه وسلّم في أهل القليب (ما أنتم بأسمع منهم) وأجيب تارة بأنه روي عن عائشة رضي الله عنهما أنها أنكرته. وأخرى بأنه من خصوصياته صلّى الله عليه وسلّم معجزة له. أو أنه تمثيل
ابن الهمام نے کہا: ہمارے اکثر مشایخ اس آیت سے اور اسی طرح کی دیگر آیات سے استدلال کر کے اس موقف پر ہیں کہ میت نہیں سنتی - اس وجہ سے وہ نہیں کہتے قبر پر تلقین کے لئے- اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی قسم لے کہ فلاں سے کلام نہ کرو گا پھر اس کی موت کے بعد کلام کر لیا تو قسم نہیں ٹوٹے گی- اور اس پر آیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول " تم سماع میں ان سے بڑھ کر نہیں" - اور جواب دیا جاتا ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سماع کا انکار کیا ہے اور دوسرا جواب ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ان کے لئے معجزہ ہے یا ان کے لئے مثال ہے

کتاب مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح میں علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014ھ) لکھتے ہیں
ثُمَّ قَالَ وَتَارَةً بِأَنَّ تِلْكَ خُصُوصِيَّةٌ لَهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مُعْجِزَةٌ وَزِيَادَةُ حَسْرَةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ
پھر کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے معجزہ ہے اور کافرین پر حسرت کی زیادتی ہے
معلوم ہوا کہ قلیب بدر کے واقعہ کو علماء معجزہ کہتے آئے ہیں اسی چیز کا اعادہ البانی نے بھی کیا ہے کہ یہ معجزہ تھا

لیکن بعض علماء نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ مردہ ہر وقت سنتا ہے جب بھی کوئی اسکو پکارے مثلا ابن تیمیہ و ابن قیم –اور عصر حاضر کے حیات فی القبر کے اقراری غیر مقلدین بھی تدفین کے فورا بعد مردے کے سماع کے قائل ہیں

معجزہ کی سادہ فہم تعریف لغت میں دیکھی جا سکتی ہے اس کے علاوہ اصول کی کتب میں بھی ہے –قرآن و حدیث میں مذکور ایسے واقعات جن کا اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے خلاف صدور ہوا معجزہ یا خرق عادت کہلاتے ھیں، جیسے موسی علیہ السلام کے عصاء کا اژدھا بن جانا، عیسی علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش وغیرہ- خرق

عربی میں پھٹ جانے کو کہتے ھیں، معجزے میں چونکہ عادی قانون ٹوٹ جاتا ھے اسلئے اسے خرق عادت کہاجاتا ھے

کمال الدین ابن ہمام معجزہ کی طرف کرتے ہیں

انھا لما کانت مما یعجز عنہ الخلق لم تکن الا فعلا للہ سبحانہ (المسائرہ ج 2 ص 89 مع المسامرہ)

معجزہ جب ایسی چیز ہے کہ اُس کے صادر کرنے سے مخلوق عاجز ہے تو معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہو گا۔

ملا علی قاری مرقاۃ ہامش مشکوۃ ج 2 ص ۵۳۰ میں لکھتے ہیں

المعجزۃ من العجز الذی ھو ضد القدرۃ وفی التحقیق المعجز فاعل فی غیرہ وھو اللہ سبحانہ

معجزہ عجز سے (مشتق) ہے جو قدرت کی ضد ہے اور تحقیقی بات صرف یہ ہے کہ معجزہ وہ ہے جو غیر کے اندر عجز کا فعل پیدا کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ہے

رئیس متکلمین قاضی ابو بکر ابن الطیب الباقلانی (المتوفی 403ھ) لکھتے ہیں

فصل فی حقیقة المعجزة معنى قولنا ان القرأن معجز على اصولنا انه لايقدر العباد عليه وقد ثبت ان المعجز الدال على صدق النبى صلى الله عليه وسلم لايصح دخوله تحت قدرة العباد وانما ينفرد الله تعالى بالقدرة عليه ولا يجوزا ن يعجز العباد عما تستحيل قدرتهم عليه (الى ان قال) وكذلك معجزات سائر الانبياءعلى هذا اه (إعجاز القرآن للباقلاني ج 1 ص 288)

فصل معجزہ کی حقیقت میں

ہمارے اس قول کا مطلب کہ قرآن معجز ہے ہمارے اصول پر یہ ہے کہ بندے اس پر قادر نہیں ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ معجزہ جو صدق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ بندوں کی قدرت کے تحت داخل ہے بلکہ معجز کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ ہی منفرد ہے، بھلا یہ کیسے جائز اور صحیح ہے جو یہ کہا جائے کہ بندے اس چیز سے عاجز ہو گئے جس پر ان کا قادر ہونا ہی محال ہے ... اور یہی حال ہے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کا (کہ وہ بھی داخل تحت قدرۃ العباد نہیں ہیں)

دیکھئے اعجاز القرآن (طبع دار المعارف مصر صفحہ 549)

لیکن آجکل فرقہ پرست قلیب بدر کو معجزہ نہیں کہنا چاہتے بلکہ کہتے ہیں معجزہ کا لفظ استعمال نہ کیا جائے - دیکھتے ہیں معجزہ میں کیا اقوال ہیں یہ اصطلاح اصول و علم کلام کی ہے جو قرآن میں نہیں ہے نہ حدیث میں لیکن علماء نے اس لفظ سے عموم و خصوص کی قید کو سمجھا ہے

مجموعة الرسائل والمسائل میں ابن تيمية الحراني (المتوفى : 728هـ) لکھتے ہیں

وإن كان اسم المعجزة يعم كل خارق للعادة في اللغة وعرف الأئمة المتقدمين كالإمام أحمد بن حنبل وغيره - ويسمونها: الآيات - لكن كثير من المتأخرين يفرق في اللفظ بينهما، فيجعل المعجزة للنبي، والكرامة للولي. وجماعهما الأمر الخارق للعادة.

اور اگرچہ معجزہ کا اسم لغت میں عام طور سے خارق عادت کے لئے ہے اور ائمہ متقدمین جیسے امام احمد اور دیگر اس کو جانتے ہیں- اس کو نام دیا ہے آیات کا لیکن متاخرین میں سے اکثر نے ان الفاظ میں فرق کیا ہے تو معجزہ کو کیا نبی کے لئے اور کرامت کو کیا ولی کے لئے اور ان سب کو امر خارق عادت کیا

النبوات از ابن تیمیہ الدمشقی (المتوفى: 728ھ) کے مطابق

ليس في الكتاب والسنة لفظ المعجزة وخرق العادة وليس في الكتاب والسنة تعليق الحكم بهذا الوصف، بل ولا ذكر خرق العادة، ولا لفظ المعجز، وإنّما فيه آيات وبراهين

کتاب و سنت میں معجزہ یا خارق عادت کا لفظ ہی نہیں ہے نہ کتاب و سنت میں اس وصف پر کوئی حکم ہے نہ خرق عادت کا ذکر ہے نہ لفظ معجزہ کا بلکہ اس میں آیات و براہین ہیں

اس کے بعد ابن تیمیہ اپنی مختلف کتب میں معجزہ اور خارق عادت کے لفظ کے بجائے آیات اور براہین کے الفاظ بولنے پر زور دیتے ہیں اور اشاعرہ، معتزلہ اور امام ابن حزم کے اقوال کا رد کرتے ہیں لب لباب یہ ہے

اشاعرہ	المعتزلة وابن حزم و علماء ظاہر	سلفي
متقدمین اشاعرہ کے نزدیک معجزہ وہ چیزیں ہیں جو صرف الله کی قدرت سے ممکن ہیں جو انسان نہ کر سکتا ہو متاخرین کے نزدیک آیات معجزہ کی جنس سے نہیں ہیں اور ان کا صدور نبی، غیر نبی دونوں سے ممکن ہے جس میں غیر نبی نبوت کا دعوی نہیں کرتا خوراق انبیاء اور خوارق اولیاء کا لفظ بولا گیا ہے	معتزلہ اور امام ابن حزم کے نزدیک جو خرق عادت بات انبیاء سے صدور ہو وو معجزہ ہے اور غیر نبی سے یہ ممکن نہیں لہذا کرامت کوئی چیز نہیں	ابن تیمیہ کے نزدیک کرامات غیر نبی بھی خرق عادت ہیں جن کا صدور ممکن ہے اور ان کو آیات نہیں کہا گیا ہے جو انبیاء کرتے ہیں وہ آیات ہیں اور جو شعبدہ باز ساحر کرتے ہیں وہ معجزہ ہے

ابن تیمیہ کی اصطلاحی تعریف کو قبول کرتے ہوئے عصر حاضر کے وہابی علماء نے کہا ہے

منهاج أهل السنة والجماعة في العقيدة والعمل میں محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421هـ) قرانی لفظ الآية پر لکھتے ہیں

لأن هذا التعبير القرآني والآية أبلغ من المعجزة لأن الآية معناها العلامة على صدق ما جاء به هذا الرسول، والمعجزة قد تكون على يد مشعوذ أو على يد إنسان قوي يفعل ما يعجز عنه غيره، لكن التعبير بـ "الآية" أبلغ وأدق وهي التعبير القرآني فنسمي المعجزات بالآيات هذا هو الصواب.

یہ قرانی تعبیر ہے اور آیت کا لفظ معجزہ سے زیادہ مفہوم والا ہے کیونکہ آیت کا معنی علامت ہے اس سچ پر جو یہ رسول لایا ہے اور معجزہ کسی شعبدہ باز یا انسان کے ہاتھ پر ہوتا ہے جس میں اس کو دوسروں سے بڑھ کر قوت ہوتی ہے کہ دوسرے عجز کا شکار ہوتے ہیں لیکن آیت کی تعبیر ابلغ اور دقیق ہے اور یہ قرانی تعبیر ہے پس ہم معجزات کو آیات کہیں گے جو ٹھیک ہے

شرح العقيدة السفارينية – میں محمد بن صالح بن محمد العثيمين لکھتے ہیں

المعجزات: جمع معجزة، وهي في التعريف أمر خارق للعادة يظهره الله سبحانه وتعالى على يد الرسول شهادة بصدقه، فهو يشهد بصدقه بالفعل وهو إظهار هذه المعجزة.

معجزات: جو معجزہ کی جمع ہے یہ تعریف ہے خرق عادت کام پر جو اللہ تعالی کرتے ہیں رسول کے ہاتھ پر سچ پر بطور شہادت کہ وہ سچائی کو دیکھتا ہے بالفعل اور یہ معجزہ کا اظہار ہے

اصلا ابن تیمیہ اور غیر مقلدین اس گروہ صوفیا میں سے ہیں جو غیر نبی کے ہاتھ پر کرامت مانتے ہیں اور اسی چیز کو اپنی کتابوں میں ابن تیمیہ معجزہ کہتے ہیں – لہذا یہ کھل کر نہیں کہنا چاہتے کہ معجزہ صرف اللہ کا فعل ہے نبی کے ہاتھ پر

ابن تیمیہ سے منسلک لوگوں کے تضادات دیکھیں

ابن تیمیہ کے نزدیک نبی کے ہاتھ پر جو فعل خرق عادت ہو وہ معجزہ نہیں ہے- جو غیر نبی کرے وہ معجزہ ہے

منہاج اہل السنۃ والجماعۃ فی العقیدۃ والعمل میں محمد بن صالح بن محمد العثیمین (المتوفی: 1421ھ) کہتے ہیں

والمعجزة قد تكون على يد مشعوذ أو على يد إنسان قوي يفعل ما يعجز عنه غيره

اور معجزہ وہ ہے جو شعبدہ باز کے ہاتھ پر ہو

اور اہل حدیث مولانا عبد المجید سوہدری کہتے ہیں

http://www.urduweb.org/mehfil/threads/74916.کرامات-اہل-حدیث/

اور جو ظاہری اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہو گا وہ خرق عادت عامہ میں داخل ہو گا۔

اور یہی خرق عادت عامہ جب کسی رجل عظیم کے دعوئی نبوت اور تحدی کے بعد اس سے صادر ہو تو وہ معجزہ ہو گا جو من جانب اللہ اس کے دعوئی کی فعلی تصدیق ہے۔ لیکن اس کے مشابہ جب کوئی خرق عادت امر کسی نبی کے دعوئی نبوت یعنی بعثت اور تحدی سے پہلے ظاہر ہو تو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

اور اگر کسی غیر نبی کے ہاتھ پر اتباع نبی کی برکت سے اس قسم کی خارق عادات علامات دکھائی جائیں تو اس کا نام کرامت ہوتا ہے۔

اور جب یہی علامات کسی ایسے شخص سے صادر ہوں جو کافر ہو یا خلاف شرع امور کا مرتکب ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ امور شیطانی اثر سے صادر

اہل حدیث

ترجمہ محمد جوناگڑھی

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُواْ لَوْلاَ اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَى إِلَيَّ مِن رَّبِّي هَـذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ
اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے؟ آپ فرما دیجئے! کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں

7:203

وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ
اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا

آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر کوئیمعجزہ لے آؤ تو کرو اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہوجائیے
6:35

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلاَّ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَـكِنَّ اللّهَ يَمُنُّ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ وَعلَى اللّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ
ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ تعالی ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے
14:11
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ
یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کیے اور کسی رسول کا یہ (مقدور) نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے
40:78

یہاں یہ اہل حدیث عالم آیات کا ترجمہ معجزہ کرتے ہیں لیکن کچھ اہل حدیث معجزہ لفظ سے ہی الرجک ہیں

غیر مقلد عالم ابو جابر دامانوی نے بھی اپنی کتاب دعوت قرآن کے نام پر قرآن و حدیث سے انحراف میں لکھا کہ قلیب بدر معجزہ تھا

انکار نہیں کرسکتا۔ علی ہذا القیاس اسی طرح قلیب بدر والی خبر بھی بچی ہے اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اس کو بیان کرتی ہے اور تمام اہل علم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور کسی بھی اہل علم نے اسے قرآن کے خلاف قرار نہیں دیا البتہ بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ واقعہ خرق عادت کے طور پر ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا لیکن انکار آج تک کسی نے نہیں کیا اسی

لیکن یہی عالم یہ بھی کہتے ہیں کہ تمام مردے تدفین پر جوتوں کی چاپ سنتے ہیں تو سوال اٹھتا ہے کہ قلیب بدر معجزہ کیسے ہوا؟

لہٰذا یہ لوگ اب معجزہ کی تعریف بدلتے رہتے ہیں

اہل اصول کے ہاں مشہور ہے

لا مشاحۃ فی الاصطلاح

اصطلاح میں کوئی جھگڑا (قباحت) نہیں

یہ قاعدہ فقہاء اور اہل اصول کے ہاں معروف ہے

لیکن معجزہ میں مشاحۃ ہے کیوں آخر اس تعریف کو بدلنے کی ابن تیمیہ کو کیوں ضرورت پیش آئی؟ وجہ اس لئے پیش آئی کہ ابن تیمیہ کے نزدیک قلیب بدر معجزہ نہیں ایک عموم ہے۔

قلیب بدر معجزہ نہیں تھا؟

سماع الموتی کی سب سے بڑی دلیل اس کے قائلین کے نزدیک قلیب بدر کا واقعہ ہے.

ابن تیمیہ فتاوی الکبریٰ ج ۳ ص ۴۱۲ میں لکھتے ہیں

فَهَذِهِ النُّصُوصُ وَأَمْثَالُهَا تُبَيِّنُ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ فِي الْجُمْلَةِ كَلَامَ الْحَيِّ وَلَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ السَّمْعُ لَهُ دَائِمًا ، بَلْ قَدْ يَسْمَعُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ كَمَا قَدْ يُعْرَضُ لِلْحَيِّ فَإِنَّهُ قَدْ يَسْمَعُ أَحْيَانًا خِطَابَ مَنْ يُخَاطِبُهُ ، وَقَدْ لَا يَسْمَعُ لِعَارِضٍ يَعْرِضُ لَهُ ، وَهَذَا السَّمْعُ سَمْعُ إدْرَاكٍ ، لَيْسَ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ جَزَاءٌ ، وَلَا هُوَ السَّمْعُ الْمَنْفِيُّ بِقَوْلِهِ : { إنَّك لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى } فَإِنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ سَمْعُ الْقُبُورِ وَالِامْتِثَالِ .

پس یہ نصوص اور اس طرح کی امثال واضح کرتی ہیں کہ بے شک میت زندہ کا کلام سنتی ہے اور یہ واجب نہیں آتا کہ یہ سننا دائمی ہو بلکہ یہ سنتی ہے حسب حال جیسے زندہ سے پیش اتا

ہے پس بے شک کبھی کبھی یہ سنتی ہے مخاطب کرنے والے کا خطا ب، .. اور یہ سنا ادراک کے ساتھ ہے اور یہ سننا اللہ کے قول { إنَّك لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى} کے منافی نہیں جس سے مراد قبروں اور الامْتِثَال (تمثیلوں) کاسننا ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ٤ ص ٢٧٣ پر لکھتے ہیں

أَمَّا سُؤَالُ السَّائل هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِه فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ؛ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

اور سائل کا سوال کہ کیا میت قبر میں کلام کرتی ہے؟ پس اس کا جواب ہے بے شک وہ بولتی ہے اور سنتی ہے جو اس سے کلام کرے ، جیسا صحیح میں نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ سے مروی ہے کہ بے شک وہ جوتوں کی چاپ سنتی ہے

ابن تیمیہ ج ١ ص ٣٤٩ پر لکھتے ہیں

وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَذَا مُوَافِقٌ لِهَذَا فَكَيْفَ يَدْفَعُ ذَلِكَ ؟ وَمِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ : إنَّ الْمَيِّتَ فِي قَبْرِهِ لَا يَسْمَعُ مَا دَامَ مَيِّتًا كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ
اور بے شک صحیحین سے یہ ثابت ہے اور دیگر کتب سے بے شک میت جوتوں کی چاپ سنتی ہے جب دفنانے والے پلٹتے ہیں پس یہ موافق ہے اس (سننے) سے لہذا اس کو کیسے رد کریں؟ اور ایسے علماء بھی ہیں جو کہتے ہیں : بے شک میت قبر میں نہیں سنتی جب تک کہ وہ مردہ ہے جیسے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) نے کہا

الحمد للہ ڈاکٹر عثمانی اور ان کی تحریک کا عقیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا والا ہی ہے کہ مردہ کسی صورت نہیں سنتا اور ابن تیمیہ نے نزدیک یہ علماء کا قول ہے

ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَالسّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ
اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور متواتر آثار سے پتا چلتا ہے کہ میّت قبر پر زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے

کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم للامام ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۶۲ دار عالم الکتب، بیروت، لبنان میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں

فأما استماع الميت للأصوات، من القراءة أو غيرها – فحق.

پس میت کا آوازوں کو، جیسے قرات اور دیگر کا، سننا حق ہے.

سلف کا اجماع ہے مردے کی پاور فلل صلاحیتوں پر؟ ہمارے خیال میں آپ بھی ابن قیم کی اس بات سے متفق نہیں ہوں گے لہذا عود روح کے عقیدے کو بھی سلف کے نے ان نام نہاد اجماع کے دعووں سے علیحدہ کر کے سوچئے

عبد الوہاب النجدی کے پوتے عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوهاب بن سليمان التميمي (المتوفى: 1285هـ) كتاب المطلب الحميد في بيان مقاصد التوحيد میں لکھتے ہیں

ومن قال: أن الميت يسمع ويستجيب فقد كذب على الله وكذب بالصدق إذ جاءه
جس نے کہا کہ میت سنتی ہے اور جواب دیتی ہے اس نے بے شک اللہ پر جھوٹ باندھا اور اس سچ کا انکار کیا جو اس تک آیا
افسوس کہ ابن کثیر ، ابن تیمیہ اور ابن قیم نے اسی نا انصافی کا ارتکاب کیا ہے اس کے لئے ڈاکٹر عثمانی کی کتاب ایمان الخالص قسط دوم دیکھی جا سکتی ہے

مري تعمير میں مُضمر ہے اک صورت خرابي کی

زبیر علی زئی لکھتے ہیں[30]

میرے علم کے مطابق ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کی کتابوں میں شرک اکابر کا کوئی ثبوت نہیں ہے، تاہم ابن القیم کی ثابت شدہ "کتاب الروح" اور دیگر کتابوں میں ضعیف و مردود روایات ضرور موجود ہیں۔ یہ دونوں حضرات مردوں سے مدد مانگنے کے قائل نہیں تھے، رہا مسئلہ سماع موتی کا تو یہ سلف صالحین کے درمیان مختلف فیہا مسئلہ ہے، اسے کفر و شرک سمجھنا غلط ہے

اگر یہ مسئلہ کفر و شرک کا نہیں تو اس پر بحث بے کار ہے

خواجہ محمد قاسم کی بھی یہی رائے ہے کہ سماع الموتی کا مسئلہ شرک کا چور دروازہ نہیں وہ کتاب کراچی کا عثمانی مذہب میں لکھتے ہیں

سماع موتی اور شرک :۔ میں نہیں سمجھتا سماع موتی کا شرک سے کیا تعلق ہے جب کہ سارا عالم سنتا ہے انسان سنتے ہیں جن سنتے ہیں فرشتے سنتے ہیں، [illegible] استدلال کر کے یا مخصوص حدیثوں کو عام کر کے کوئی بزرگ میت کے سلام وغیرہ سننے کا قائل ہو ہی جائے تو شرک کہاں سے لازم آگیا اور اس پر جہنم کی آگ کیسے فرض ہو گئی؟ اگر اربوں کھربوں زندوں کی سماعت سے توحید کی نفی نہیں ہوتی تو مُردوں کی سماعت سے توحید کی نفی کیسے ہو جائے گی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی توحید صرف مُردوں کے مقابلہ میں ہے؟ یعنی ایک صفت جو ہم زندہ میں موجود مانتے ہیں اور اس سے ہماری توحید کو صدمہ نہیں پہنچتا ہے وہی محدود سی انسانی صفت اگر کوئی غلطی سے مُردہ میں موجود مان لے تو شرک کہاں سے آٹپکتا ہے۔

---

[30] http://www.tohed.com/2014/09/blog-post_80.html

سماع الموتی کے قائلین علماء کا دفاع کرتے ہوئے ایک اہل حدیث عالم لکھتے ہیں

صرف اتنی بات ہے: (إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ) اور (وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ) جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتی (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے: (إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ) کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، سنادیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماع موتی کا اثبات ہے، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنادے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتی بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت: (إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ) اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

مسئلہ اللہ کی قدرت کا نہیں اس کے قانون کا ہے ان اہل حدیث عالم کی بات جہاں ختم ہو تی ہے وہیں سے بریلوی مکتب فکر کی بات شروع ہوتی ہے

اہل حدیث حضرات ابھی تک سماع الموتی کے مسئلے پر یک زبان نہیں ہیں اور بریلویوں اور دیوبندیوں پر شرک کی توپیں داغتے رہتے ہیں

عائشہ (رض) اور سماع الموتی پر موقف

کیا مردے سنتے ہیں؟

اس طرح کے رسالے بعض علماء چھاپتے ہیں اور عوام کو باور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک مردے نہیں سنتے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ علماء اس انبوہ میں شامل ہیں جن کے نزدیک نہ صرف مردے سنتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک مردے اتنے پاور فل ہیں کہ قبر پر کھڑے لوگوں سے مانوس بھی ہو سکتے ہیں

اس قبیل کے علماء قبر پرستوں کو ان کے عقائد پر سند جواز دیتے ہیں –قبروں پر جانے کا ایک مقصد صاحب قبر کو سنانا ہوتا ہے کہ وہ عرضداشت رب العالمین تک پہنچا دیں گے –

اب قرآن میں اگر ہو کہ

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ سوره النمل ۸۰ آیت
اے نبی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پلٹ کر جائیں

اسی طرح قرآن میں اگر ہو

وَما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ [فاطر: 22 وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءَ
اور زندہ مردہ برابر نہیں بے شک اللہ جس کو چاہے سنا دےاور آپ جو قبروں میں ہیں ان کو سنانے والے نہیں

ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جا رہا ہے کہ آپ کفار کو ایمان کی طرف نہیں لا سکتے یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے

تو ان کی جانب سے کہا جاتا ہے اس کا مطلب مجازی لینا ہو گا کہ آپ کفار کو نہیں سنا سکتے لیکن قبر میں پڑے مردوں کو سنا سکتے ہیں- جبکہ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ جب مثال بھی دیتا ہے تو حقیقت بر مبنی ہوتی ہے

ابن الجوزی کتاب السر المصون (بحوالہ الفروع از ابن مفلح) میں کہتے ہیں

الذي يوجبه القرآن والنظر أن الميت لا يسمع ولا يحس قال تعالى وما أنت بمسمع من في القبور سورة فاطر 22 ومعلوم أن آلات الحس قد فقدت
جو چیز قرآن و (نقد و) نظر سے واجب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بے شک میت نہ سنتی ہے نہ محسوس کرتی ہے – اللہ تعالی کہتے ہیں اور آپ جو قبروں میں ہیں ان کو نہیں سنا سکتے سورہ فاطر ۲۲ اور یہ معلوم ہے کہ سننے کے آلات (یعنی کان) ضائع ہو چکے ہوتے ہیں

سماع الموتی کی سب سے اہم دلیل، قلیب بدر کے مردوں کا سماع ہے۔جنگ بدر میں فتح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کی لاشیں ایک کنواں میں پھینک دی جائیں تین دن بعد آپ اس مقام پر گئے اور کنواں کے اوپر آپ نے ۲۴ سرداران قریش کو پکارا اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَكَلَّمَ مِنْ أَجْسَادٍ، لَا أَرْوَاحَ لَهَا

یا رسول اللہ آپ ایسے اجسام سے مخاطب ہیں جن میں ارواح نہیں؟
رسول اللہ نے فرمایا

إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ

بے شک یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں
عائشہ رضی اللہ عنہا سماع الموتی کی انکاری تھیں اور کہتیں تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ یہ سنتے ہیں اصل میں علم ہونا ہے

اور ایسا وہ کیوں نہ کہتیں جبکہ قرآن میں ہے

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے کلام کیا اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں ؟

حدیث میں ہے عمر رضی اللہ عنہ نے حجر الاسود سے کلام کیا

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی سولی پر لٹکتی لاش سے کلام کیا اور اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا صبر کریں بے شک ارواح اللہ کے پاس ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردہ بیٹے سے کلام کیا

وَانَّا بِفرَا قِکَ یَا ابراھیمُ لَمَحْزنُون (اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر غمگیں ہیں) (بخاری کتاب الجنائز)۔اس میں خطاب ایک مرنے والے بچہ سے ہے

فرط جذبات میں مردوں سے زندہ مخاطب ہو سکتا ہے لیکن اس میں اس کا مقصد مردے کو سنانا نہیں ہوتا—امام ابو حنیفہ کہتے تھے کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ میں کسی سے کلام نہ کروں گا اور مرنے کے بعد اس کے لاشے سے کلام کر بیٹھا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی

ابن رجب کتاب اِہوال القبور میں قبول کرتے ہیں

قال الحافظ ابن رجب: وقد وافق عائشة على نفي سماع الموتى كلام الأحياء طائفة من العلماء

اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے موافقت کی ہے بہت سے علماء نے مردوں کے سننے کی نفی میں

واضح رہے کہ اللہ کی قدرت ومنشا میں بحث نہیں ہے وہ تو جو چاہے کر سکتا ہے سوال انسانوں کا ہے کہ کیا وہ اپنی بات مردوں کو سنا سکتے ہیں کہ نہیں

قرآن میں ہے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ سوره فاطر ۲۲

اور زندہ اور مردے برابر نہیں ہیں، بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور آپ انہیں ، جو قبروں میں ہیں، سنانے والے نہیں

یعنی انسان قبر والوں کو نہیں سنا سکتا اللہ چاہے تو ایسا ممکن ہے لہذا اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک قلیب بدر کا واقعہ ایک معجزہ تھا

البانی کتاب آیات البینات از نعمان الوسی کی تعلیق میں کہتے ہیں

قلت : ولذلك أورده الخطيب التبريزي في " باب المعجزات " من " المشكاة "ج 3 رقم 5938
میں کہتا ہوں اسی لئے خطیب التبریزی نے مشکاہ میں اس (قلیب بدر والے واقعہ) کو المعجزات کے باب میں ذکر کیا ہے

سماع الموتی کے دلائل کا تضاد

سماع الموتی کے قائلین کہتے ہیں کہ تمام مردے تدفین کے بعد چاپ سنتے ہیں اس سلسلے میں انبوہ غیر مقلدین کی جانب سے کہا جاتا ہے : " یہ ایک استثناء ہے "- جبکہ یہ استثناء تو تمام مردوں کے لئے بولا جا رہا ہے تو مخصوص کیسے ہوا

ان میں سے بعض لوگوں کی جانب سے کہا جاتا ہے : "جوتیوں کی دھمک سننے سے بات چیت کے سننے کا اثبات غلط ہے " لیکن پھر یہی لوگ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منسوب وصیت بھی پیش کرتے ہیں جس کے مطابق انہوں نے کہا کہ مجھ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اتنی دیر رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے تا کہ میں تم لوگوں سے مانوس ہو جاؤں- گویا ان لوگوں کو خود بھی نہیں پتا کہ ان کے اس نام نہاد استثناء میں کیا کیا شامل ہے اور اسکی حدود کیا ہیں

الشِنقیطی ایک وہابی عالم تھے ۱۹۷۴ میں وفات ہوئی –ان کی آراء کو الجموع البهية للعقيدة السلفية الَّتِي ذكرهَا الْعَلامَة الشّنقيطي مُحَمَّد الأمين بن مُحَمَّد الْمُخْتَار الجَكَنِي فِي تَفْسِيره أضواء

الْبَیَان میں جمع کیا گیا جس کو اِبوالمنذر محمود بن محمد بن مصطفیٰ بن عبد اللطیف المنیاوی نے جمع کیا ہے اور مکتبة ابن عباس، مصر نے چھاپہ ہے

اپنی ایک تقریر میں مسئلہ سماع الموتی پر جرات دکھائی اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے انہوں نے کہا

الشِنقیطی ہَل یسمع الْمَوتَی؟ کیا مردے سنتے ہیں کے سلسلے میں کہتے ہیں

وَأَنَّ قَوْلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّه عَنْهَا وَمَنْ تَبِعَهَا: إِنَّهُمْ لَا يَسْمَعُونَ، اسْتِدْلَالًا بِقَوْله تَعَالَى: {إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتَى} ، وَمَا جَاءَ بِمَعْنَاهَا مِنَ الْآيَات غَلَطٌ مِنْهَا رَضِيَ اللَّه عَنْهَا، وَممَّنْ تبعها.

أور عائشة رضى الله عنها اور ان كى اتباع كرنے والوں كا قول ہے (مردے) نہیں سنتے ہیں جو انہوں نے الله تعالى كے قول إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتَى سے استدلال كيا ہے اور جو انهى معنوں پر آيات آئى ہيں يہ عائشہ رضی اللہ عنہا كى غلطى ہے اور ان كى بهى جنہوں نے ان كى اتبآع كى ہے

الشِنقیطی سے قبل کچھ یہی انداز ابن تیمیہ کتاب الانتصار للإمام إحمد میں اختیار کیا لکھتے ہیں

إنكار عائشة سماع أهل القليب معذورة فيه لعدم بلوغها النص ، وغيرها لا يكون معذورا مثلها ، لأن هذه المسألة صارت معلومة من الدين بالضرورة

عائشہ کا قلیب بدر کے (مردوں کے) سماع کا انکار کرنے میں معذور ہیں کیونکہ نص ان تک نہیں پہنچی اور دوسرے ان کی طرح معذور نہیں ہیں کیونکہ یہ مسئلہ ضرورت کے تحت دین کی معلومات کی طرح پهیل چکا ہے

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ

غیر مقلد عالم ابو جابر دامانوی نے بھی اپنی کتاب دعوت قرآن کے نام پر قرآن و حدیث سے انحراف میں لکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ جو آیات کی تاویل (یعنی وہ جو عقیدہ رکھتی تھیں) وہ اللہ اور اس کے رسول کے قول سے الگ تھا

ی بیان کی ہے اور جناب عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے صحیح بخاری میں الفاظ یہ ہیں۔

انهم الآن يسمعون ما اقول

بے شک وہ میری بات اب سن رہے ہیں) اور طبرانی میں جناب عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت
کے الفاظ یہ ہیں: قالوا یارسول اللہ ہل یسمعون ما تقول (صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ سنتے ہیں جو آپ ان سے کہہ رہے ہیں؟) علامہ الھیثمیؒ
فرماتے ہیں: رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ
کرامؓ کی ایک جماعت یعنی جناب ابوطلحہ انصاریؓ، جناب انس بن مالکؓ، جناب عمر بن
الخطابؓ، جناب عبداللہ بن عمرؓ، جناب عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں
ان صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ان مشرکوں نے سنا تھا۔ اور
ڈاکٹر عثمانی نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے اور جناب قتادہؒ کا قول بھی اس سلسلہ میں انہوں
نے پیش کیا ہے۔ اور اس واقعہ کو انہوں نے خرق عادت یعنی معجزہ مانا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کی
یہ تاویل اپنی جگہ درست ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے بھی قتادہؒ کا قول ذکر کر کے اس کے معجزہ
ہونے کی تصریح کی ہے۔ البتہ قتادہؒ کے قول کی بنیاد کیا ہے؟ اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن
دوسری طرف موصوف نے ان احادیث کو ماننے ہی سے انکار کر دیا ہے اور اس سلسلہ میں
اس نے صرف عائشہؓ کی تاویل کو تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
فرمان کے سامنے کسی صحابی کا اثر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

موصوف گویا کہنا چاہتے ہیں کہ قول نبوی سن کر بھی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو تاویل کی وہ غلط تھی جبکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا جو فقہاء مدینہ کی استاد ہیں ان کے فہم پر مبنی اس تاویل پر اعتراض سات صدیوں تک علمائے اسلام نے نہیں کیا یہاں تک کہ ابن تیمیہ کا جنم ہوا

حدیث قرع النعال پر ایک نظر

صحیح بخاری کی حدیث ہے

عن أنس بن مالك رضي الله عنه، أنه حدثهم: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " إن العبد إذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه، وإنه ليسمع قرع نعالهم أتاه ملكان فيقعدانه، فيقولان: ما كنت تقول في هذا الرجل لمحمد صلى الله عليه وسلم، فأما المؤمن، فيقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله، فيقال له: انظر إلى مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة، فيراهما جميعا – قال قتادة: وذكر لنا: أنه يفسح له في قبره، ثم رجع إلى حديث أنس – قال: وأما المنافق والكافر فيقال له: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول: لا أدري كنت أقول ما يقول الناس، فيقال: لا دريت ولا تليت، ويضرب بمطارق من حديد ضربة، فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين
بخاری ح1374کتاب الجنائز باب ماجاء عذاب القبر

۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب بندہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب اس سے پلٹ چکے تو بلاشبہ وہ جوتوں کی آوز سنتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آ جاتے ہیں جو اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: "تو اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟" اب اگر وہ ایماندار ہے تو کہتا ہے کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں" پھر اس سے کہا جاتا ہے "تو دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے، اللہ تعالی نے اس کے بدل تجھ کو جنت میں ٹھکانا دیا۔" تو وہ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھے گا۔ قتادہ کہتے ہیں "اور ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے" پھر انس کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا۔ اور اگر وہ منافق یا کافر ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا ہے؟" تو وہ کہتا ہے "میں نہیں جانتا۔ میں تو وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔" پھر اس سے کہا جائے گا کہ "نہ تو تُو خود سمجھا اور نہ ہی خود پڑھا۔" اور لوہے کے ہنٹروں سے اسے ایسی مار پڑے گی کہ وہ بلبلا اٹھے گا۔ اور اس کی یہ چیخ جن و انسان کے سوا تمام آس پاس کی چیزیں سنتی ہیں۔"

اب حدیث میں الفاظ ہیں کہ مردہ جوتوں کی چاپ سنتا ہے تو اس کو سماع الموتی کے قائلین عموم مانتے ہیں کہ یہ تمام مردے دفن ہونے پر سنتے ہیں لیکن لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ یہ استثنی ہے جبکہ یہ خاص نہیں بنتا استثنیٰ تو تب ہوتا جب قلیب بدر میں مردوں نے سنا تھا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ واضح اور معلوم ہے کہ مردہ نہیں سنتا جو سب کو پتا ہے

اس روایت پر عثمانی صاحب کی رائے ہے کہ یہ قبر برزخی مقام ہے جہاں بندہ فرشتوں کے جوتیوں کی چاپ سنتا ہے اور یہی رائے امام ابن حزم کی بھی ہے- اس پر عبدالرحمٰن کیلانی نے کتاب روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں عثانی صاحب کی تطبیق کو رد کرنے کو کوشش ناکام کی – عبدالرحمان کیلانی لکھتے ہیں

روایت میں نعالھم ہے جس میں "ھم" جمع کی ضمیر ہے۔ اگر اس سے مراد فرشتے ہیں تو مخالفین کی طرف سے کہا گیا کہ تثنیہ کی ضمیر "ھما" آنا چاہئے تھی۔اس کا جواب عثانی صاحب یہ دیتے ہیں کہ "عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں۔ تثنیہ کے لیے جمع کا استعمال عام ہے۔ جیسے قرآن کی آیت ہے: (قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ (سورۃ شعرا 15)) "فرمایا، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر۔ ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔"" (فاذھبا) "میں تثنیہ کی ضمیر ہے اور" (معکم) "میں جمع کی۔اس طرح بخاری کی حدیثِ خضر میں یہ الفاظ ہیں: (فمرت بهما سفينة فكلموهم ان يحملو هما) "پس گزری ان دونوں (موسی علیہ السلام وخضر علیہ السلام) کے پاس سے ایک کشتی، پس انہوں نے (جمع کا صیغہ) کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان دونوں کو کشتی میں سوار کرلیں۔" (بخاری عربی جلد 1 ص 23، سطر 15،16)" (فکلموہم)" کے ساتھ ساتھ "(فکلماہم)" بھی بخاری کی روایت میں ہے مگر حاشیہ پر اور نسخہ کے طور پر تین میں " (کلموہم)" کو ہی ترجیح دی "گئی ہے جو تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔

عبدالرحمان کیلانی کا جواب

عربی زبان میں تثنیہ کے لیے جمع کا صیغہ عام نہیں۔ اگر عام ہوتا تو گرائمر کی کتابوں میں اس کا ضرور ذکر پایا جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ تثنیہ کی صورت میں جمع کا استعمال شاذ ہے اور اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ مثلا: پہلی مثال میں "کم" کی ضمیر "مع" وجہ سے آتی ہے۔ گویا فرعون کی طرف جانے والے تو صرف دو تھے مگر سننے والوں میں اللہ بھی ساتھ شامل ہو گیا ور ضمیر جمع بدل گئی۔

دوسری مثال میں ایک مقام پر " (کلموہم) "اس لیے آیا ہے کہ موسی علیہ السلام کے ساتھ ان کا ایک ساتھی (یوشع بن نون) بھی تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ لیکن قابل ذکر چونکہ دو ہی ہستیاں تھیں یعنی موسی علیہ السلام اور خضر علیہ السلام، اس لیے اکثر تثنیہ کا ضمیر آیا اور ایک جگہ اشتباہ کی وجہ سے جمع کا ضمیر بھی آیا۔ اگرچہ اس کی حاشیہ میں تصحیح کر دی گئی۔

جواب در جواب

قرآن سے مثال	ہونا چاہیے تھا عربی زبان میں تثنیہ کے لیے تثنیہ کا صیغہ	لیکن کہا گیا تثنیہ کے لیے جمع کا صیغہ
فاذھبا بآیاتنا إنا معکم مستمعون (الشعراء:15)، پس تم دونوں جاؤ ہماری آیات کے ساتھ ہم تمہارے ساتھ سنیں گے	معکما ہونا چاہیے تھا فاذھبا بآیاتنا إنا معکما مستمعون	معکم
{فإذا هم فريقان يختصمون} (النمل:45)، پس جب دو فریق لڑ پڑے	فإذا هم فريقان يختصمان	يختصمون
{وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا} (الحجرات:9) اور جب مومنوں میں دو گروہ قتال کریں	وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلتا	اقتتلوا

{وهل أتاك نبأ الخصم إذ تسوروا المحراب} (ص:21) خبر پہنچی جھگڑے گی جب وہ محراب میں چڑھ آئے	وهل أتاك نبأ الخصم إذ تسورا المحراب خصمان بغى بعضنا على بعض} (ص:22) قرآن میں ان کو دو جھگڑنے والے کہا گیا لہذا یہاں تثنیہ کا صغیہ ہونا چاہیے	تسوروا

ابن عاشور التحریر والتنویر میں لکھتے ہیں

وأكثر استعمال العرب وأفصحه في ذلك أن يعبروا بلفظ الجمع مضافاً إلى اسم المثنى لأن صيغة الجمع قد تطلق على الاثنين في الكلام فهما يتعاوران
اور عرب اکثر استعمال میں اور فصاحت کرتے ہوئے عبارت کرتے ہیں لفظ جمع سے جو مضاف ہوتا ہے اسم المثنی پر کیونکہ جمع کا صیغہ کا اطلاق تثنیہ پر کلام میں ہوتا ہے

مخالفین نے اعتراض کیا "ھم" کی ضمیر اگر" (ملکان)" فرشتوں سے متعلق ہے تو یہ پہلے کیسے آ گئی؟ اس کا جواب عثمانی صاحب یوں دیتے ہیں کہ: "عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر بات بالکل صاف ہو اور سننے والے سے غلطی کرنے کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو پہلے اسم کا ذکر نہیں کیا جاتا جیسے قرآن میں ہے: إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً (35) فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا(سورة الواقعه:35تا36)" ہم نے ان کو (ان کی بیویوں کو) ایک خاص اٹھان سے اٹھایا ہے اور ہم ان کو رکھیں گے کنواریاں۔ سورۃ یس میں: وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ اور ہم نے اس (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔

عبد الرحمان کیلانی کا جواب نمبر 1: پہلی مثال اس لحاظ سے غلط ہے کہ "(إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً)" سے چند آیات پہلے "(وَحُورٌ عِينٌ (22) كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ (سورۃ الواقعہ 22 تا 23)" کا ذکر آ چکا ہے۔ بعد میں جنت کی چند

صفات بیان کر کے " (وَحُورٌ عِينٌ إِنْشَأْنَاهُنَّ) " کی ضمیر " (وَحُورٌ عِينٌ کی طرف پھیری گئی ہے جو درست ہے۔
لیکن عثمانی صاحب اسے خواہ مخواہ " (إِبْكَارًا) " کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ یہ لفظ بعد میں آیا ہے۔

جواب نمبر 2 : مثال تو ایسی درکار تھی کہ ضمیر پہلے آئے اور اس کا مرجع اسم بعد میں ہو۔ پہلی مثال میں آپ نے بعد میں مرجع " (إِبْكَارًا) " جو بتلایا ہے وہ ویسے ہی غلط ہے اور دوسری مثال میں ضمیر کا مرجع اسم مذکور ہی نہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب کا جواب درست کیسے سمجھا جائے؟

جواب در جواب

تفسیر ابن کثیر کے مطابق

قال الأخفش في قوله انا أنشأناهن إنشاء أضمرهن ولم يذكرهن قبل ذلك

الأخفش نے کہا اس قول میں انا أنشأناهن إنشاء ضمیر بیان کی ہے اور ان کا ذکر اس سے قبل نہیں کیا

یعنی یہ وہی بات ہے جو ڈاکٹر عثمانی نے کی ہے –الأخفش عربی زبان کے مشہور نحوی ہیں

اس بحث کو عود الضمير على متأخر کہا جاتا ہے

المقاصد النحوية في شرح شواهد شروح الألفية المشهور میں العيني (المتوفى 855 هـ) پر تعلیق میں دكتور علي محمد فاخر، دكتور أحمد محمد توفيق السوداني، دكتور عبد العزيز محمد فاخر لکھتے ہیں

قال ابن الناظم: "فلو كان ملتبسًا بضمير المفعول وجب عند أكثر البصريين تأخيره عن المفعول؛ نحو: زان الشجر نوره، وقوله تعالى: {وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ} [البقرة: 124] لأنه لو تأخر المفعول عاد الضمير على متأخر لفظًا ورتبة.

ابن ناظم کہتے ہیں پس اگر مفعول کی ضمیر ملتبس ہو تو اکثر بصریوں کے نزدیک مفعول کی تاخیر واجب ہے جیسے زان الشجر نوره سج گیا درخت اس کی روشنی سے . اور الله تعالی کا قول ہے اور جب مبتلا کیا ابراہیم کو تمہارے رب نے پس بے شک اگر مفعول کو متاخر کیا جائے تو اس کی ضمیر اسی لفظ اور مرتبہ کے ساتھ پلٹے گی

ایسا عربی میں کم ہوتا ہے لیکن یہ ناممکنات میں سے نہیں المسوغات (جو قاعدۃ میں ممکن ہوں اگرچہ کم ہوں) میں سے ہے جیسا کہ قرآن میں اسکی مثال بھی ہے اور عربی بلاغت کی کتب میں اس پر بحث بھی موجود ہے

سورة طہ الآیۃ 67 میں بھی اس کی مثال ہے

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِه خيفَةً مُوسَى
پس محسوس کیا اپنے نفس میں خوف موسی نے
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ - کہو وہ - الله احد ہے - ھو ضمیر ہے الله بعد میں ہے
فَإِنَّها لا تَعْمَى الْأَبْصارُ، وَلكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ
پس بے شک یہ آنکھیں اندھی نہیں لیکن دل اندھے ہیں - جو دلوں میں ہیں
فَإِنَّها کی ضمیر پہلے ہے اور یہ الْقُلُوبُ کی طرف ہے جو بعد میں آیا ہے
إِنَّهُ لا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ
بے شک فلاح نہیں پاتے کفار
إِنَّهُ میں الھا کی ضمیر الْكَافِرُونَ کی طرف ہے جو بعد میں آیا ہے
یہ انداز قرآن میں ہے اور بصرہ کے نحویوں نے اس کو بیان کیا ہے واضح رہے کہ قرع النعال والی روایت میں بھی بصریوں کا تفرد ہے

کتاب عروس الافراح فی شرح تلخیص المفتاح از احمد بن علی بن عبد الکافی، ابو حامد، بہاء الدین السبکی (المتوفی: 773ھ) کے مطابق

وقوله: (هو أو هى زيد عالم) يريد ضمير الشأن مثل قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (3) أصله الشأن الله أحد وقوله: أو هى زيد عالم صحيح على رأى البصريين، أما الكوفيون فعندهم أن تذكير هذا الضمير لازم، ووافقهم ابن مالك واستثنى ما إذا وليه مؤنث أو مذكر شبه به مؤنث أو فعل بعلامة تأنيث فيرجح تأنيثه باعتبار القصة على تذكيره باعتبار الشأن، والمقصود من ذلك أن يتمكن من ذهن السامع ما يعقب الضمير لأنه بالضمير يتهيأ له ويتشوق، ويقال فى معنى ذلك: الحاصل بعد الطلب أعز من المنساق بلا تعب، وسيأتى مثله فى باب التشبيه.

قاعدہ یہ ہے کہ ضمیر سے پہلے اس کا مفعول ہونا چاہیے لیکن قرآن میں ہی ضمیریں بعض اوقات پہلے آ جاتی ہیں اور اسم کا ذکر ہی نہیں ہوتا جیسے

إنا انزلناہ فی لیلۃ القدر – ہم نے اس کو نازل کیا القدر کی رات کو — کس کو یھاں بیان ہی نہیں ہوا- آگے کا سیاق بتا رہا ہے قرآن کی بات ہے

عبس وتولی –منہ موڑااور پلٹ گیا– کون ؟ بیان نہیں ہوا تفسیری روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کی گئی

المستشرقین قرآن پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ عربی ادب نہیں ہے –اس کا جواب علماء نحوی دیتے رہے ہیں کہ یہ قرآن کا خلاف قاعدہ انداز بلاغت ہے

الغرض ڈاکٹر عثمانی کی بات عربی نحویوں نے بیان کی ہے اور اس میں بصریوں کا انداز رہا ہے کہ وہ ضمیر کو مفعول یا اسم سے پہلے بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ قرع النعال والی روایت میں ہے

اس طرح اس روایت کی قرآن سے تطبیق ممکن ہے جو عربی قوائد کے اندر رہتے ہوئے کی گئی ہے

ڈاکٹر عثمانی صاحب پر اعترض کیا جاتا تھا کہ انہوں نے حدیث کے مفہوم کی غلط ترجمانی کی ہے جس کو ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی ہی میں ثابت کیا

تھا کہ ترجمہ عربی قوائد کے حساب سے درست ہے اور **نعالھم** میں **ھم** کی ضمیر فرشتوں کی طرف ہے. اس کے لئے کتاب ایمان الخالص قسط دوم دیکھی جاسکتی ہے

ڈاکٹر عثمانی کے ترجمے پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس روایت کے دوسرے طرق میں جو مختصر ہیں ان میں فرشتوں کا ذکر نہیں لہذا جوتوں کی چاپ اصحاب کی ہے۔ صحیح مسلم میں اس روایت کو مختصرا بیان کیا گیا ہے جو راوی کا کرتا دھرتا ہے کیونکہ اسی سند سے یہ مکمل صحیح بخاری میں ہے۔ عود روح کے قائلین کا اصول ہے کہ ایک روایت کا مکمل متن ہی دیکھا جائے گا اس کا اختصار نہیں جیسا انہوں نے زاذان کی عود روح کے سلسلے میں کہا ہے لہذا قرع النعال والی روایت پر یہ اصول کیوں نہیں لگایا جاتا؟

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الميت إذا وضع في قبره أنه ليسمع خفق نعالهم إذا انصرفوا))

بے شک جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے جبکہ وہ (اسے دفنا کر) واپس لوٹتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۰، دارالسلام: ۷۲۱۷)

اس حدیث میں فرشتوں کے آنے کا ذکر ہی نہیں ہے اور صرف دفن کر کے واپس لوٹنے والوں کا ذکر ہے، لہذا اس حدیث سے وہ باطل مفروضہ پاش پاش ہو جاتا ہے مگر افسوس کہ جو لوگ قرآن و حدیث کے بجائے ڈاکٹر عثمانی پر ایمان رکھتے ہیں تو وہ ڈاکٹر موصوف کی اس باطل تاویل کو درست مانتے ہیں اور صحیح حدیث کو رد کر دیتے ہیں۔

اس اضافے کی بنا پر بعض حضرات کو یہ شبہ لاحق ہوا کہ شاید عذاب کے وقت بھی روح کو قبر میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ ابوداؤد کے مذکورہ الفاظ صحیح ثابت نہیں۔ اس لیے کہ ایک تو یہ روایت مختصر ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دوسری روایات جو مفصل بھی ہیں ان میں یہ اضافہ نہیں ملتا۔

بحوالہ المسند فی عذاب القبر از ارشد (کمال ص ۱۵۲)　　　　(بحوالہ مقالات حدیث — مضمون ابو جابر دامانوی ص ۱۷۰)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک روایت جو مفصل ھو اس کو دیکھا جائے نہ کہ راوی کی بیان کردہ مختصر روایت

لہذا اس کا مکمل متن ہی دیکھا جائے جس میں فرشتوں کا ذکر موجود ہے

اہل حدیث علماء کے نزدیک الفاظ حقیقت نہیں کنایہ ہیں

کتاب المسند فی عذاب القبر میں ارشد کمال یا خاور رشید لکھتے ہیں کہ الفاظ کنایہ ہیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ آنے والے دفنا کر واپس چلے جاتے ہیں تو ((انَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ......)) وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوالات کرتے ہیں۔'' [1]

تجزیہ

(۱) قائلین سماع موتی کے متفقہ اصول کے مطابق اس روایت سے عقیدے کا مسئلہ اخذ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خبر واحد ہے۔

(۲) یہ بھی خاص اور استثنائی صورت ہے کیونکہ اس سے عام قاعدہ ماننے کی صورت میں قرآن مجید سے تعارض لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔

(۳) بعض علما نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ فرشتوں کے جلدی آنے سے کنایہ ہے یعنی حدیث میں سماع موتی بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ فرشتوں کا فوراً آنا بیان کرنا مقصود ہے کہ ابھی دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہی ہیں اور ان کی آواز بھی سنائی دے رہی ہوتی ہے کہ فرشتے آ جاتے ہیں۔

(۴) قائلین سماع موتی کے نظریے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خاص صورت ہے کیونکہ جب تک میت کو دفنا نہیں لیا جاتا اس کے سننے کے یہ حضرات بھی قائل نہیں چنانچہ سرفراز خاں صفدر صاحب اپنی کتاب سماع موتی کے ٹائٹل پر لکھتے ہیں: اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جمہور امت عند القبور سماع الموتی کی قائل ہے۔

معلوم ہوا کہ حدیث کے الفاظ کنایہ ہیں نہ کہ حقیقی

اصحاب کے جانے اور فرشتوں کے بیٹھانے کے درمیان نہ سمع ہے نہ کوئی اور حس

سوال ہوتا ہے کہ قرع نعال یعنی جوتیوں کی چاپ والی روایت میں جب فرشتے مارتے ہیں تو

فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَّسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ (بخاری مسلم)

پس وہ (کافر اس مار سے) چیختا ہے اور اس کے چیخنے چلانے کی آواز انسانوں اور جنوں کےعلاوہ پاس والے سنتے ہیں۔

تو ان سے کون مراد ہیں؟

بخاری کے شارح ابن بطال کہتے ہیں کہ الفاظ يَّسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ سے مراد

هم الملائكة الذين يلون فتنته

فرشتے ہیں جو فتنہ (سوال) قبر کے لئے ہوتے ہیں وہی اس چیچ کو سنتے ہیں

مردہ نہیں سنتا لیکن زندہ سنتا ہے لہذا بہت سے علماء نے موقف لیا کہ اس وقت مردہ مردہ ہی نہیں رہتا وہ زندہ ہے میت نہیں ہے -

البانی کتاب آیات البینات از نعمان الوسی پر تقریظ میں لکھتے ہیں

۲:- یہ حدیث ہے اِنَّ المَیِّتَ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اِذَا انْصَرَفُوْا۔ یعنی جب لوگ تدفین کے بعد لوٹنے لگتے ہیں تو مردہ ان کے قدموں کی چاپ سُنتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے "اِنَّ العَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِی قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ

۶۰

وَاِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ۔ یعنی مردے کو قبر میں رکھنے کے بعد جب لوگ لوٹنے لگتے ہیں وہ ان کے پاؤں کی چاپ سنتا ہے اور پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں[۱] یہ حدیث بھی ایک وقت کے ساتھ خاص ہے یعنی جب فرشتے سوال کیلئے آتے ہیں تو وہ زندہ ہوتا ہے اور لوگوں کے قدموں کی چاپ سُنتا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی کوئی عام حکم ثابت نہیں ہوتا، بہت سے علماء نے اس کا یہی مفہوم مراد لیا ہے[۲] جیسے ابن الھمام وغیرہ، ان کے دوسرے دلائل بھی ہیں لیکن ان کی سندیں صحیح نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی

مولوی نزیر حسین لکھتے ہیں

رد کیا ہے۔ انك لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین - اس آیت
شریف میں بھی انکار مردوں کے سننے کا پایا جاتا ہے ان آیات مذکورہ کے سوا اور
بھی آیات ہیں جن سے مردوں کا عدم سماع ثابت ہوتا ہے اور بجز حدیث قرع
نعال سے مردوں کا ایک خاص وقت میں سننا ثابت ہوتا ہے جس وقت کہ مردہ قبر
میں نکیرین کے سوال کے جواب دینے کے لئے زندہ کر دیا جاتا ہے اور اس وقت
مردہ مردہ نہیں رہتا اور حدیث قلیب بدر اسی واقعہ بدر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ
حدیث بخاری ونسائی میں بلفظ الان آچکا ہے پس یہ حدیث عموم سماع موتے پر
دلالت نہیں کرتی۔ الغرض کوئی حدیث صحیح قابل اطمینان سماع موتے میں نہیں آئی
ہے اور جو ہیں وہ ضعاف ومنکرات ہیں اور آیات قرآنیہ کے خلاف اور مسائل
اربعین میں مولانا اسحق صاحب محدث نے بھی سماع موتے سے انکار کیا ہے۔
حررہ فقیر حقیر عبد الحکیم مدرس مدرسہ حقانی چھاؤنی نصیر آباد ضلع اجمیر راجپوتانہ۔

سید محمد نذیر حسین

قاضی ابی یعلی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر کے مطابق

يسمع قرع نعالهم أي صوتها عند الرؤوس قال القاضي: يعني لو كان حيا فإن جسده قبل أن يأتيه الملك فيقعده ميت لا حس فيه انتهى

یسمع قرع نعالھم یعنی سروں پر آواز قاضی ابی یعلی کہتے ہیں اگر زندہ ہوتا کیونکہ جب فرشتے جسد کو بٹھاتے ہیں تو اس وقت میت میں حس نہیں ہوتی

امام البغوی الشافعی (المتوفى: 516هـ) کتاب شرح السنہ میں حدیث پیش کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَرَجِ الْمُظَفَّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّمِيمِيّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ حَمْزَةُ بْنُ يُوسُفَ السَّهْمِيّ، أنا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيد، نَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، نَا عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حِسَّ

«النِّعَالِ إِذَا وَلَّوْا عَنْهُ النَّاسَ مُدْبِرِينَ، ثُمَّ يُجْلَسُ وَيُوضَعُ كَفَنُهُ فِي عُنُقِه، ثُمَّ يُسْأَلُ
.كَثِيرٌ جَدُّ عَنْبَسَةَ: هُوَ كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ رَضِيعُ عَائِشَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ
قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: قَوْلُهُ «إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حِسَّ النِّعَالِ» فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ الْمَشْيِ فِي النِّعَالِ بِحَضْرَةِ
.الْقُبُورِ، وَبَيْنَ ظَهْرَانَيْهَا
عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيد بْنِ كَثِيرٍ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میت چاپ محسوس کرتی ہے جب لوگ پلٹتے ہیں
پھر وہ بیٹھتی ہے اور کفن اس کی گردن تک رکھا جاتا ہے پھر سوال ہوتا ہے
کثیر یہ عنسبہ کے دادا ہیں اور یہ کثیر بن عبید ہیں
بغوی کہتے ہیں کہ قول بے شک میت چاپ محسوس کرتی ہے اس میں دلیل ہے چپل پہن کر
قبروں کے پاس چلنے کے جواز کی اور ان کے درمیان

بغوی نے چاپ محسوس کرنے کی روایت کو استثنا نہیں کہا بلکہ قبرستان میں کبھی بھی قبروں پر چلنے کی اس سے
دلیل لی – یاد رہے کہ صحیح عقیدہ ہے کہ المیت لا یحس و لا یسمع میت نہ سنتی ہے نہ محسوس کرتی ہے

بدیع الدین شاہ راشدی کتاب توحید الخالص میں لکھتے ہیں

﴿ وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَا ﴾

توحیدِ خالص

تالیف
العلامہ الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

ترجمہ : الاستاذ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ

افادات : الشیخ العلامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ

ناشر

المركز الإسلامي للبحوث العلمية

المكتبة الراشدية نيو سعيدآباد سند

دونوں وحی ہیں اور ما اوحی میں تعارض واقع نہیں ہو سکتا پس یہی صورت تطبیق کی ہے۔

قال ابن التین لامعارضة بین حدیث ابن عمر والآیة لأن الموتی لایسمعون بلاشك ولكن إذا اراد الله أسماع مالیس من شانه السماع لم یمتنع كقوله ﴿ إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ ... ﴾ (الأحزاب: ۷۲) وقوله ﴿ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ٱئْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ﴾ (فصلت: ۱۱) كذا في الفتح الحلبي بمصر.

ابن التین کہتے ہیں سیدنا ابن عمرؓ کی حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ بلاشک مردے نہیں سنتے ہیں لیکن جب اللہ اس کو سنانا چاہے جس کی صفت سننا نہیں تو یہ ممتنع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے امانت پیش کی۔ اور فرمایا: ہم نے اسے اور زمین کو کہا خوشی سے آؤ یا ناپسندیدگی سے۔ "فتح الباری" میں اسی طرح ہے۔([1])

وعاشراً: آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں ان کے علاوہ کئی کفار مرے اور قتل ہوئے کسی کو اس طرح خطاب نہیں بلکہ کسی میت سے آپ ﷺ نے کوئی خطاب یا کلام نہیں کیا اگر یہ عام ہوتا اور ان کو خطاب کرتے رہتے تو صحابہ اس طرح نہ سوال کرتے نہ تعجب کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ محض ایک معجزہ اور خرقِ عادت تھی جس سے دوسروں کو تنبیہ ہو گئی۔

حدیث خفق النعال سے استدلال: اسی طرح خفق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری میں اس طرح ہے۔

عَنْ أَنَسٍ ؓ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ. الحديث .

سیدنا انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس پلٹتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔([2])

جواب: یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کہ دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ پر سیدنا براء بن عازبؓ کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صریحاً ذکر ہے:

ففي حديث أصحاب السنن وصححه ابو عوانة وغيره وَفِيهِ "فَتُرَدّ رُوحه فِي جَسَده" وَفِيهِ فَيَأْتِيه مَلَكَانِ فَيَجْلِسَانِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبّك؟ ...الحديث وفيه... وَأَنَّ الْكَافِر تُعَاد رُوحه فِي جَسَده، فَيَأْتِيه مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ الحديث. كذا في الفتح الحلبي بمصر.

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابو عوانہ وغیرہ نے صحیح کہا یوں ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے، دو فرشتے اس

[1]- فتح الباري (۴۷۷/۳) .

یعنی سماع الموتی کا انکار کرنے کے بعد قبر میں اس مردہ کو زندہ قرار دیا گیا تاکہ قرانی آیات کا بھی رد نہ ہو اور حدیث سے تطبیق کی صورت پیدا ہو سکے۔ لیکن وہ علماء مثلا امام ابن حزم جو عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک مردہ میں قوت سماع نہیں اور شعور نہیں لہذا اس سے سوال و جواب لا یعنی ہے۔ لا محالہ یہی ممکن ہے کہ یہ مقام جہاں سوال و جواب ہوا وہ قبر

عالم البرزخ میں ہے

ڈاکٹر عثمانی نے جو تاویل کی وہ اس روایت کو نصوص قرانی کے مطابق کرنے کے لئے کی اور یہ تاویل کی تعریف کے عین مطابق ہے۔ سلفی عالم واصل واسطی کتاب عقیدہ سلف پر اعتراضات کا علمی جائزہ میں تاویل کی تین تعریفات کرتے ہیں

ہے تو پھر ہم کہیں گے کہ ان کو لفظ 'تاویل' سے غلط فہمی ہوئی ہے، کیونکہ لفظ 'تاویل' تین معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) ایک اس معنیٰ میں کہ 'تاویل' کا معنی پھیرنا ہے لفظ کا 'راجح احتمال سے مرجوح احتمال کی طرف۔ اس دلیل کی بنیاد پر جو اس کے ساتھ متصل اور پیوست ہو۔ صرف اللفظ عن الاحتمال الراجح إلى الاحتمال المرجوح لدليل يقترن به۔

(۲) دوسرے اس معنیٰ میں کہ تاویل وہ ہے جس سے الفاظ کی تفسیر کی جائے' برابر ہے کہ وہ ظاہر کے

۱-نورالانوار، ا/ص ۴۲۲

عقیدۂ سلف پر اعتراضات کا علمی جائزہ ۹۲

موافق ہو یا ظاہر کے موافق نہ ہو۔ التأويل هو تفسير الكلام سواء وافق ظاهره أو لم يوافقه۔

(۳) تیسرے اس معنیٰ میں کہ تاویل وہ حقیقت ہے، جس کی طرف کلام کا رجع (لوٹنا) ہوتا ہے، یعنی مصداق کلام۔ التأويل هو الحقيقة التي يؤول الكلام إليه۔(۱)

حدیث قرع النعال پر ایک اور نظر

قرع النعال والی روایت صحیحین میں جن سندوں سے آئی ہے وہ یہ ہیں-اس روایت کو دنیا میں صرف ایک صحابی انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ان سے دنیا میں صرف بصرہ ایک مشہور مدلس قتادہ روایت کرتے ہیں قتادہ بصری سے اس کو دو اور بصری روایت کرتے ہیں— جن میں ایک عبد الرحمان بن شیبان بصری ہیں اور دوسرے سعید بن ابی عروبہ بصری ہیں- امام مسلم صحیح میں اس کو شیبان کی سند سے لکھتے ہیں اور امام بخاری اس کو سعید بن ابی عروبہ المتوفی ۱۵۶ھ کی سند سے لکھتے ہیں

روایت میں عربی کی غلطی پر محققین کی آراء

قرع النعال کی روایت ان الفاظ سے نہیں آئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بولے تھے یہ روایت بالمعنی ہے اور اس میں دلیل یہ ہے کہ عربی کی غلطی ہے

کتاب الميسر في شرح مصابيح السنة میں فضل الله بن حسن التُّورِبِشْتي (المتوفى: 661 هـ) حدیث قرع النعال پر لکھتے ہیں

لما أشرنا إليه من دقيق المعنى وفصيح الكلام، وهو الأحق والأجدر ببلاغة الرسول – صلى الله عليه وسلم – ولعل الاختلاف وقع في اللفظين من بعض من روى الحديث بالمعنى، فظن أنهما ينزلان في هذا الموضع من المعنى بمنزلة واحدة.

ومن هذا الوجه أنكر كثير من السلف رواية الحديث بالمعنى خشية أن يزل في الألفاظ المشتركة، فيذهب عن المعنى المراد جانبا.

قوله – صلى الله عليه وسلم – (لا دريت ولا تليت) هكذا يرويه المحدثون، والمحققون منهم على أنه غلط، والصواب مختلف فيه، فمنهم من قال: صوابه: لا أتليت- ساكنة التاء، دعا عليه بأن لا تتلى إبله. أي: لا يكون لها أولاد تتلوها، فهذا اللفظ على هذه الصيغة مستعمل في كلامهم، لا يكاد يخفى على الخبير باللغة العربية، فإن قيل: هذا الدعاء لا يناسب حال المقبور؛ قلنا: الوجه أن يصرف معناه إلى أنه مستعار في الدعاء عليه بأن لا يكون لعمله نماء وبركة. وقال بعضهم: أتلي: إذا أحال على غيره، وأتلى: إذا عقد الذمة والعهد لغيره. أي: ولا ضمنت وأحلت بحق على غيرك، لقوله: (سمعت الناس) ومنهم من قال: (لا ائتليت) على أنه افتعلت، من قولك: ما ألوت هذا، فكأنه يقول: لا استطعت، ومنهم من قال: (تليت) أصله: تلوت، فحول الواو ياء لتعاقب الياء في دريت.

قوله – صلى الله عليه وسلم – (يسمعها من يليه غير الثقلين) إنما صار الثقلان/ 19 ب عن سماع ذلك بمعزل لقيام التكليف ومكان الابتلاء، ولو سمعوا ذلك

جب ہم معنی کی گہرائی اور کلام کی فصاحت دیکھتے ہیں جو رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی بلاغت کلام کے لئے احق ہو – تو دو الفاظ میں بالمعنی روایت کی وجہ سے اختلاف ہو جاتا ہے پس گمان ہوتا ہے کہ یہ دونوں معنی میں اپنے مقام سے گر گئے اور اسی وجہ سے سلف میں سے بہت سوں نے روایت بالمعنی کا انکار کیا اس خوف سے کہ مشترک الفاظ معنی میں ایک ہو جائیں جن کا معنی الگ ہوں – رسول الله کا قول ہے (لا دریت ولا تلیت) اور ایسا محدثین نے روایت کیا ہے اور جو (عربی زبان کے) محقق ہیں ان کے نزدیک یہ غلط ہیں ، ٹھیک یا صحیح ہے لا أتلیت- ساكنة التاء، جو پکارتا ہے اس پر نہیں پڑھا گیا یعنی اس کی اولاد نہیں تھی جو اس پر پڑھتی پس یہ لفظ ہے جو اس صیغہ پر ہے جو کلام میں استعمال ہوتا ہے اور یہ عربی زبان جاننے والے سے مخفی نہیں ہے پس اگر کہے یہ پکار ہے جو قبر والے کے لئے مناسب نہیں ہے تو ہم کہیں گے اگر معنی پلٹ جائیں کہ وہ اس پر استعارہ ہیں پکار کے لئے کیونکہ اس کے لئے عمل نہیں ہے جس میں بڑھنا اور برکت ہو – اور بعض نے کہا أتلي جب اس کو کسی اور سے تبدیل کر دیا جائے اور أتلي جب ذمی سے عقد کرے اور عهد دوسرے سے کرے یعنی اس میں کسی اور کا حق حلال یا شامل نہ کرے ... اور کہا لا ائتلیت کہ اس نے کیا اس قول سے ما ألوت هذا یعنی میں نے نہیں کیا اور ان میں ہے تلیت اس کی اصل تلوت ہے پس واو کو تبدیل کیا ی سے

کتاب غریب الحدیث میں خطابی (المتوفی: 388ھ) کہتے ہیں
في حديث سؤال القبر: "لا دريت ولا تليت" . هكذا يقول المحدثون، والصواب: ولا ائْتَلَيت، تقديره: افتعلت، أي لا استطعت, من قولك: ما ألوت هذا الأمر, ولا استطعت.

بغوی شرح السنہ میں لکھتے ہیں

قَوْلُهُ: «وَلا تَلَيْتَ»، قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ: هَكَذَا يَقُولُ الْمُحَدِّثُونَ، وَهُوَ غَلَطٌ

خطابی نے کہا محدثین نے کہا ہے وَلا تَلَيْتَ جو غلط ہے

اور قبر میں سوال والی حدیث میں ہے "لا دريت ولا تليت" ایسا محدثین نے کہا ہے اور ٹھیک ہے ولا ائْتَلَيت

مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار میں جمال الدين الهندي الفَتَّنِي الكجراتي (المتوفى: 986هـ) کہتے ہیں
ومنه حديث منكر ونكير: لا دريت ولا "ائتليت" أي ولا استطعت أن تدري يقال: ما ألوه أي ما استطيعه، وهو افتعلت منه، وعند المحدثين ولا تليت والصواب الأول

اور حدیث منکر نکیر میں ہے لا دریت ولا "ائتلیت" ... اور محدثین کے نزدیک ہے ولا تلیت اور ٹھیک وہ ہے جو پہلا ہے

لسان العرب میں ابن منظور المتوفی ۷۱۱ کہتے ہیں
لَا دَرَيْتَ وَلَا ائْتَلَيْتَ
؛ وَالْمُحَدِّثُونَ يَرْوُونَهُ
لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيتَ
، وَالصَّوَابُ الأول.

لَا دَرَيْتَ وَلَا ائْتَلَيْتَ اور یہ محدثین ہیں جو اس کو روایت کرتے ہیں لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيتَ اور ٹھیک پہلا والا ہے

پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن کتاب توفیق الباری جلد سوم میں لکھتے ہیں

کتاب الجنائز ۲۷۳

نہیں ہوگا (کیونکہ اس کا کفر تو ظاہر ہے) مگر ترمذی نے ان روایات کے پیش نظر جن میں کافر کا لفظ ہے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ کافر سے بھی سوال ہوں گے۔ نابالغ بچے کے بارہ میں حنفیہ کا موقف ہے کہ سوال ہوگا، قرطبی نے بھی یہی لکھا ہے مگر شافعیہ کہتے ہیں کہ نہ ہوگا اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بچہ مر رہا ہوتو اسے کلمہ کی تلقین کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ نبی سے سوال کی بابت بھی اختلاف ہے۔

(لادریت ولا تلیت) تلیت دراصل تکوت ہے، تلا یتلو سے۔ مواخات (یعنی دریت سے قافیہ ملانے کی خاطر) واو کو یاء سے تبدیل کردیا، یہ ثعلب کا کہنا ہے اصمعی سے منقول ہے کہ یہ اصلا (ائتلیت) تھا بروزن افتعلت۔ خطابی نے اسی پر صاد کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے یونس بن حبیب سے نقل کیا ہے کہ درست روایت (لا دریت ولا أتلیت) ہے، کہا جاتا ہے(ماأتلت إبله)أی لم تلد أولاداً یتبعو نھا گویا مطلب یہ ہوا کہ نہ خود قرآن جانا نہ جاننے والوں کی اتباع کی۔ احمد کی حدیث ابی سعید میں ہے(لادریت ولا اھتدیت)

یعنی اس میں بصرہ کے محدثین نے غلطی کی اور روایت میں عربی کی فحش غلطی واقع ہوئی جو کلام نبوی کے لئے احق نہیں ہے کہ اس میں عربی کی غلطی ہو- عربی کی اس غلطی سے ظاہر ہوا کہ یہ روایت اس متن سے نہیں ملی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے- ڈاکٹر عثمانی کا کہنا تھا کہ اس میں یسمع مجھول کا صیغہ ہے اس پر امیر جماعت المسلمین مسعود احمد نے ذہن پرستی میں لکھا تھا

علماء کہتے ہیں کہ "یسمع " مجہول کا صیغہ ہے ۔ یہ کون سے علماء ہیں، کیا ان کا درجہ محدثین سے زیادہ ہے ۔ محدثین کے مقابلہ میں ان علماء کی رائے کو پیش کرنا مناسب نہیں، محدثین جنھوں نے حدیث کو تلفظاً اپنے استاد سے سنا ہو ان کو زیادہ صحیح معلوم ہے یا بعد کے علماء کو کہ یہ لفظ معروف ہے یا مجہول ۔ اگر امام بخاریؒ نے اس لفظ کو مجہول کے صیغہ سے سنا ہوتا تو وہ

۷۳

کبھی اس حدیث پر باب نہ باندھتے ۔

"باب المیت یسمع خفق النعال" (یہ باب کہ مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے)

باب سے ظاہر ہے کہ مُردہ سنتا ہے اور باب کا مضمون حدیث کے متن کا شاہد ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث میں "یسمع" معروف کا صیغہ ہے ۔ محدثین نے تلفظاً اس حدیث کو اپنے استادوں سے سنا، انہوں نے اپنے استادوں سے اور اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ حضرت انسؓ نے اسی طرح بیان کیا، نتیجہ یہ نکلا کہ بقول موصوف کے یہ شرکیہ جملہ حضرت انسؓ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی نکلا بلکہ اللہ تعالٰی نے اسی طرح فرمایا تھا نعوذ باللہ من ذٰلک ۔ سوچئے کیا یہ اللہ اور رسول پر ایمان ہے؟ کیا

مسعود احمد کا یہ دعوی کہ یہ روایت تلفظا وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے عربی نحویوں اور شارحین حدیث کے موقف کے خلاف ہے کہ یہ روایت عربی کی غلطی رکھتی ہے

ابن فورک کا کہنا ہے کہ رسول اللہ نے لغت عرب میں کلام کیا ہے جس کے الفاظ متداول ہیں۔ سلفی عالم واصل واسطی عقیدہ سلف پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۱۳۷ میں لکھتے ہیں

ں پر سخت تنقیدات کی ہیں۔ ہم بطور نمونہ ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ علامہ ابن فورکؒ لکھتے ہیں:

اعلم أن أول ما في ذلك أنا قد علمنا أن النبي عليه السلام إنما خاطبنا بذلك ليفيدنا أنه خاطبنا علىٰ لغة العرب...... فلا يخلو أن يكون قد أشار بهذه الألفاظ إلى معان صحيحة مفيدة أولم يشر بذلك إلى معنى وهذا مما يجل عنه أن يكون كلامه يخلو من فائدة صحيحة ومعنى معقولٍ فإذا كان كذلك ...... فلا يخلو أن يكون إلىٰ معرفتها طريق أولا يكون إلىٰ معرفتها طريق فإن لم يكن إلىٰ معرفتها طريق وجب أن يكون تعذر ذلك لأجل أن اللغة التي خاطبنا بها غير مفهومة المعنىٰ ولا معقولة المراد والأمر بخلاف ذلك فعلم أنه لم يعم علىٰ المخاطبين من حيث أراد بهذه الفاظ غير ما وضعت لها۔ (٢)

اولاً: یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس طرح خطاب کیا ہے کہ وہ ہمیں یہ بتادیں کہ انہوں نے ہمیں لغت عرب کے مطابق خطاب کیا ہے۔ اس کے الفاظ متداول ہیں اور اس کے معانی ان کے درمیان معقول ہیں۔ اب آپ کے یہ الفاظ دو حالتوں سے خالی نہیں ہو سکتے، یا تو آپ نے ان الفاظ کے ذریعے صحیح اور مفید معانی کی طرف اشارہ کیا ہوگا یا نہیں۔ اس دوسری شق

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ لغت عرب میں جو الفاظ تھے ہی نہیں وہ قرع النعال کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیے گئے ہیں — تمام قرائن اشارہ کرتے ہیں کہ روایت کا متن صحیح بیان ہوا ہی نہیں

رواۃ پر محدثین کی آراء

شَيبَان بن عبد الرحمن التَّميمي بصرہ کے محدث ہیں — امام مسلم نے اس روایت کو ان کی سند سے نقل کیا ہے انکے لئے امام ابن ابی حاتم کتاب الجرح والتعدیل میں کہتے ہیں میرے باپ نے کہا

يكتب حديثه ولا يحتج به

اس کی حدیث لکھ لو دلیل مت لینا

اسی کتاب میں ابی حاتم اپنے الفاظ لا یحتج بہ کا مفہوم واضح کرتے ہیں

کتاب الجرح و تعدیل میں لکھتے ہیں

قال عبد الرحمن بن أبي حاتم: قلت لأبي: ما معنى (لا يحتج به) ؟ قال: كانوا قوما لا يحفظون، فيحدثون بما لا يحفظون، فيغلطون، ترى في أحاديثهم اضطرابا ما شئت ". انتهى.

فبين أبوحاتم في إجابته لابنه: السبب في أنه لا يحتج بحديثهم، وهو ضعف حفظهم، واضطراب حديثهم.

عبد الرحمن بن أبي حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ لا یحتج به کیا مطلب ہے انہوں نے کہا ایک قوم ہے رجال کی جو یاد نہیں رکھتے تھے اور حدیثیں بیان کرتے ہیں جو انکو یاد نہیں ہوتیں پس ان میں غلطیاں کرتے ہیں پس تم دیکھو گے کہ انکی حدیثوں میں اضطراب کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے

ابن ابی حاتم نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ لا یحتج بہ کا کیا مطلب ہے

امام بخاری نے قرع النعال کو سعید بن ابی عروبہ کی سند سے لکھا ہے اور ان سے دو لوگ روایت کرتے ہیں

یزید بن زریع اور عبد الاعلی بن عبد الاعلی

مسئلہ یہ ہے کہ سعید بن ابی عروبہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوئے اور ان کی اس کیفیت پر محدثین میں اختلاف ہے کہ یہ کب واقع ہوا

امام البزار کہتے ہیں ۱۳۳ ہجری میں ہوا تہذیب التہذیب از ابن حجر

قال أبو بكر البزار أنه ابتدأ به الاختلاط سنة "133" میں

یحییٰ ابن معین کہتے ہیں ۱۴۲ھ میں ہوا

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ۱۴۵ھ میں ہوا

یزید بن زریع

ابن حجر تہذیب میں کہتے ہیں

وقال ابن السكن كان يزيد بن زريع يقول اختلط سعيد في الطاعون يعني سنة 132 وكان القطان ينكر ذلك ويقول إنما اختلط قبل الهزيمة قلت والجمع بين القولين ما قال أبو بكر البزار أنه ابتدأ به الاختلاط سنة "133" ولم يستحكم ولم يطبق به وأستمر على ذلك ثم استحكم به أخيرا

اور ابن السکن کہتے ہیں یزید بن زریع نے کہا سعید بن ابی عروبہ کو اختلاط طاعون پر سن ۱۳۲ میں ہوا اور القطان نے اس کا انکار کیا اور کہا ہزیمت پر ہوا اور ان اقوال میں اس طرح جمع ممکن ہے جو البزار نے کہا کہ ان کے اختلاط کی ابتداء سن ۱۳۳ میں ہوئی لیکن مستحکم نہ تھی اور اس میں استحکام ہوتا گیا یہاں تک کہ آخر میں مستحکم ہو گیا

ابن حجر کے مطابق سن ۱۳۳ میں سعید کو اختلاط شروع ہو چکا تھا اور کلاباذی کے مطابق سن ۱۳۹ھ میں ابن زریع نے سنا

الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد از إبو نصر البخاري الكلاباذي (المتوفى: 398ھ) کے مطابق

وَقَالَ الْغلابي نَا ابْن حَنْبَل قَالَ نَا يزِيد قَالَ مر بِنَا سعيد بن أبي عرَوبَة قبل سنة 39 فسمعنا مِنْهُ

الْغلابِي کہتے ہیں ابن حنبل نے کہا ہم سے یزید نے بیان کیا کہ سعید ہمارے پاس ۱۳۹ھ سے پہلے گزرے جب ہم نے سنا

امام احمد کے مطابق سعید سے یزید کا سماع صحیح ہے کیونکہ انہوں نے ۱۴۵ھ میں اختلاط والی رائے کو ترجیح دی ہے ۔راقم کے نزدیک یہ مشکوک ہے

عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی

امام بخاری نے اس روایت کو عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی کی سند سے بھی نقل کیا ہے اس میں بھی سماع پر محدثین کا اختلاف ہے

تہذیب التہذیب از ابن حجر کے مطابق

وقال ابن القطان حديث عبد الأعلى عنه مشتبه لا يدري هو قبل الاختلاط أو بعده

اور ابن القطان نے کہا عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی کی سعید بن ابی عروبہ سے روایت مشتبہ ہے – نہیں پتا کہ اختلاط سے قبل سنا یا بعد میں

عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ بھی نہیں ہیں

و قال ابن سعد: "لم يكن بالقوی

ابن سعد کہتے ہیں یہ قوی نہیں تھے

سنن اربعہ اور مسند احمد میں یہ روایت عبد الوھاب بن عطا اور روح بن عبادہ کی سند سے ہے- یہ دونوں راوی بھی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں مثلا عبد الوہاب، امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہیں اور روح بن عبادہ، امام النسائی اور ابی حاتم کے نزدیک ضعیف ہیں

روایت پر علماء کا عمل

محدثین کا ایک گروہ اس روایت سے دلیل نہیں لیتا جن میں امام احمد ہیں

امام احمد باوجود یہ کہ قرع النعال والی روایت کو مسند میں روایت کرتے ہیں لیکن جوتیوں کی چاپ سننے والی روایت پر عمل نہیں کرتے اور قبرستان میں داخل ہونے سے پہلے جوتیاں اتارنے کا حکم کرتے تھے ظاہر ہے نہ جوتیاں ہوں گی نہ ان کی چاپ کا سوال اٹھے گا

کتاب مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبد اللہ کے مطابق

وَقَالَ أبي يخلع نَعْلَيْه فِي الْمَقَابِر

میرے باپ (احمد) کہتے ہیں قبرستان میں نعل اتار دو

وَكَانَ يَأْمر بخلع النِّعَال فِي الْمَقَابِر

امام احمد حکم دیتےتھے کہ قبرستان میں نعل اتار دو

رَأَيْت ابي اذا اراد ان يدْخل الْمَقَابِر خلع نَعْلَيْه وَرُبمَا رَأَيْته يُرِيد ان يذهب الى الْجنَازَة وَرُبمَا لبس خفيه اكثر ذَلِك وينْزع نَعْلَيْه

میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو جوتے اتار دیتے

امام احمد کے بیٹے کتاب العلل ومعرفة الرجال میں لکھتے ہیں
رَأَيْت أبي إِذا دخل الْمَقَابِر يخلع نَعْلَيْه فَقلت لَهُ إِلَى أَي شَيْء تذْهب فَقَالَ إِلَى حَدِيث بشير بن الخصاصية
میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ قبرستان میں اتے تو جوتے اتارتے پس میں نے کہا کس بنا پر اس کو کیا؟ انہوں نے کہا حدیث بشير بن الخصاصية سے لیا
ابی داود کتاب میں لکھتے ہیں

رَأَيْتُ أَحْمَدَ إِذَا تَبِعَ جِنَازَةً فَقَرِبَ مِنَ الْمَقَابِرِ خَلَعَ نَعْلَيْهِ

میں نے احمد کو دیکھا جب وہ جنازہ کے پیچھے قبرستان کے پاس پہنچتے تو جوتے اتار دیتے

كتاب مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه کے مطابق امام احمد

فلما سلم خلع نعليه ودخل المقابر في طريق [عامية] 2 مشياً على القبور حتى بلغ القبر

پس جب (نماز جنازہ سے) سلام پھرنے کے بعد جوتے اتارتے اور قبرستان میں داخل ہوتے حتی کہ قبر تک پہنچتے

امام احمد کا عمل قرع النعال والی روایت پر نہیں بلکہ بشیر بن الخصاصية کی روایت پر تھا جو ابو داود نے بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ بَيْنَ الْقُبُورِ میں روایت کی ہے جس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک یہ قرع النعال سے زیادہ صحیح روایت تھی ورنہ اعلی کو چھوڑ کر ادنی پر عمل کیوں تھا

ابن قدامة المغني ج 2 ص ٤٢١ میں کہتے ہیں
قال الإمام أحمد رحمه الله إسناد حديث بشير بن الخصاصية جيد أَذْهَبُ إلَيْهِ، إلَّا مِنْ عِلَّةٍ

امام احمد کہتے ہیں بشیر بن الخصاصية والی حدیث کی اسناد جید ہیں اسی پر مذہب ہے سوائے اس کے کہ کوئی علت ہو

اتنے سارے حوالے واضح کرتے ہیں کہ امام احمد نے سرے سے اس روایت پر عمل ہی نہیں کیا کہ جوتیاں پہن کر مردے کو دفناتے وقت چلے ہوں امام احمد جس قسم کے روایت پسند شخص تھے ان سے اس قرع النعال روایت پر عمل کرنا سرے سے بیان ہی نہیں ہوا کیوں ؟ اس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن الخصاصیۃ رضی اللہ عنہ کی روایت پر مذھب ہے

ابواب صحیح البخاری

قارئین اپنے ذھن میں رکھیں کہ اس حدیث پر اجماع خود امام بخاری کے دور میں نہیں ملتا اس پر بعض محدثین خود عمل نہیں کرتے اس میں بعض محدثین کے نزدیک سماع فی اختلاط کا مسئلہ ہے خود امام بخاری نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا- روایت پر باب باندھنا تبصرہ نہیں ہے جس کی مثال ہے کہ ادب المفرد میں بھی امام بخاری باب باندھتے ہیں جبکہ اس کی تمام راویات صحیح نہیں ہیں- صحیح بخاری کے ابواب سے متعلق جو خبریں ملی ہیں ان کے تحت جامع الصحیح کے تمام ابواب امام بخاری کے قائم کردہ نہیں ہیں

قارئین کی آسانی کے لئے راقم تھوڑی وضاحت کرتا ہے کہ اصل نسخہ جو امام بخاری کا تھا وہ ان کے شاگردوں نے ان سے نقل کیا اس میں ان کے شاگرد الفربری کا نسخہ سب سے بہتر سمجھا جاتا ہے اس کے علاوہ ان کے شاگردوں إبراهيم بن مَعْقل بن الحجاج النسفي المتوفى ٢٩٥ ھ اور نسوى المتوفى ٢٩٠ ھ اور بزدوی ٣٢٩ھ کا نسخہ بھی تھا- پھر ان کی سندیں چلتیں ہیں جو صغانی ، ابو ذر، أبو الهيثم محمد بن مكي بن محمد کشمیھنی المتوفی ٣٨٩ ھ ،أبو محمد عبد الله بن احمد بن حمّويه حموى المتوفى ٣٨١ ھ ، مستملی المتوفی ٣٧٦ ھ سے ہیں- أَبُو مُحَمَّد الْحَمَوِيّ ،أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي ، أَبُو الْهَيْثَم الْكشميهني تینوں إمام الفربری کے شاگرد ہیں اور ابوذر ان تینوں کے شاگرد ہیں

کتاب التعديل والتجريح , لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح از أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث التجيبي القرطبي الباجي الأندلسي (المتوفى: 474ھ) کے مطابق

وَقد أخبرنَا أَبُو ذَر عبد بن أَحْمد الْهَرَوِيّ الْحَافِظ رَحمَه الله ثَنَا أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي إِبْرَاهِيم بن أَحْمد قَالَ انتسخت كتاب البُخَارِيّ من أَصله كَانَ عنْد مُحَمَّد بن يُوسُف الْفربرِي فرأيته لم يتم بعد وَقد بقيت عَلَيْهِ مَوَاضِع مبيضة كَثِيرَة مِنْهَا تراجم لم يثبت بعْدهَا شَيْئا وَمِنْهَا أَحَادِيث لم يترجم عَلَيْهَا فأضفنا بعض ذَلِك إِلَى بعض وَمِمَّا يدل على صِحَة هَذَا القَوْل أَن رِوَايَة أبي إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي وَرِوَايَة أبي مُحَمَّد السَّرخسِيّ وَرِوَايَة أبي الْهَيْثَم الْكشميهني وَرِوَايَة أبي زيد الْمروزِي وَقد نسخوا من أصل وَاحِد فِيهَا التَّقْدِيم وَالتَّأْخِير وَإِنَّمَا ذَلِك بِحَسب مَا قدر كل وَاحِد مِنْهُم فِي مَا كَانَ فِي طرة أَو رقْعَة مُضَافَة أَنه من مَوضِع مَا فأضافه إِلَيْهِ وَيبين ذَلِك أَنَّك تَجِد ترجمتين وَأكْثر من ذَلِك مُتَّصِلَة لَيْسَ بَينهمَا أَحَادِيث وَإِنَّمَا أوردت هَذَا لما عني بِهِ أهل بلدنا من طلب معنى يجمع بَين التَّرْجَمَة والْحَدِيث الَّذِي يَليهَا وتكلفهم فِي تعسف التَّأْوِيل مَا لَا يسوغ وَمُحَمّد بن إِسْمَاعِيل البُخَارِيّ رَحمَه الله وَإِن كَانَ من أعلم النَّاس بِصَحِيح الحَدِيث وسقيمه فَلَيْسَ ذَلِك من علم الْمعَانِي وَتَحْقِيق الْأَلْفَاظ وتمييزها بسبيل

فَكيف وَقد روى أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي الْعلَّة فِي ذَلِك وَبَينهَا إِن الحَدِيث الَّذِي يَلِي التَّرْجَمَة لَيْسَ بِمَوضوع لَهَا ليأْتِي قبل ذَلِك بترجمته ويأْتِي بالترجمة الَّتِي قبله من الحَدِيث بِمَا يَلِيق بهَا

أَبُو ذَر عبد بن أَحْمد الْهَرَوِيّ نے خبر دی الْمُسْتَمْلِي نے کہا میں نے وہ نسخہ نقل کیا جو الْفربرِي کے پاس تھا پس میں نے دیکھا یہ ختم نہیں ہوا تھا اور اس میں بہت سے مقامات پر ترجمہ یا باب قائم کیے ہوئے تھے جس میں وہ چیزیں تھیں جو اس باب کے تحت ثابت نہیں تھیں اور احادیث تھیں جن کے تراجم (یا ابواب) نہ تھے پس ہم نے ان میں اضافہ کیا بعض کا بعض میں اور اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ الْمُسْتَمْلِي اور السَّرخسِيّ اور الْكشميهني اور أبي زيد الْمروزِي نے سب نے ایک ہی نسخہ سے نقل کیا ہے جس میں تقدیم و تاخیر تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ ان سب کی حسب مقدار جو طرة میں تھا یہ اضافی رقْعَة پر موجود تھا جو اس مقام پر لگا تھا اس کا اضافہ کیا گیا اور اس کی تبین ہوتی ہے کہ دو ابواب ایک سے زیادہ مقام پر ہیں اور ابواب ملے ہیں حدیث نہیں ہے اور ایسا ہی مجھ کو ملا جب اہل شہر نے مدد کی کہ ابواب کو حدیث سے ملا دیں اور تاویل کی مشکل جھیلی جو امام بخاری کے نزدیک تھی اور اگرچہ وہ لوگوں میں حدیث کے صحیح و سقم کو سب سے زیادہ جانتے تھے لیکن علم معنی اور تحقیق الفاظ اور تمیز میں ایسے عالم نہیں تھے تو کیسے (ابواب کی تطبیق حدیث سے) کرتے - اور الْمُسْتَمْلِي نے اس کی علت بیان کی کہ ایک حدیث اور اس سے ملحق باب میں حدیث ہوتی ہے جو موضوع سے مناسبت نہیں رکھتی

معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کے ابواب کا بہانہ نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اس میں ابہام ہے کہ کون سا باب لوگوں کا قائم کردہ ہے اور کون سا امام بخاری نے خود قائم کیا ہے

اس روایت کی بنیاد پر ارضی قبر میں سوال و جواب کا عقیدہ بنانے والے دیکھ سکتے ہیں اس میں کیا آراء ہیں

روایت کی ایک منفرد اسنادی علت

قرع النعال والی روایت میں قتادہ بصری کا تفرد ہے- کتاب التعديل والتجريح , لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح میں الباجی کہتے ہیں

وَمن ذَلِك حَدِيث قَتَادَة عَن أنس عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْه وَسلم إِذا كَانَ ذَلِك من حَدِيث شُعْبَة وَسَعِيد بن أبي عرُوبَة وَهِشَام الدستوائي فَإِذا اتّفق الثَّلَاثَة عَن قَتَادَة فَلَا خلاف فِي صِحَة الحَدِيث وَإِذا اتّفق اثْنَان وَخَالَفَهُمَا ثَالِث فَالْقَوْل قَول الْإِثْنَيْنِ وَإِذا اخْتلفُوا نظر فِيهِ
اور اسی قسم کی روایات میں سے قتادہ کی انس سے ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایت ہے اگر یہ حدیث شعبہ یا سعید بن ابی عروبہ یا هشَام الدستوَائِي سے ہوں اور تینوں ائمہ کا قتادہ کی روایت کے (متن پر) اتفاق ہو تو پھر اس روایت کی صحت پر کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر ان تین میں سے صرف دو کا اتفاق ہو اور تیسرا مخالفت کرے تو پھر اس حدیث میں نظر ہے

قرع النعال والی روایت صرف دو لوگ قتادہ سے بیان کرتے ہیں نہ ان میں هشَام الدستوَائِي ہیں نہ شعبہ ہیں لہذا جن تین ائمہ کا اعتماد ملنا چاہیے تھا وہ نہیں ملا- الباجی کی فہرست میں سے یہاں صرف سعید بن ابی عروبہ ہیں جو قرع النعال والی روایت کو قتادہ سے روایت کر رہے ہیں-

سوال اٹھتا ہے کہ اس روایت کو انس رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے اپنے دوسرے شاگردوں سے بھی کیا چھپایا تھا؟ ان کے دیگر بصری شاگرد اس کو روایت نہیں کرتے- حميد الطويل ، أَبِي قلَابَةَ ، مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ ، سليمان بن طرخان التَّيْمِيَّ البصری، ثَابت بن أسلم الْبنانِيّ الْبَصْرِيّ میں سے کوئی بھی قرع النعال کو انس سے روایت کیوں نہیں کرتا؟ پھر اس میں عربی کی غلطی کس سے واقع ہوئی؟ اس کو محدثین نقل کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے رہے- ان سوالات کے جوابات کسی کے پاس نہیں ہیں لہذا روایت سندی حثیت میں مظبوط نہیں کہ اس کو صحیح کہا جائے

یہ راقم کی رائے ہے- ڈاکٹر عثمانی کی رائے الگ ہے ان کے نزدیک یہ صحیح قابل تاویل ہے

کیا مردہ قبر سے باہر دفنانے والوں سے مانوس ہو سکتا ہے؟

عمرو بن العاص رضی الله عنہ کي وصیت

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کا ترجمہ ابو جابر دامانوی نے کتاب عذاب قبر میں پیش کیا ہے[31]

جناب ابن شماسہ المہری بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب عمرو بن العاصؓ کے پاس اس وقت گئے جب کہ ان کی وفات کا وقت قریب تھا وہ بہت دیر تک روتے رہے اور دیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔ بیٹے نے کہا ابا جان کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں بشارت نہیں دی؟ پھر آپ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ تب انہوں نے اپنا منہ ہمارے طرف کیا اور فرمایا ہمارے لئے بہترین توشہ تو اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں (پھر فرمایا) میں تین ادوار سے گزرا ہوں۔ ایک دور تو وہ تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے بغض نہ تھا اور کوئی چیز میری نظر میں اتنی محبوب نہ تھی جتنی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قدرت حاصل ہو جائے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالوں (معاذ اللہ) پھر دوسرا دور وہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کا خیال میرے دل میں پیدا کیا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ہاتھ پھیلایئے تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں۔ فرمایا عمروؓ کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت تمام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے (چنانچہ میں نے بیعت کر لی) اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہ تھی اور نہ میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی صاحب جلال تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و جلال کے باعث آنکھ بھر کر آپ

[31] http://forum.mohaddis.com/threads/25558.عذاب-قبر/page-4

صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکتا تھا اور چونکہ پورے طور پر چہرہ مبارک نہ دیکھ سکتا تھا اس لئے مجھ سے ان کا حلیہ دریافت کیا جائے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔ اس کے بعد ہم بہت سی باتوں کے ذمہ دار بنائے گئے۔ معلوم نہیں میرا ان میں کیا حال رہے گا۔ جب میں مر جائوں تو کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ نہ جائے اور نہ آگ ساتھ لے جائی جائے **اور جب مجھے دفن کرنا تو اچھی طرح مٹی ڈال دینا پھر میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تم سے انس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔**

(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۷۶ مسند احمد جلد ۴ ص ۱۹۹)

ابن شماسہ المہری بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب عمرو بن العاص کے پاس اس وقت گئے جب کہ ان کی وفات کا وقت قریب تھا انہوں نے کہا...... اور جب مجھے دفن کرنا تو اچھی طرح مٹی ڈال دینا پھر میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ میں تم سے انس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۷۶ مسند احمد جلد ۴ ص ۱۹۹)

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت پر کتاب عذاب البرزخ میں لکھا تھا

مسلم کی اس حدیث سے جس میں یہ ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر جب سکرات موت کا عالم طاری تھا۔

“وَهُوَ فِی سِيَاقِ الْمُوْتِ” [32]

---

[32] ڈاکٹر عثمانی نے وہ الفاظ نقل نہیں کیے جو صحیح مسلم کے اس نسخہ کے تھے جو امام النووی کے پاس تھا بلکہ قدم نسخہ کے الفاظ نقل کیے ہیں

یہ الفاظ کتاب مشكاة المصابيح از محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741هـ) میں ہیں

توانہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی ڈالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے رسول (فرشتوں) کو کیا جواب دوں۔ الفاظ یہ ہیں۔ ’’ثُمَّ اَقِیْمُوْ احوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا یُنْحَرُ جُزُوْرٌ وَّیُقْسَمُ لَحْمُھَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ اَعْلَمُ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ‘‘۔ یہ سکرات الموت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ ہیں۔ ’’وھوفی سیاق الموت‘‘ ایسے وقت کی بات جب آدمی

وَعَنْ عَمْرو بْن الْعَاص قَالَ لابْنه وَهُوَ فِي سيَاق الْمَوْت: إذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنى نَائحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإذَا دَ فَنْتُمُونى فَشُنُّوا عَلَىَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقيمُوا حَوْلَ قَبْرى قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. رَوَاهُ مُسلم

احادیث کی تخریج کی کتاب جامع الأصول في أحاديث الرسول از مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ) میں الفاظ ہیں
(م) عبد الرحمن بن شماسة المهدي - رحمه الله - : قال: «حضرنا عمرو بن العاص [وهو] في سياقِ الموت، فبكى طويلاً، وحول وجهه إلى الجدار -
ابن اثیر کے مطابق بھی صحیح مسلم میں الفاظ ہیں سیاق الموت

کتاب جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزَّوائد از محمد بن محمد بن سليمان بن الفاسي بن طاهر السوسي الردواني المغربي المالكي (المتوفى: 1094هـ) کے مطابق صحیح مسلم کی اس حدیث کے الفاظ ہیں
عبد الله بن شماسة المهري: حضرنا عمرو بن العاص وهو في سياق الموت فبكى طويلًا وحوّل وجهه إلى الجدار فجعل ابنه يقول: ما يبكيك يا أبتاه؟ أما بشرك

معلوم ہوا کہ ہے قدیم نسخوں سیاقه الموت کی بجائے سیاق الموت بھی لکھا تھا

سیاق الموت یا سیاقه الموت میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے

شرح صحیح مسلم از النووی میں ہے
وَأَمَّا أَلْفَاظُ مَتْنه فَقَوْلُهُ (فِي سِيَاقَة الْمَوْت) هُوَ بكَسْر السين أى حال حضور الموت
اور متن کے الفاظ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ ... یعنی موت کے حاضر ہونے کے حال پر تھے

مبارکپوری اہل حدیث کتاب مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابي میں لکھتے ہیں
يقال: ساق المريض نفسه وسيق إذا شرع في نزع الروح.
یہ نزع الروح کا وقت ہے

یہی مفہوم عربی لغت میں لکھا ہے جس کا ذکر الدكتور موسى شاهين لاشين کتاب فتح المنعم شرح صحيح مسلم میں کرتے ہیں
وفي القاموس: ساق المريض شرع في نزع الروح.

محمد الأمين بن عبد الله الأُرَمي العَلَوي الهَرَري الشافعي کتاب الكوكب الوهاج شرح صحيح مسلم میں کہتے ہیں
أن عمرًا (في سياقة الموت) أي في سكرة الموت وحضور مقدماته
عمرو سياقة الموت میں تھے یعنی سکرات الموت میں تھے اس کے مقدمات کی حاضری پر

اپنے آپ میں نہ ہو قرآن و حدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے .... اور اس کے راوی ابو عاصم (النبیل ضحاک بن مخلد) کو عقیلی اپنی کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ثبوت میں یحیٰی بن سعید القطان کا قول پیش کیا ہے۔(الضعفاء للعقیلی ص۱۷۱) میزان الاعتدال الجز الثانی ص۳۲۵۔۔

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب اپنی تالیف عذاب قبر میں عمرو بن العاص کی سیاق الموت والی روایت کے راوی **الضحاک بن مخلد**[33] کے لئے لکھتے ہیں

موصوف نے اپنے رسالہ حبل اللہ میں ابو عاصم النبیل کے متعلق ایک نئ تحقیق پیش کی اور میزان الاعتدال سے نقل کیا۔احد الاثبات تناکر العضلی وذکر فی کتابہ...ابو عاصم اثبات ہی سے ایک ہے کہ عقیلی نے اسے منکر بتایا ہے اور اس کا ذکر کیا ہے اپنی کتاب (الضعفا) میں...(حبل اللہ ص۱۰۹ خاص نمبر مجلّہ نمبر ۳) احد

33

ابو عاصم النبیل الضحاك بن مخلد مختلف فیہ ہیں- بعض محدثین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے – لیکن احمد کہتے ہیں أبو أسامة أثبت من مئة مثل أبي

عاصم. أبو أسامة ، أبي عاصم جیسے سو راویوں سے مضبوط ہیں- قال أبو داود: سمعت أحمد، قيل له: روح أحب إليك، أو أبو عاصم؟ قال: كان روح يخرج الكتاب، وأبو عاصم يشبج الحديث. «سؤالاته»
ابو داود کہتے ہیں میں نے احمد کو کہتے سنا جب پوچھا گیا کہ روح پسند ہے یا ابو عاصم النبیل الضحاك بن مخلد؟ احمد نے کہا یہ يشبج الحديث ہے يشبج کا مطلب ٹیڑھی لکیریں لگانا یا کلام خلط ملط کرنا اور يشبج الحديث سے مراد حدیث کا متن مضطرب کرنا ہے-
جرح کے ان الفاظ کو امام بخاری نے بھی ایک راوی کے لئے ذکر کیا ہے – اس پر المعلمي نے تعليق على التاريخ الكبير للبخاري (314/1) میں کہا (أي لايأتي به على وجهه) یعنی روایت اس رخ پر نہیں لاتا

وقال حمدان بن علي الوراق: ذهبنا إلى أحمد بن حنبل سنة ثلاث عشرة، يعني ومئتين، فسألناه أن يحدثنا. فقال: تسمعون مني، ومثل أبي عاصم في الحياة؟ اخرجوا إليه. «تهذيب الكمال
حمدان بن علي الوراق نے کہا ہم احمد بن حنبل کے پاس گئے سن ۲۱۳ ھ میں ان سے احادیث پر سوال کیے- انہوں نے کہا تم یہ مجھ سے سنتے ہو اور میری زندگی میں ابو عاصم النبیل الضحاك بن مخلد جیسوں سے بھی ! جاؤ یہاں سے چلتے بنو

إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال میں الضحاك بن مخلد کے لئے لکھا ہے

وقال أبو زيد الأنصاري: كان أبو عاصم في حداثته ضعيف العقل

اور ابو زید انصاری کہتے ہیں ابو عاصم اپنی روایتوں میں ضعیف العقل ہیں

یحیی بن سعید القطان بھی ان سے نا خوش تھے

الاثبات یعنی ثبت راویوں میں سے ایک ہی اور ثبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعلی درجہ ثقہ راوی ہیں۔ تنا کر العقیلی کا ترجمہ موصوف نے کیا کہ عقیلی نے اسے منکر بتایا ہے۔ یہ ان کی جہالت ہے اور اصول حدیث سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ تناکر کا مطلب لم یعرف یعنی علامہ ذھبی رحمتہ اللہ علیہ بتارہے ہیں کہاابو عاصم النبیل تو اعلی درجہ کے ثقہ ہیں لیکن امام عقیلی رحمتہ اللہ علیہ ؒانہیں نہیں پہچان سکے اور غلطی سے ان کا ذکر اپنی کتاب الضعفاء میں کر دیا ہے

اس سے قطع نظر کہ الضحاک بن مخلد ثقہ ہے یا مجروح ہم موصوف پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ الذھبی کا تناکر العقیلی کہنے کا مقصد وہ نہیں جو دامانوی صاحب نے سمجھا ہے[34]

---

[34]

الذهبی اپنی کتاب ميزان الاعتدال في نقد الرجال ج ٢ ص٣٢٥ پر الضحاك بن مخلد کے لئے لکھتے ہیں

الضحاك بن مخلد ، أبو عاصم النبيل، أحد الاثبات تناكر العقيلي، وذكره في كتابه، ....

الضحاك بن مخلد ، أبو عاصم النبيل، اثبات میں سے ایک ہیں عقیلی نے انکار کیا اور انکا ذکر اپنی کتاب میں کیا

الذهبی کہنا چاہتے ہیں کہ الضحاك بن مخلد ثقہ ہیں لیکن عقیلی نے اسکا انکار کیا ہے

کچھ یہی انداز الذهبی نے اپنی کتاب ميزان الاعتدال في نقد الرجال ج ١ ص١٧٢ میں أزهر بن سعد السمان کے ترجمے میں اختیار کیا ہے وہاں راوی کے لئے لکھتے ہیں

ثقة مشهور.

ثقہ مشھور ہیں ...

تناكر العقيلي بإيراده في كتاب الضعفاء

عقیلی نے (ثقاہت کا) انکار کیا ہے اپنی کتاب الضعفاء میں انکو شامل کر کے

دامانوی صاحب کے حساب سے ترجمہ ہونا چاہیے : عقیلی پہچان نہ سکے اپنی کتاب الضعفاء میں انکو شامل کر کے، بالکل لا یعنی جملہ ہو جاتا ہے. کتاب میں شامل کرنے کی وجہ سے پہچان نہ سکے آوٹ پٹانگ مفہوم بنتا ہے

اگر عقیلی پہچان نہ پاتے تو اس راوی کے ترجمے میں کسی اور راوی کا ذکر کرتے لیکن ایسا نہیں ہے جو باتیں عقیلی نے ان کے بارے میں لکھی ہیں وہی اور لوگوں نے بھی لکھی ہیں

لہذا درست بات یہی ہے کہ عقیلی نے انکی ثقاہت کا انکار کیا ہے جس کی طرف ڈاکٹر عثمانی نے اشارہ کیا تھا.

مزید براں تناکر کا لفظ امام شافعی نے بھی استعمال کیا ہے

معرفة السنن والآثار میں البیہقی نے امام الشافعی کا قول نقل کیا ہے کہ

وَلَا فِي الطَّلَاقِ، وَلَا الرَّجْعَةِ إِذَا تَنَاكَرَ الزَّوْجَانِ. میاں بیوی میں پہچانے کا مسئلہ تو ہو گا نہیں یہاں بھی تناکر کا مطلب پہچانا نہیں

بخاری کی حدیث میں آتا ہے

الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ

ارواح مجتمع لشکروں کی صورت میں رہتی ہیں پس جس سے التفات کرتی ہیں ان کو جانتی ہیں اور جس اختلاف کرتی ہیں اس سے متنفر ہوتی ہیں

اس کی شرح لکھنے والے مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة - جامعة دمشق لکھتے ہیں

(تناكر) تنافرت في طبائعه

(تناکر) طبعا متنفر ہونا

تناکر کا مطلب یہاں بھی پہچنانا نہیں

عربی لغت معجم اللغة العربية المعاصرة میں تناکر کا مفہوم لکھا ہے

تناكر الزُّملاءَ: تعادَوا وتجاهل بعضُهم بعضًا

تناکر رفقائے کار: ایک دوسرے سے دشمنی رکھنا اور ایک دوسرے کو نظر اندز کرنا

داماانوی صاحب لکھتے ہیں

اگر عمرو بن العاصؓ نے سکرات موت میں غلط وصیت کی تھی تو ان کے صاحبزادے جناب عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (جو خود ایک جلیل القدر اور عابد و زاہد صحابیؓ ہیں) کو ضرور اس غلط بات کی تردید کرنا چاہیئے تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا معلوم ہوا کہ ان کی وصیت کا ایک ایک لفظ بالکل صحیح اور درست تھا۔ اور یہ مشہور و معروف اصول ہے کہ "خاموشی رضامندی کی علامت ہوتی ہے" اور حدیث کی قسموں میں سے تقریری حدیث کا بھی یہی اصول ہے جبکہ موصوف کی جہالت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کہتے ہیں ہاں اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ ان کے بیٹے اور دوسرے حضرات نے اس وصیت پر عمل بھی کیا۔ موصوف اس مشہور و معروف اصول سے ناواقف ہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔

قاری خلیل الرحمان جاوید اپنی کتاب پہلا زینہ میں لکھتے ہیں

اسی مفہوم پر تناکر علقیلی ہے کہ عقیلی نے ثقاہت کی بات کو نظر انداز کیا ہے

ثقہ ، غلطی نہیں کرتا؟

دامانوی صاحب کا ایک خود ساختہ اصول ہے کہ ثقہ غلطی نہیں کرتا

حسين بن ذكوان العوذي البصري کے لئے الذہبی سیرالاعلام میں لکھتے ہیں : وقد ذكره العقيلي في كتاب الضعفاء له بلا مستند وقال : مضطرب الحديث ... قلت (الذهبي) : فكان ماذا؟ فليس من شرط الثقة أن لا يغلط أبدا

عقیلی نے انکو الضعفاء میں بلاوجہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے : مضطرب الحديث- میں (الذہبی) کہتا ہوں یہ کیا ہے؟ ثقہ ہونے کی یہ شرط کہاں ہے کہ وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا؟

دامانوی صاحب کو تو الذہبی کی یہ بات سن کر چراغ پا ہونا چاہیے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ راوی ثقہ ہو اور غلطی کرے. دامانوی کے خود ساختہ جرح و تعدیل کے اصول (کہ ثقہ ہر عیب سے پاک ہے) سے امام الذہبی نا واقف ہیں

حضرت عمرو بن عاص ﷺ کی وصیت فرمانِ نبوی ﷺ کے عین مطابق تھی
کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی حکم ہے قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے ہو کر میت کی
ثابت قدمی کی دعا کرتے رہو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کاٹا جاتا
ہے

یہ بات کس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے یہ خلیل صاحب پر قرض ہے اور اس کا سوال روز محشر ان سے ہونا چاہیے

عصر حاضر کے ایک مشہور و معروف وہابی عالم شیخ محمد بن صالح العثيمين اپنے فتوی میں کہتے ہیں جو مجموعة أسئلة تهم الأسرة المسلمة ج ۲۱۹ ص ۳۵ میں چھپا ہے کہ

هذا أوصى به عمرو بن العاص .رضي الله عنه .فقال: «أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها»، لكن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرشد إليه الأمة، ولم يفعله الصحابة .رضي الله عنهم .فيما نعلم

یہ عمرو بن العاص۔رضی اللہ عنہ نے وصیت کی پس کہا میری قبر کے اطراف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے.. لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہی اسکی نصیحت امت کو کی، نہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے ایسا کیا جیسا ہمیں پتا ہے

دامانوی صاحب نے لکھا تھا کہ

موصوف کی عادت ہے کہ وہ اپنے نظریات ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کا سہارا لیتے ہیں اور قرآن و حدیث سے اپنا مطلب کشید کرتے ہیں حالانکہ یہ طرز استدلال باطل پرستوں کا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَلَقَدْ قَالَ وَكِيْعٌ مَنْ طَلَبَ الْحَدِيْثَ كَمَا جَآءَ فَهُوَ صَاحِبُ سُنَّةٍ وَمَنْ طَلَبَ الْحَدِيْثَ لِيُقَوِّىَ هَوَاهُ فَهُوَ صَاحِبُ بِدْعَةٍ امام وکیع فرماتے ہیں جو شخص حدیث کا مفہوم ایسا ہی لے جیسی کہ وہ

ہے تو وہ اہل سنت میں سے ہے اور جو شخص اپنی خواہش نفسانی کی تقویت کے لئے حدیث کو طلب کرے (اور اپنی رائے کے مطابق اس حدیث کا مفہوم بیان کرے) تو وہ بدعتی ہے۔ (جزر رفع الیدین لامام البخاری مع جلاء العینین للشیخ السید ابی محمد بدیع الدین الراشدی السندی (ص ۱۲۰

اب بتائے کون قرآن و حدیث سے غلط مطلب کشید کر رہا ہے؟ ان کے سلفی مسلک وہابی عالم محمد بن صالح العثيمين بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جو ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ تعالی علیہ کہہ چکے ہیں-

عبد الرحمان کیلانی کتاب روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں ص ۱۳۹ اور ۱۴۰ پر لکھتے ہیں

یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر اس کا جو نتیجہ پیش کیا گیا ہے، وہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ حضرت عمرو بن العاصؓ کا اپنا خیال اور تدبیر تھی ___ اور یہ ویسا ہی خیال اور تدبیر تھی جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں کو تاکید کی تھی کہ جب مصر پہنچو تو ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

"مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا" (یوسف ۶۸)

"وہ تدبیر خدا کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی۔ ہاں وہ یعقوبؑ کے دل کی بس خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی تھی"

(ترجمہ فتح محمد جالندھری)

تو جس طرح حضرت یعقوبؑ کی یہ تدبیر مشیت الٰہی کے مقابلہ میں بے اثر ہونے کے باوجود شریعت کے منافی نہ تھی۔ بالکل یہی صورت حضرت عمرو بن العاصؓ کی تدبیر کی ہے جو انہوں نے محض اپنی دلجمعی کے واسطے بتلائی۔ یہ تدبیر بھی کتاب وسنّت کے منافی نہیں تھی۔ تاہم یہ مطابق بھی نہ تھی۔ کیونکہ اگر مطابق ہوتی تو اکیلے حضرت عمرو بن العاصؓ کا کیا ذکر، بہت سے صحابہ کرام ایسی وصیتیں کر جاتے۔ بلکہ خود حضور اکرمؐ نے "لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ"، کا ارشاد فرمایا تھا، اسی طرح اس موانست کے لیے بھی کوئی ارشاد فرما دیتے۔

پھر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ بات سکرات موت کی بحرانی کیفیت میں کہی اور یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے بیٹے عبداللہؓ نے اس وصیت پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں؟

خواجہ محمّد قاسم کتاب تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں عبد للہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے لکھتے ہیں

۔ بلکہ انہی سے مروی ہے کہ ان کے والد محترم حضرت عمرو بن عاص ؓ کا یہ خیال تھا کہ دفن ہونے کے بعد میت باہر کھڑے لوگوں کو محسوس کرتی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۷۶)
حالانکہ یہ اہلحدیث کا مسلک نہیں ہے۔

خواجہ صاحب اپنی دوسری کتاب کراچی کا عثمانی مذہب میں کہتے ہیں

مشہور صحابی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فوت ہونے سے پہلے متعدد افراد کی موجودگی میں وصیت فرمائی کہ "پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں"۔ (مسلم ج ۱ ص ۷۶)۔

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ و تابعین کا یہ خیال تھا (گو اس بندہ عاجز کے نزدیک صحیح نہیں تھا) کہ قبر میں پڑی ہوئی میت باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو محسوس کرتی ہے۔

خواجہ صاحب کا اس روایت پر عقیدہ نہیں تھا لیکن بعض اہل حدیث کو صحیح عقیدہ کہتے ہیں اس دورنگی نے عوام کو تو چھوڑیئے خود اہل حدیث علماء کے عقیدہ کو مضطرب کر دیا ہے۔ خواجہ محمد قاسم، عبدالرحمان کیلانی اور محمد بن صالح العثيمين کے نزدیک یہ وصیت صحیح نہیں تھی۔ لیکن لا علم "علماء" میں سے نور محمد قادری تونسوی لکھتے ہیں

اورفقہاء اسلام نے فقہ کی کتابوں میں یہ عقیدہ تسلیم کیا ہے کہ ﴿ ومن يعذب في القبر فيوضع فيه نوع من الحيوة ﴾ تو معلوم ہوا کہ اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایسا اہل علم نہیں گزرا جس نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کی روایت اور وصیت پر اور ان کے عقیدہ حیات قبر پر نکیر فرمائی ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ خیر القرون سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ حیات قبر پر اتفاق اور اجماع چلا آ رہا ہے اور صحابی رسول ﷺ کی روایت اس عقیدہ پر برہان قاطع ہے۔

مرض کی شدت میں عقل کا زوال ممکن ہے جو بشریت کا تقاضہ ہے

صحیح بخاری باب صب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضوءہ علی المغمی علیہ کی روایت ہے

حدثنا أبو الوليد، قال: حدثنا شعبة، عن محمد بن المنكدر، قال: سمعت جابرا يقول جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، وأنا مريض لا أعقل

محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالی عنہ کو سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے آئے اور میں مریض تھا عقل کے بغیر

جابر رضی اللہ تعالی عنہ خود کہہ رہے ہیں کہ وہ کوئی بات سمجھ نہیں سکتے تھے

ڈاکٹر عثمانی کی جابر رضی اللہ تعالی عنہ یا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے کیا حیثیت ہے انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے لہذا یہ کہنا کہ شدت مرض میں مریض ایسی بات کہتا ہے جو صحیح نہیں ہوتی اس میں مقصد ان صحابی کی تنقیص نہیں بلکہ بشریت ہے

اس وصیت کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «إن العبد ليعمل، فيما يرى الناس، عمل أهل الجنة وإنه لمن أهل النار، ويعمل فيما يرى الناس، عمل أهل النار وهو من أهل الجنة، وإنما الأعمال بخواتيمها

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنم میں سے ہوتا ہے۔ ایک دوسرا بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جہنم کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور اعمال کا اعتبار تو خاتمہ پر موقوف ہے

اس کے علاوہ قرآن میں ہے

فلا تموتن إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

تمہیں موت نہ آئے مگر تم مسلم ہو

اگر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت ان الفاظ پر ہوئی تو گویا بدعت پر ہوئی تو یہ خلاف قرآن ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اعتراض سطحی ہے

حدیث میں الفاظ **اعمال کا اعتبار تو خاتمہ پر موقوف ہے** آتے ہیں اس خاتمہ کی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی ہے

بخاری کی حدیث میں اتا ہے کہ

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، ومن كره لقاء الله كره الله لقاءه. فقلت: يا نبي الله أكراهية الموت؟ فكلنا نكره الموت. فقال:

ليس كذلك، ولكن المؤمن إذا بشر برحمة الله ورضوانه وجنته أحب لقاء الله فأحب الله لقاءه، وإن الكافر إذا بشر بعذاب الله وسخطه كره لقاء الله وكره الله لقاءه.

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنے سے کراہت کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات سے کراہت کرتا ہے پس عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا اے رسول اللہ موت سے کراہت ہم سب موت سے کراہت کرتے ہیں پس کہا ایسا نہیں ہے لیکن جب مومن کو اللہ کی رحمت اس کی خوشنودی اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس کو پسند کرتا ہے اور بے شک کافر کو جب اللہ کی ناراضگی اور عذاب کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات پر کراہت کرتا ہے اور اللہ بھی کراہت کرتا ہے

جن کے ایمان کی گواہی قرآن دیتا ہے ان کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ جنتی ہیں . جہاں تک حدیث النبی **اعمال کا اعتبار تو خاتمہ پر موقوف ہے** کا تعلق ہے تو وہ تو ہم جیسوں کے لئے ہے نہ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے لئے

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے الفاظ کا ترجمہ کیا جاتا ہے

حتى أستأنس بكم، وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي))یعنی میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا تاکہ تمہاری دعا ء واستغفار سے مجھے قبر میں وحشت نہ ہو اور میں فرشتوں کو صحیح جواب دے سکوں --

حالانکہ **إستأنس** کا یہ ترجمہ صحیح نہیں **إستأنس** کا مطلب مانوس ہونا ہی ہے إستأنس کا ترجمہ **تمہاری دعاء واستغفار سے مجھے قبر میں وحشت نہ ہو کرنا** غلط ہے- بخاری کی عبداللہ بن سلام سے متعلق حدیث ہے

قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: كُنْتُ بِالْمَدِينَةِ فِي نَاسٍ، فِيهِمْ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فِي وَجْهِهِ **أَثَرٌ مِنْ خُشُوعٍ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، هَذَا رَجُلٌ**

مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَتَجَوَّزُ فِيهِمَا، ثُمَّ خَرَجَ فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، وَدَخَلْتُ، فَتَحَدَّثْنَا، فَلَمَّا اسْتَأْنَسَ قُلْتُ لَهُ

قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں لوگوں کے ساتھ تھا بعض ان میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے پس ایک شخص آیا جس کے چہرے پر خشوع تھا لوگوں نے کہا یہ اہل جنت میں سے ہے.... (اس کے بعد قیس عبداللہ بن سلام سے ملے) حتی کہ وہ (اِستانس) مانوس ہوئے

عمرو بن العاص کي وصيت پر ایک اور نظر

مصر میں بعض عمل جنازہ کے بعد کیے جاتے تھے جو حجاز میں اہل اسلام سے نہیں ملے تھے اس کا ذکر امام الشافعی نے کیا ۔ کتاب الام میں امام الشافعی لکھتے ہیں

أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ قَالَ (قَالَ الشَّافِعِيُّ) : وَقَدْ بَلَغَنِي عَنْ بَعْضِ مَنْ مَضَى أَنَّهُ أَمَرَ أَنْ يُقْعَدَ عِنْدَ قَبْرِهِ إذَا دُفِنَ بِقَدْرِ مَا تُجْزَرُ جَزُورٌ (قَالَ) : وَهَذَا أَحْسَنُ، وَلَمْ أَرَ النَّاسَ عِنْدَنَا يَصْنَعُونَهُ

الرَّبِيعُ نے خبر دی کہ امام الشافعی نے کہا مجھ تک پہنچا کہ جو لوگ گزرے ہیں ان میں سے بعض اس کا حکم کرتے تھے کہ تدفین کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھا جائے کہ اس میں اونٹ ذبح ہو جائے امام الشافعی نے کہا یہ احسن ہے اور ہمارے پاس جو لوگ ہیں ہم نے نہیں دیکھا کہ لوگ ایسا کرتے ہوں

عصر حاضر کے وہابی علماء اور ہمارے نزدیک یہ عمل بدعت ہے اور حق کا تقاضہ ہے کہ کوئی امام کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کی تقلید نہ کی جائے ۔ یہ عمل مصریوں کی ایک بدعت تھا اور اس کو سند جواز بھی انہوں نے ہی دیا لہذا مصریوں نے روایت بیان کی کہ اس قسم کی وصیت صحابی رسول عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کی

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کا ترجمہ ابو جابر دامانوی نے کتاب عذاب قبر میں پیش کیا ہے[35]

جناب ابن شماسہ المہری بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب عمرو بن العاص کے پاس اس وقت گئے جب کہ ان کی وفات کا وقت قریب تھا وہ بہت دیر تک روتے رہے اور دیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔ بیٹے نے کہا ابا جان کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں بشارت نہیں دی؟ پھر آپ اس قدر کیوں روتے ہیں ؟ تب انہوں نے اپنا منہ ہمارے طرف کیا اور فرمایا ہمارے لئے بہترین توشہ تو اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں (پھر فرمایا) میں تین ادوار سے گزرا ہوں۔ ایک دور تو وہ تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے بغض نہ تھا اور کوئی

[35] http://forum.mohaddis.com/threads/25558.عذاب-قبر/page-4

چیز میری نظر میں اتنی محبوب نہ تھی جتنی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قدرت حاصل ہو جائے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرڈالوں (معاذاللہ) پھر دوسرا دور وہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کا خیال میرے دل میں پیدا کیا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ہاتھ پھیلایئے تا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں۔ فرمایا عمروؓ کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت تمام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے (چنانچہ میں نے بیعت کر لی) اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہ تھی اور نہ میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی صاحب جلال تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و جلال کے باعث آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکتا تھا اور چونکہ پورے طور پر چہرہ مبارک نہ دیکھ سکتا تھا اس لئے مجھ سے ان کا حلیہ دریافت کیا جائے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔ اس کے بعد ہم بہت سی باتوں کے ذمہ دار بنائے گئے۔ معلوم نہیں میرا ان میں کیا حال رہے گا۔ جب میں مر جاؤں تو کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ نہ جائے اور نہ آگ ساتھ لے جائی جائے **اور جب مجھے دفن کرنا تو اچھی طرح مٹی ڈال دینا پھر میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تا کہ میں تم سے انس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔**

(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۷۶ مسند احمد جلد ۴ ص ۱۹۹)

عصر حاضر کے ایک مشہور و معروف وہابی عالم شیخ محمد بن صالح العثيمين اپنے فتوی میں کہتے ہیں جو مجموعة أسئلة تهم الأسرة المسلمة ج ۲۱۹ ص ۳۵ میں چھپا ہے کہ

هذا أوصى به عمرو بن العاص ـ رضي الله عنه ـ فقال: «أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها»، لكن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرشد إليه الأمة، ولم يفعله الصحابة ـ رضي الله عنهم ـ فيما نعلم

یہ عمرو بن العاص ـ رضي الله عنه نے وصیت کی پس کہا میری قبر کے اطراف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے .. لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہی اسکی نصیحت امت کو کی، نہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے ایسا کیا جیسا ہمیں پتا ہے

کتاب شرح ریاض الصالحین میں وہابی عالم محمد بن صالح بن محمد العثیمین (المتوفى: 1421ھ) مزید وضاحت کرتے ہیں

أما ما ذكره رحمه الله عن عمرو بن العاص رضي الله عنه أنه أمر أهله أن يقيموا عنده إذا دفنوه قدر ما تنحر جزور قال لعلي أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي يعني الملائكة فهذا اجتهاد منه رضي الله عنه لكنه اجتهاد لا نوافقه عليه لأن هدي النبي صلى الله عليه وسلم أكمل من هدي غيره ولم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يقف أو يجلس عند القبر بعد الدفن قدر ما تنحر الجزور ويقسم لحمها ولم يأمر أصحابه بذلك

اور جہاں تک وہ ہے جو امام نووی .. نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لئے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اہل کو حکم کیا کہ وہ دفنانے کے بعد قبر کے گرد کھڑے ہوں اور اونٹ کو ذبح کرنے کی مدت کھڑے ہوں اور کہا کہ ہو سکتا ہے کہ میں مانوس ہو جائیں اور دیکھوں کہ کیا جواب دوں اپنے رب کے فرشتوں کو پس یہ ان کا اجتہاد تھا رضی اللہ عنہ لیکن یہ اجتہاد اس پر نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اکمل ہدایت ہے کسی غیر سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ قبر پر رکے نہ بیٹھے قبر میں دفنانے کے بعد اونٹ نحر کرنے اور گوشت باٹنے کی مدت اور نہ اس کا حکم اصحاب رسول کو کیا اس کام کے لئے

اسی طرح فتاوی نور علی الدرب میں عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (المتوفى: 1420ھ) کہتے ہیں

أما كونهم يجلسون قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها فهذا من اجتهاد عمرو وليس عليه دليل

ان کے لئے قبر کے گرد اس قدر بیٹھنا کہ اس میں اونٹ نحر ہو اور اس کا گوشت تقسیم ہو تو یہ عمرو کا اجتہاد ہے اس اس پر کوئی دلیل نہیں

وہ علماء جنہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منسوب اس وصیت کے آخری الفاظ پر جرح کی ہے ان کے متعلق ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر میں لکھتے ہیں کہ یہ روافض جیسے ہیں[36]

---

[36] http://forum.mohaddis.com/threads/25558.عذاب-قبر/page-4

شیعہ (روافض) تو ویسے ہی عمرو بن العاصؓ سے خار کھائے بیٹھے ہیں اور وہ ان سے سخت بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ موصوف نے بھی روپ بدل کر اور تقیہ کا لباس اوڑھ کر یہ سلسلہ شروع کر دیا ہو اور عمروؓ دشمنی کو توحید کا نام دے دیا ہو

مزید کہتے ہیں

عمرو بن العاصؓ نے جو کچھ فرمایا اس کا ایک ایک لفظ احادیث سے ثابت ہے

دامانوی وہ الفاظ جو نزاع کا باعث ہیں ان کو چھوڑ کر ان روایات کو پیش کرتے ہیں جن پر ہمیں اور وہابی علماء کو اعتراض نہیں بلکہ روایت کے آخری حصہ کو وہابی علماء بدعت قرار دیا ہے ۔لیکن ابو جابر کہتے ہیں

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عمرو بن العاصؓ کی وصیت بالکل صحیح تھی۔

دامانوی مزید کہتے ہیں

اگر عمرو بن العاصؓ نے سکرات موت میں غلط وصیت کی تھی تو ان کے صاحبزادے جناب عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ (جو خود ایک جلیل القدر اور عابد و زاہد صحابیؓ ہیں) کو ضرور اس غلط بات کی تردید کرنا چاہیئے تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا

افسوس اس جھل صریح پر کیا لب کشائی کریں ضروری نہیں کہ روایات میں ہر چیز ہو۔کیا ان کے بیٹوں نے اس پر عمل کیا؟ اس کی روایت ہے کسی کے پاس ؟

اس روایت کو کتاب الزہد والرقائق لابن المبارک ، مسند امام احمد، مستدرک الحاکم میں بیان کیا گیا ہے بعض میں متن ہے

وَلَا تَجْعَلَنَّ فِي قَبْرِي خَشَبَةً وَلَا حَجَراً، فَإِذَا وَارَيْتُمُونِي فَاقْعُدُوا عِنْدِي قَدْرَ نَحْرِ جَزُورٍ وَتَقْطِيعِهَا، أَسْتَأْنِسْ بِكُمْ

سند ہے

أخْبَرَكُمْ أَبُو عُمَرَ بْنُ حَيَوَيْه، وَأَبُو بَكْرٍ الْوَرَّاقُ قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ،

یہاں سند میں ابْنُ لَهِيعَةَ سخت ضعیف ہے اور یہ روایت عبادلہ سے نہیں ہے یہ بھی مصری ہیں اور يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ اور عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ بھی مصری ہیں

ابن سعد 259-258/4، و مسلم (121) (192)، وابن ابی عاصم فی "الآحاد والمثانی" (801)، وابن خزیمۃ (2515)، وابو عوانۃ 70/1، وابن مندہ فی "الایمان" (270)، والبیہقی 98/9، وابن عساکر 3/ورقۃ 534 من طریق حیوۃ بن شریح، عن یزید بن ابی حبیب

امام مسلم نے اس کی سند دی ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ، وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ

اس میں ابو عاصم النبیل سے لے کر ابْنِ شِمَاسَةَ الْمُهْرِيِّ تک سب مصری ہیں اس میں ابو عاصم النبیل خود امام احمد کے نزدیک یثبج الحدیث (یعنی حدیث کو مضطرب کرنے والا) ہے

یہ اس روایت کی علت ہے کہ اس کو اہل مصر روایت کرتے ہیں تدفین کے بعد اس عمل کا کوئی اور شہر ذکر نہیں کرتا جبکہ اونٹ سب جگہ ہیں۔ نہ اس پر کوئی اور صحابی عمل کرتا ہے لہذا اس منفرد عمل پر شک ہوتا ہے کہ ایسا مصریوں نے کیوں روایت کیا کہ چار چار گھنٹے تک قبر کے گرد ہی بیٹھا جائے

اب اس روایت میں الفاظ پر غور کرتے ہیں اور اردو ترجمے دیکھتے ہیں

دیوبندی غلام رسول سعیدی کا ترجمہ اور شرح

شرح صحیح مسلم — ۵۸۳ — کتاب الایمان

وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي۔

جائے نہ آگ لے جائی جائے، اور جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، حتی کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو جاؤں، اور میں یہ بھی دیکھ لوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے، اور فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔ الخ

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

شرح صحیح مسلم

جلد اول

مقدمہ، کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الحیض، کتاب الصلوۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

دیوبندی نور محمد تونسوی کا ترجمہ

حدیث: عن عمرو بن العاص ﷺ قال لابنه وهو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحة ولا نارفاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزورو یقسم لحمها حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع به رسل ربی. (مشکوۃ ص ۱۴۹ ،مسلم ج ا ص ۷۶)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن العاص ﷺ جب موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے تو اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمانے لگے جب میں مر جاؤں میرے جنازہ کے ساتھ بین کرنے والی عورت بھی نہ ہواور آگ بھی نہ ہواور جب مجھے دفن کر چکواور میرے اوپر آہستہ آہستہ مٹی ڈالوتو میری قبر کےاردگرداتنی دیرٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہےاوراس

کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تا کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوال کا جواب معلوم کرسکوں ۔''

اہل حدیث وحید الزمان کا ترجمہ

بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ

۳۲۱- عَنْ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكَى طَوِيلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا قَالَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ قَدْ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ فَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ ((مَا لَكَ يَا عَمْرُو)) قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ بِمَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِي قَالَ ((**أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ**)) وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي.

باب: اسلام، حج اور ہجرت سے اگلے گناہوں کا معاف ہو جانا

۳۲۱- ابن شماسہ (عبدالرحمٰن بن شماسہ بن ذئب) مہری سے روایت ہے ہم عمرو بن عاصؓ کے پاس گئے اور وہ مرنے کے قریب تھے تو روئے بہت دیر تک اور منہ پھیر لیا اپنا دیوار کی طرف۔ ان کے بیٹے کہنے لگے باوا! تم کیوں روتے ہو تم کو کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری نہیں دی یہ خوشخبری نہیں دی؟ تب انھوں نے اپنا منہ سامنے کیا اور کہا کہ سب باتوں میں افضل ہم سمجھتے ہیں اس بات کی گواہی دینے کو کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا خدا کے اور محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور میرے اوپر تین حال گزرے ہیں ایک حال یہ تھا جو میں نے اپنے کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ میں کسی کو برا نہیں جانتا تھا اور مجھے آرزو تھی کہ کسی طرح میں قابو پاؤں اور آپ کو قتل کروں۔ (معاذ اللہ) پھر اگر میں مر جاتا اس حال میں تو جہنمی ہوتا دوسرا حال یہ تھا کہ اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈالی اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا اپنا داہنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں آپ سے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا تجھ کو اے عمرو! میں نے کہا میں شرط کرنا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا کیا شرط؟ میں نے کہا یہ شرط کہ میرے گناہ معاف ہوں (جو اب تک کئے ہیں)۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ اسلام گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو اسی طرح حج گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مجھ کو کسی کی محبت نہ تھی اور نہ میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کسی کی شان تھی اور میں آنکھ بھر کر آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا آپکے جلال کی وجہ سے اور اگر کوئی مجھ سے آپ کی صورت کو پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اگر میں مر جاتا اس حال میں تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔ بعد اس کے چند اور چیزوں میں ہم کو پھنسنا پڑا میں نہیں جانتا میرا کیا حال ہوگا ان کی وجہ سے تو جب میں مر جاؤں میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ اور جب مجھے دفن کرنا تو مٹی ڈال دینا مجھ پر اچھی طرح اور میری قبر کے گرد کھڑے رہنا اتنی دیر تک جتنی دیر میں اونٹ کاٹا جاتا ہے اور اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ میرا دل بہلے تم سے (اور میں تنہائی میں گھبرا نہ جاؤں) اور دیکھ لوں پروردگار کے وکیلوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔

اہل حدیث خواجہ محمد قاسم کا ترجمہ

کراچی کا عثمانی مذہب اور اُس کی حقیقت

www.KitaboSunnat.com

مؤلف خواجہ محمد قاسم

ناشر ادارہ اشاعت القرآن و حدیث پاکستان

مشہور صحابی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہمانے فوت ہونے سے پہلے متعدد افراد کی موجودگی میں وصیت فرمائی کہ "پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں"۔(مسلم ج ا ص ٧٦)۔

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ و تابعین کا یہ خیال تھا (گو اس بندہ عاجز کے نزدیک صحیح نہیں تھا) کہ قبر میں پڑی ہوئی میت باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو محسوس کرتی ہے۔

اہل حدیث صادق سیالکوٹی کا ترجمہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (پ ٤ ع ١)

ہر شخص (ایک دن) موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

مُسلمان کا سفرِ آخرت

اس کتاب کے کاغِ زرنگار میں مسلمان کی حیات و ممات کے حقائق و بصائر، اور اس کے جنازہ کے صدہا احکام و مسائل کی شمعیں جل رہی ہیں۔ جن کے نور سے اہلِ ایمان کی دنیا — برزخ — اور عقبےٰ روشن و مستنیر ہیں

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

ناشر

مکتبہ نعمانیہ۔ اُردو بازار۔ گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ:۔ نعمانی کتب خانہ۔ حق سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

قیمت :-

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی عالمِ نزع میں وصیت

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ کہا انہوں نے اپنے بیٹے (عبداللہ) کو۔ درحالیکہ وہ نزع میں تھے (بیٹا سنو!) جب میں مرجاؤں۔ پس نہ ہو ساتھ میرے کوئی نوحہ کرنے والی۔ اور نہ آگ۔ پھر جب (جنازہ پڑھنے کے بعد) مجھے دفن کرنے کا ارادہ کرو۔ تو ڈالو مجھ پر مٹی سہولت سے۔ (یعنی تھوڑی تھوڑی کرکے) پھر کھڑے رہنا میری قبر کے گرد (ثابت قدمی کی دعا مانگنے کے لئے)۔ اس قدر کہ ذبح کیا جائے اونٹ۔ اور تقسیم کیا جائے اس کا گوشت۔ یہاں تک کہ آرام پکڑوں میں بہ سبب تمہارے۔ (یعنی بہ سبب تمہاری دعاؤں۔ اذکار۔ اور استغفار کے جو تم میرے لئے کرو گے قبر پر کھڑے کھڑے)، اور جانوں میں کہ کیا جواب دیتا ہوں میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو۔ (صحیح مسلم)

آج کل اہل حدیث کہتے ہیں مردہ صرف جوتوں کی چاپ سنتا ہے جبکہ پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ مردہ اذکار و استغفار سنتا ہے

اہل حدیث ابو سعید سلفی کا ترجمہ

شمارہ نمبر 49 تا 54
ذی الحجہ 1433 تا جمادیٰ اولیٰ 1434ھ، الموافق نومبر 2012 تا اپریل 2013ء

السنۃ 212

ابو سعید سلفی

مُردوں کا دیکھنا اور سلام سننا!

السنۃ 238

ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدَرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتّٰى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي .

''تم میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔یوں میں تمہاری (دُعا کی وجہ سے) وجہ سے وحشت سے بچ جاؤں گا اور مجھے اپنے ربّ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوالات کے جوابات یاد آ جائیں گے۔''

(صحیح مسلم :121)

زبیر علی زئی کی ترجمانی

https://www.facebook.com/Bilal.salafi.78543/videos/843049399216035/

مراد یہ تھا کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے پھر گوشت وغیرہ تیار کر کے پکایا جاتا ہے اتنی دیر تم میری قبر پر کھڑے رہو تا کہ میرا دل کو تسلی رہے اور سوال جواب ہوں

قارئین آپ ان ترجموں کا تضاد دیکھ سکتے ہیں

الفاظ

وخشت سے بچ جاؤں

تنہائی میں گھبرا جاؤں

تسلی رہے

سرے سے متن میں ہیں ہی نہیں

اس روایت سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مردہ اتنا پاور فل ہوتا ہے قبر کے باہر لوگوں سے انس حاصل کر سکتا ہے اور ان کو دیکھ کر جواب بھی دیتا ہے؟ یقینا یہ روایت صحیح نقل نہیں ہوئی

مسند احمد میں ہے فَاقْعُدُوا عِنْدِي قَدْرَ نَحْرِ جَزُورٍ وَتَقْطِيعِهَا، أَسْتَأْنِسْ بِكُمْ کہ میری قبر یا میرے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جانا اس قدر تک کہ اس میں اونٹ ذبح ہو اور کٹے اور بٹے یہاں تک کہ میں انسیت حاصل کروں

اونٹ ذبح ہو اور کٹے اور بٹے اس میں تین چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے گویا فرشتوں کے مختصر سوالات

تمہارا رب کون ہے؟

تمہاری اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیا رائے ہے؟

پر بیرونی دنیا سے اہل قبور کا انسیت حاصل کرنا فائدہ مند نہیں ہو سکتا جبکہ اللہ تو سریع الحساب ہے

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے الفاظ کا ترجمہ کیا جاتا ہے

حتی اِستأنس بکم، وانظر ماذا اراجع بہ رسل ربی)) یعنی میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا تاکہ تمہاری دعاء واستغفار سے مجھے قبر میں وحشت نہ ہو اور میں فرشتوں کو صحیح جواب دے سکوں۔۔

کا مطلب مانوس ہونا ہی ہے اِستأنس کا ترجمہ **تمہاری دعاء** کا یہ ترجمہ صحیح نہیں **اِستأنس** حالانکہ **اِستأنس واستغفار سے مجھے قبر میں وحشت نہ ہو کرنا** غلط ہے
بخاری کی عبد للہ بن سلام سے متعلق حدیث ہے

قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: كُنْتُ بِالْمَدِينَةِ فِي نَاسٍ، فِيهِمْ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فِي وَجْهِهِ **أَثَرٌ مِنْ خُشُوعٍ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَتَجَوَّزُ فِيهِمَا، ثُمَّ خَرَجَ فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، وَدَخَلْتُ، فَتَحَدَّثْنَا، فَلَمَّا اسْتَأْنَسَ قُلْتُ لَهُ**
قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں لوگوں کے ساتھ تھا بعض ان میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے پس ایک شخص آیا جس کے چہرے پر خشوع تھا لوگوں نے کہا یہ اہل جنت میں سے ہے.... (اس کے بعد قیس عبد للہ بن سلام سے ملے) حتی کہ وہ (اِستأنس) مانوس ہوئے
صحیح رائے یہی ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کی روایت شاذ ہے اس میں اہل مصر کا تفرد ہے اور اس کا متن نصوص سے متصادم ہے

طبقات ابن سعد اور سیر الاعلام النبلاء میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر موجود ہے

إِسْرَائِيْلُ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ المُخْتَارِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ قُرَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَرْبِ بنُ أَبِي الأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو:
أَنَّ أَبَاهُ أَوْصَاهُ: إِذَا متُّ، فَاغْسِلْنِي غَسْلَةً بِالمَاءِ، ثُمَّ جَفِّفْنِي فِي ثَوْبٍ، ثُمَّ اغْسِلْنِي الثَّانِيَةَ بِمَاءٍ قَرَاحٍ، ثُمَّ جَفِّفْنِي، ثُمَّ اغْسِلْنِي الثَّالِثَةَ بِمَاءٍ فِيْهِ كَافُوْرٌ، ثُمَّ جَفِّفْنِي، وَأَلْبِسْنِي الثِّيَابَ، وَزِرَّ عَلَيَّ، فَإِنِّي مُخَاصَمٌ.
ثُمَّ إِذَا أَنْتَ حَمَلْتَنِي عَلَى السَّرِيْرِ، فَامْشِ بِي مَشْياً بَيْنَ المِشْيَتَيْنِ، وَكُنْ خَلْفَ الجَنَازَةِ، فَإِنَّ مُقَدَّمَهَا لِلْمَلاَئِكَةِ، وَخَلْفَهَا لِبَنِي آدَمَ، فَإِذَا أَنْتَ وَضَعْتَنِي فِي القَبْرِ، فَسُنَّ عَلَيَّ التُّرَابَ سَنّاً.
ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَمَرْتَنَا فَأَضَعْنَا، وَنَهَيْتَنَا فَرَكِبْنَا، فَلاَ بَرِيْءٌ فَأَعْتَذِرَ، وَلاَعَزِيْزٌ فَأَنْتَصِرَ، وَلَكِنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ.
وَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتَّى مَاتَ

شعیب الأرناؤوط کہتے ہیں اس کی سند قوی ہے

إسنادہ قوی، وہو فی "طبقات ابن سعد" 260/4، و"ابن عساکر" 269/13/آ.

عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں میرے باپ نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے پانی سے غسل دینا پھر.. پھر جب مجھ کو کھاٹ پر لے کر چلو... میرے جنازے کے پیچھے رہنا اس اس اگلا فرشتوں کے لئے ہے اور پچھلا بنی آدم کے لئے ہے پس جب قبر میں رکھو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر کہا اے اللہ تو نے حکم کیا ہم کمزور ہوئے تو نے منع کیا ہم اس کی طرف گئے میں بے قصور نہیں کہ معذرت کر سکوں میں طاقت والا نہیں کہ نصرت والا ہوں لیکن اے اللہ تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور وہ یہ کہتے رہے یہاں تک کہ مر گئے

اس روایت میں وہ اختلافی و بدعتی الفاظ سرے سے نہیں جو صحیح مسلم کی روایت میں ہیں

ترجموں میں اختلاف کا خلاصہ

دیوبندی غلام رسول سعیدی کا ترجمہ : تا کہ تمھارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوا

دیوبندی نور محمد تونسوی کا ترجمہ : تا کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوال کا جواب معلوم کر سکوں

اہل حدیث وحید الزمان کا ترجمہ : تا کہ میرا دل بہلے تم سے .. اور دیکھ لوں پروردگار کے وکیلوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں

اہل حدیث خواجہ محمد قاسم کا ترجمہ : تا کہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو میں کیا جواب دیتا ہوا

اہل حدیث صادق سیالکوٹی کا ترجمہ : یہاں تک کہ آرام پکڑوں میں بہ سبب تمہارے .. اور جانوں کہ کیا جواب دیتا ہوں میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو

اہل حدیث ابو سعید سلفی کا ترجمہ : یوں میں تمہاری .. وجہ سے وحشت سے بچ جاؤں گا اور مجھے اپنے رب کے بھیجے ہوئے

عمرو بن العاص كي وصيت پر تیسری نظر

فرقہ اہل حدیث جن کا دعوی ہے کہ وہ کتب احادیث کو جانتے ہیں–ان کی علمی سطحیت کا عالم یہ ہوا ہے کہ عصر حاضر کے ان کے چند محققین کی جانب سے ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کے خلاف باطل پروپیگنڈا جاری ہے کہ ڈاکٹر مرحوم نے صحیح مسلم کی روایت میں مطلب براری کے لئے اس کا متن تبدیل کیا اور روایت کے وہ الفاظ نقل کیے جو درحقیقت اس کے نہیں–اس سلسلے میں ان کو جو "ناریل" ہاتھ لگا ہے وہ یہ ہے کہ عثمانی صاحب نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں ان کی جان کنی کے عالم کا ذکر ہے–اس میں الفاظ کو تبدیل کیا لہذا کہا جا رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے سیاقۃ الموت کو سیاق الموت اور تنحر کو ینحر کر دیا تاکہ اپنا مدعا ثابت کر سکیں

سیاقۃ الموت یا سیاق الموت

یہ الفاظ کتاب مشكاة المصابيح از محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741هـ) میں ہیں

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لابْنه وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. رَوَاهُ مُسلم

احادیث کی تخریج کی کتاب جامع الأصول في أحاديث الرسول از مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ) میں ہے کہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں

عبد الرحمن بن شماسة المهدي - رحمه الله -: قال: «حضرنا عمرو بن العاص [وهو] في سياقِ - الموت، فبكى طويلاً، وحول وجهه إلى الجدار

ابن اثیر کے مطابق بھی صحیح مسلم میں الفاظ ہیں سیاق الموت

کتاب جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزَّوائد از محمد بن محمد بن سليمان بن الفاسي بن طاهر السوسي الردواني المغربي المالكي (المتوفى: 1094هـ) کے مطابق صحیح مسلم کی اس حدیث کے الفاظ ہیں

عبد الله بن شماسة المهري: حضرنا عمرو بن العاص وهو في سياق الموت فبكى طويلًا وحوّل وجهه إلى الجدار فجعل ابنه يقول: ما يبكيك يا أبتاه؟ أما بشرك

معلوم ہوا کہ ہے قدیم نسخوں سیاقہ الموت کی بجائے سیاق الموت بھی لکھا تھا

سیاق الموت یا سیاقہ الموت میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے

شرح صحیح مسلم از النووی میں ہے
وَأَمَّا أَلْفَاظُ مَتْنه فَقَوْلُهُ (فِي سِيَاقَة الْمَوْت) هُوَ بِكَسْر السين أى حال حضور الموت
اور متن کے الفاظ فِی سِیَاقَۃِ الْمَوْتِ... یعنی موت کے حاضر ہونے کے حال پر تھے

مبارکپوری اہل حدیث کتاب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں لکھتے ہیں
.يقال: ساق المريض نفسه وسيق إذا شرع في نزع الروح
یہ نزع الروح کا وقت ہے

یہی مفہوم عربی لغت میں لکھا ہے جس کا ذکر الدکتور موسی شاہین لاشین کتاب فتح المنعم شرح صحیح مسلم میں کرتے ہیں
.وفي القاموس: ساق المريض شرع في نزع الروح

م حمد الأمين بن عبد الله الأُرَمي العَلَوي الهَرَري الشافعي كتاب الكوكب الوهاج شرح صحيح مسلم میں کہتے ہیں
أن عمرًا (في سياقة الموت) أي في سكرة الموت وحضور مقدماته
عمرو سیاق الموت میں تھے یعنی سکرات الموت میں تھے اس کے مقدمات کی حاضری پر

اس حال میں زبان صحابی سے جو کلام ادا ہوا اس کو علماء نے بدعت قرار دیا ہے جس میں محمد بن صالح العثیمین بھی ہیں
خواجہ محمد قاسم کراچی کا عثمانی مذھب میں لکھتے ہیں عمرو بن العاص کا خیال صحیح نہیں تھا

تنحر یا ینحر

شرح السنۃ از البغوی الشافعی (المتوفی: 516ھ) میں اس روایت میں ہے

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ، وَهُوَ يَبْكِي: أَنَا مِتُّ فَلا يَصْحَبنِي نَائِحَةٌ وَلا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي، فَسُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ سَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرَ جزُورٌ، وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي

یہاں بھی یُنحَرُ ہے

ایمان ابن مندہ المتوفی ۳۹۵ھ میں ہے

أَنْبَأَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمُقْرِي، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الزَّجَّاجُ، ح، وَأَنْبَأَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ، ثَنَا هَارُونُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: ثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، ثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْحَائِطِ يَبْكِي طَوِيلًا وَابْنُهُ يَقُولُ..... فَإِذَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ، وَلَا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، فَإِذَا فَرَغْتُمْ مِنْ دَفْنِي، فَامْكُثُوا حَوْلِي قَدْرَ مَا يُنْحَرَ جَزُورٌ، وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا فَإِنِّي آنَسُ بِكُمْ حَتَّى أَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي

ابن مندہ کے مطابق متن میں یہاں یُنحَرُ ہے

التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبيراز أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ) میں ہے

وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ لَهُمْ فِي حَدِيثٍ عِنْدَ مَوْتِهِ "إذَا دَفَنْتُمُونِي أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ رُسُلَ رَبِّي"

اور صحیح مسلم میں ہے کہ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ نے اپنی موت کے وقت ان سے کہا... "إذَا دَفَنْتُمُونِي أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٍ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ رُسُلَ رَبِّي"

یہاں بھی یُنحَرُ ہے

البدر المنير في تخريج الأحاديث والأثار الواقعة في الشرح الكبير از ابن الملقن الشافعي المصري (المتوفى: 804هـ) کے مطابق

وَمنْهَا: حَدِيث عَمْرو بن الْعَاص رَضِيَ اللَّهُ عَنْه أنه قَالَ: «إِذا دفنتموني فسنوا عَلَيّ التُّرَاب سنّاً، ثمَّ أقيمُوا حول قَبْرِي قدر مَا ينْحَر جزور ويقسم لَحمهَا؛ حَتَّى أستأنس بكم، وَأعلم مَاذَا أراجع رسل رَبِّي» . رَوَاهُ مُسلم فِي «صَحِيحه» فِي كتاب الْإِيمَان، وَهُوَ بعض من حَدِيث طَوِيل.

حَدِیث عَمْرو بن الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ میں یَنْحَر ہے جس کو امام مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے

ڈاکٹر عثمانی سے پہلے بھی لوگ اس روایت میں سیاق الموت اور ینحر کے الفاظ نقل کرتے رہے ہیں اور کہتے رہے ہیں یہ صحیح مسلم کے ہیں

معلوم ہوا فرقہ پرستوں کا پروپیگنڈا بالکل باطل ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے الفاظ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے تبدیل کیے

روایات کے الفاظ مختلف نسخوں میں الگ الگ ہوئے اس وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا چونکہ صحیح مسلم کا وہ نسخہ جو بر صغیر میں ہے اس میں وہ الفاظ نہیں تھے جو اوپر دیے گئے ہیں طاغوت پرستوں نے عوام کے لئے شوشہ چھوڑا کہ یہ ڈاکٹر نے اپنے مقصد حاصل کرنے کے لئے تبدیل کیے ہیں جبکہ ان درس حدیث دینے والوں کو تو خوب معلوم ہو گا کہ یہ تبدیلی کیوں اور کیسے ہوتی ہے – یہ حال ہوا ہے امت کے علماء کا

یاد رہے کہ اللہ کا حکم ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّه شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

اے ایمان والوں اللہ کے لئے عدل کے گواہ بن کر کھڑے ہو اور ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اکسائے کہ عدل نہ کرو عدل کرو یہ تقویٰ کے قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

عثمان رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کا اجتہاد تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عن عثمان بن عفان قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم " إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال: استغفروا لاخيكم وسلوا له بالتثبيت فإنه الآن يسال.

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رکتے اور فرماتے: "اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا مانگو، اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا"۔ ابوداؤد کہتے ہیں: بحیر سے بحیر بن ریسان مراد ہیں۔۔ قال الشيخ الألباني: صحيح (تحفة الأشراف: ۸۹۴۰)

یہ روایت صحیح نہیں منکر ہے سنن ابوداود میں اسکی سند ہے

حدَّثنا إبراهيمُ بن موسى الرازيّ، حدَّثنا هشامٌ -يعني: ابن يوسف-، عن **عبدِ الله بن بَحِير**، عن هانىء مولى عثمانَ
عن عثمان بن عفان،

عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے اس راوی عبد اللہ بن بحیر اِبو وائل القاص الیمانی الصنعانی کے لئے الذھبی میزان میں لکھتے ہیں

وقال ابن حبان: يروى العجائب التي كأنها معمولة، لا يحتج به

اور ابن حبان کہتے ہیں یہ عجائب روایت کرتا ہے جو ان کا معمول تھا ، اس سے احتجاج نہ کیا جائے

الذھبی تاریخ الاسلام میں کہتے ہیں **فِيهِ ضَعْفٌ ان میں کمزوری ہے،** یہ بھی کہتے ہیں **ولہ غرائب غریب روایات بیان کرتے ہیں**

الذھبی اپنی دوسری کتاب **دیوان الضعفاء والمتروکین وخلق من المجهولین وثقات فیہم لین** میں ان کو **منکر الحدیث** بھی کہتے ہیں

الذھبی تاریخ الاسلام میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ **عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَحِيرٍ، الصَّنعائيّ، الْقَاصُّ -د. ت. ق- وَهِمَ مَنْ قَالَ: هُوَ ابْنُ بَحِيرِ بْنِ رَيْسَانَ**

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَحِيرٍ، الصَّنعائیّ، القاصُّ ہے (جس سے ابو داود اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے) اور وہم ہے جس نے کہا کہ یہ ابْنُ بَحِيرِ بْنِ رَيْسَان ہے

الذہبی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ (کو وہم ہوا) کہتے ہیں

.قَالَ شَيْخُنَا فِي تَهْذِيبِهِ: وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَحِيرِ بْنِ رَيْسَانَ الْمُرَادِيُّ، أَبُو وَائِلٍ الصَّنعانيّ

ہمارے شیخ (المزی) نے تہذیب (الکمال) میں (ایسا) کہا

ابْنُ مَاكُولا الکمال میں کہتے ہیں عبد اللَّهِ بْنُ بَحِيرٍ نُسِبَ إِلَى جَدّهِ

عبداللہ بن (عیسیٰ بن) بحیر بن ریسان ہے، اس کی نسبت دادا کی طرف ہے

یعنی وہ دادا کے نام سے مشہور ہے

الذھبی کے نزدیک محدثین (ابن حبان، المزی وغیرہ) کو وہم ہوا اور انہوں نے اس کو دو الگ راوی سمجھ لیا

الذھبی اس کی وجہ کتاب **المغنی فی الضعفاء** میں ترجمہ عبد اللہ بن بحیر الصَّنْعَانِيّ القاص میں لکھتے ہیں

وَلَيْسَ هُوَ ابْن بحير بن ريسان فان بحير بن ريسان غزا الْمغرب زمن مُعَاوِيَة وَسكن مصر وروى عَن عبَادَة بن الصَّامِت وَعمر دهرا حَتَّى لقِيه ابْن لَهِيعَة وَبكر بن مُضر وَقَالَ ابْن مَا كولا فِي شيخ عبد الرَّزَّاق أَنا أَحْسبهُ عبد الله بن عِيسَى بن بحير نسب إِلَى جده وكنيته أَبُو وَائِل قلت لَهُ مَنَاكِير

اور یہ ابن بحیر بن ریسان نہیں کیونکہ عبد اللہ ابن بحیر بن ریسان نے مغرب میں جہاد کیا مُعَاوِيَة کے زمانے میں اور عبَادَة بن الصَّامِت سے روایت کیا اور عمر کا ایک حصہ گزارا حتی کہ ابن لَہِيعَة سے ملاقات ہوئی اور بکر بن مُضر سے اور ابْن مَا کولا نے کہا عبد اللہ بن بحیر الصَّنْعَانِيّ الْقَاص شیخ عبد الرَّزَّاق کے لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عبد اللہ بن عِيسَى بن بحیر ہے جس کی نسبت دادا کی طرف ہے اور کنیت أَبُووَائِل ہے میں کہتا ہوں ان کے پاس منکر روایات ہیں[37]

37

اس روایت کے دفاع میں کہا جاتا ہے

بل يقفُ على القبر يَدْعُو له بالتثبيتِ، ويستغفرُ له، ويأمرُ الحاضرين بذلك لحديثِ عُثمانَ بن عَفّان رضي الله عنه قال:

«كانَ النبيُّ ﷺ إذا فَرَغَ من دفن الميتِ وَقَفَ عليه فقال: اسْتَغْفِروا لأخيكم، وسَلوا له التثبيتَ، فإنه الآن يُسأل».

أخرجه أبو داودَ (٢/ ٧٠) والحاكمُ (١/ ٣٧٠) والبيهقي (٤/ ٥٦) وعبدُ الله ابن أحمد في «زوائد الزُّهد» (ص ١٢٩) وقال الحاكم:

«صحيحُ الإسنادِ»، ووافقه الذهبيُّ، وهو كما قالا، وقال النوويُّ (٥/ ٢٩٢): «إسنادهُ جَيِّدٌ».

ابن ناصر الدین کے نزدیک وہ راوی جو ھانی سے روایت کرتا ہے عبد بن بجیر القاص ہے جس کی کنیت ابو وائل ہے اور ابن حبان نے اس کو ضعیف کہا ہے اور جہاں تک الذہبی کا کہنا ہے کہ اس نے مغرب کا سفر کیا تو وہ الگ ہے وہ **بجیر بن ریسان** ہے

کتاب توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم از محمد بن عبد الله (أبي بكر) بن محمد ابن أحمد بن مجاهد القيسي الدمشقي الشافعي، شمس الدين، الشهير بابن ناصر الدين (المتوفى: 842هـ) کے مطابق

ابن ناصر کہتے ہیں

قلت: هَذَا الْإِطْلَاق كَالَّذِي مر آنِفا فعبد الله بن بحير اثْنَان: أَحدهمَا: الْحَضْرَمِيّ الْكُوفِي رأى الْحُسَيْن بن عَليّ – رضوَان الله عَلَيْهِمَا وَقَالَ الاجلح أَبُو حجية الْكِنْدِيّ: عَن عبد الله بن بحير الْحَضْرَمِيّ قَالَ: رَأَيْت الْحُسَيْن عَلَيْهِ السَّلَام يَوْم قتل وَهُوَ مخضوب بوسمة وَعَلِيهِ جُبَّة خَز. وَالثَّانِي: أَبُو وَائِل الْقَاص روى عَن هَانِئ مولى عُثْمَان. وَثمّ ثَالِث ايضا ذكره عبد الله بن يُوسُف الْجُرْجَانِيّ الْحَافِظ فِي كِتَابه المعجم فِي المشتبه وَهُوَ عبد الله بن بحير الْبَصْرِيّ يكنى أَبَا حَمْزَة روى عَن الْحسن الْبَصْرِيّ وَمُعَاوِيَة بن قُرَّة وَعنهُ ابْن الْمُبَارك. وَثمّ رَابِع لكنه نسب إِلَى جده على قَول: وَهُوَ عبد الله بن بجير بن ريسان الَّذِي ذكره أَبُو بكر الْخَطِيب فِي التَّلْخِيص: قيل: هُوَ عبد الله بن عِيسَى بن بجير بن ريسان. أما عبد الله بن بجير الرَّاوِي عَن عَبَّاس الْجريرِي وَغَيره وَعنهُ بشر بن الْمفضل فبالضم وَالْجِيم يكنى أَبَا حمْرَان. قَالَ: وبجير وَالِد سُلَيْمَان.

ابن ناصر الدین کہتے ہیں میں کہتا ہوں... عبد اللہ بن بحیر ... – یہ دو ہیں

ایک الْحَضْرَمِيّ الْكُوفِي ہے جس نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور اجلع نے عبد اللہ بن بحیر الْحَضْرَمِيّ الْكُوفِي سے روایت کیا کہ اس نے حسین کو دیکھا جب ان کا قتل ہوا وہ خضاب لگائے ہوئے تھے اور سبز جبہ پہنے ہوئے تھے

حالانکہ امام الحاکم کی تصحیح کون مانتا ہے ان پر محدثین کی شدید جرح ہے .وہ تو اس روایت تک کو صحیح کہتے ہیں جس میں آدم علیہ السلام پر وسیلہ کے شرک کی تہمت لگائی گئی ہے- الذہبی نے اس روایت پر تلخیص مستدرک میں سکوت کیا ہے نہ کہ تصحیح اور الذہبی کی اس راوی کے بارے میں رائے اوپر دیکھ سکتے ہیں-

دوسرا أَبُو وَائِل الْقَاص ہے جس سے هَانِئ مولى عُثْمَان روایت کرتا ہے

ایک تیسرا بھی ہے جس کا ذکر عبد الله بن يوسف جرجانی نے كتاب المعجم فِي المشتبه میں کیا ہے کہ ایک ابی حمزه عبد الله بن بحير الْبَصْرِيّ ہے جو حسن بصری اور مُعَاوِيَة بن قُرّه سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابن مبارک نے روایت کیا ہے

ایک چوتھا ہے جو دادا سے منسوب ہے عبد الله بن بحير بن ريسان جس کا ذکر خطیب بغدادی نے التَّلْخِيص میں کیا ہے - کہتے ہیں یہ عبد الله بن عيسَى بن بحير بن ريسان ہے

جہاں تک راوی کا تعلق ہے جو عَبّاس الْجريرِي اور دیگر سے روایت کرتا ہے اور اس سے بشر بن المفضل اس کی کنیت ابو حمران ہے

اسی کتاب میں ہے

وَعبد الله بن بحير أَبُو اوئل الْقَاص الصَّنْعَانِيّ روى عَنهُ هِشَام بن يُوسُف وَإِبْرَاهِيم بن خَالِد وَهَذَا شيخ عبد الرَّزَّاق. قلت: قَول المُصَنّف: وَهَذَا شيخ عبد الرَّزَّاق يُشِير بِهِ إِلَى عبد الله بن بحير بن ريسان الْمَذْكُور قبل وَصرح بِهِ فِي الكاشف فَقَالَ: عبد الله بن بحير بن ريسان الْمرَادِي الصَّنْعَانِيّ كنيته أَبُو وَائِل عَن هَانِئ مولى عُثْمَان وعدة وَعنهُ هِشَام بن يُوسُف وَعبد الرَّزَّاق وَلَيْسَ بِذَاكَ. انْتهى. وَهَذَا وهم فَإِن ابْن ريسان غير أبي وَائِل الْقَاص فرق بَينهمَا أَبُو بكر الْخَطِيب فِي التَّلْخِيص والأمير فِي الْإِكْمَال وَغَيرهمَا من الْأَئِمَّة. وَقَالَ أَبُو حَاتِم بن حبَان بعد أَن ذكر عبد الله بن بحير الْقَاص: يروي الْعَجَائِب الَّتِي كَأَنَّهَا معمولة وَلَا يحْتَج بِهِ وَهُوَ أَبُو وَائِل وَمَا هُوَ بِعَبْد الله بن بحير بن ريسان ذَاك ثِقَة وَحَكَاهُ المُصَنّف فِي الْمِيزَان عَن ابْن حبَان ثمَّ فرق المُصَنّف بَينهمَا فِي الْمِيزَان فَقَالَ: وَابْن ريسان غزا الْمغرب زمن مُعَاوِيَة وأدركه بكر بن مُضر وَابْن لَهِيعَة وَأَبُو وَائِل هَذَا روى عَن عُرْوَة بن مُحَمَّد بن عَطِيَّة وَعبد الرَّحْمَن بن يزِيد الصَّنْعَانِيّ وَغَيرهمَا. انْتهى. وَفِي هَذَا نظر لِأَن المُصَنّف إِن أَرَادَ بقوله: وَابْن ريسان عبد الله بن بحير بن ريسان فخطأ ظَاهر لِأَن الَّذِي غزا الْمغرب وأدركه بكر وَابْن لَهِيعَة هُوَ أَبوهُ بحير بن ريسان كَمَا ذكره ابْن يُونُس فِي تَارِيخه وَغَيره من الْأَئِمَّة وَإِن أَرَادَ أَبَاهُ بحير بن ريسان فصواب لَكِن ذكره هُنَا فِيهِ إِيهَام وَلَا تعلق لَهُ بِهَذِهِ التَّرْجَمَة إِلَّا من حَيْثُ الاستطراد. وَالله أعلم

اگرچہ الذھبی نے شروع میں تذھیب میں لکھا تھا کہ عبد اللہ بن بحیر ایک ہی ہے

٣٢١٩ ـ د ت ق : عبد الله [٢] بن بحير [٣] بن ريسان المرادي الصنعاني ، أبو وائل القاص . [٢/ق ١٢٧ ـ أ]

عن : هانيء مولى عثمان ، وعبد الرحمن بن يزيد (القاص) [٤] ، وعروة ابن محمد السعدي .

وعنه : إبراهيم بن خالد ، وهشام بن يوسف ، ومحمد بن الحسن بن [أتش][٥]، وعبد الرزاق الصنعانيون .

وثقه ابن معين ، وغيره .

قلت [٦] : قال ابن حبان : عبد الله بن بحير (الصنعاني أبو وائل القاص)[٤] ، وليس هو بعبد الله بن بحير) [٧] بن ريسان ذاك ثقة ، وأبو وائل واه ، يروي عن عروة بن محمد بن عطية ، وعبد الرحمن بن يزيد العجائب التي كأنها معمولة لا يجوز الاحتجاج به .

قلت : لم يفرق بينهما أحد قبل ابن حبان وهما واحد .

للإمام الحافظ

شيخ الإسلام محجة المحدثين وإمام المؤرخين

شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قيماز

الشهير بـ" الذهبي "

(٦٧٣-٧٤٨ هـ)

تحقيق

أيمن سلامة

المجلد الخامس

الناشر

الفاروق الحديثة للطباعة والنشر

قال الذهبي في ((التهذيب)) : ((وقرأته بخطه : لم يفرق بينهما أحد قبل ابن حبان ، و هما واحد

لیکن تاریخ الاسلام جو الذہبی کی آخری کتابوں میں سے ہے اس میں اس قول سے رجوع کیا ہے

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَحِيرٍ الصَّنْعَانِيُّ الْقَاصُّ. [الوفاة: 161 - 170 ھ]

وَهِمَ مَنْ قَالَ: هُوَ ابْنُ بَحِيرِ بْنِ رَيْسَانَ. وَقَالَ ابْنُ مَاكُولا: أَحْسَبُهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عِيسَى بْنِ بَحِيرٍ.

فِيهِ ضَعْفٌ، أَخَذَ عنه عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَغَيْرِهِ، وَقَدْ جَاءَ حَدِيثٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بن بحير بن ريسان الحميري، وله غرائب.

وَقَالَ ابْنُ مَاكُولا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَحِيرٍ نُسِبَ إِلَى جَدِّهِ.

الذہبی نے کہا جس نے کہا یہ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَحِيرِ بْنِ رَيْسَانَ الصَّنْعَانِيّ الْقَاصّ ہے اس کو وہم ہے

لفظ آلآن کی بحث

قرآن میں آلآن کا لفظ کئی مقام پر ہے

آلآن وقد **عصيت** قبل وكنت من المفسدين یونس ۹۱ یہ قرآن میں ہے فرعون سے کہا اب ایمان لاتا ہے اور اس سے پہلے مفسدوں میں سے تھا ظاہر ہے لفظ آلآن سے یہ زمانہ حال کی قید لگ رہی ہے - آلآن کی وجہ سے مستقبل کا صغیہ نہیں لگے گا

{الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ} [يوسف: 51] عزیز مصر کی بیوی نے سہیلیوں سے کہا اب تم پر حق ظاہر ہوا کہ دیکھو یہ یوسف حسین ہے - یہ اس وقت ہے جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا

{ الآن جئت بالحق } [البقرہ ۷۱] بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہا اب ہم جان گئے گائے کیسی ہے

کتاب معجم متن اللغة (موسوعة لغوية حديثة) از أحمد رضا (عضو المجمع العلمي العربي بدمشق)

الناشر: دار مكتبة الحياة - **بیروت** کے مطابق

الآن: الوقت الذي أنت فيه

الآن: وہ وقت ہے جس میں تم خود ہو

کتاب الغريبين في القرآن والحديث از أبو عبيد أحمد بن محمد الهروي (*المتوفى* 401-) کے *مطابق*

وقوله: {الآن جئت بالحق} قال الفراء: هو في الأصل: أوان، وهو اسم لحد الزمانين الذي أنت فيه، منصوب على كل حال.

الآن سے مراد وہ وقت ہے جس میں تم خود ہو

فرقہ پرستوں کے ترجمہ

سن ۸۴ کے اس پاس امیر جماعت المسلمین نے ذہن پرستی کے عنوان سے کچھ مضامین لکھے اس میں اس روایت کا ترجمہ پیش کیا گیا
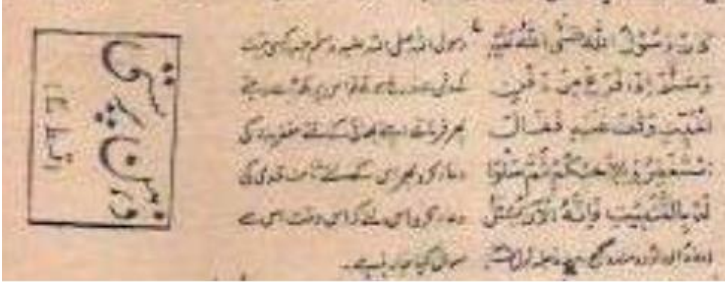
ترجمہ

اس وقت اس سے سوال کیا جا رہا ہے

سن ۱۹۹۷ میں کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں ابو جابر دامانوی نے لکھا

آیت عذاب القبر کے متعلق نازل ہوئی۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل

(اخرجه ابوداؤد فی الجنائز باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف رقم ۳۲۲۱، والحاکم فی المستدرك ۱/۳۷۰، و قال هذا حدیث صحیح الاسناد و قال الذهبی صحیح- رواه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة باب ما یقول اذا فرغ من دفن المیت رقم ۵۸۵، مشکاۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر حدیث: ۱۳۳ و قال الاستاذ علیزئی اسناده حسن)

''نبی ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہوتے پھر فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جارہا ہے''۔

یہ حدیث بھی مندرجہ بالا آیت کی پوری طرح وضاحت اور تشریح بیان کرتی ہے۔

سن ۲۰۰۸ میں کتاب عذاب قبر کا بیان میں ابو جابر دامانوی نے ترجمہ پیش کیا

ایک اور حدیث میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ۔ (اخرجه ابو داؤد فی الجنائز باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف: ۳۲۲۱ و الحاکم فی المستدرک: ۱/ ۳۷۰ وقال هذا حدیث صحیح الاسناد و قال الذهبی صحیح و رواه ابن السنی فی عمل الیوم و اللیله باب ما یقول اذا فرغ من دفن المیت رقم ۵۸۵ ومشکوٰۃ المصابیح باب' اثبات عذاب القبر)

''نبی ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہوتے ہی فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو' اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جارہا ہے۔''

یہ حدیث بھی مندرجہ بالا آیت کی پوری طرح وضاحت اور تشریح کرتی ہے:

لیکن ان لوگوں کو احساس دلایا گیا کہ اس میں ہے کہ دفن کرنے والے ابھی قبر پر ہی ہوتے ہیں اور اس وقت سوال کیا جاتا ہے دوسری طرف قرع النعال والی روایت میں ہے کہ جب دفنانے والے چلے جاتے ہیں اس وقت سوال ہوتا ہے لہذا ترجمہ بدل دیا گیا اور سن ۲۰۰۹ میں ارشد کمال نے کتاب المسند فی عذاب قبر میں ترجمہ پیش کیا

١٣٤/١۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضي الله عنه، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ)) ❶

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو قبر پر رکتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو اور ثابت قدمی کی دعا کرو۔ بے شک اب اس سے سوال کیا جائے گا۔''

بشیر احمد کتاب سفر آخرت میں ترجمہ کرتے ہیں

۱۳۔ قبر پر دعا:

كَانَ رَسُولُ اللهِ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ۔ (ابوداؤد)

جناب عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ جب میت کو دفن کر لیتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے اور سب لوگوں سے کہتے کہ اپنے اس بھائی (میت) کے لئے بخشش کی دعا مانگو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے قبر کے حساب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس کا حساب ہونے والا ہے۔

شاہ محمد چشتی مستدرک حاکم میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں

(۱۴۰۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے پاس رکھے ایک جنازے پر پہنچے جس کا ساتھی دفن کیا جا رہا تھا چنانچہ فرمایا: اپنے بھائی کے لئے بخشش کی دعا کرو اور یہ دعا کرو کہ اللہ اسے ثابت قدم رکھے کیونکہ اب اس سے سوال و جواب ہونے والے ہیں۔''

اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے نہیں لیا۔

یہاں اگرچہ مضارع کا صغیہ ہے لیکن لفظ آلآن کی وجہ سے اس کا ترجمہ اصل میں حال کا ہے نہ کہ مستقبل کا

مزید براں اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے

کیا مردہ قوت احساس رکھتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف انداز میں عذاب قبر سے متعارف کرایا گیا- قرآن میں کفار پر عذاب قبر کی خبر دی گئی جو مکی دور کی سورتیں ہیں مثلا سورہ یونس سورہ الفصلت وغیرہ- اسی طرح مدینہ میں یہود پر عذاب سنوایا گیا

عَنِ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: «يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا» وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَوْنٌ، سَمِعْتُ أَبِي، سَمِعْتُ البَرَاءَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نبي صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور سورج غروب ہو چکا تھا پس اپ نے ایک آواز سنی اپ نے کہا یہود کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے

اس روایت کے مطابق کوئی قبرستان نہیں ہے صرف اپ گھر سے نکلے ہیں کہ آواز سنا دی گئی- قبر پرست اس روایت میں اضافہ کرتے ہیں کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے یعنی قبرستان کی طرف گئے حالانکہ جب بھی حدیث میں خرج النبی آئے اور مقام کا تعین نہ ہو تو اس سے مراد گھر ہی ہوتا ہے

الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری میں کرمانی کہتے ہیں
إن صوت المیت من العذاب یسمعها غیر الثقلین فکیف سمع ذلک؟ قلت هو فی الضجة المخصوصة وهذا غیرها او سماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل المعجزة.
میت کی چیخ عذاب میں سے ہے اس کو غیر ثقلین کیسے سن لیتے ہیں؟ میں کرمانی کہتا ہوں یہ شور جو سنا مخصوص تھا.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا معجزہ ہے

اس مخصوص روایت میں یہ ہے ہی نہیں کہ آواز دیگر نے بھی سنی اس میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا بیان ہوا ہے

طبرانی میں اس روایت پر ہے
خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَمَعِي كُوزٌ مِنْ مَاءٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِه
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے گھر سے نکلے تھے

مدینہ میں وفات سے چار ماہ قبل مومن پر عذاب قبر کی خبر دی گئی ہے جس میں بہت سی روایات اس سے متعلق کتب میں ہیں
مثلا صحیح بخاری میں ہے

حدیث نمبر: 218 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: "إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا ؟ قَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا"، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهُ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِه.
ہم سے محمد بن المثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے مجاہد کے واسطے سے روایت کیا، وہ طاؤس سے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔ ایک تو ان میں سے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہری ٹہنی لے کر بیچ سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایسا) کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان پر عذاب میں کچھ تخفیف رہے
اس موقعہ پر اپ صحابہ کے ساتھ تھے تو دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا اپ نے ان پر ایک ایک ٹہنی لگا دی ظاہر ہے عالم بالا جا کر عذاب کم نہیں کرا سکتے تھے ٹہنی لگانا بھی بطور وعظ و نصیحت تھا۔ اپ کے بعد اکابر صحابہ میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا کہ جب بھی قبرستان گیا ہو اور ٹہنی لگائی ہو

اسی طرح صحیح بخاری میں ایک معلق روایت بھی اتی ہے ۔ امام بخاری نے صحیح میں باب میں روایت نقل کی ہے کہ بریدۃ بن الحصیب الصحابی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانِ کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر ٹہنیاں لگائی جائیں

وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الأَسْلَمِيُّ: «أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيدَانِ

امام بخاری جب ابواب میں اس طرح کی روایات نقل کرتے ہیں تو اس کا مقصد اس مسئلہ پر کچھ اقوال نقل کرنا ہوتا ہے جن کی وہ سند نہیں دیتے انہوں نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد ابن عمر کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک قبر پر خیمہ دیکھا تو کہا کہ صاحب قبر کا عمل اس پر سایہ کرے گا-شارحین کی رائے ہے کہ امام بخاری نے بریدہ رضی اللہ عنہ کے قول کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ پیش کیا کیونکہ ان کے نزدیک ٹہنی لگانا نبی کے لئے خاص تھا

تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری از ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ) میں اس کی سند ہے

أما أثر بُرَيْدَة فَقَالَ ابْنُ سَعْد أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّه بْنُ مُحَمَّد بْنِ حَفْص ثَنَا حَمَّادُ ابْن سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ الأَحْوَلِ عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ قَالَ أَوْصَى بُرَيْدَةُ أَنْ يُوضَعَ عَلَى قَبْره جَرِيدَتَانِ وَمَاتَ بِأَدْنَى خُرَاسَانَ وَقد وَقع لِي من طَرِيق أُخْرَى لأبي برزَة الْأَسْلَمِيّ أَيْضا وفيهَا حَدِيث مَرْفُوع من حَدِيثه قَرَأت عَلَى أَحْمد بن عمر اللؤْلُؤِي عَن الْحَافِظ ز 116 ب أبي الْحجَّاج الْمزي أَن يُوسُف بن يَعْقُوب [ابن المجاور] أخبرهُ أنا أَبُو الْيمن الْكِنْدِيّ أنا أَبُو مَنْصُور الْقَزاز أنا أَبُو بَكْرِ الْخَطِيبُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَخْلَد ثَنَا أَبُو سَعِيد النَّسوِيّ سَمِعت أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّد بْنِ عُمَر بْنِ بِسْطَامٍ يَقُولُ سَمِعت أَحْمد ابْن سيار يَقُولُ ثَنَا الشَّاهُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو صَالح سُلَيْمَانُ بْنُ صَالح [اللَّيْثِيِّ] ثَنَا النَّضْرُ بْنُ الْمُنْذر بْن ثَعْلَبَة [الْعَبْدِيَّ] عَن حَمَّاد بن سَلمَة عَن قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا بَرْزَةَ الأَسْلَمِيَّ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ مَر عَلَى قَبْرٍ وَصَاحِبُهُ يُعَذَّبُ فَأَخَذَ جَرِيدَةً فَغَرَسَهَا فِي الْقَبْرِ وَقَالَ عَسَى أَنْ يُرَفَّهَ عَنْهُ مَا دَامَتْ رَطْبَةً))وَكَانَ أَبُو بَرزَة يُوصي إِذا مت فضعوا فِي (قَبْرِي) معي جريدتين قَالَ فَمَاتَ فِي مفازة بَين كرمان وقومس فَقَالُوا كَانَ يوصينا أَن نضع فِي قَبره جريدتين وَهَذَا مَوضع لَا نصيب فيه فَبَيْنَمَا هم كَذَلِك إِذْ طلع عَلَيْهِم ركب من قبل سجستان فَأَصَابُوا مَعَهم سَعَفًا فَأخذُوا مِنْهُم جريدتين فوضعوهما مَعَه فِي قَبره أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّه بْنُ اور جہاں تک بریدہ کے اثر کا تعلق ہے تو ابن سعد نے (طبقات میں) کہا مُحَمَّد بْنِ حَفْص ثَنَا حَمَّادُ ابْن سَلَمَةَ ، انہوں نے عَاصِمِ الأَحْوَلِ سے انہوں نے مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ سے روایت کیا کہا بریدہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو ٹہنیاں لگا دی جائیں اور وہ ادنی خراسان میں مرے

اور مجھے (ابن حجر) ایک اور طرق ملا ابی برزہ اسلمی سے جو حدیث مرفوع ہے .. قتادہ نے کہا أَبَا بَرْزَةَ الأَسْلَمِيَّ نے روایت کیا کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم ایک قبر پر سے گزرے جس کے صاحب کو عذاب ہو رہا تھا پس ایک ٹہنی لی اس کو قبر پر گاڑھا اور فرمایا ہو سکتا ہے یہ عذاب اٹھ جائے جب تک یہ تر رہے

مورق المتوفی ۱۰۵ھ کا سماع بریدہ رضی اللہ عنہ المتوفی ٦٢ھ سے ثابت نہیں ہو سکا

مورق کی وفات ابن سعد کے مطابق توفِّيَ فِي ولَايَة عمر بن هُبَيْرَة عمر بن ہبیرہ کے دور میں ہوئی

تاریخ الدمشق کے مطابق عمر بن ہبیرہ كان إمير العراقين من قبل يزيد بن عبد الملك- خلیفہ یزید بن عبد الملک کے دور (۱۰۱ سے ۱۰۵ ہجری) میں عراق کے امیر تھے-بریدہ رضی اللہ عنہ کی وفات سن ٦٢ ھ میں خراسان میں ہوئی- ذخیرہ احادیث میں مورق کی یہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے واحد روایت ہے- مورق، صحابی رسول ابی ذر رضی اللہ عنہ سے بھی مرسل روایت کرتے ہیں– مورق کے بریدہ سے سماع کا متقدمین محدثین میں سے کسی نے ذکر بھی نہیں کیا

کتاب كوثَر المَعَاني الدَّرَارِي في كَشْفِ خَبَايا صَحِيحْ البُخَاري از الشنقيطي (المتوفى:1354هـ) کے مطابق

قال الطُّرطُوشيّ: لأن ذلك خاص ببركة يده
الطُّرطُوشيّ کہتے ہیں : یہ تو نبی کے ہاتھ کی خاص برکت تھی
یعنی کسی غیر نبی کے ہاتھ سے ٹہنی لگنے سے وہ عذاب میں تخفیف کا باعث نہیں ہو سکتیں

الشنقیطی کہتے ہیں

قلت: وعلى كل حال، فعل بُريدة فيه استئناس لما تفعله الناس اليوم من وضع الجريد ونحوه على القبر، فإن الصحابي أدرى بمقاصد الحديث من غيره، خلافًا لما مرّ عن الخَطّابي
میں کہتا ہوں: ہر صورت میں بریدہ کے فعل سے متاثر ہو کر ہی لوگ آج ٹہنی قبر پر لگاتے ہیں، کیونکہ صحابی حدیث کے مقصد کو جانتے ہیں اور یہ اس کے خلاف ہے جس طرف الخطابی گئے ہیں
فتح الباری میں ابن حجر کہتے ہیں

قَالَ بن رَشِيد وَيَظْهَرُ مِنْ تَصَرُّفِ الْبُخَارِيِّ أَنَّ ذَلِكَ خَاص بهما
ابن رشید نے کہا اور بخاری کے تصرف سے ظاہر ہے کہ (یہ ٹہنی لگانا) ان کے نزدیک یہ خاص ان (دو معذبین) کے لئے تھا

عبد الرحمٰن مبارک پوری جناب بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کو قبول کرتے ہیں

میں کہتا ہوں جیسا کہ حضرت بریدہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی اور قبر میں کھجور کی شاخ کو رکھنا جائز سمجھا اسی طرح اب بھی اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء واتباع کرے اور قبر میں کھجور کی شاخ گاڑے تو اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور بہت سے لوگ جو بیر کی شاخ یا انار کی شاخ قبر میں گاڑتے ہیں' سو اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے' (کتاب الجنائز ص ۷۳)

ابن الحسن محمدی اپنے مضمون
میں لکھتے ہیں قبروں پر پھول اور چادریں چڑھانا کیسا ہے؟

http://www.tohed.com/قبروں-پر-پھول-اور-چادریں-چڑھانا-کیسا-ہے/#more-3516

فائدہ : مورّق عجلی بیان کرتے ہیں :

اوصي بريدة الاسلمي ان توضع في قبره جريدتان، فكان مات بادني خراسان، فلم توجد الا في جوالق حمار .
'' سیدنا بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو ٹہنیاں رکھی جائیں، آپ رضی اللہ عنہ خراسان کے علاقے میں فوت ہوئے، وہاں یہ ٹہنیاں صرف گدھوں کے چھٹوں میں ملیں۔'' [الطبقات لابن سعد:8/7، وسندہ صحیح إن صح سماع مورّق عن بریدۃ]

بشرطِ صحت یہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی اپنی ذاتی رائے معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے قبر پر دو ٹہنیاں رکھنے کا حکم دیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عذاب سے تخفیف کی غرض سے گاڑنے کا حکم نہیں دیا۔

سیدنا ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ والی روایت [تاریخ بغداد : 183، 182/1]
''ضعیف'' ہے۔
اس کے دو راویوں الشاہ بن عمار اور النضر بن المنزر بن ثعلبہ العبدی کے حالات نہیں مل سکے۔
دوسری بات یہ ہے کہ قتادہ ''مدلس'' ہیں۔ ان کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں۔ [جامع التحصیل فی احکام المراسیل : 255]

الحلل الإبريزية من التعليقات البازية على صحيح البخاري میں وہابی عالم عبد العزیز بن عبد الله بن باز کہتے ہیں

وهو الذي جعل بريدة يوصي بذلك، والعلماء على خلاف ذلك، والنبي – صلى الله عليه وسلم – لم فعله في غيرهما، وهذا خاص بهما، ولم يفعله بأصحابه، ولا ببناته، وبريدة ظن أنه مشروع

اور ایسا بریدہ نے وصیت کی اور علماء اس کے خلاف ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کسی اور کے لئے نہیں کیا اور یہ ان دو کے لئے خاص تھا اور نہ ان کے اصحاب نے کیا اور نہ ان کی بیٹیوں نے اور بریدہ نے گمان کیا کہ یہ مشروع ہے

الغرض بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی وصیت ان کا اجتہاد تھا لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں کیونکہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ ان کے لئے خاص تھا۔ یہ بیشتر علماء کی رائے ہے راقم کے نزدیک روایت ضعیف ہے مورق کا سماع بریدہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں

اس وصیت کا مختصراً تذکرہ ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے کتاب عذاب البرزخ میں کیا

اسی طرح بعض انتہائی ہوشیار بریدۃ الاسلمیؓ کی وصیت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قبر میں کھجور کی دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی تھی۔ بخاری باب "الجرید علی القبر" لا کر بتلاتے ہیں کہ یہ ان کی بات وصیت کے وقت کی ہے ورنہ عبداللہ بن عمرؓ نے جب عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر خیمہ دیکھا تو حکم دیا "یاغلام انزعہ فانما یظلہ عملہ" اے لڑکے خیمہ ہٹا دے' ان کے اوپر تو صرف ان کا عمل سایہ کرے گا' خیمہ یا شاخ نہیں'۔ (بخاری عربی ص ۱۸۱ جلد ا۔ عذاب قبر ص ۱۸)

کتاب عذاب قبر الناشر مدرسۃ اُمّ المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروق کراچی میں ابو جابر دامانوی اپنی علمی استعداد کے مطابق ڈاکٹر عثمانی کے لکھے پر کہتے ہیں

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جناب بریدۃ الاسلمیؓ نے جو وصیت کی تھی موصوف کے نزدیک ان کی یہ بات وصیت کے وقت کی تھی گویا موصوف کے نزدیک جو شخص بھی مرض الموت میں مبتلا ہوا وہ ضرور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے گا۔ اور ضرور بحرانی کیفیت میں مبتلا ہو۔ غور فرمایئے کہ یہ نقطہ نگاہ کس قدر غلط اور خطرناک ہے جو بات بھی موصوف کے نظریات کے خلاف ہوتی ہے وہ اسے جھٹلا دیتے ہیں۔

افسوس دوسروں کا چبایا کھا کھا کر قرطاس کالا کرنے کی سعی میں موصوف نے دھیان ہی نہیں دیا کہ وہابی اور علم مسلک غیر مقلدین کیا کہتے ہیں

کتاب بدعات کا انسائیکلوپیڈیا میں البانی کا قول بیان ہوا ہے
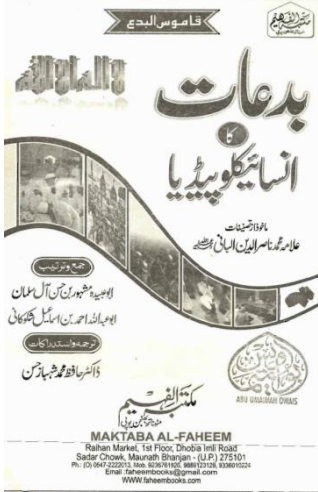
حافظ نے اپنی شرح میں فرمایا:

''گویا کہ بریدہ نے اس حدیث کو اس کے عموم پر محمول کیا اور اسے ان دو آدمیوں کے ساتھ خاص نہ سمجھا۔ ابن رشید نے بیان کیا: بخاری کے تصرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان دونوں کے ساتھ خاص تھا، اسی لیے انھوں نے ابن عمر کے اس فرمان کے ذریعے اس کی علمی گرفت کی ہے:

''اس کا عمل اسے سایہ کرتا ہے۔''

میں کہتا ہوں: اس میں کوئی شک نہیں کہ بخاری نے جو موقف اختیار کیا ہے ان کے بیان کردہ بیان کے مطابق درست ہے اور بریدہ کی رائے میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ وہ ایک رائے ہے، حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی، حتیٰ کہ خواہ وہ عام ہو، کیونکہ نبی ﷺ نے شاخ کو قبر میں نہیں رکھا، بلکہ اس کے اوپر رکھا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے۔

''بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے۔''

البانی کہتے ہیں کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی رائے کی کوئی دلیل نہیں ہے –البانی کے نزدیک ایسا کرنا بدعت ہے

ان علماء کے نزدیک حدیث نبوی کا منشا یہ نہیں ہے کہ جو بریدہ سے منسوب روایت میں بیان کیا گیا ہے

مردہ کی ہڈی توڑنا

سنن ابو داود، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا"

رسول اللہ نے فرمایا میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جسے زندہ کی ہڈی توڑنا

سند ضعیف ہے - سعد بن سعید الانصاری ہے قال النسائی لیس بالقوی

مسند احمد میں بھی اسی سند سے ہے قلنا (الأرناؤوط) : لکن ضعفہ احمد والنسائی وابن معین - شعیب کا کہنا ہے کہ اس راوی کو احمد، نسائی اور ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے

سنن ابن ماجہ میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِ عَظْمِ الْحَيِّ فِي الْإِثْمِ

اس کی سند کو البانی نے ضعیف قرار دیا ہے

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الرِّجَالِ، مِنْ بَنِي النَّجَّارِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الرِّجَالِ، يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ""كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ، كَكَسْرِهِ حَيًّا

عبد الرحمٰن بن ابی الرجال اس کی سند میں بقول امام ابی حاتم لین الحدیث ہے کمزور حدیث والا ہے

سؤالات البرذعی میں ہے کہ ابی زرعۃ نے کہا وعبد الرحمٰن ایضًا یرفع اشیاء لایرفعھا غیرہ - عبد الرحمان بھی روایت کو بلند کر دیتا ہے

صحیح ابن حبان میں بھی ہے لیکن وہاں یحییٰ بن سعید مدلس کا عنعنہ ہے

روایت اس تناظر میں معلوم ہوتی ہے کہ کافر مسلمانوں کی لاش کا مثلہ کر دیتے تھے اس سے روکنے کے اغلبًا یہ حکم آیا کہ مسلمان پلٹ کر بدلہ لینے کے لئے یہ نہیں کریں گے

کیا میت دیکھتی ہے؟

صحیح مسلم میں ہے

ام سلمہ رضی اللہ عنہ کہتیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں (موت کے وقت)پتھرا گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے ان کی آنکھیں بند کیں اور پھر فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو اس کی بینائی بھی روح کے ساتھ چلی جاتی ہے ۔ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والے یہ سن کر سمجھ گئے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور وہ رونے چلانے لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نفسوں پر بھلائی کے سوا اور کوئی دعا نہ کرو اس لئے کہ اس وقت جو کچھ تمہاری زبان سے نکلتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
" اے اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بخش دے اور ان کا مرتبہ بلند فرما کر ان لوگوں میں ان کو شامل فرما دے جن کو راہ مستقیم دکھائی گئی ہے اور ان کے پسماندگان کی کارسازی فرما اور اے تمام جہانوں کے پروردگار ہم کو اور ان کو بخش دے اور ان کی قبر میں کشادگی فرما اور اس کو (انور سے) منورکر دے۔

دوسری طرف صحیح بخاری کی ایک روایت ہے جس سے مردے میں بصری قوت اور قوت گویائی کا عقیدہ رکھنے والے پیش کرتے ہیں

صحیح بخاری کتاب الجنائز – باب کلام المیت علی الجنازۃ باب: میت کا چارپائی پر بات کرنا حدیث نمبر: 1380

حدثنا قتيبة، حدثنا الليث، عن سعيد بن أبي سعيد، عن أبيه، أنه سمع أبا سعيد الخدري ـ رضى الله عنه ـ يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " إذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال على أعناقهم، فإن كانت صالحة قالت قدموني قدموني. وإن كانت غير صالحة قالت يا ويلها أين يذهبون بها. يسمع صوتها كل شىء إلا الإنسان، ولو سمعها الإنسان لصعق".
ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے پھر مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ مردہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ ہاں آگے لیے چلو مجھے

بڑھائے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے۔ ہائے رے خرابی! میرا جنازہ کہاں لیے جارہے ہو۔
اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے

الطبقات الکبریٰ از المؤلف: أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی بالولاء، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفی: 230ھ) اور مسند احمد میں ہے کہ یہ قول ابو ہریرہ کا تھا

قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، وَمَعْنُ بْنُ عِيسَى قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: لَا تَضْرِبُوا عَلَيَّ فُسْطَاطًا وَلَا تَتَّبِعُونِي بِنَارٍ، وَأَسْرِعُوا بِي إِسْرَاعًا , فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم يَقُولُ: " إِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ أَوِ الْمُؤْمِنُ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: قَدِّمُونِي. وَإِذَا وُضِعَ الْكَافِرُ أَوِ الْفَاجِرُ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: يَا وَيْلَتِي أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِي "

ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، نے المقبری سے روایت کیا انہوں نے عبد الرحمان مولی ابو ہریرہ سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سےکہ بے شک ابو ہریرہ جب ان کی وفات کا وقت آیا کہا نہ میرے اوپر خیمہ لگانا نہ اگ ساتھ لے کر چلنا اور میرا جنازہ تیزی سے لے جانا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے کہا جب صالح بندے کو بستر پر رکھا جاتا ہے یا مومن بندے کو تو کہتا ہے مجھے لے چلو اور کافر کو بستر پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے بربادی کہاں جا رہے ہو

طبقات الکبریٰ از ابن سعد میں ہے کہ ابو ہریرہ کا قول تھا

قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِيدٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَ بِأَبِي هُرَيْرَةَ الْمَوْتُ قَالَ: لَا تَضْرِبُوا عَلَى قَبْرِي فُسْطَاطًا , وَلَا تَتَّبِعُونِي بِنَارٍ، فَإِذَا حَمَلْتُمُونِي , فَأَسْرِعُوا , فَإِنْ أَكُنْ صَالِحًا تَأْتُونَ بِي إِلَى رَبِّي، وَإِنْ أَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ , فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ تَطْرَحُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ

ابو معشر نے کہا سعید المقبری نے کہا جب ابو ہریرہ کی وفات کا وقت آیا کہا میری قبر پر خیمہ نہ لگانا نہ میرے پیچھے اگ لے کر جانا پس جب مجھے اٹھانا جلدی کرنا کیونکہ اگر میں نیک ہوں تو تم مجھے میرے رب کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر اس کے علاوہ ہوں تو تم ایک چیز اپنے کندھوں سے پھینک رہے ہو

مسند احمد کی سند ہے

حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: حِينَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ: لَا تَضْرِبُوا عَلَيَّ فُسْطَاطًا، وَلَا تَتْبَعُونِي بِمِجْمَرٍ، وَأَسْرِعُوا بِي، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ عَلَى سَرِيرِه قَالَ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي، وَإِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ السُّوءُ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: يَا وَيْلَهُ أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِي؟ "

المقبری نے عبد الرحمان مولی ابو ہریرہ سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک ابو ہریرہ جب ان کی وفات کا وقت آیا کہا نہ میرے اوپر خیمہ لگانا نہ اگ ساتھ لے کر چلنا اور میرا جنازہ تیزی سے لے جانا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے کہا جب صالح بندے کو جنازہ پر رکھا جاتا ہے یا مومن بندے کو تو کہتا ہے مجھے لے چلو اور کافر کو جنازہ پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے بربادی کہاں جا رہے ہو
حَدَّثَنَا يُونُسُ، وَحَجَّاجٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً [ص:466] قَالَتْ: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصُعِقَ " قَالَ حَجَّاجٌ: لَصُعِقَ

سعید المقبری نے اپنے باپ سے روایت کیا انہوں نے ابو سعید الخدری سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ کورکھتے ہیں اور مرد اس کو گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر یہ نیک ہے تو کہتا ہے مجھے لے چلو اور اگر بد ہے تو کہتا ہے بربادی کہاں جا رہے ہو اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے

روایت میں سعيد بن أبي سعيد المَقْبُرِي المدني کا تفرد ہے

سعید بن ابی سعید (أَبُو سَعْدٍ بن كَيْسَانَ) ایک ہی روایت تین سندوں سے بیان کر رہا ہے

ایک سعید المقبری عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ کی سند سے
دوسری سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ کی سند سے
تیسری سعید المقبری عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، کی سند سے

سعید المقبری سے تین لوگوں نے اس روایت کو لیا **أَبِي معشر الْمَدِينِيّ** ، دوسرے **لَيْثٌ بن سعد** ، تیسرے **ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ العَامِرِيُّ**

ابی معشر ضعیف ہے – العلل ومعرفة الرجال از احمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ) کے مطابق

سَأَلت يحيى بن معين عَن أبي معشر الْمَدِينِيّ الَّذِي يحدث عَن سعيد المَقْبُرِي وَمُحَمّد بن كَعْب فَقَالَ لَيسَ بِقَوي فِي الحَدِيث

ابن معین کہتے ہیں کہ أبي معشر الْمَدِينيّ جو سعید المقبری سے روایت کرتا ہے ... یہ حدیث میں قوی نہیں ہے
ابی معشر کے مطابق یہ الفاظ ابوہریرہ کے ہیں اس کو حدیث نبوی نہیں کہا ہے یعنی موقوف عن ابوہریرہ ہے

یہ بات کہ میت کے اس قول کو انسان کے سوا سب سنتے ہیں یہ صرف ابوسعید الخدری کی سند سے ہیں

لہٰذا محدثین اس کو صرف دو سندوں سے قبول کرتے ہیں جو لیث اور ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ کی اسناد ہیں

سعید بن إبي سعید المقْبُرِی اختلاط کا شکار تھے
المختلطین از صلاح الدین إبو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ الدمشقی العلائی (المتوفى: 761ھ) کے مطابق

سعيد بن أبي سعيد المَقْبرِي المدني قال شعبة: ساء بعد ما كبر وقال محمد بن سعد: ثقة إلا أنه اختلط قبل موته بأربع سنين.

شعبہ کہتے ہیں یہ بوڑھے ہوئے تو خراب ہوئے
ابن سعد نے کہا یہ ثقہ ہیں لیکن یہ مرنے سے ۴ سال قبل اختلاط کا شکار ہوئے
قال الواقدی: کبُر واختلط قبل موتہ بأربع سنین –واقدی نے کہا بوڑھے ہوئے اور مرنے سے ۴ سال قبل مختلط ہوئے
إکمال تہذیب الکمال فی إسماء الرجال از مغلطای بن قلیج بن عبد اللہ البکجری المصری الحکری الحنفی، إبو عبد اللہ، علاء الدین (المتوفى: 762ھ) کے مطابق ۱۲۵ھ میں وفات ہوئی

إکمال تہذیب الکمال فی إسماء الرجال کے مطابق

وفي كتاب الباجي عن ابن المديني: قال ابن عجلان: كانت عنده أحاديث سندها عن رجال عن أبي هريرة فاختلطت عليه فجعلها كلها عن أبي هريرة.
اور الباجی کی کتاب میں ابن المدینی سے روایت ہے کہ ابن عجلان نے کہا ان کے پاس احادیث تھیں جو عن رجال عن ابوہریرہ سے تھیں ان کو جب اختلاط ہوا تو انہوں نے تمام کو ابوہریرہ سے روایت کر دیا

شعبہ نے بھی احتیاط کی ہے اور کہا ہے کہ سعید بوڑھے ہو چکے تھے

وَقَال يَعْقُوب بْن شَيْبَة: قد كَانَ تغير وكبر واختلط قبل موته، يقال: بأربع سنين، حَتَّى استثنى بعض المحدثين عنه ما كتب عنه في كبره مما كتب قبله، فَكَانَ شعبة يَقُول: حَدَّثَنَا سَعِيد الْمَقْبُرِيّ بعدما كبر.

یعقوب بن شیبۃ نے کہا کہ یہ بدل گئے اور بوڑھے ہوئے اور مرنے سے پہلے مختلط ہو چکے تھے کہا جاتا ہے ۴ سال یہاں تک کہ بعض محدثین نے اس کو الگ کیا ہے جو ان کے بڑھاپے سے پہلے لکھا یہاں تک کہ شعبہ کہتے کہ سعید المقبری نے روایت کیا بوڑھا ہونے کے بعد

قال یحیٰی القطان: "سمعتُ محمد بن عجلان یقولُ: کان سعیدٌ المقبری یُحَدِّث عن ابیہ عن اِبی ہریرۃ، وعن رجل عن اِبی ہریرۃ، فاختلط علیَّ فجعلتہا کلہا عن اِبی ہریرۃ المیزان (645/3)

یحیٰی القطان کہتے ہیں میں نے ابن عجلان کو سنا کہ سعید المقبری اپنے باپ سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے اور سعید ایک آدمی سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتا لیکن جب سعید کو اختلاط ہوا تو سعید المقبری نے ان تمام روایات کو ابو ہریرہ سے روایت کر دیا

جامع التحصیل فی اِحکام المراسیل از صلاح الدین اِبو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ الدمشقی العلائی (المتوفی: 761ھ) کے مطابق

سعيدا المقبري سمع من أبي هريرة ومن أبيه عن أبي هريرة وأنه اختلف عليه في أحاديث وقالوا أنه اختلط قبل موته وأثبت الناس فيه الليث بن سعد يميز ما روى عن أبي هريرة مما روى عن أبيه عنه وتقدم أن ما كان من حديثه مرسلا عن أبي هريرة فإنه لا يضر لأن أباه الواسطة

سعید المقبری نے ابو ہریرہ سے سنا اور اپنے باپ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے اور ان کی احادیث پر اختلاف ہوا اور کہا کہ یہ مرنے سے قبل مختلط ہوئے اور لوگوں میں سب سے ثابت ان سے روایت کرنے میں اللیث ہیں جو اس کی تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ ابو ہریرہ سے کیا روایت کرتے ہیں اور کیا اپنے باپ سے کرتے ہیں اور جیسا کہ گزرا ان کا ابو ہریرہ سے روایت کرنا مرسل ہے اگرچہ اس میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے سنا ہے

سعید المقبری کو اختلاط تھا الذھبی نے اس کا انکار کیا اس پر ابن الکیال (المتوفی: 929ھ) نے کتاب الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات میں لکھا

والعجب من الذهبي انكار اختلاطه وقد أقر باختلاطه الواقدي وابن سعد ويعقوب بن شيبة وابن حبان

اور الذھبی کی عجیب بات ہے کہ اس کا انکار کیا اور اس اختلاط کا ذکر کیا ہے واقدی نے ابن سعد نے یعقوب نے اور ابن حبان نے

اگرچہ ابن معین نے کہا تھا کہ ابن اِبِي ذئب کی سعید المقبری سے روایت سب سے مناسب ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ محدثین اس کو بھی منکر کہتے ہیں۔ العلل لابن اِبِي حاتم از محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن اِبِي حاتم (المتوفى: 327ھ) کے مطابق ایک روایت اس کو انہوں نے اپنے باپ ابی حاتم پر پیش کیا اور سوال کیا کہ ابْنِ اَبِي ذئبٍ روایت کرتے ہیں

عَنِ ابْنِ أَبِي ذئبٍ ، عَنْ سَعيد المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبيه ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ قال: قال رسولُ الله (ص) : إِذَا بَلَغَكُمْ عَنِّي حَديثًا يَحْسُنُ بِي أَنْ أَقُولَهُ ، فَأَنَا قُلْتُهُ، وَإِذَا بَلَغَكُمْ عَنِّي حَديثًا لاَ يَحْسُنُ بِي أَنْ أَقُولَهُ، فَلَيْسَ مِنِّي وَلَمْ أَقُلْهُ.

قَالَ أَبِي: هَذَا حديثٌ مُنكَرٌ؛ الثقاتُ لا يَرْفَعُونَهُ

ابْنِ أَبِي ذئبٍ روایت کرتے سعید المقبری سے وہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو کوئی حدیث پہنچے جو اچھی لگے کہ میں نے کہی ہو تو اس کو میں نے ہی کہا ہے اور اگر تم کو حدیث پہنچے جو اچھی نہ لگے کہ میں نے کہی ہو تو وہ مجھ سے نہیں نہ میں نے اس کو کہا ہے

ابی حاتم نے کہا یہ حدیث منکر ہے - ثقات اس کو نہیں پہچانتے

یعنی سعید المقبری کی باپ سے ان کی ابو ہریرہ سے روایت منکر بھی کہی گئی ہے

امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں ایک اور روایت کا حوالہ دیا

وَقال ابْنُ طَهمان، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئب، عَنْ سَعيد المَقبُرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلى اللَّهُ عَلَيه وسَلم؛ مَا سَمعتُم عَنِّي من حَديث تَعرِفُونَهُ فَصَدِّقُوهُ. وَقال يَحيى: عَنْ أَبِي هُرَيرةَ، وهُوَ وهمٌ، لَيسَ فيه أَبو هُرَيرةَ.

ابْنِ أَبِي ذئب نے سعید المقبری سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میری جو حدیث سنو اس کو پہچانو تصدیق کرو اور یحیی نے کہا یہ عن ابو ہریرہ ہے - لیکن یہ وہم ہے اس میں ابو ہریرہ نہیں ہے

یعنی امام بخاری کے نزدیک ابْنِ اَبِي ذِئب کی روایت میں سعید المقبری نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابْنِ اِبِي ذِئب نے دور اختلاط میں سنا ہے

یاد رہے کہ ابن ابی ذئب مدلس بھی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ رجال کے حوالے سے احتیاط سے بھی کام نہیں لیتے تھے

اس سند میں عبد الرحمٰن بن مہران بھی ہے ۔جس کے بارے میں محدثین کی معلومات کم ہیں

قال البَرْقانِيّ: قلتُ للدَّارَقُطْنِيّ عبد الرحمن بن مهران، عن أبي هريرة، فقال: شيخ مدني، يعتبر به

البرقانی کہتے ہیں میں دارقطنی سے کے بارے میں پوچھا کہا مدنی بوڑھا اعتبار کیا جاتا ہے

یہاں اعتبار محدثین کی اصطلاح ہے کہ روایت لکھ لی جائے حتی کہ شاہد ملے

ابن حجر نے صرف مقبول من الثامنة تیسرے درجے کا مقبول کہا ہے ۔اس کی وضاحت خود تقریب میں اس طرح کی

من ليس له من الحديث إلا القليل، ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من أجله، وإليه الاشارة بلفظ " مقبول " حيث يتابع، وإلا فلين الحديث.

جس کی احادیث بہت کم ہوں اور اس پر کوئی بات ثابت نہیں کہ اس کی حدیث ترک کی جائے تو اس کے لئے مقبول کا لفظ سے اشارہ کیا ہے جب متابعت ہو ورنہ یہ لین الحدیث ہو گا

یعنی ایسا راوی جس پر کوئی جرح کا خاص کلمہ نہ ہو اس کی احادیث بھی کم ہوں تو اس کی روایت لکھی جائے گی جسکی روایت کی متابعت ملنے پر یہ مقبول کہلائے گا وگرنہ لین الحدیث (کمزور) ہے

ان وجوہات کی بنا پر اس طرق کو قابل قبول نہیں کہا جا سکتا

اب کس کی روایت سعید المقبری سے لیں؟

وقال الساجي: حدثني أحمد بن محمد قال: قلت ليحيى بن معين: من أثبت الناس في سعيد المقبري؟
قال: ابن أبي ذئب
ابن معین نے کہا اس سے روایت کرنے میں اِثبت ابن أبي ذئب ہے
ابن حراش: جليل، أثبت الناس فيه الليث بْن سَعْد - ابن خراش نے کہا اثبت لیث ہے
دارقطنی کہتے ہیں

لأنَّ الليث بن سعد ضبط عن المقبري ما رواه عن أبي هريرة، وما رواه عن أبيه عن أبي هريرة
لیث بن سعد یاد رکھتے تھے المقبری کی روایت جو انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی اور جو انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی
وقال عبد الله: سَمِعتُهُ يقول (يعني أباه) : أصح الناس حديثًا عن سعيد بن أبي سعيد المقبري ليث بن سعد، يفصل ما روى عن أبي هريرة، وما (روى) عن أبيه، عن أبي هريرة، هو ثبت في حديثه جدًا. «العلل» (659) .
عبد الله نے کہا میں نے باپ سے سنا کہ سعید المقبری سے روایت کرنے میں سب سے صحیح لیث بن سعد ہے جو واضح کرتے ہیں جو یہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کر دیتے ہیں اور جو یہ صرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں
محدثین میں بعض نے لیث کی سند پسند کی اور بعض نے ابن اِبی ذئب کی سند۔ لیکن جیسا واضح کیا اس میں ابن اِبی ذئب بھی قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ محدثین کی اس طرق سے روایت کردہ متن کو رد کرتے ہیں-لیث کو اس لیے پسند کیا جاتا تھا کہ وہ تمیز کر لیتے تھے کہ سعید المقبری نے اختلاط میں جو روایات اپنے باپ سے اور ابو ہریرہ سے روایت کی ہیں ان میں کون سی صحیح ہیں گویا یہ ایک طرح کا لیث کا اندازہ ہے جس کی بنیاد پر سعید المقبری کے اختلاط والی روایات کو لیا گیا ہے

اللیث بن سعد بن عبد الرحمٰن بن عقبۃ مصری ہیں سن ۹۴ میں پیدا ہوئے اور سن ۱۱۳ میں حج کیا اور ۱۷۵ میں وفات ہوئی

قال ابن بکیر سَمِعْتُ اللَّيْثَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ بِمَكَّةَ سَنَةَ ثَلاَثَ عَشْرَةَ وَمائَة منَ الزُّهْرِيِّ وَأَنَا ابْنُ عشْرِيْنَ سَنَةً

ابن بکیر نے کہا میں نے اللَّیثَ سے سنا کہ انہوں نے امام الزہری سے مکہ میں سن ۱۱۳ میں سنا

سعید المقبری سن ۱۱۹ھ سے ۱۲۳ھ تک مختلط تھے - محدثین کا یہ کہنا کہ لیث کے اندر صلاحیت تھی کہ وہ سعید المقبری کی سند میں علت کو جان لیتے تھے ظاہر کرتا ہے کہ سعید المقبری میں اختلاط کی کیفیت شروع ہی ہوئی تھی کہ لیث نے ان سے سنا

عجیب بات یہ ہے کہ لیث کو جب سعید یہ روایت سناتے ہیں تو اس کو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کہتے ہیں اور جب ابن ابی ذئبٍ کو یہ سناتے ہیں تو اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث قرار دیتے ہیں

اس اشکال کو اپ مندرجہ ذیل جدول میں دیکھ سکتے ہیں

كتاب	ليث كى سند	ابن ابِي ذئبٍ کی سند قال البَرْقانِيّ: قلتُ للدَّارَقُطْنِيّ عبد الرحمن بن مهران، عن أبي هريرة، فقال: شيخ مدني، يعتبر به
مسند أبي يعلى	حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ	
سنن نسائى	أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ	
مسند احمد	حَدَّثَنَا يُونُسُ، وَحَجَّاجٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ	

اثبات عذاب القبر و رد عقيده عود روح

مسند احمد	حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ	
صحيح بخارى	حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:	
صحيح بخارى	حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ	
مسند أبو داود الطيالسي		حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ
مسند أحمد		حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ،

مسند أحمد		حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، وَحَجَّاجٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
سنن نسائی		أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
صحيح ابن حبان		أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

المزی تہذیب الکمال میں عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَة کے ترجمہ میں یہ روایت لکھ کر کہتے ہیں

هكذا رواه ابن أَبِي ذئب، وخالفه الليث بْن سعد (س) فرواه عَنْ سَعيد الْمَقْبُرِيِّ، عَن أبيه، عَن أَبِي سَعيد الخُدْرِيّ

ایسا ابن أَبِي ذئب نے روایت کیا ہے (یعنی ابن أَبِي ذئب عَن سَعيد الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْد الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَة) اور ان کی مخالفت کی ہے الليث بْن سعد نے انہوں نے اس کو سَعيد الْمَقْبُرِيِّ، عَن أَبِيه، عَن أَبِي سَعِيد الخُدْرِيّ کی سند سے روایت کیا ہے

راقم کے خیال میں یہ روایت دور اختلاط کی ہے جس کی بنا پر اسناد میں یہ گھپلا پیدا ہو رہا ہے اور چونکہ لیث کا حجاز پہنچنا بھی اسی دور کے پاس کا ہے جس میں لیث کو مختلط کہا گیا ہے گمان غالب ہے کہ اسناد میں یہ تضاد اس کیفیت کی بنا پر پیدا ہوا ہے

الذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ سفیان بن عُيَيْنَة، سعید المقبری کے پاس پہنچے لیکن

فإن ابن عُيَيْنَة أتاه فرأى لعابه يسيل فلم يحمل عنه، وحدث عنه مالك والليث

اس کا لعاب اس کے منہ سے بہہ رہا تھا لہذا نہیں لکھا

سفيان بن عيينة بن أبي عمران ميمون سن ۱۰۷ میں پیدا ہوئے

کتاب سير الاعلام النبلاء از الذہبی کے مطابق

سمع في سنة تسع عشرة ومائة ، وسنة عشرين ، وبعد ذلك

سفيان بن عيينة نے سن ۱۱۹ اور ۱۲۰ اور اس کے بعد سنا ہے

سفيان بن عيينة کوفہ میں پیدا ہوئے اس کے بعد حجاز کا سفر کیا جہاں ۱۱۹ کے بعد لوگوں سے سنا اس دور میں انہوں نے سعید المقبری کو دیکھا جن کے منہ سے لعاب بہہ رہا تھا

تہذیب الکمال کے مطابق

وَقَال نوح بْن حبيب القومسي: سَعِيد بْن أَبي سَعِيد، وابن أَبي مليكة، وقيس بْن سَعْد، ماتوا سنة سبع عشرة ومئة.

نوح بْن حبيب نے کہا کہ سعید بن ابی سعید کی موت سن ۱۱۷ میں ہوئی

خليفة بْن خياط کے بقول ۱۲٦ میں ہوئی

أَبُو بَكْر بْن أَبِي خَيْثَمَة اور ابن سعد کے مطابق ۱۲۳ میں ہوئی

.وَقَال الواقدي، ويعقوب بْن شَيْبَة، وغير واحد: مات فِي أول خلافة هشام بن عبد الملك

الواقدي اور يعقوب بْن شَيْبَة اور ایک سے زائد محدثین کہتے ہیں هشام بن عبد الملك (۱۰۵ سے ۱۲۵ تک خلیفہ) کی خلافت کے شروع میں ہوئی

اس طرح دیکھا جائے تو زیادہ ترمحدثین سعید المقبری کی موت کو ۱۱۷ ہجری کے پاس لے اتے ہیں جس میں اللیث نے مکہ جا کر حج کیا گویا اللیث نے سعید المقبری کو عالم اختلاط میں پایا ہے یہ قول کہ وفات ۱۲۰ کے بعد ہوئی یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کا آخری دور بن جاتا ہے لہذا یہ صحیح نہیں ہے- ہشام نے ۲۰ سال حکومت کی ہے تو تاریخ وفات میں یہ کوئی معمولی فرق نہیں رہتا

اختلاط کا دورانیہ ٤ سال کا تھا لیکن تاریخ وفات میں اختلاف کی بنا پر واضح نہیں رہا کہ یہ کب شروع ہوا

اگر ۱۱۷ وفات لی جائے تو اس کا مطلب ہے اختلاط سن ۱۱۳ میں شروع ہوا

.قال الْبُخَارِيّ : مات بعد نَافِع

نافع کی موت ۱۱۹ یا ۱۲۰ میں ہوئی ہے بحوالہ سیر الاعلام النبلاء

امام بخاری نے تاریخ الصغیر یا التاریخ الأوسط میں صرف یہ لکھا ہے کہ سعید المقبری کی وفات نافع کے بعد ہوئی کوئی سال بیان نہیں کیا جبکہ اختلاط کا علم ہونا ضروری ہے-امام بخاری نے یہاں سعید المقبری کے حوالے سے اللیث پر اعتماد کرتے ہوئے اس روایت کو صحیح سمجھا ہے

امام مالک نے بھی سعید المقبری سے روایت لی ہے لیکن یہ نہیں لکھی بلکہ روایت بیان کی - موطأمالک.بروایۃ محمد بن الحسن الشیبانی کی سند ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ يُصَلِّي عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ: " أَنَا لَعَمْرِ اللَّهِ أُخْبِرُكَ، أَتْبَعُهَا مِنْ أَهْلِهَا، فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ، فَحَمِدْتُ اللَّهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ، ثُمَّ قُلْتُ: اللَّهُمَّ، عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا أَنْتَ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، اللَّهُمَّ لا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ "، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، لا قِرَاءَةَ عَلَى الْجِنَازَةِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ

امام مالک نے سعید المقبری سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جنازہ پر نماز کیسے پڑھیں؟ ابو ہریرہ نے کہا لعمر اللہ میں اس کی خبر دیتا ہوں میت کے اہل کے ساتھ ہوں گے پس جب رکھیں تو اللہ کی تکبیر و حمد کہیں اور نبی پر درود پھر کہیں
اللَّهُمَّ، عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا أَنْتَ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، اللَّهُمَّ لا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ
امام محمد نے کہا یہ قول ہم لیتے ہیں کہ جنازہ پر قرات نہیں ہے اور یہی قول ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللَّهُ کا ہے

قابل غور ہے کہ امام مالک تو مدینہ کے ہی تھے انہوں نے یہ قد مونی والی روایت نہ لکھی جبکہ اللیث جو ۱۱۷ میں مصر سے آئے ان کو اختلاط کی کیفیت میں سعید المقبری ملے اور انہوں نے اس کو روایت کیا

مستدرک میں حاکم کہتے ہیں

مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ الْحَكَمُ فِي حَدِيثِ الْمَدَنِيِّينَ..... وَاحْتَجَّ بِهِ فِي الْمُوَطَّأِ

اہل مدینہ کی احادیث پر امام مالک فیصلہ کرنے والے ہیں یہ وہ حدیث ہے جس سے امام مالک نے موطا میں دلیل لی ہے

لہذا سعید المقبری کی روایت جو امام مالک نے نہ لکھی ہو اس کی کوئی نہ کوئی تو وجہ ضرور ہے جس میں یہ کلام المیت والی روایت بھی ہے

اس روایت پر ایک دور تک کہا جاتا تھا کہ یہ زبان مقال ہے

ہمارے نزدیک یہ متشابہات میں سے ہے اور حقیت حال ہے

مرقاۃالمفاتیح شرح مشکاۃالمصابیح کے مطابق یہ **بِلِسَانِ الْحَالِ أَوْ بِلِسَانِ الْمَقَالِ** زبان حال یا مقال ہے

فتاوی علمائے حدیث میں ہے

سوال:۔ جب میت کا جنازہ واسطے دفن کے قبرستان کو لے جاتے ہیں، تو اکثر لوگ کہا کرتے ہیں، کہ بھائی آہستہ آہستہ لے چلو، میت کو تکلیف ہوگی، اور یہ بھی کہتے ہیں، کہ جب مکھی میت کے جسم پر بیٹھتی ہے، وہ بھی اس کو معلوم ہوتی ہے، لہٰذا گذارش ہے کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں، (الیٰ آخرہ)

جواب:۔ حدیث میں صاف اسرعوا بالجنازۃ جنازہ کو جلدی جلدی لے جایا کرو، آیا ہے۔ اس کی وجہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بیان فرمادی کہ اگر میت بد ہے، تو جلدی اپنے کندھوں سے اس کو اُتار دو، اگر نیک ہے تو راحت میں اس کو جلدی پہنچادو۔ قرآن مجید صاف ناطق ہے کہ مردہ نہیں سنتا، حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے، کہ مردہ نہیں سُنتا، حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلویؒ نے مائۃ مسائل میں اس کی تفصیل لکھی ہے، شہید زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی کی بابت لَا تَشْعُرُوْنَ تم لوگ نہیں جانتے، آیا ہے، اس زندگی کے یہ معنے ہیں کہ وہ عیش و آرام میں زائرین کی استدعا کو نہیں سُنتے، قرآن مجید میں صاف ذکر ہے، لَا یَسْمَعُوْنَ دُعَاءَکُمْ تمہاری پکار نہیں، سُنتے،

جو شخص صحیح بات کو نہ تسلیم کرے، وہ گنہگار، بلکہ منکر ہے، ان کو توبہ کرنی چاہیے،

لیکن اب کہا جاتا ہے مردہ حقیقی بولتا ہے - ابو جابر دامانوی عذاب قبر کا بیان میں کہتے ہیں

(۴) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جب میت کو چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں' تو اگر وہ میت نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہیں ہوتی تو اپنے گھر والوں سے کہتی ہے' ہائے بربادی مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس میت کی آواز ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے اور اگر وہ سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔'' (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول المیت وھو علی الجنازۃ' مسند احمد ۳/۴۱' ۵۸)
یہ حدیث صحیح بخاری میں تین مقامات پر کتاب الجنائز میں موجود ہے اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:
''جب نیک آدمی کو اس کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ''مجھے آگے لے چلو' مجھے آگے لے چلو' اور جب برے آدمی کو اس کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے

ہائے بربادی وافسوس! مجھے تم کہاں لے جا رہے ہو؟'' (سنن النسائی کتاب الجنائز باب السرعۃ بالجنازۃ وصحیح ابن حبان ۷۶۴ ومسند احمد ۲/۲۹۲' ۵۰۰)
اور بیہقی کی روایت میں مومن اور کافر کے الفاظ آئے ہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۲۱)
اس حدیث سے بھی واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ عذاب میت کو ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ میت گفتگو کرتی ہے اور عذاب کے آثار کو دیکھ کر چیختی چلاتی ہے جسے انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے' چونکہ انسان و جنات کو عذاب سنانا مصلحت کے خلاف ہے اس لیے ان سے اس عذاب کو پردہ غیب میں رکھا گیا ہے' لہٰذا یہ مکلف مخلوق اس عذاب کو نہیں سن سکتی۔

دامانوی لکھتے ہیں

امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔"باب کلام المیت علی الجنازۃ"۔یعنی جنازہ پر میت کے کلام کرنے کا بیان۔اور دوسرے مقام پر یوں باب باندھا ہے۔ باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی یعنی میت کا یہ کہنا جب کہ وہ ابھی جنازہ پر ہوتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ انسان جب مرتا ہے تو اس کی میت کلام کرتی ہے اور یہ کلام بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے پردہ غیب میں نہ رکھا ہوتا تو انسان اسے سن کر بیہوش ہو جاتا یا ہلاک ہو جاتا۔بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں قَالَتْ لِاَھْلِھَا یعنی میت اپنے گھر والوں سے کہتی ہے یہ اور اوپر کے الفاظ صاف بتارہے ہیں کہ یہی لاشہ (مردہ) کلام کرتا ہے کیونکہ وہ عالم برزخ میں جاکر اپنے گھر والوں سے تو کلام کرنے سے رہا۔
موصوف بھی دل ہی دل میں کہتے ہوں گے کہ امام بخاریؒ بھی کتنے بڑے بدعقیدہ نکلے جو میت کے کلام کے بھی قائل ہیں (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اگرچہ عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ مردہ کیسے کلام کر سکتا ہے مگر چونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات ہے اس لئے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا اب کسی مومن کے لئے چوں چراں کی کوئی گنجائش نہیں۔

یہ سراسر دجل ہے. بخاری اور دیگر کتب میں یہ الفاظ میت کے جنازہ پر ہیں جب میت دفن بھی نہیں ہوئی ہوتی، بخاری نے بَابُ كَلَامِ المَيِّتِ عَلَى الجَنَازَةِ یعنی میت کا جنازہ پر کلام میں اس کو بیان کیا ہے اور اس وقت سب کے نزدیک میت مردہ ہوتی ہے اور جسد میں عود روح بھی نہیں ہوا ہوتا لہذا اس کو پیش کرنا چہ معنی؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دامانوی صاحب کو خود بھی نہیں پتا کہ میت کب مردہ ہے اور ان کے بقول حیات برزخی اختیار کرتی ہے. ان کے نزدیک میت کا قبر میں جوتوں کی چاپ سننا تو استثنائی تھا یہاں تو وہ میت کو جنازہ پر ہی زندہ مان گئے

دوسری طرف وہابی کہتے ہیں جنازہ پر ہی روح لوٹ اتی ہے - جب عود روح کا ذکر ہوتا ہے تو وہابی عالم صالح المغامسی کہتے ہیں کہ مردے میں روح تدفین سے پہلے لوٹا دی جاتی ہے اور جسد کہتا ہے کہاں لے جا رہے ہو
https://www.youtube.com/watch?v=L1w177Qiamk
سنیے ۳۵:۱ کے بعد وہ کہتے ہیں مردے کو قبر میں رکھا جائے یا رجال کی گردنوں پر اس کو اٹھایا جائے برابر ہے تو روح کو دوسری بار اس کے صاحب یا جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے –اس کا جز لوٹا دیا جاتا ہے قبل اس کے اس کو دفن کیا جائے –پس کہتا ہے اگر کافر ہو اے بربادی میں کہاں جا رہا ہوں

دوسری طرف غیر مقلد ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں کہتے ہیں

کیا جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے؟

ایک اشکال:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے جس وجہ سے وہ بول کر ((قَدِّمُوْنِيْ)) یا ((يَا وَيْلَهَا! اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا)) کہتی ہے۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ روح کے بغیر جسم کیسے بول سکتا ہے؟

جواب: چارپائی پر پڑی میت میں روح کا لوٹ آنا کسی صحیح، صریح حدیث سے ثابت نہیں۔

یعنی پہلے اہل حدیث کہتے تھے یہ زبان مقال ہے یا میت پر جو لوگوں نے کہا اس کا ادبی انداز ہے

آج اہل حدیث کہتے ہیں میت حقیقی بولتی ہے بلا روح

اور آج وہابی کہہ رہے ہیں میت میں روح کا جز لوٹ اتا ہے

اس حدیث کی شرح پر اتنا اختلاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس کو مطلب کسی کو معلوم ہی نہیں

موت کے بعد جو بول اٹھا ؟

کتب رجال واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابی کے لئے اتا ہے

من تكلم بعد الموت
موت کے بعد جو بول اٹھا
یہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ ہیں جو بدری صحابی ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات ہوئی

تہذیب الکمال از المزی کے مطابق

أَخْبَرَنَا إبْرَاهيمُ بْنُ إِسْمَاعيلَ الْقُرَشيّ، قال: أَنْبَأَنَا مُحَمّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ الْفَاخر الْقُرَشيّ فِي جماعة، قَالُوا: أَخْبَرَتْنا فَاطمَةُ بِنْتُ عَبد اللَّه، قَالَتْ: أخبرنا مُحَمّدُ بْنُ عَبد اللَّه الضَّبي، قال: أخبرنا سُلَيمان بْن أَحْمَد (2) ، قال: حَدَّثَنَا عيسَى بْن مُحَمّد السمسار الواسطي، قال: حَدَّثَنَا عبد الحميد بْن بيان، قال: حَدَّثَنَا إِسْحَاق الأزرق، عَنْ شَرِيك، عَنْ إبْرَاهيم بْن مهاجر، عَنْ حَبيب بْن سالم، عن النعمان بْن بشير، قال: لما توفي زَيْد بْن خَارجَة انتظر به خروج عُثْمَان، فقلت (3) : أصلي ركعتين، فكشف الثوب عَنْ وجهه، فَقَالَ: السلام عليكم، السلام عليكم. قال: وأهل البيت يتكلمون، فقلت وأنا فِي الصلاة: سبحان الله، سبحان الله! فَقَالَ: انصتوا، انصتوا، مُحَمّد رَسُول اللَّه، كَانَ ذَلكَ فِي الكتاب الأول، صدق، صدق، صدق أَبُو بَكْر الصديق، ضعيف فِي جسده قوي فِي أمر اللَّه، كَانَ ذَلكَ فِي الكتاب الأول، صدق، صدق، صدق عُمر بْن الخطاب، قوي فِي جسده، قوي فِي أمر الله، كَانَ ذَلكَ فِي الكتاب الأول، صدق، صدق، صدق عُثْمَان بْن عَفَّان، مضت اثنتان وبقي أربع، وأبيحت الأحماء بئر أريس وما بئر أريس، السلام عليك عَبد اللَّه بْن رواحة، هل أحسست لِي (1) خَارِجَة وسعدا؟ قال شَرِيك: هما أبوه وأخوه. وقد رويت هذه القصة من وجوه كثيرة، عَنِ النعمان بْن بشير وغيره.

حبیب بن سالم روایت کرتا ہے النعمان بْن بشیر رضی اللہ عنہ سے کہ جب زید بن خارجہ کی وفات ہوئی ہم عثمان کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے- پس ان سے کہا : دو رکعت پڑھ لیں پس زید کے چہرے پر سے کپڑا ہٹایا کہا السلام علیکم السلام علیکم کہا : اور گھر والے بات کرنے لگ گئے اور میں نماز میں تھامیں نے کہا سبحان الله سبحان الله (یعنی گھر والوں کو روکنے کی کوشش کی اور نماز میں سبحان الله پکارآ ک وہ چپ رہیں اسی اثنا میں) زید بن خارجہ نے کہا (یعنی میت بولی)چپ رہو چپ رہو، محمد رسول الله ہیں ایسا کتاب اول میں تھا- سچ سچ سچا ہے ابو بکر الصدیق، جسم میں کمزور ہے قوی الله کے کام میں ایسا ہی کتاب اول میں تھا، سچا سچ سچا عمر بن الخطاب ہے جسم میں قوی ہے اور الله کے کام میں بھی ایسا ہی کتاب اول میں تھا – سچا سچا عثمان ہے دو سال گزرے اور چار باقی ہیں – گرم ہوا بئر أريس (کا پانی) اور کیا ہے بئر أريس؟، السلام ہو آپ پر عبد الله بن رواحة، کیا آپ نے میرے لئے محسوس کیا اور

سعد کے لئے ؟ شریک نے کہا یہ دونوں باپ بیٹا تھے اور اس قصے کو روایت کیا ہے کئی طرح
النعمان بْن بشیر اور دیگر سے
اس واقعہ کو بیان کرنے والآ حبیب بن سالم ہے جو مختلف فیہ ہے- امام بخاری نے اس سے
-صحیح میں روایت نہیں لی ہے

ابن مندہ نے کتاب میں روایت نقل کی ہے

أخبرنا خيثمة بن سليمان، ومحمد بن يعقوب بن يوسف، قالا: حدثنا العباس بن الوليد بن مزيد، قال: أخبرني أبي، قال: حدثني ابن جابر، ح: وحدثنا عبد الرحمن بن يحيى، قال: حدثنا أبو مسعود، قال: حدثنا هشام بن إسماعيل، قال: حدثنا الوليد بن مسلم، عن ابن جابر، قال: سمعت عمير بن هاني، يحدث عن النعمان بن بشير، قال: توفي رجل منا يقال له خارجة بن زيد، فسجينا عليه ثوباً وقمت أصلي، فسمعت ضوضأة، فانصرفت فإذا به يتحرك، وظننت أن حية دخلت بينه وبين الثياب، فلما وقفت عليه قال: أجلد القوم وأوسطهم عبد الله عمر أمير المؤمنين، الذي لا تأخذه في الله لومة لائم كان في الكتاب الأول صدق صدق عبد الله بن أبو بكر أمير المؤمنين، الضعيف في جسمه القوي في أمر الله، وفي الكتاب الأول صدق صدق عبد الله عثمان أمير المؤمنين الضعيف العفيف المتعفف، الذي يعفو عن ذنوب كثيرة، خلت ليلتان وبقيت أربع، اختلف الناس ولا نظام، وأبيحت الأحماء، أيها الناس، اقبلوا على إمامكم واسمعوا له وأطيعوا، فمن تولى فلا يعهدن دماً، كان أمر الله قدراً مقدوراً ثلاثًا، هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم، سلام عليك يا رسول الله، هذا عبد الله بن رواحة ما فعل خارجة بن زيد، ثم رفع صوته، فقال: يقول: {كَلَّا إِنَّهَا لَظَى} [المعارج: 15] أخذت بئر أريس ظلمًا، ثم .خفت الصوت فرفعت الثوب، فإذا هو على حاله ميت
عمیر بن هاني کہتا ہے اس نے نعمان بن بشیر سے سنا: ہم میں سے ایک شخص جس کو خارجہ بن زید کہا جاتا تھا کی وفات ہوئی- پس اس پر کپڑا ڈالا اور نماز پڑھی پس خارجہ بن زید میں ایک گرگڑآہٹ سنی پس ہم اس میت تک اے کیونکہ وہ ہلی – اور گمان کیا کہ سانپ کپڑے اور خارجہ بن زید کے درمیان داخل ہو گیا ہے – پس جب ان پر رکے خارجہ نے کہا کوڑے مارنے والی قوم اور ان کا درمیان اللہ کا بندہ عمر امیر المومنین جس نے اللہ کے لئے کوئی لومة لائم نہیں رکھا یہ کتاب اول میں ہے اور سچا سچا اللہ کا بندہ ابو بکر امیر المومنین ہے جسم میں ضعیف ہے اللہ کے امر میں قوی ہے اور کتاب اول میں ہے سچا سچا اللہ کا بندہ عثمان امیر المومنین ہے کمزور و نا توا و نرم ہے جو اکثر گناہوں کو معاف کرتا ہے دو راتیں باقی ہیں چار گزری ہیں – قبول کرو اپنے اماموں کو انکی سمع و اطاعت کرو پس جس نے منہ موڑا اس کے خون کا عہد نہیں ہے – لوگوں کا اختلاف ہوا کوئی نظام نا رہا اور اللہ اپنے کام کو کروانے والا ہے تین دفعہ، یہ رسول اللہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ، سلام ہو آپ پر یا رسول اللہ یہ عبد اللہ بن رواحة ہیں ، خارجہ بن زید نے جو کیا پھر آواز اٹھ گئی پس کہا ہرگز نہیں یہ (اگ) تو چاٹ جائے گی – ظلم سے اریس کا کنواں لیا گیا پھر آواز مدھم ہوئی اور کپڑا اٹھا تو وہ تو حال میت تھے
اس روایت کے مطابق میت پر کپڑا ہی تھا کہ اندر سے یہ ہولناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور برزخ کی خبریں جاری تھیں – میت ابھی دفن بھی نہیں تھی

طبرانی الکبیر کی روایت کے مطابق ایسا واقعہ خارجہ بن زید کے ساتھ بھی ہوا جو زید کے بیٹے تھے یا روایت میں راویوں نے غلطی سے باپ بیٹا کا نام ڈال دیا

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُعَلَّى الدِّمَشْقِيّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، ثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ، أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، حَدَّثَهُ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنَّا يُقَالُ لَهُ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ فَسَجَّيْنَاهُ بِثَوْبٍ، وَقُمْتُ أُصَلِّي إِذْ سَمِعْتُ ضَوْضَاءَةً وَانْصَرَفْتُ، فَإِذَا أَنَا بِهِ يَتَحَرَّكُ، فَقَالَ: " أَجْلَدُ الْقَوْمِ أَوْسَطُهُمْ عَبْدُ اللَّهِ، عُمَرَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الْقَوِيُّ فِي جِسْمِهِ الْقَوِيُّ فِي أَمْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الْعَفِيفُ الْمُتَعَفِّفُ الَّذِي يَعْفُو عَنْ ذُنُوبٍ كَثِيرَةٍ حَلَّتْ لَيْلَتَانِ، وَبَقِيَتْ أَرْبَعٌ، وَاخْتَلَفَ النَّاسُ وَلَا نِظَامَ لَهُمْ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقْبِلُوا عَلَى إِمَامِكُمْ وَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا، هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ رَوَاحَةَ، ثُمَّ قَالَ: مَا فَعَلَ زَيْدُ بْنُ خَارِجَةَ - يَعْنِي أَبَاهُ -، ثُمَّ قَالَ: أُخِذَتْ سَرَارِيسَ ظُلْمًا ثُمَّ خَفُتَ الصَّوْتُ

ولید بن مسلم ، عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کرتے ہیں وہ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ سے وہ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ سے بولے: ہم میں سے ایک شخص مرا جس کو خارجہ بن زید کہا جاتا تھا اس کو ہم نے کپڑے سے ڈھانک دیا، اور نماز جنازہ پڑھی پس میں نے شور سنا اور گیا پس جب ان پر آیا تو وہ ہلے اور بولے : کوڑا مارنے والی قوم کے درمیان الله کا بندہ عمر امیر المومنین ہیں جسم میں قوی ہیں اور الله کے کام میں، عثمان امیر المومنین ہیں کمزور و نا تواں ہیں جو اکثر گناہوں کو معاف کرتے ہیں دو راتیں گزرین چار باقی ہیں اور لوگوں کا اختلاف ہوا اور کوئی نظام باقی نہ رہا اے لوگوں اپنے اماموں کو قبول کرو اور ان کی سمع و اطاعت کرو- یہ الله کے رسول صلی الله علیہ وسلم ہیں اور ابن رَوَاحَةَ- پھر کہا زید بن خارجہ نے کیا کیا یعنی ان کے باپ نے پھر کہا اریس کا راز ظلم سے لیا گیا پھر آواز مدھم ہو گئی

اس کی سند میں ولید بن مسلم ہیں جو تدلیس التسویہ کرتے ہیں یعنی استاد کے استاد کو ہڑپ کرتے ہیں جب حدثنا بولیں تو بھی شک کیا جاتا ہے - سند میں جان بوجھ کر انھوں نے عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ کہا ہے جبکہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم کے مطابق یہاں عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ تمیم ہے جو منکر الحدیث ہے

اس قسم کی مبہم روایات کو محدثین نے بلا تنقید نقل بھی کیا- قصہ گھڑنے والوں نے نام میں بھی مخلط ملط کر دیا ہے اس پر ابن حجر کو اسد الغابہ میں کہنا پڑا

قلت: قال أَبُو نعيم أول الترجمة: إنه الذي تكلم بعد الموت، وقال: أراه الأول، وهذا من غريب القول، بينا نجعل الأول قتل بأحد، ونجعل هذا توفي في خلافة عثمان رضي اللَّه عنه، وأنه الذي تكلم بعد الموت، ثم يقول: أراه الأول، فكيف يكون الأول وذلك قتل بأحد، وهذا توفي في خلافة عثمان، كذا قال أَبُو نعيم في هذه الترجمة. وأما ابن منده فذكر الأول وأنه شهد بدراً، وذكر فيه الاختلاف أَنَّهُ الذي تكلم بعد الموت، ولم يذكر أَنَّهُ قتل بأحد، فلم يتناقض قوله. وأما أَبُو عمر فذكر الأول، وجعل ابنه زيدًا هو الذي تكلم بعد الموت، فلو صح أن المتكلم خارجة بْن زيد لكان غير الأول، لا شبهة فيه، لأن الأول قتل بأحد، والمتكلم توفي في خلافة عثمان فيكون غيره. والصحيح أن المتكلم زيد بْن خارجة. والله أعلم

میں ابن حجر کہتا ہوں : ابو نعیم نے ترجمہ کے شروع میں کہا کہ بے شک یہ وہ ہیں جنہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا – اور کہا میں دیکھتا ہوں شروع میں اور یہ قول عجیب ہے اول سے مراد ہے ان کا قتل احد میں ہوا اور پھر کر دیا ان کی وفات عثمان مئی دور میں ہوئی اور انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا – پھر کہا میں دیکھتا ہوں دور اول میں پس کیسے ممکن ہے کہ یہ دور اول میں ہوئی اور احد میں قتل ہوں اور یہاں ہے دور عثمان میں ایسا ابو نعیم نے اس ترجمہ میں کہا ہے اور جہاں تک ابن مندہ کا تعلق ہے تو انہوں نے ان کا ذکر اول دور میں کیا جنہوں نے جنگ بدر دیکھی اور اختلاف کا ذکر کیا کہ انہوں نے موت کے بعد کلام کیا اور یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کا قتل احد میں ہوا پس وہاں تناقض نہیں ہے اور جہاں تک ابو عمر کا تعلق ہے تو اس نے ذکر کیا دور اول میں اور ان کے بیٹے زید کے لئے کہا کہ اس نے مرنے کے بعد کلام کیا ہے پس اگر یہ صحیح ہے کہ بولنے والا خارجہ بن زید تھا تو وہ شروع میں نہیں ہو سکتا اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ احد میں قتل ہوئے اور وہ جس نے کلام کیا وہ عثمان کے دور میں ہوا جو زید بن خارجہ تھے اللہ کو پتا ہے

کتاب الاستيعاب في معرفة الأصحاب از ابن عبد البر کے مطابق

زيد بن خارجة بن زيد بن أَبِي زهير بن مالك، من بني الحارث بن الخزرج. روى عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصلاة عليه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وهو الذي تكلم بعد الموت، لا يختلفون في ذَلِكَ، وذلك أنه غشي عليه قبل موته، وأسري بروحه، فسجى عليه بثوبه، ثم راجعته نفسه، فتكلم بكلام حفظ عنه في أبي بكر، وعمر، وعثمان، ثم مات في حينه. روى حديثه هذا ثقات الشاميين عن النعمان بن بشير، ورواه ثقات الكوفيين، عن يزيد بن النعمان بن بشير، عَنْ أبيه. ورواه يَحْيَى بن سعيد الأنصاري، عن سعيد بن المسيب.

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بن محمد، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّه ابن مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بلال، عن يحيى، عن سعيد ابن الْمُسَيِّبِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ الأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ مِنْ بَنِي الْحَارِث بْنِ الْخَزْرَجِ. تُوُفِّيَ زَمَنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَسُجِّيَ بِثَوْبٍ، ثُمَّ إِنَّهُمْ سَمِعُوا جَلْجَلَةً فِي صَدْرِه، ثُمَّ تَكَلَّمَ فَقَالَ:] . صدق صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، الضَّعِيفُ فِي نَفْسه، الْقَوِيّ فِي أَمْرِ [1] أحمد أحمد في الكتاب [الأول اللَّه، كَانَ ذَلِكَ فِي الكتاب الأول. صدق صَدَقَ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ الْقَوِيّ الأمينُ في الكتاب الأول. صدق صَدَقَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَلَى منْهَاجِهِمْ، مَضَتْ أَرْبَعُ سنِينَ وَبَقِيت اثْنَتَانِ [2] ، أَتَتِ الْفِتَنُ، وَأَكَلَ الشديد الضعيف، وقامت الساعة، وسيأتيكم خبر بئر أريس وما بئر أريس [3] . قَالَ يَحْيَى بن سعيد: قَالَ سعيد بن المسيب: ثم هلك رجل من بني خطمة فسجى بثوب فسمعوا جلجلة في صدره، ثم تكلم فَقَالَ: إن أخا بني الحارث بن الخزرج صدق صدق.

زيد بن خارجة بن زيد بن أَبِي زهير بن مالك، بنی حارث بن الخزرج میں سے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا درود کے بارے میں اور یہ وہ ہیں جنہوں نے موت کے بعد کلام کیا اس میں اختلاف نہیں ہے اور یہ ہوا کہ ان کو غشی آئی موت سے قبل، ان کی روح اوپر گئی اور ان پر کپڑا ڈال دیا گیا پھر ان کا نفس پلٹ آیا پس کلام کیا ابو بکر عمر اور عثمان کے بارے میں جو انھیں یاد رہا پھر اس وقت ان کی وفات ہوئی اس حدیث کو شام کے ثقات نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے اور کوفہ کے ثقات نے روایت کیا ہے یزيد بن النعمان بن بشير، عَنْ أبيه سے اور اسکو يَحْيَى بن سعيد الأنصاري، عن سعيد بن المسيب سے روایت کیا ہے- ہم کو خبر دی عَبْدُ

اللَّه بْنُ مُحَمَّد بْنِ عَبْد الْمُؤْمِن ان سے حدیث بیاں کی إِسْمَاعِيلُ بن محمد نے ان سے إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ نے کہا ہم سے بیان کیا عَلِيّ بْنُ الْمَدِينِي نے ہم سے بیان کیا عَبْدُ اللَّه ابن مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ نے ان سے سُلَيْمَانُ بْنُ بلال نے ان سے یحیی نے ان سے سعید ابن الْمُسَيِّبِ نے کہ زید بن خارجہ انصاری جو بنی حارث بن الخزرج میں سے تھے عثمان رضی الله عنہ کے دور میں وفات ہوئی ان کو کپڑے سے ڈھک دیا گیا پھر ان کے سینے میں ایک کڑک ہوئی پھر یہ بولے احمد احمد جو پہلی کتاب میں ہے ، سچا سچا ابو بکر الصدیق ہے جسم میں کمزور ہے اور الله کے کام میں قوی ہے اور یہ پہلی کتاب میں ہے سچا سچا عمر ہے جو قوی ہے امین ہے پہلی کتاب میں اور سچا سچا عثمان ہے اپنے کاموں میں چار سال گزر گئے اور دو باقی ہیں فتنہ آیا اور شدت سے کہا گیا اور قیامت قائم ہوئی ، اور تم کو بئر أريس (کا کنواں) کی خبر پہنچے گی اور بئر أريس کیا ہے ؟ - یحیی بن سعید نے کہا کہ سعید بن المسیب نے کا پھر بني خطمة میں سے ایک شخص ہلاک ہوا اس پر بھی کپڑا ڈالا گیا اس کے سینے میں کڑک ہوئی پھر بولا میرے بھائی جو بنی حارث بن ال خزرج میں سے تھا سچ کہا سچ کہا

سندا روایت مظبوط نہیں ہے کتاب جامع التحصيل في أحكام المراسيل از العلائي (المتوفى: 761هـ) کے مطابق

سعيد بن المسيب ......ولد لسنتين مضتا من خلافة عمر رضي الله عنه

سعید بن المسیب ،....خلافة عمر رضي الله عنه کے ختم ہونے کے دو سال پہلے پیدا ہوئے

یعنی سعید بن المسیب ۲۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور زید بن خارجہ المتوفی 30 ہجری کی وفات کے وقت سعید بن المسیب نو سال کے تھے- روایت میں واضح نہیں کہ ان کا سماع زید بن خارجہ رضی الله عنہ سے ہوا یا نہیں

کتاب معرفة الصحابة از أبو نعيم الأصبهاني (المتوفى: 430هـ) کے مطابق اس قصے کو

وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيد بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَار وَلَمْ يُسَمِّه

الزُّبَيْدِيُّ نے اس کو روایت کیا ہے الزہری سے انھوں نے سعید بن المسیب سے انہوں نے انصار میں سے ایک شخص سے جس کا نام نہیں لیا

یعنی یہ منقطع روایت ہے یا مجهول شخص سے ہے

تاریخ مدینہ از ابن شبہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّه بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَب، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَال، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيد، عَنْ سَعِيد بْنِ الْمُسَيِّب، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ الْأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ منْ بَنى الْحَارث بْنِ الْخَزْرَج تُوُفِّيَ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَسُجِّيَ بِثَوْبِه، ثُمَّ إِنَّهُمْ سمعُوا [ص:1106] جَلْجَلَةً فِي صَدْرِه، ثُمَّ تَكَلَّمَ فَقَالَ: «أَحْمَدُ أَحْمَدُ فِي الْكِتَاب الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الضَّعِيفُ فِي نَفْسه الْقَوِيُّ فِي أَمْرِ اللَّه فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ عُثْمَانُ بْنُ

عَفَّانَ عَلَى منْهَاجِهِمْ، مَضَتْ أَرْبَعٌ وَبَقِيَتْ سَنَتَانِ، أَتَت الْفتَنُ وَأَكَلَ الشَّديدُ الضَّعيفَ، وَقَامَت السَّاعَةُ، «وَسَيَأْتِيكُم عَنْ جَيْشِكُمْ خَبَرٌ بِبِئْرِ أَرِيسَ، وَمَا بِئْرُ أَرِيسَ

سعید بن المسیب نے کہا کہ زید بن خارجہ کی عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات ہوئی پس کپڑے سے ڈھانک دیا گیا پھر ان سے سینے میں کڑک ہوئی پھر بولے احمد احمد کتاب اول میں سچ سچ ابو بکر صدیق جسم میں کمزور اللہ کے امر میں قوی کتاب اللہ میں، سچ سچ عمر قوی امین کتاب اول میں سچ سچ عثمان اپنے کاموں میں چار گزرے دو سال باقی ہیں فتنہ آیا اور کمزور کو کھا گیا اور قیامت برپا ہوئی اور عنقریب تم تک پہنچے کی خبر اپنے لشکر کی طرف سے اریس کے کنواں کی - اریس کا کنوآں کیا ہے

روایت کے مطابق زید بن خارجہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے مطابق فتنہ کا علم تھا۔یہ تفصیل تو کوئی ایسا ہی شخص بیان کر سکتا ہے جس نے یہ سب دیکھا ہو۔تمام کتب کے مطابق زید بن خارجہ کی وفات دور عثمانی میں ہوئی

كتاب الوافي بالوفيات از صلاح الدين خليل بن أيبك بن عبد الله الصفدي (المتوفى: 764هـ) کے مطابق

وتوفّي فِي حُدُود الثَّلَاثِينَ لِلْهِجْرَةِ

زید بن خارجہ کی وفات سن 30 ہجری کی حدود میں ہوئی

عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۵ ہجری میں ہوئی

کیا یہ ممکن ہے کہ سن 30 ہجری میں چند ساعتوں میں غشی کے دوران زید بن خارجہ کو مستقبل میں ہونے والے اہم حادثات کی خبر ہو گئی؟ بلا شبہ یہ کوئی گھپلا ہے-

بئرِ اِریس کا کیا چکر ہے؟ کچھ مبہم بات راوی نے زید بن خارجہ سے منسوب کی ہے۔اس کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔جو لوگ اس قصے کو اصلی سمجھتے ہیں ان کو اس پر غور کرنا چاہے- بئرِ اِریس مسجد قبا کے پاس باغ میں ایک کنواں تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گر

پڑی اس کنواں کا سارا پانی نکال دیا گیا لیکن انگوٹھی نہ نکلی اس پر محمد رسول الله لکھا ہوا تھا راوی کو شاید قلق ہے کہ اس کنواں کو کیوں خشک کیا گیا

کتاب إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع از المقریزی (المتوفى: 845ھ) کے محقق محمد عبد الحمید النمیسی کہتے ہیں

قال أحمد بن يحى بن جابر: نسبت إلى أريس رجل من المدينة من اليهود، عليها مال لعثمان بن عفان رضى اللَّه عنه، وفيها سقط خاتم النبي صلّى اللَّه عليه وسلّم من يد عثمان، في السنة السادسة من خلافته، واجتهد في استخراجه بكل ما وجد إليه سبيلا، فلم يوجد إلى هذه الغاية، فاستدلوا بعد به على حادث في الإسلام عظيم

احمد بن یحیی بن جابر نے کہا : اس کنواں کی نسبت اریس کی طرف ہے جو مدینہ کا ایک یہودی تھا اور اس پر عثمان کا مال لگا اور کنواں میں رسول الله کی مہر عثمان کے ہاتھ سے گری ان کی خلافت کے چھٹے سال اور انہوں نے اس کو نکلالنے کا اجتہاد کیا لیکن کوئی سبیل نہ پائی اس میں کامیاب نہ ہوئے اور اس پر استدلال کیا گیا کہ یہ اسلام کا ایک عظیم حادثہ ہے

معلوم ہوا کہ انگوٹھی زید بن خارجہ یا خارجہ بن زید کی وفات سے قبل گر چکی تھی جس کو راوی نے ظلم سے ہتھیایا گیا کنواں قرار دیا ہے

بیہقی دلائل النبوہ میں اس روایت پر کہتے ہیں

فعند ذلك تغيرت عماله، وظهرت الفتن كما قيل على لسان زيد بن خارجة

پس اس انگوٹھی گرنے کے بعد سے ان کے گورنر وں میں تغیر آیا اور فتنہ ظاہر ہوا جیسا کہ زید بن خارجہ کی زبان پر ظاہر ہوا

لیکن یہ درست نہیں فتنہ تو سن ۳۵ ہجری ذی الحجہ میں ہوا اس سے قبل اس کے آثار نہ تھے اور زید 30 ہجری میں مرے

بہت سے علماء ان روایات کو میت کے شعور کی دلیل پر پیش کرتے ہیں کہ میت ابھی دفن بھی نہیں ہوتی کہ زندوں سے کلام کرتی ہے اگر ایسا ہے تو ایسا روز کیوں نہیں ہوتا؟

مرنے کے بعد کلام کے بہت سے قصے آج بھی سننے کو ملتے ہیں –اہل مغرب میں یہ عام ہے مثلا کوئی ایلین مخلوق کو دیکھتا ہے کوئی عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر واپس اتا ہے کوئی بتاتا ہے کہ وہ ایک سرنگ میں سے جا رہا تھا کہ عود روح ہوا اس کو

Near death experience

کہا جاتا ہے

اگر آپ زید بن خارجہ والے واقعہ کو بظاہر قبول کر لیں اور الفاظ پر پر غور کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی وفات نہیں ہوئی تھی نہ ہی روح جسد سے نکلی تھی بلکہ لوگوں کو اشتباہ ہوا کہ انکی وفات ہوئی ہے[38]

---

[38] بیہقی نے دلائل النبوہ میں قصہ ذکر کیا ہے

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان ببغداد أخبرنا إسماعيل بن محمد الصفار حدثنا محمد بن على الوراق حدثنا عبد الله بن موسى حدثنا إسماعيل بن أبى خالد عن عبد الملک بن عمير عن ربعى بن حراش قال أتيت فقيل لى إن إخاک قد مات فجئت فوجدت أخى مسجى عليه ثوب فأنا عند رأسه استغفر له وأترحم عليه إذ کشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليک فقلت وعليک فقلنا سبحان الله أبعد الموت قال بعد الموت إنى قدمت على الله عز عدکما فتلقيت بروح وريحان ورب غير غضبان وکسانى ثيابا خضرا من سندس واستبرق ووجدت الأمر أيسر مما تظنون ولا تتکلوا إنى استأذنت ربى عز وجل أن أخبرکم وأبشرکم فاحملونى إلى رسول الله فقد عهد إلى أن لا أبرح حتى ألقاه ثم طفى کما هو.

هذا إسناد صحيح لا يشک حديثى فى صحته

هذا إسناد صحيح لا يشک حديثى فى صحته

ربعی بن حراش نے کہا میں پہنچا تو کہا گیا اپ کا بھائی مر گیا پس میں بھائی کے پاس گیا اس پر کپڑا پڑا تھا اس کے سرھانے میں نے استغفار و رحم کی دعا کی کپڑا چہرے پر سے ہٹایا تو بھائی بولا السلام علیک میں نے بھی کہا السلام علیک بلکہ سب نے کہا سبحان اللہ اپ سے موت دور ہوئی – میت نے کہا موت کے بعد مجھ کو اللہ تعالی کے پاس لے جایا گیا وہ رحمت سے ملا – غضب ناک نہ ہوا اور مجھ و ریشم و مخمل کا لباس دیا اور میں

کیا مردہ زائر کو پہچانتا ہے ؟

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے کی قبر پر گذرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے وہ (میت) کو پہچان لیتی ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتی ہے

اس روایت کی تمام اسناد جمع کی گئی ہیں تا کہ قارئین دیکھ سکھیں کہ امت پر کیا ستم ڈھایا گیا ہے

إبي ہريرة رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت

اس روایت کو ابن حبان نے المجروحین (58/2) میں، الرازی نے تمام الفوائد (63/1)، خطیب البغدادی نے تاریخ بغداد (137/6) میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق (380/10)، (65/27) میں، اور ابن الجوزی نے "العلل المتناہیۃ" (911/2) میں بیان کیا ہے اور یہ سب اس کو ایک ہی طریق الربیع بن سلیمان

نے اس امر کو آسان پایا جیسا تم لوگ گمان کرتے ہو ... میں نے اپنے رب سے اجازت لی ہے کہ تم کو جا کر اس کی خبر کروں اور بشارت دوں

(میت فرشتوں سے مخاطب ہوئی)

پس اب مجھ کو رسول اللہ کے پاس لے چلو میں نے ان کو عہد دیا ہے کہ میں عہد نہ توڑوں گا یہاں تک کہ تم لوگوں سے ملوں گا پھر وہ بجھ گئے جیسے تھے

طبقات ابن سعد میں بھی ہے

المرادی، عن بشر بن بکر، عن عبدالرحمٰن بن زید بن اِسلم، عن اِبیہ، عن عطاء بن یسار، عن اِبی ہریرۃ سے روایت کرتے ہیں

الذہبی کتاب سیر اِعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۹۰ میں لکھتے ہیں

حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: (مَا مِنْ رَجُلٍ يَمُرُّ عَلَى قَبْرِ رَجُلٍ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، إِلاَّ عَرَفَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ) .

غَرِيْبٌ وَمَعَ ضَعْفِهِ فَفِيْهِ انقطَاعٌ، مَا عَلِمْنَا زَيْداً سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

ابی هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے کی قبر پر گذرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے وہ (میت) کو پہچان لیتی ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتی ہے غریب روایت ہے اور ضعیف ہے کیونکہ اس میں ا نقطاع ہے ہم نہیں جانتے کہ زید نے أَبِي هُرَيْرَةَ سے سنا ھو

ابن جوزی اپنی کتاب العلل المتناہیۃ فی الأحادیث الواہیۃ میں جوانہوں نے واہیات احادیث پر لکھی ہے کہتے ہیں حدیث لا یصلح وقد اِجمعوا علی تضعیف عَبْد الرحمٰن

حدیث صحیح نہیں ہے اور بے شک عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ زَيدِ بنِ اِسْلَمَ کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے

ابن القیم کتاب الروح کے مطابق ابن ابی الدنیا کتاب القبور کتاب القُبُور باب معرفۃالمُوتَی بزیارۃالأَحْیَاء میں اس کو ابی ہُرَیرَۃ کا قول کہتے ہیں

حدثنا محمد بن قدامة الجوهري، حدثنا معن بن عيسى القزاز، حدثنا هشام بن سعد، حدثنا زيد بن أسلم، عن أبي هريرة – رضي الله عنه – قال: "إذا مر الرجل بقبر أخيه يعرفه فسلم عليه ردَّ عليه السلام وعرفه، وإذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام

اس کی سند میں ہشام بن سعد، ضعیف راوی ہے ابن عدی کہتے ہیں مع ضعفہ یکتب حدیثہ

ابن عدی کہتے ہیں ان کے ضعف کے ساتھ روایت لکھ لی جائے جبکہ ابن معین کہتے ہیں کان یحییٰ القطان لا یحدث عنہ یحییٰ القطان اس سے حدیث روایت نہیں کرتے

عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب روایت

ابن القیم کتاب الروح کے مطابق ابن ابی الدنیا کتاب القبور کتاب القُبُور بَاب معرفَة الْمَوْتَى بزيارة الْأَحْيَاء میں عَائِشَة رضی اللہ تَعَالَی عَنْهَا سے مروی روایت پیش کرتے ہیں

حَدثنَا مُحَمَّد بن عون حَدثنَا يحيى بن يَمَان عَن عبد الله بن سمْعَان عَن زيد بن أسلم عَن عَائِشَة رضى الله تَعَالَى عَنْهَا قَالَت قَالَ رَسُول الله مَا من رجل يزور قبر أَخِيه وَيجْلس عِنْده إِلَّا استأنس بِهِ ورد عَلَيْهِ حَتَّى يقوم

اس کی سند میں عبد اللہ بن سمعان راوی ہے

العراقی المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار میں اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس راوی کے لئے لکھتے ہیں وَلم أقف عَلَى حَاله میں اس کے حال سے واقف نہ ہو سکا

ابن حجر لسان المیزان میں عبد اللہ بن سمعان [احتمال إن يكون عبد الله بن زياد بن سمعان] کے ترجمے میں لکھتے ہیں

كره شيخي العراقي في تخريج الإحياء في حديث عائشة: ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده إلا استأنس به ورد عليه حتى يقوم.

أخرجه ابن أبي الدنيا في كتاب القبور وفي سنده عبد الله بن سمعان لا أعرف حاله.

قلت: يحرر لاحتمال أن يكون هو المخرج له في بعض الكتب وهو عبد الله بن زياد بن سمعان ينسب إلى جده كثيرا وهو أحد الضعفاء.

شیخ العراقی نے الإحیاء کی تخریج میں عائشہ رضی الله تعالی عنہا سے روایت کر کے اس روایت سے کراہت کی ہے اس کو ابن أبي الدنیا نے کتاب القبور میں عبد الله بن سمعان کی سند سے روایت کیا ہے جس کا حال پتا نہیں

میں کہتا ہوں اس کا احتمال ہے کہ ان (ابن ابی الدنیا) کی بعض کتابوں میں یہ عبد اللہ بن زیاد بن سمان اپنے دادا کی طرف منسوب ہے اور کمزورراویوں میں سے ہے ۔

ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت

ابن عبد البر اس کو کتاب الاستذکار میں روایت کرتے ہیں

قال حدثنا بشر بن بكير عن الأوزاعي عن عطاء عن عبيد بن عمير عن بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ما من أحد مر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام

ابن حجر تہذیب التہذیب میں سند کے ایک راوی عبید بن عمیر مولی بن عباس کو مجہول کہتے ہیں. علامہ الوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں

إلا أن الحافظ إبن رجب تعقبه وقال : إنه ضعيف بل منكر

بے شک حافظ ابن رجب نے اس کا تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نہ صرف ضعیف بلکہ منکر روایت ہے

سب سے افسوس ناک ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ کا عمل ہے جنہوں نے اس کو کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم میں ابن عبد البر کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے

عصر حاضر کے وہابی عالم محمد صالح المنجد القسم العربی من موقع (الاسلام، سؤال وجواب) میں فتویٰ میں کہتے ہیں

مَا من مُسلم يَمُرُّ عَلَى قَبر أخيه كَانَ يَعرفُهُ فِى الدُّنيَا، فَيُسَلِّمُ عَلَيه، إلا رَدَّ اللَّهُ عَلَيه رُوحَهُ حَتَّى يَرُدَّ عَلَيهِ السَّلامَ

فقد بحث أهل العلم عن هذا الحديث المعلق فلم يجدوه مسندا في كتاب ، وكل من يذكره ينقله عن تعليق الحافظ ابن عبد البر ، فهو في الأصل حديث ضعيف

پس بے شک بعض اہل علم اس معلق حدیث پر بحث کی ہے اور یہ سندا کسی کتاب میں نہ مل سکی اور جس کسی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اس نے الحافظ ابن عبد البر کی تعلیق کا حوالہ دیا ہے جبکہ اصل میں حدیث ضعیف ہے

الغرض اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں اور آج ہم ان کو ضعیف قرار نہیں دے رہے بلکہ یہ سب کتابوں میں ہزار سال پہلے سے موجود ہے لیکن اس روایت کو درست قرار دیا گیا اور بد عقیدگی کو پھیلایا گیا

امام احمد کہتے تھے [39]

---

[39]
کہا جاتا ہے کہ ابن تیمیہ کہتے ہیں یہ کتاب فيه اعتقاد الإمام أبي عبدالله احمد بن حنبل ، المؤلفہ عبد الواحد بن عبد العزيز بن الحارث التميمي نے اپنے فہم پر لکھی ہے

ابن تیمیہ کتاب درء تعارض العقل والنقل میں بتاتے ہیں کہ امام البیہقی کتاب اعتقاد أحمد جو أبو الفضل عبد الواحد بن أبي الحسن التميمي کو درس میں استعمال کرتے تھے

ولما صنف أبو بكر البيهقي كتابه في مناقب الإمام أحمد – وأبو بكر البيهقي موافق لابن البقلاني في أصوله – ذكر أبو بكر اعتقاد أحمد الذي صفنه أبو الفضل عبد الواحد بن أبي الحسن التميمي، وهو مشابه لأصول القاضي أبي بكر، وقد حكى عنه: أنه كان إذا درس مسألة الكلام على أصول ابن كلاب والأشعري يقول: (هذا الذي ذكره أبوالحسن أشرحه لكم وأنا لم تتبين لي هذه المسألة) فكان يحكى عنه الوقف فيها، إذ له في عدة من المسائل

اور جب ابو بکر البیہقی نے کتاب مناقب امام احمد لکھی اور ابو بکر البیہقی اصول میں ابن الباقلانی سے موافقت کرتے ہیں اسکا ذکر ابو بکر البیہقی نے ذکر کیا کتاب اعتقاد أحمد کا جو أبو الفضل عبد الواحد بن أبي الحسن التميمي کی تصنیف ہے اور اصولوں میں قاضی ابو بکر کے مشابہ ہے اور ان سے بات بیان کی جاتی ہے کہ جب وہ مسئلہ کلام میں ابن کلاب اور الأشعري کے اصول پر درس دیتے، کہتے ایسا ذکر کیا ابو الحسن نے جس کی شرح میں نے تمہارے لئے کی
ابن تیمیہ فتوی ج ٤ ص ١٦٧ میں لکھتے ہیں

وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَائِلِينَ إلَيْهِمْ التَّمِيمِيُّونَ: أَبُو الْحَسَنِ التَّمِيمِيُّ وَابْنُهُ وَابْنُ ابْنِه وَنَحْوُهُمْ؛ وَكَانَ بَيْنَ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيِّ وَبَيْنَ الْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الْبَاقِلَانِي مِنْ الْمَوَدَّةِ وَالصُّحْبَةِ مَا هُوَ مَعْرُوفٌ مَشْهُورٌ. وَلِهَذَا اعْتَمَدَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ البيهقي فِي كِتَابِهِ الَّذِي صَنَّفَهُ فِي مَنَاقِبِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ – لَمَّا ذَكَرَ اعْتِقَادَهُ – اعْتَمَدَ عَلَى مَا نَقَلَهُ مِنْ كَلَامِ أَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيِّ. وَلَهُ فِي هَذَا الْبَابِ مُصَنَّفٌ ذَكَرَ فِيهِ مِنْ اعْتِقَادِ أَحْمَدَ مَا فَهِمَهُ؛ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَلْفَاظَهُ وَإِنَّمَا ذَكَرَ جُمَلَ الِاعْتِقَادِ بِلَفْظِ نَفْسِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ: " وَكَانَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ". وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ يُصَنِّفُ

كِتَابًا فِي الْفِقْهِ عَلَى رَأْيِ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ وَيَذْكُرُ مَذْهَبَهُ بِحَسَبِ مَا فَهِمَهُ وَرَآهُ وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ بِمَذْهَبِ ذَلِكَ الْإِمَامِ أَعْلَمَ مِنْهُ بِأَلْفَاظِهِ وَأَفْهَمَ لِمَقَاصِدِهِ

امام أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ کے عقائد کی طرف سب سے زیادہ تَّمِيمِيّونَ میں سے أَبُو الْحَسَنِ التَّمِيمِيّ اور ان کے بیٹے اور پوتے اور اسی طرح کے دیگر ہوئے اور أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِي اور الْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الْبَاقِلَانِي میں بہت مودت اور اٹھنا بیٹھنا تھا اور اس کے لئے مشہور تھے اور اسی لئے امام البیہقی نے کتاب جو مَنَاقِبِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ میں لکھی تو انہوں نے أَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيّ کی کتاب پر اعتماد کیا ہے جو انہوں نے امام احمد

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

بحوالہ کتاب فيه اعتقاد الإمام أبي عبد الله أحمد بن حنبل –المؤلف: عبد الواحد بن عبد العزيز بن الحارث التميمی

الناشر: دار المعرفة – بيروت

جہاں تک مردہ کا زائر کو پہچاننے کا تعلق ہے اس کو ابن تیمیہ بھی مانتے ہیں

ابن تیمیہ فتوی الفتاوى الكبرى لابن تيمية ج ٣ ص ٤٢ میں لکھتے ہیں

وَأَمَّا عِلْمُ الْمَيِّتِ بِالْحَيِّ إذَا زَارَهُ، وَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَفِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، إلَّا عَرَفَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» . قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: ثَبَتَ ذَلِكَ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَصَحَّحَهُ عَبْدُ الْحَقِّ صَاحِبُ الْأَحْكَامِ

اور جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ میت زندہ کی زیارت سے کو جانتی ہے اور سلام کرتی ہے تو اس پر ابن عباس کی حدیث ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا

جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے کی قبر پر گذرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے وہ (میت) کو پہچان لیتی ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتی ہے

ابن مبارک کہتے ہیں یہ نبی صلی الله علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کو صحیح کہا ہے عبد الحق صاحب الاحکام نے

کے اعْتقَاد پر لکھی تھی اور اس میں مصنف نے وہ اعْتقَاد ذکر کیے ہیں جو ان کے فہم کے مطابق امام احمد کے ہیں اور اس میں الفاظ نقل نہیں ہیں اور انہوں نے اجمالا الاعْتقَاد لکھے ہیں اپنے الفاظ میں اور کہا ہے اور ابو عبداللہ .. اس کا مقام فقہ میں اماموں کی رائے نقل کرنے جیسا ہے اور مذہب کا ذکر فہم پر مبنی ہے اور اگر امام کا مذہب ہوتا تو الفاظ کے ساتھ لوگوں نے نقل کیا ہوتا اور اس کا مقصد سمجھا ہوتا

عَبْد الْوَاحد بْن أَبِي الْحَسَن التَّمِيمِيٍّ المتوفی ٤١٠ ھ اورابن الباقلانی المتوفی ٤٠٢ ھ اشعری عقائد رکھتے تھے اور انکو امام احمد کا عقیدہ بھی بتاتے تھے ابن تیمیہ کو اعتراض اس پر ہے کہ اشعری عقائد امام احمد سے منسوب کیوں کیے جا رہے ہیں وہ صرف اس کا رد کر رہے ہیں . بیہقی بھی ابن البا قلانی سے متاثر تھے . بیہقی نے امام احمد کے مناقب میں عَبْد الْوَاحد بْن أَبِي الْحَسَن التَّمِيمِيٍّ کی کتاب الاعتقاد استمعال کی کیونکہ وہ ابن الباقلانی سے متاثر تھے

ابن تیمیہ کے مطابق عَبْد الْوَاحد بْن أَبِي الْحَسَن التَّمِيمِيٍّ نے اپنے فہم پر اس کتاب کو مرتب کیا ہے. ابن تیمیہ نے مطلقا اس کتاب کو رد نہیں کیا دوئم یہ صرف ابن تیمیہ غیر مقلد کی رائے ہے جبکہ حنبلی مسلک میں کتاب معروف ہے لہذا ابن تیمیہ کی بات ناقابل قبول ہے

وہابی عالم الشیخ مشهور حسن سلمان سوال هل يصلي الأنبياء في قبورهم؟ وكيف يكون ذلك؟ کے جواب میں کہتے ہیں

فنحن نثبت صلاة للأنبياء وللمؤمن في القبور، بل نثبت حجاً وعمرة للأنبياء، كما جاء في صحيح مسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى موسى يحج في المنام ورؤيا الأنبياء حق، فنثبت ما ورد فيه النص

ہم اس کا اثبات کرتے ہیں کہ انبیاء اور مومن اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں - بلکہ ہم تو اس کا بھی اثبات کرتے ہیں کہ انبیاء حج اور عمرہ بھی کرتے ہیں جیسا صحیح مسلم میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے موسی کو خواب میں حج کرتے دیکھا اور انبیاء کا خواب حق ہے پس ہم اثبات کرتے ہیں جو نص میں آیا ہے

یعنی انبیاء قبروں سے نکل کر بیت اللہ حج و عمرہ کرنے بھی جاتے ہیں کیا خوب علمی بصیرت ہے

افسوس اہل حدیث اور وہابی شیخ ابن تیمیہ یا اپنوں کی کی بد عقیدگی کا ذکر بھول جاتے ہیں اور غریب دیوبندیوں اور بریلویوں کا نام لے لے کر بد عقیدہ بتاتے ہیں. اللہ اس دو رخی سے بچائے

ابن قیم کہتے ہیں اس پر اجماع ہے. ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں
وَالسّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ
اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور متواتر آثار سے پتا چلتا ہے کہ میّت قبر پر زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے

ابن حجر کتاب الِامتاع بالاَربعین المتباینۃ السماع / ویلیہ إسئلۃ من خط الشیخ العسقلانی میں لکھتے ہیں

إِن الْمَيِّت يعرف من يزوره وَيسمع من يقْرَأ عِنْده إِذْ لَا مَانع من ذَلِك
بے شک میت زیارت کرنے والے کو جانتی ہے اور قرات سنتی ہے اس میں کوئی بات مانع نہیں ہے

قارئین فیصلہ کیجئے کہ کیا اس دجل کا شکار ہوتے رہیں گے کہ نام نہاد اہل علم گمراہ نہیں تھے - جب اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث ہے ہی نہیں تو اس پر عقیدہ کیسے رکھا جا سکتا ہے

عائشہ رضی اللہ عنہا وفات شدہ لوگوں سے پردہ کرتیں تھیں؟

امام احمد مسند میں روایت بیان کرتے ہیں

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا حماد بن أسامة قال أنا هشام عن أبيه عن عائشة قالت : كنت أدخل بيتي الذي دفن فيه رسول الله صلى الله عليه و سلم وأبي فاضع ثوبي فأقول إنما هو زوجي وأبي فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلت إلا وأنا مشدودة على ثيابي حياء من عمر
حماد بن أسامة (ابو أسامة المتوفى ٢٠١ ھ) بیان کرتے ہیں کہ ان سے ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں ، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہآ نے فرمایا میں گھر میں داخل ہوتی تھی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ مدفون ہیں، پس میں (اپنے اپ سے) کہتی یہ تو میرے شوہر اور باپ ہیں پس کپڑا لیتی (بطور حجاب) لیکن جب سے عمرکی انکے ساتھ تدفین ہوئی ہے ،اللہ کی قسم! میں داخل نہیں ہوتی لیکن اپنے کپڑے سے چمٹی رہتی ہوں ،عمر سے شرم کی وجہ سے

امام احمد کے علاوہ اس کو حاکم المستدرک ج ۳ ص ٦٣، ابن سعد، الطبقات ج ۲ ص ۲۹۴، ابن شبۃ، تاریخ المدینۃ ج ۳ ص ١٦٢، الخلال، السنۃ ص 297 میں روایت کرتے ہیں حماد بن اِسامۃ کے تفرد کے ساتھ

اس روایت کا مفہوم ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حجرے میں تدفین کے بعد ہر وقت اپنا حجاب لیتیں کیونکہ انکو عمر سے شرم اتی تھی-اس روایت میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرف کا ذکر ہے کہ وہ بعد وفات، قبر کی مٹی کی دبیز تہہ سے باہر بھی دیکھ لیتے تھے اس روایت کا مطلب ہے کہ عائشہ

رضی اللہ تعالی عنہا، نعوذ باللہ، مردے کے قبر سے باہر دیکھنے کی قائل تھیں-اس روایت میں حماد بن اسامہ کا تفرد ہے

کتاب إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال کے مطابق

.قال أبو داود: قال وكيع: نهيت أبا أسامة أن يستعير الكتب وكان دفن كتبه
ابو داود کہتے ہیں وکیع نے کہا میں نے أبا أسامة کو (دوسروں کی حدیث کی) کتابیں مستعار لینے سے منع کیا اور اس نے اپنی کتابیں دفن کر دیں تھیں
عموما راوی اپنی کتابیں دفن کرتے یا جلاتے کیونکہ ان کو یہ یاد نہیں رہتا تھا کہ انہوں نے کیا کیا غلط روایت کر دیا ہے پھر پشیمانی ہوتی تو ایسا کام کرتے مثلا ابو اسامہ اور ابن لهيعة وغیرہ

اسکی وجہ شاید تدلیس کا مرض ہو

کتاب المدلسین از ابن العراقی (المتوفى: 826ھ) کے مطابق

حماد بن أسامة أبو أسامة الكوفي الحافظ قال الأزدي: قال المعيطي: كان كثير التدليس ثم بعد تركه
حماد بن أسامة أبو أسامة الكوفي الحافظ ہیں الأزدي کہتے ہیں کہ المعيطي کہتے ہیں یہ بہت تدلیس کرتے پھر اس کو ترک کر دیا
کتاب تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس از ابن حجر کے مطابق
كان كثير التدليس ثم رجع عنه
بہت تدلیس کرتے پھر اس کو کرنا چھوڑ دیا
صحیحین میں حماد بن إسامة موجود ہیں جن کے بارے میں ظاہر ہے کہ امام مسلم اور امام بخاری نے تحقیق کی ہے لیکن زیر بحث روایت صحیحین میں نہیں- محدثین کے مطابق روایت کے سارے راوی ثقہ بھی ہوں تو روایت شاذ ہو سکتی ہے

کہا جاتا ہے کہ **یہ روایت صحیح ہے**
امام حاکم اس کو مستدرک میں روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين - یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے

امام الذھبی نے اس پر سکوت کیا ہے- محدثین کے نزدیک ابو اسامہ کی ساری روایات صحیح نہیں ہیں

يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي الفسوي، أبو يوسف (المتوفى: 277هـ) كتاب المعرفة والتاريخ میں لکھتے ہیں
قَالَ عُمَر: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: كَانَ أَبُو أُسَامَةَ ٍذَا رَأَى عَائِشَةَ فِي الْكِتَابِ حَكَّهَا فَلَيْتَهُ لَا يَكُونُ إِفْرَاطٌ فِي الْوَجْهِ الْآخَرِ.
سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ يُوهنُ أَبَا أُسَامَةَ، ثُمَّ قَالَ يُعْجَبُ لِأَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَمَعْرِفَته بِأَبِي أُسَامَةَ ثُمَّ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْهُ
عمر بن حفص بن غیاث المتوفی ۲۲۲ ھ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا ابو اسامہ جب کتاب میں عائشہ لکھا دیکھتا تو اس کو مسخ کر دیتا یہاں تک کہ اس (روایت) میں پھر کسی دوسری جانب سے اتنا افراط نہیں آ پآتا

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں میں نے مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ کو سنا وہ ابو اسامہ کو کمزور قرار دیتے تھے پھر کہا مجھے (مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ کو) ابی بکر بن ابی شیبہ پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس ابو اسامہ کو جانتے ہیں لیکن پھر بھی اس سے روایت لیتے ہیں

عمر بن حفص بن غیاث المتوفی ۲۲۲ھ ، ابو اسامہ کے ہم عصر ہیں. زیر بحث روایت بھی اپنے متن میں غیر واضح اور افراط کے ساتھ ہے. محدثین ایسی روایات کے لئے منکر المتن کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں

ابن القیسرانی (المتوفی: 507ھ) کتاب ذخیرۃ الحفاظ (من الکامل لابن عدی) میں ایک روایت پر لکھتے ہیں

وَهَذَا الحَدِيث وَإِن كَانَ مُسْتَقِيم الْإِسْنَاد؛ فَإِنَّهُ مُنكر الْمَتْن، لَا أعلم رَوَاهُ عَن ابْن عَيَّاش غير سُلَيْمَان بن أَيُّوب الْحِمصِي.
اور یہ حدیث اگر اس کی اسناد مستقیم بھی ہوں تو یہ منکر المتن ہے اس کو ابْن عَيَّاش سے سوائے سُلَيْمَان بن أَيُّوب الْحِمصِي کے کوئی روایت نہیں کرتا

ہمارے نزدیک عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حجرے میں مسلسل حالت حجاب میں رہنے والی **روایت منکر المتن** ہے جس کو حماد بن اسامہ کے سوا کوئی اور روایت نہیں کرتا
پہلی شرح

اس روایت کا مطلب، روایت پرست اس طرح سمجھاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی پر سے کپڑا ہٹا ہوا تھا ابو بکر اور عمر آئے لیکن اپ نے نہیں چھپایا لیکن جب عثمان آئے تو اپ نے چھپا لیا اور کہا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں. یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم سب زندہ تھے. اس روایت کو عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی

منقبت میں تو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن زیر بحث روایت سے اسکا کوئی تعلق نہیں

دوسری شرح

ایک دوسری روایت بھی تفہیم میں پیش کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنہا کو نابینا صحابی ابن مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ سے پردے کا حکم دیا **احْتَجِبَا مِنْهُ ان سے حجاب کرو** اس کو نسائی ابو داود نے روایت کیا ہے
نسائی کی سند ہے

أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ نَبْهَانَ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ

نسائی کہتے ہیں

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: مَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى عَنْ نَبْهَانَ غَيْرَ الزُّهْرِيِّ
ہم نہیں جانتے کہ نَبْهَانَ سے سوائے الزُّهْرِيِّ کے کسی نے روایت کیا ہو

کتاب ذیل دیوان الضعفاء والمتروکین از الذھبی کے مطابق

.نبهان، كاتب أم سلمة: قال ابن حزم: مجهول: روى عنه الزهري
نبهان، ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے کاتب تھے ابن حزم کہتے ہیں مجهول ہے الزهري ان سے روایت کرتے ہیں

ابن عبدالبر کہتے ہیں نبهان مجهول لا يُعرف إلا برواية الزهري عنه هذا الحديث، نبهان مجهول ہے اور صرف اسی روایت سے جانا جاتا ہے

کتاب المغنی لابن قدامۃ کے مطابق

فَأَمَّا حَدِيثُ نَبْهَانَ فَقَالَ أَحْمَدُ: نَبْهَانُ رَوَى حَدِيثَيْنِ عَجِيبَيْنِ. يَعْنِي هَذَا الْحَدِيثَ، وَحَدِيثَ: «إذَا كَانَ لِإِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ، فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ» وَكَأَنَّهُ أَشَارَ إلَى ضَعْفِ حَدِيثِهِ

پس جہاں تک نَبْهَانَ کی حدیث کا تعلق ہے تو احمد کہتے ہیں کہ نَبْهَانَ نے دو عجیب حدیثیں روایت کی ہیں یہ (ابن مکتوم سے پردہ) والی اور...پس انہوں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا

البانی اور شعیب الأرناؤوط اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں

لہٰذا یہ دونوں روایت اس زیر بحث روایت کی شرح میں پیش نہیں کی جاسکتیں

اس روایت پر حکم

یہ روایت منکر المتن ہے

اول زیر بحث روایت میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مدفون میت سے حیا کرنے کا ذکر ہے. عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک فقیہہ تھیں اور ان کے مطابق میت نہیں سنتی تو وہ میت کے دیکھنے کی قائل کیسے ہو سکتی ہیں وہ بھی قبر میں مدفون میت

دوم یہ انسانی بساط سے باہر ہے کہ مسلسل حجاب میں رہا جائے. یہ ناممکنات میں سے ہے. خیال رہے کہ امہات المومنین چہرے کو بھی پردے میں رکھتی تھیں

اہل شعور اس روایت کو اپنے اوپر منطبق کر کے سوچیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک چھوٹے سے حجرہ میں مسلسل چہرے کے پردے میں رہا جائے

سوم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی. عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی. اس پردے والی ابو اسامہ کی روایت کو درست مانا جائے تو اسکا مطلب ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۳۴ سال حجرے میں پردے میں رہیں یعنی ۳۴ سال تک گھر کے اندر اور باہر پردہ میں رہیں

چہارم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس تکلیف میں دیکھ کر کسی نے ان کو دوسرے حجرے میں منتقل ہونے کا مشورہ بھی نہیں دیا. انسانی ضروریات کے تحت لباس تبدیل کرنا کیسے ہوتا ہو گا؟ کسی حدیث میں نہیں اتا کہ وہ اس وجہ سے دوسری امہات المومنین کے حجرے میں جاتی ہوں کیونکہ تدفین تو حجرہ عائشہ میں تھی
بحر الحال یہ روایت غیر منطقی ہے اور ایک ایسے عمل کا بتا رہی ہے جو مسلسل دن و رات ۳۴ سال کیا گیا اور یہ انسانی بساط سے باہر کا اقدام ہے

روایت کے مسلکی دفاع کا ایک اور انداز

مسلک پرست روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سنن ابو داود کی روایت پیش کرتے ہیں

حدَّثنا أحمدُ بن صالح، حدَّثنا ابنُ أبي فُدَيك، أخبرني عَمرو بن عثمانَ بن هانىء عن القاسمِ، قال: دخلتُ على عائشةَ، فقلتُ: يا أُمَّهْ، اكشفى لى عن قبر رسولِ الله -صلَّى الله عليه وسلم- وصاحبيه، فكشفتْ لي عن ثلاثةِ قُبورِ، لا مُشْرِفةِ ولا لاطِئةِ، مَبطوحةِ بِبَطحاءِ العَرْصة الحمراء

قاسم کہتے ہیں میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوا ان سے کہا

اماں جان مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے دو صاحبوں کی قبریں دکھائیں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے لئے تین قبروں پر سے پردہ ہٹایا

اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ

ان تین قبروں (کے حجرہ) کا دروازہ کھولا

حالانکہ اس روایت میں کہیں نہیں کہ کوئی دروازہ بھی تھا. دوم البانی اس کو **ضعیف** کہتے ہیں کیونکہ اس کا راوی عَمرو بن عثمانَ بن ہانیء مستور ہے
ایک ضعیف روایت کو بچانے کے لئے ایک دوسری ضعیف روایت سے استدلال باطل ہے کہتے ہیں

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مسلک پرست عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسلسل پردہ والی روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ مکان جس میں وہ رہتیں تھیں اور جس میں نماز پڑھتیں تھیں الگ الگ تھے اس سلسلے میں ان کی دلیل، الطبقات ابن سعد کی یہ روایت ہے

أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَس يَقُولُ: قُسِمَ بَيْتُ عَائِشَةَ بِاثْنَيْنِ: قِسْمٌ كَانَ فيه الْقَبْرُ. وَقِسْمٌ كَانَ تَكُونُ فيه عَائِشَةُ. وَبَيْنَهُمَا حَائِطٌ. فَكَانَتْ عَائِشَةُ رُبَّمَا دَخَلَتْ حَيْثُ الْقَبْرُ فُضُلا. فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ لَمْ تَدْخُلْهُ إلا وهي جامعة عليها ثيابها

موسی بن داود کہتے ہیں امام مالک کہتے ہیں ام المومنین رضی اللہ عنہا کا گھر دو حصوں پر مشتمل تھا ایک میں قبر تھی اور ایک میں عائشہ رضی اللہ عنہ خود (رہتیں) تھیں... پس جب عمر اس میں دفن ہوئے تو وہ دوسرے حصے میں نہیں جاتیں الا یہ کہ کپڑا لے کر

اس کی سند میں مُوسى بن داود الضَّبيّ، أبو عبد الله الطَّرَسُوسيّ المتوفی ۲۱۷ھ ہے جس کو کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال از الذھبی کے مطابق ابوحاتم کہتے ہیں فی حدیثہ اضطراب. اس کی حدیث میں اضطراب ہوتا ہے. مسلم نے اس کی روایت کتاب الصلاہ میں ایک جگہ لی ہے. اس سے عقیدے میں روایت نہیں لی گئی.

میزان الاعتدال کے مطابق الکوفی ثم البغدادی یہ کوفی تھے پھر بغدادی اور کتاب تاریخ بغداد کے مطابق کوفی الأصل سکن بَغْدَاد یہ اصلا کوفی تھے پھر بغداد منتقل ہوئے

الطبقات الکبری از ابن سعد کے مطابق

وَكَانَ قَدْ نَزَلَ بَغْدَادَ، ثُمَّ وَلِيَ قَضَاءَ طَرَسُوسَ، فَخَرَجَ إِلَى مَا هُنَاكَ، فَلَمْ يَزَلْ قَاضِيًا بِهَا إِلَى أَنْ مَاتَ بِهَا

یہ بغداد پہنچے پھر طَرَسُوسَ کے قاضی ہوئے پھر .....وہاں کے قاضی رہے اور وہیں وفات ہوئی

امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ سے مدینہ جا کر کب روایت سنی لہذا یہ روایت منقطع ہے

یہ امام مالک کا قول نقل کرتے ہیں جو ان کی موطا تک میں موجود نہیں ہے اور یہ کسی صحابی کا قول بھی نہیں لہذا دلیل کیسے ہو گیا؟

مسلک پرستوں کی طرف سے مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت بھی پیش کی جاتی ہے

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا عَلِمْنَا بِدَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا صَوْتَ الْمَسَاحِي مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ لَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ

محمد بن اسحاق ، فاطمہ بنت محمد سے وہ عمرہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ کے دفن کر دئے جانے کا علم بدھ کی رات کے آخر میں کھدائی کے آوزاروں کی آواز سے ہوا

اس سے دلیل لی جاتی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کمرہ میں نہیں تھیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا گویا ایک چھوٹے سے حجرے میں اب دو حجرے بنا دے گئے وہ بھی ایسے کہ ایک حجرے میں جو کچھ ہو رہا ہو وہ دوسرے حجرے والے کو علم نہ ہو سکے حتی کہ کھدال کی آواز آئے اگر اس روایت کو دلیل سمجھا جائے تو اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفات النبی کے روز ہی دو حجرے تھے جبکہ دوسری روایت کے مطابق دو حجرے عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ہوئے

افسوس اس کی سند بھی ضعیف ہے محمد بن اسحاق مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے فاطمہ بنت محمّد ہے جو اصل میں فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ عِمَارَةَ ہے. کہا جاتا ہے کہ اس نام کی عبد اللہ بن ابی بکر کی بیوی تھی لیکن جو بھی ہو ان کا حال مجھول ہے

الطبقات الکبری از ابن سعد کی ایک روایت پیش کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُوَيْسٍ الْمَدَنِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَغَيْرِهِمَا عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا زِلْتُ أَضَعُ خِمَارِي وَأَتَفَضَّلُ فِي ثِيَابِي فِي بَيْتِي حَتَّى دُفِنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيهِ. فَلَمْ أَزَلْ مُتَحَفِّظَةً فِي ثِيَابِي حَتَّى بَنَيْتُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقُبُورِ جِدَارًا فَتَفَضَّلْتُ بَعْدُ

اس کی سند میں عَبْد اللَّه بْن أَبِي أُوَيْس الْمَدَنِيّ ہے جس کو احمد ضعیف الحدیث (موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل فی رجال الحدیث وعلله) کہتے ہیں اس روایت کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حجرہ میں دیوار بنائی گئی

الطبقات الکبری کی ایک اور سند بھی پیش کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَن بْنُ عُثْمَانَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ قَالَ: كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْشِفُ قِنَاعَهَا حَيْثُ دفن أبوها مع رسول الله فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ تَقَنَّعَتْ فَلَمْ تَطْرَحِ الْقِنَاعَ

عثمان بن ابراہیم کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہ عمر کی تدفین کے بعد شدت کرتیں اور نقاب نہ ہٹاتیں

اس کی سند میں عبد الرحمن بن عُثْمَانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّد بْنِ حَاطِبِ الحاطبيّ المدنيّ ہے جس کے لئے ابو حاتم کہتے ہیں- قال أبو حاتم: ضعيف الحديث يهولني كثرة ما يُسْند -ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے بحوالہ تاریخ الاسلام از الذہبی

ایک اشکال پیدا کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس حجرے میں کیسے رہ سکتی ہیں جس میں قبریں ہوں

اور وہ نماز کہاں پڑھتیں تھیں تو اس کا جواب ہے کہ صحیح بخاری کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقت تھا جب حجرہ بہت چھوٹا تھا کہ جب رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور سجدہ کرنے لگتے تو عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پیر سمیٹ لیتیں لیکن مرض وفات کی روایات قرطاس اور دوا پلانے والی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حجرہ کو وسیع کیا گیا تھا جس میں کافی افراد آ
سکتے تھے قبروں کو باقی حجرے سے الگ کرنے کے لئے یقینا کوئی دبیز پردہ یا چق یا لکڑی کی دیوار ہو گی

وہابی عالم **صالح بن عبد العزیز بن محمد بن إبراهيم آل الشيخ** درس میں کہتے ہیں بحوالہ التمهيد لشرح كتاب التوحيد

ولما دفن عمر – رضي الله عنه – تركت الحجرة رضي الله عنها، ثم أغلقت الحجرة، فلم يكن ثم باب فيها يدخل منه إليها وإنما كانت فيها نافذة صغيرة، ولم تكن الغرفة كما هو معلوم مبنية من حجر، ولا من بناء مجصص، وإنما كانت من البناء الذي كان في عهده عليه الصلاة والسلام؛ من خشب ونحو ذلك

پس جب عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اپ (عائشہ) رضی اللہ عنہا نے حجرہ چھوڑ دیا پھر اس حجرے کو بند کر دیا پس اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا جس سے داخل ہوں بلکہ ایک چھوٹی سی کھڑکی (یا دریچہ) تھا. اور یہ حجرہ نہ پتھر کا تھا نہ چونے کا بلکہ یہ لکڑی کا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوتا تھا

صالح بن عبد العزیز کے مطابق تو دو حجرے عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین پر ہوئے اور ان کے درمیان دروازہ ہی نہیں تھا بلکہ کھڑکی تھی لہذا وہ اس سے دوسرے حجرے میں میں داخل کیسے ہوتیں ؟

حجرہ اور قبر مطہرہ کے درمیان لکڑی کی دیوار تھی جس میں صرف ایک دریچہ تھا لہذا عائشہ رضی اللہ عنہا یا

کسی اور کا قبروں پر داخل ہونا ثابت نہیں ہوتا

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلسل پردہ والی روایت کے مطابق انہوں نے حجرہ نہیں چھوڑا تھا بلکہ جب

عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو اس کو گھر ہی کہتیں ہیں اور وہ داخل پردہ میں ہوتیں جبکہ اس کا دفاع کرنے والوں کے مطابق اب دو حجرے ہو چکے ہیں. اگر دو حجرے تھے تو وہ تو داخل ہی اس حجرے میں ہوتی ہوں گی جس میں قبر سرے سے ہے ہی نہیں تو پردے کی ضرورت ؟
یہ روایت کسی بھی زاویے سے صحیح نہیں

اب یہ بھی دیکھئے

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلسل پردہ والی روایت سے دلیل لیتے ہوئے تھذیب الکمال کے مولف امام المزی کہا کرتے تھے

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

قال شيخنا الحافظ عماد الدين بن كثير ووجه هذا ما قاله شيخنا الإمام أبو الحجاج المزي أن الشهداء كالأحياء في قبورهم و هذه أرفع درجة فيهم

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے شیخ المزی کہتے ہیں کہ شہداء اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں اور یہ ان کا بلند درجہ ہے

الإجابة فيما استدركته عائشة على الصحابة للإمام الزركشي

منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البہوتی الحنبلی (المتوفی: 1051ھ) اپنی کتاب کشاف القناع عن متن الإقناع میں لکھتے ہیں

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ: وَاسْتَفَاضَتْ الْآثَارُ بِمَعْرِفَةِ الْمَيِّتِ بِأَحْوَالِ أَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَأَنَّ ذَلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ وَجَاءَتْ الْآثَارُ بِأَنَّهُ يَرَى أَيْضًا وَبِأَنَّهُ يَدْرِي بِمَا فُعِلَ عِنْدَهُ وَيُسَرُّ بِمَا كَانَ حَسَنًا وَيَتَأَلَّمُ بِمَا كَانَ قَبِيحًا وَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُولُ " اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِك أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا أُجْزَى بِهِ عِنْدَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَوَاحَةَ وَكَانَ ابْنَ عَمِّهِ وَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ عِنْدَ عَائِشَةَ كَانَتْ تَسْتَتِرُ مِنْهُ، وَتَقُولُ " إنَّمَا كَانَ أَبِي وَزَوْجِي فَأَمَّا عُمَرُ فَأَجْنَبِيٌّ " وَيَعْرِفُ الْمَيِّتُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ قَالَهُ أَحْمَدُ.

ابن تیمیہ کہتے ہیں اور جو اثار ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ میت اپنے احوال سے اور دنیا میں اصحاب سے باخبر ہوتی ہے اور اس پر (زندوں کا عمل) پیش ہوتا ہے اور وہ دیکھتی اور جانتی ہے جو کام اس کے پاس ہو اور اس میں سے جو اچھا ہے اس پر خوش ہوتی اور اس میں سے جو برا ہو اس پر الم محسوس کرتی ہے اور ابو الدرداء کہتے تھے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس عمل سے جس سے میں عبد الرحمان بن رَوَاحَۃَ کے آگے شرمندہ ہوں اور وہ ان کے چچازاد تھے اور جب عمر دفن ہوئے تو عائشہ ان سے پردہ کرتیں اور کہتیں کہ یہ تو میرے باپ اور شوہر تھے لیکن عمر تو اجنبی ہیں اور امام احمد کہتے ہیں کہ میت زائر کو جمعہ کے دن طلوع سورج سے پہلے پہچانتی ہے

البہوتی حنابلہ کے مشہور امام ہیں- افسوس اس روایت سے قبر پرستی ہی پھیلی ہے

ضعیف روایات کو محدثین نے اپنی کتابوں میں صحیح سمجھ کر نہیں لکھا بلکہ انہوں نے ایسا کہیں دعوی نہیں کیا جو بھی وہ روایت کریں سب صحیح سمجھا جائے اگر کسی کو پتا ہو تو پیش کرے- بہتر یہی ہے کہ محدثین جو کہہ گئے ہیں اس کو تسلیم کر لیا جائے

یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی ، ابو یوسف (المتوفی: 277ھـ) کتاب المعرفة والتاریخ میں لکھتے ہیں کہ:

قَالَ : عُمَرُ : سَمِعْتُ أَبِي ، يَقُولُ : كَانَ أَبُو أُسَامَةَ إِذَا رَأَى عَائِشَةَ فِي الْكِتَابِ حَكَّهَا فَلَيْتَهُ لَا يَكُونُ إِفْرَاطٌ فِي الْوَجْهِ الْآخَرِ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ يُوهِنُ أَبَا أُسَامَةَ ، ثُمَّ قَالَ : يُعْجَبُ لِأَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَبِي أُسَامَةَ ، ثُمَّ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْهُ

عمر بن حفص بن غیاث (المتوفی: ۲۲۲ ھ) کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا ابو اسامہ جب کتاب میں عائشہ لکھا دیکھتا تو اس کو مسخ کر دیتا یہاں تک کہ اس (روایت) میں پھر کسی دوسری جانب سے اتنا افراط نہیں آ پاتا یعقوب بن سفیان کہتے ہیں میں نے محمد بن عبد اللہ بن نمیر کو سنا وہ ابو اسامہ کو کمزور قرار دیتے تھے پھر کہا مجھے (محمد بن عبد اللہ بن نمیر کو) ابی بکر بن ابی شیبہ پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس ابو اسامہ کو جانتے ہیں لیکن پھر بھی اس سے روایت لیتے ہیں -

(المعرفۃ والتاریخ لیعقوب بن سفیان: مَا جَاءَ فِی الْکُوفَۃِ)

جس کو یہ روایت پسند ہو وہ سن لے کہ ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا ایک مجتہد تھیں وہ صحابہ تک کے اقوال قرآن پر پرکھ کر رد و قبول کرتی تھیں لہذا وہ مردہ میت سے شرم کیسے کر سکتیں ہیں؟

السنن للنسائی از ابو عبد الرحمٰن النسائی (المتوفى: 303ھ) کی روایت بَابُ: مَسْحِ الْمَرْأَةِ رَأْسَهَا باب: عورت اپنے سر کا مسح کیسے کرے حدیث نمبر: 100 میں ہے

اخبرنا الحسين بن حريث ، قال : حدثنا الفضل بن موسى ، عن جعيد بن عبد الرحمن ، قال : اخبرني عبد الملك بن مروان بن الحارث بن ابي ذناب ، قال : اخبرني ابو عبد الله سالم سبلان ، قال : وكانت عائشة تستعجب بامانته وتستاجره ، فارتني كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضا " فتمضمضت واستنثرت ثلاثا ، وغسلت وجهها ثلاثا ، ثم غسلت يدها اليمنى ثلاثا واليسرى ثلاثا ، ووضعت يدها في مقدم راسها ثم مسحت راسها مسحة واحدة إلى مؤخره ، ثم امرت يديها باذنيها ، ثم مرت على الخدين " . قال سالم : كنت آتيها مكاتبا ما تختفي مني فتجلس بين يدي وتتحدث معي حتى جئتها ذات يوم ، فقلت : ادعي لي بالبركة يا ام المؤمنين ، قالت : وما ذاك ؟ قلت : اعتقني الله ، قالت : بارك الله لك ، وارخت الحجاب دوني فلم ارها بعد ذلك اليوم

ابوعبداللہ سالم سبلان کہتے ہیں کہ` ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی امانت پر تعجب ´ کرتی تھیں، اور ان سے اجرت پر کام لیتی تھیں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے مجھے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے؟ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے تین بار کلی کی، اور ناک جھاڑی اور تین بار اپنا چہرہ دھویا، پھر تین بار اپنا دایاں ہاتھ دھویا، اور تین بار بایاں، پھر اپنا ہاتھ اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھا، اور اپنے سر کا اس کے پچھلے حصہ تک

ایک بار مسح کیا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں پر پھیرا، پھر دونوں رخساروں پر پھیرا، سالم کہتے ہیں: میں بطور مکاتب کے ان کے پاس آتا تھا اور آپ مجھ سے پردہ نہیں کرتی تھیں، میرے سامنے بیٹھتیں اور مجھ سے گفتگو کرتی تھیں، یہاں تک کہ ایک دن میں ان کے پاس آیا، اور ان سے کہا: ام المؤمنین! میرے لیے برکت کی دعا کر دیجئیے، وہ بولیں: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے آزادی دے دی ہے، انہوں نے کہا: اللہ تعالی تمہیں برکت سے نوازے، اور پھر آپ نے میرے سامنے پردہ لٹکا دیا، اس دن کے بعد سے میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

ابو عبد اللہ سالم سبلان ایک غلام تھا اور لونڈی غلام سے کوئی پردہ نہیں کیا جاتا تھا لیکن جس روز ام المومنین کو علم ہوا یہ آزاد ہوا اس سے پردہ شروع کر دیا لہذا اس روایت سے معلوم ہوا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں ہر وقت پردہ نہیں کرتیں تھیں

زبیر علی زئی کا کہنا تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس لئے پردہ کرتیں تھیں کیونکہ وہاں حجرے میں عمر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار آتے تھے۔ جبکہ یہ اس روایت کے متن میں موجود ہی نہیں ہے ۔ پھر اس تاویل سے یہ روایت مردے کے دیکھنے کا انکار کرتی ہے لیکن فرقوں والے اس کو پیش کرتے رہتے ہیں

کیا عائشہ رضی اللہ عنہا بنیادی عقائد بھول جاتیں تھیں؟

کفار پر عذاب قبر کی خبر مکی دور میں دی گئی جب ال فرعون اور قوم نوح کا قرآن میں ذکر ہوا لیکن مدینہ پہنچ کر بھی مومن پر عذاب قبر کا عقیدہ نہیں تھا—نہ یہ اصحاب بدر کے علم میں تھا نہ اصحاب احد کے بلکہ آخری دور میں وفات سے چار ماہ پہلے مومن پر عذاب قبر کی خبر دی گئی

بخاری اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی روایات میں یہ آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر دو یہودی عورتیں آئیں، انہوں نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی اور مسلم کی روایت کے مطابق کہا یہ یہود کے لئے ہے پھر فَلَبِثْنَا لَيَالِيَ کچھ راتوں بعد اپ نے فرمایا أَمَا شَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحيَ إِلَيّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَفي الْقُبُورِ کیا تمہیں شعور ہوا مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم کو قبروں میں ازمایا جائے گا—

صحیح مسلم۔ جلد اول۔ مساجد اور نماز پڑھنے کی جگہوں کا بیان۔ حدیث 1314

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ الْيَهُودِ وَهِيَ تَقُولُ هَلْ شَعَرْتِ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ فَارْتَاعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّمَا تُفْتَنُ يَهُودُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَبِثْنَا لَيَالِيَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ

اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ شَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ يَسْتَعِيذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

ہارون بن سعید، حرملہ بن یحییٰ، ہارون، حرملہ، ابن وہب، یونس بن یزید، ابن شہاب، عروہ بن زبیر، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور ایک یہودی عورت میرے پاس بیٹھی تھی اور وہ کہہ رہی تھی کہ کیا تم جانتی ہو کہ تم قبروں میں آزمائی جاؤ گی؟ **رسول اللہ** عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ **صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر کانپ اٹھے اور فرمایا کہ یہودی آزمائے جائیں گے** فرماتی ہیں کہ **ہم چند راتیں ٹھہرے** پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتی ہو کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں آزمائی جاؤ گی۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے رہے۔

عمرۃ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودیہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوال کرتے ہوئے آئی اور کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں؟ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائذا باللّٰہ من ذٰلک۔ میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔** پھر ایک دن آپ صبح کے وقت اپنی سواری پر سوار ہوئے پھر (اس دن) سورج کو گرہن لگ گیا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف ادا فرمائی یہاں تک کہ) سورج روشن ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

انی قد رایتکم تفتنون فی القبور کفتنۃ الدجال ... اسمع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذالک یتعوذ من عذاب النار وعذاب القبر

بے شک میں نے دیکھا کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے دجال کے فتنے کی طرح۔... میں نے اس دن کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔ اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی ہیں:

فقال ماشاء اللّٰہ ان یقول ثم امر ھم ان یتعوذوا من عذاب القبر

پھر آپ نے (خطبہ میں) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگیں۔

صحیح بخاری کتاب الکسوف باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف جلد۱صفحہ ۱۴۳عربی ح:۱۰۴۹۔ صحیح مسلم کتاب الکسوف ج۱صفحہ ۲۹۷عربی ح:۲۰۹۸

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان ابومعاویہ نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا، ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن اس دن لگا جس دن (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا بعض لوگ کہنے لگے کہ گرہن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرہن کسی کی موت وحیات سے نہیں لگتا۔ البتہ تم جب اسے دیکھو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو۔

حدیث نمبر: 1043

صحیح بخاری جلد 2

سوال یہ ہے کہ ابراہیم کی وفات کس دن ہوئی؟

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں قول پیش کیا ہے

وذكر الواقدي: أن إبراهيم ابن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مات يوم الثلاثاء لعشر ليالٍ خلون من شهر ربيع الأول سنة عشر ودفن بالبقيع،

اور واقدی نے ذکر کیا بے شک ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیر کے روز ربیع الاول میں دس رات کم دس ہجری میں وفات ہوئی

لیکن واقدی پر جھوٹ تک کا فتوی لگایا جاتا ہے

بغوی شرح السنہ میں لکھتے ہیں

وُلِدَ فِي ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَمَانٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا

ابراہیم پسر نبی ذِی الْحِجَّةِ سن ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۶ ماہ زندہ رہے
یعنی ربیع الاول سن ۱۰ ہجری میں وفات ہوئی گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال قبل

مسند ابی یعلی میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْفِنُوهُ بِالْبَقِيعِ، فَإِنَّ لَهُ مُرْضِعًا تُتِمُّ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ»
[حکم حسین سلیم إسد] : إسناده صحيح

انساب کے ماہر ابن حزم الأندلسی القرطبی (المتوفی: 456ھ) کتاب جمهرة إنساب العرب میں لکھتے ہیں

ومات إبراهيم قبل موت النبي صلى الله عليه وسلم، بأربعة أشهر؛ ودفن بالبقيع
اور ابراہیم کی وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار ماہ پہلے ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے
یعنی ذیقعد میں ۱۰ ہجری میں وفات ہوئی اور ۱۱ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی

صحیح مسلم میں ہے: عمرو نے کہا: جب ابراہیم کی وفات ہوئی تو رَسُول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم نے کہا: بے شک ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پیتے بچے کی عمر میں مرا ہے اور بے شک اس کے لئے دودھ پلانے والی ہے جو جنت میں اس کی رضاعت پوری کرائے گی
یعنی مومن کے لئے عقیدہ یہ تھا کہ اسکو عذاب نہیں ہوتا اور روح فوراجنت میں جاتی ہے جہاں اس کو ایک ایسا جسم ملتا ہے جو دودھ پی سکتا ہے اس کے لئے عذاب کی کوئی خبر نہیں تھی

بخاری و مسلم کی ہی بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم کی وفات والے دن ۱۰ ہجری میں سورج گرہن کی نماز کے دوران مومن کے لئے عذاب قبر سے مطلع کیا گیا. مشرک عمرو ابن لحیی الخزاعی جو مر چکا تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز پڑھاتے ہوئے بیداری میں دیکھا جو دس ہجری کا واقعہ ہے نہ صرف عمرو (ابن لحیی الخزاعی) کو دیکھا بلکہ اپ جہنم کی تپش کی وجہ سے پیچھے ہٹے اور ایک موقعہ پر جنت میں سے انگور کا خوشہ لینے کے لئے آگے بھی بڑھے ایک اور روایت میں ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو بھی دیکھا جس نے بلی کو باندھ دیا تھا اور بھوک پیاس کی وجہ سے وہ بلی مر گئی. اس کی تفصیل بخاری و مسلم میں کسوف کی روایات میں دیکھی جا سکتی ہیں

لہذا انہی ایام میں جبکہ یہودی عورتوں نے مومنوں پر عذاب قبر کا ذکر کیا ابراہیم پسر نبی کی بھی وفات ہوئی اور سورج گرہن کے دن مومن پر عذاب قبر کی خبر دی گئی –

اس کے بعد چار ماہ کی قلیل مدت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا اور غدیر خم کا واقعہ ہوا پھر آپ مدینہ پہنچے اور بالاخر صفر کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی اور ربیع الاول میں وفات ہوئی-

عذاب قبر کی روایات تعداد میں اتنی زیادہ ہیں کہ چار ماہ کی قلیل مدت اس کے تمام مسائل اور دوسری طرف عذاب قبر کی روایات کا انبار- اس میں تطبیق کی صورت نہیں ہے –

ابن تیمیہ کتاب التوسل والوسیلہ میں کہتے ہیں

وقال الحافظ بن تَيْمِيَةَ فِي كتَاب التَّوَسُّل وَالْوَسِيلَة ... وَأَنَّهُ لَمْ يُصَلِّ الْكُسُوفَ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ

ابن تیمیہ کتاب التوسل والوسیلہ میں کہتے ہیں کہ **نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار گرھن کی نماز پڑھی جس دن ابراہیم کی وفات ہوئی**
یہی بات مبارک پوری نے مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں دہرائی ہے ج ۵ ص ۱۲۸ پر

وأنه لم يصل الكسوف إلا مرة واحدة يوم مات إبراهيم
اور بلا شبہ گرہن نہیں ہوا سوائے ایک مرتبہ اس روز جس دن ابراہیم کی وفات ہوئی
حاشیۃ السندی علی سنن النسائی میں ابن کثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں

فَإِن رَسُول الله صلى الله تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ الْكُسُوفَ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً بِالْمَدِينَةِ فِي الْمَسْجِدِ هَذَا

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرہن نہیں ملا سوائے ایک دفعہ مدینہ میں اس مسجد (النبی) میں

تیسیر العلام شرح عمدة الأحکام میں البسام لکھتے ہیں

أن الخسوف لم يقع إلا مرة واحدة في زمن النبي صلى الله عليه وسلم

بے شک گرہن نہیں ہوا سوائے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

محمد بن صالح بن محمد العثيمين شرح ریاض الصالحین میں لکھتے ہیں

إن الكسوف لم يقع في عهد النبي صلي الله عليه وسلم إلا مرة واحدة

بے شک گرہن واقع نہیں ہوا عہد نبوی میں سوائے ایک دفعہ

سلفی مقلد اہل حدیث عالم ابو جابر دامانوی عذاب قبر الناشر مدرسۃ اُمّ المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروق کراچی میں لکھتے ہیں

بخاری و مسلم کی تفصیلی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیہ کے عذاب قبر کے ذکر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کی تفصیلات صلوۃ کسوف کے بعد بتائیں اور سورج کو گرہن ۱۰ھ میں لگا تھا اور اسی دن آپ کے صاحبزادے جناب ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ہوئی تھی۔ گویا آپ کو بھی اسی سال عذاب قبر کا تفصیلی علم ہوا اور آپ نے اپنی امت کو اس اہم مسئلہ سے آگاہ فرمایا۔

مسند احمد کی حدیث جسے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے جس میں ہے کہ شروع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہود کو جھوٹا قرار دیا تھا حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

كَذَّبَتْ يَهَوْدُ وَهُمْ عَلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ كَذِبٌ لَا عَذَابَ دَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(مسند احمد ج ۶ ص ۸۱، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۶)

یہود نے جھوٹ کہا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات کہی ہے کیونکہ قیامت سے قبل کوئی بھی عذاب نہیں ہے"۔"

لیکن کچھ دنوں بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے عذاب قبر کی حقیقت کا پتہ چلا تو آپ بے حد غمگین تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا: فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ "بے شک قبر کا عذاب حق ہے" اور مسلم کی روایت میں ہے: (اے عائشہ) کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ تمہاری قبروں میں آزمائش ہوگی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس دن سے میں نے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کو (نماز میں) عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب استحباب التعوذ من عذاب القبر (حدیث نمبر ۱۳۱۹) مسند احمد ج ٦ ص ۸۹)۔

لہٰذا ایک طرف چار ماہ کی قلیل مدت اور دوسری طرف عذاب قبر کی روایات کا انبار اب بس ایک ہی رستہ تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا جائے کہ وہ عقائد بھول جاتی تھیں

ایک عرب محقق عکاشہ عبد المنان کتاب **المسند الصحیح فی عذاب القبر و نعیمہ** میں لکھتے ہیں
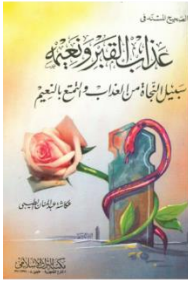
والظاهر من حادثة العجوزتين وإنكار عائشة رضى الله عنها أن عائشة قد نسيت ما قد حَدَثَ معها سابقاً فما أن سألت النبى ﷺ حتى رفع يديه وأخذ يدعوا بأن يُعيذَه الله من عذاب القبر ، فإجابةُ النبى ﷺ دلَّت على أنَّ الوحى قد استقرَّ فى قلبه فلم ينسه كما أخبر الله عز وجل ﴿سَنُقرئُك فلا تنسى﴾ [الأعلى : ٦] وأما عائشة فقد نسيت كباقى البشر ، وهذا ليس بعيب .

ووجه آخر : أن الفترة التى لم ينزل فيها الوحى لإخبار النبى ﷺ عن وجودِ عذابِ القبر حدثت فى بعض الحوادث من كلام بعض اليهوديات وإخبار عائشة رضى الله عنها النبى ﷺ فكانت إجابته إثباته لليهود دون غيرهم حتى نزلَ الوحى على الرسول ﷺ فأخبرَه بأنَّه لاحقٌ كل ميت استحقه فأخبرها ثم خرج يخبر الناس عن ما أُوحى إليه .
والله أعلم .

اور جو ظاہر ہے یہودی بوڑھی عورتوں کے واقعہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار (عذاب قبر) سے کہ بے شک وہ بھول گئیں جو ان سے پہلے بیان ہوا تھا پس جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ بلند کیے اور عذاب سے پناہ مانگی ۔پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کو جواب دلالت کرتا ہے کہ وحی رسول اللہ کے دل میں تھی وہ نہیں بھولے تھے جیسا کہ اللہ نے خبر دی ہم تم پر پڑھیں گے تم نہیں بھول پاؤ گے (سورہ الاآعلی) اور جہاں تک عائشہ کا تعلق ہے تو وہ بے شک بھول گئیں جیسے اور بشر اور یہ کوئی عیب نہیں ہے

اور دوسری وجہ ہے : وہ دور جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر کے وجود کی خبر دینے کے لئے وحی نہیں آئی اس کے بعد آپ کو بتایا گیا یہودیوں کے کلام کا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر کا پس آپ نے جواب دیا آوروں کی بجائے یہود کے اثبات میں یہاں تک کہ وحی آئی اور خبر دی گئی کہ یہ حق ہے ہر میت اسکی مستحق ہے پس اسکی خبر لوگوں کو باہر نکل کر دی جو وحی ہوئی تھی واللہ اعلم

یہ تاویل سراسر لغو ہے اور ذہن سازی ہے –عائشہ رضی اللہ عنہا اگر عذاب قبر جیسے مسئلہ کو بھول گئیں تو پتا نہیں دین کا کتنا حصہ بھول گئی ہوں؟ صحیح مسلم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی لیکن کئی راتوں کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ عذاب ہوتا ہے – یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن پر عذاب قبر کی خبر دس ہجری میں دی گئی اس سے قبل اس کا ذکر نہیں تھا

مبحث ششم : قبر کی وسعت و تنگی

ارشد کمال اپنی کتاب المسند فی عذاب القبر میں لکھتے ہیں

ان مختلف احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلی مرتبہ ایک یہودیہ عورت نے عذاب قبر سے متعلق بتایا لیکن انہوں نے اس کی تصدیق نہ کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہود کو جھوٹا قرار دیا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ عذاب قبر حق ہے تو آپ نے لوگوں کو اس سے آگاہ فرمایا۔ یہ دس ہجری کا واقعہ ہے جس دن آپ کے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور پھر اتفاقاً سورج کو گرہن بھی اسی دن لگ گیا تھا چنانچہ اس دن آپ نے نماز کسوف پڑھائی اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں عذاب قبر سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد آپ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے اور صحابہ کرام کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمایا کرتے۔

ذوالبجادین رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک ہوئے لیکن جب تبوک پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی بخار میں ان کی وفات ہو گئی۔ تبوک کا واقعہ ۸ ہجری میں ہوا تھا. مسند البزار کے مطابق، ذوالبجادین کی تدفین کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی

فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَمْسَيْتُ عَنْهُ رَاضِياً فَارْضَ عَنْهُ

یا اللہ! میں ذوالجبادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔

دامانوی صاحب نے دین الخالص قسط اول میں اس روایت کو پیش کرتے تھے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اللہ ذوالبجادینؓ کی قبر پر دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے
فارغ ہوئے تو قبلہ روہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی

اس کے بعد اپنی دوسری کتاب عذاب القبر میں اسکو پھر دہرایا

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ قَبْرِ عَبْدِاللہ ذی الْبِجَادَیْنِ ...... فَلَمَّا فَرَغَ عَنْ دَفْنہ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ رَافِعًا یَدَّیْہ (صحیح ابی عوانہ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۲۲ بحوالہ الکلام الموزون ص ۱۳۳ مصنفہ سید لعل شاہ بخاری منہاج المسلمین ص ۴۵۷ مصنفہ مسعود احمد)
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اللہ ذو البجا دینؓ کی قبر پر دیکھا (اس طویل حدیث میں یہ بھی ہے کہ) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہوئے تو قبلہ روہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی‘‘۔

جناب عبداللہ ذوالبجادین المزنی رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے دوران فوت ہوئے تھے اوران کے دفن کا مفصل واقعہ الاستیعاب فی معرفۃالاصحاب (ج ۳ ص ۱۲۵ رقم ۱۷۱۰) لابن عبدالبر اور البدایۃ والنھایۃ (ج ۵ ص ۱۸) لابن کثیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہی سے موجود ہے۔ دامانوی صاحب ایک زمانے تک اس کو دلیل کے طور پر پیش کرتے رہے کہ ارضی قبر ہی میں راحت و عذاب ہوتا ہے پھر کئی سال گزرے دامانوی صاحب کی تحقیق نے ایک نیا رخ لیا. انکشاف ھوا کہ ۱۰ ہجری میں ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات والے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن کے لئے عذاب قبر کا علم دیا گیا

دامانوی صاحب لکھتے ہیں

ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور دعا بھی اس سلسلہ میں آئی ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہ کہتیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں (موت کے وقت) پتھرا گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے ان کی آنکھیں بند کیں اور پھر فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو اس کی بینائی بھی روح کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والے یہ سن کر سمجھ گئے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور وہ رونے چلانے لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نفسوں پر بھلائی کے سوا اور کوئی دعا نہ کرو اس لئے کہ اس وقت جو کچھ تمہاری زبان سے نکلتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بخش دے اور ان کا مرتبہ بلند فرما کر ان لوگوں میں ان کو شامل فرما دے " جن کو راہ مستقیم دکھائی گئی ہے اور ان کے پسماندگان کی کارسازی فرما اور اے تمام جہانوں کے پروردگار ہم کو اور ان کو بخش دے اور ان کی قبر میں کشادگی فرما اور اس کو (انور سے) منور کر دے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے لئے قبر کو کشادہ کرنے اور قبر کو نور سے منور کر دینے کی دعا فرمائی۔ثابت ہوا کہ مومن کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے منور فرما دیتا ہے اور کافر یا منافق کی قبر ظلمت سے بھر دی جاتی ہے اور اسے تنگ کر دیا جاتا ہے مگر موصوف کو یہ بات تسلیم نہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

اسی طرح "قرع نعال" کی بخاری کی حدیث میں قتادہ کا یہ اضافہ کہ : وذکر لنا انہ یفسح لہ فی قبرہ۔(ہم سے " ذکر کیا گیا کہ اس کی (مومن کی) قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے` سے یہی دنیاوی قبر مراد لینا صحیح نہیں ہے اس زمین کے حدود اربعہ میں تغیر کی گنجائش کہاں"۔(عذاب قبر ص ۱۸

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے درست کہا تھا - ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۴ ہجری میں ہوئی. اس وقت تک مومن کے لئے کسی عذاب و راحت قبر کا کوئی تصور نہ تھا. لہٰذا جس وسعت و تنگی قبر کا آپ حوالہ دے رہے ہیں اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں بتایا نہیں گیا تھا- چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں. قبر کی وسعت اسی وقت اہم ہے جب اس کی تنگی کا تصور پہلے سے موجود ھو- اب یہ کون سی قبر ہے جو وسیع ھو گی ؟ یہ کوئی دنیاوی قبر تو نہیں

دامانوی صاحب کتاب عذاب القبر میں لکھتے ہیں

قبر کی وسعت اور تنگی کے متعلق بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں یہ اور بات ہے کہ موصوف ان سب کو نہ ماننے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔موصوف چاہتے ہیں کہ قبر میں راحت یا عذاب کے جو مناظر پیش آتے ہیں وہ سب ان کو نظر آنے چاہئیں ورنہ وہ ان پر ایمان لانے کے ئے تیار نہیں۔تو ہم ان کو ضمانت دیتے ہیں کہ جب

وہ قبر میں اتارے جائیں گے تو ان شاء اللہ تمام مراحل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور انہیں عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔البتہ جہاں تک دلائل کا تعلق ہے وہ ہم ابھی عرض کرتے ہیں مگر پہلے جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے واقعے کے متعلق کچھ عرض کریں گے۔ موصوف نے جو مسند احمد کی روایت کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ منکر ہے تو بلاشبہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی محمود بن محمد بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن الجموع ضعیف ہیں۔ (مرعاۃ جلد ا ص ۲۳۱) مگر جناب اس سلسلہ میں صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور مسند احمد پر نکارت کا الزام لگا کہ دوسری صحیح احادیث سے جان نہیں چھڑائی جا سکتی ہے چنانچہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) وہ شخص ہے جس کے لئے ” عرض نے حرکت کی اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور ستر ہزار فرشتے (ان کے جنازے میں) حاضر ہوئے۔ان کی قبر ان پر تنگ کی گئی اور پھر کشادہ ہو گئی“۔

یہ حدیث صحیح ہے اور قبر کی وسعت اور تنگی سے متعلق نص صریح ہے۔

یہ بھی لکھا

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کے دن ان کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ اگر کوئی شخص فتنہ قبر یا قبر کے معاملے سے نجات پا سکتا تو البتہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ضرور نجات پاتے اور ان کی قبر ان پر تنگ کی گئی پھر ان پر کشادہ کر دی گئی“۔ (طبرانی۔اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں) (مجمع الزوائد ص ۴۷)۔

غزوہ خندق ۵ ہجری میں ہوئی. اس وقت تک عذاب القبر کا بتایا نہیں گیا تھا. لہٰذا یہ فاش غلطی ہوئی. کون سی قبر دبوچ رہی ہے جبکہ عذاب کی خبر نہیں

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر میں لکھتے ہیں

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جو بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں) پر دفن کے وقت قبر تنگ ہو گئی تھی مگر پھر ہمیشہ کے لئے کشادہ کر دی گئی اور ان پر قبر کی تنگی کی وجہ یہ تھی کہ پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط کے سلسلہ میں ان سے کوتاہی سرزد ہو جایا کرتی تھی۔امام البیہقی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ امیہ بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے بعض افراد سے

دریافت کیا کہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد موجود ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ وہ پیشاب سے پاکیزگی کے سلسلہ میں کچھ کمی کیا کرتے تھے۔ ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ طبقات الکبریٰ میں بسند (اخبر شبابۃ بن سوادا خبرنی ابو معتر عن سعید المقبری) روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی قبر کی تنگی اور دبانے سے بچتا تو سعد رضی اللہ عنہ ضرور بچ جاتے۔ حالانکہ انہیں پیشاب کے اثر کی وجہ سے (یعنی جو بے احتیاطی سے پیشاب کرنے میں چھینٹیں پڑ جاتی ہیں ان کی وجہ سے) اس طرح دبایا کہ ان کی ادھر کی پسلیاں ادھر ہو گئیں۔ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص ۲۳۲۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل طبقات ابن سعد، مرعاۃ المفاتیح، کتاب الروح اور سنن البیہقی وغیرہ میں موجود ہے۔

غیر مقلد بشیر احمد کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

جناب سعد ابنِ معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دفن میں شریک ہیں۔ قبر کی مٹی برابر کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زور زور سے تکبیر پڑھنے لگے صحابہ رضی اللہ عنہما نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں کر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے اس نیک بندے کی قبر تنگ ہو گئی تھی پھر اللہ نے ہماری تکبیر پڑھنے سے اُسے کشادہ کر دیا۔

غور کیجئے ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ برزخ میں تو نہیں گئے تھے مدینے کے قبرستان میں قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے یہی قبر تنگ ہوتی اور یہی کشادہ ہو گئی یہ قبر ہی برزخ ہے آڑ ہے لہٰذا اس دنیاوی قبر کو آپ برزخ سے جدا نہیں کر سکتے

روایات کے مطابق سعد رضی اللہ عنہ کو قبر کے دبوچنے کا واقعہ عین تدفین کے فورا بعد پیش آیا

مسند احمد کی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا إِلَى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِينَ تُوُفِّيَ، قَالَ: فَلَمَّا صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ، سَبَّحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا، ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لِمَ سَبَّحْتَ؟ ثُمَّ كَبَّرْتَ؟ قَالَ: «لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللهُ عَنْهُ

جابر کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جس دن سعد کی وفات ہوئی پس جب نبی نے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی ان کو قبر میں رکھا اور اس کو ہموار کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی پاکی بیان کی بہت دیر تک پھر تکبیر کہی پس پوچھا گیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپ نے تسبیح کیوں کی تھی کہا کہا بے شک تنگی ہوئی اس صالح بندے پر اس کی قبر میں پھر اللہ نے اس کو فراخ کیا

معجم طبرانی کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ پر یہ عذاب تدفین پر ہوا

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مِقْلَاصٍ، ثنا أَبِي، ثنا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ زِيَادٍ مَوْلَى ابْنِ عَيَّاشٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ دُفِنَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَهُوَ قَاعِدٌ عَلَى قَبْرِهِ قَالَ: «لَوْ نَجَا أَحَدٌ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ لَنَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، وَلَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ رُخِيَ عَنْهُ

سعد رضی اللہ عنہ پر عذاب کی یہ خبر سنن النسائی میں بھی ہے جس کو البانی صحیح کہتے ہیں اور الصحیحہ میں اس کے طرق نقل کر کے اس عذاب کی خبر کو صحیح کہتے ہیں- سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوہ خندق ۵ ہجری میں ہوئی. اس وقت تک مومن پر عذاب القبر کا بتایا نہیں گیا. مومن پر عذاب قبر کی خبر سن ۱۰ ہجری میں دی گئی جیسا کہ بخاری کتاب الکسوف میں بیان ہوا ہے لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے- سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ اہل جنت میں ہیں. شہید تو اللہ کی بارگاہ میں سب سے مقرب ہوتے ہیں ان کے گناہ تو خوں کا پہلا قطرہ گرنے پر ہی معاف ہو جاتے ہیں- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ایک رومال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفتا پیش کیا گیا. صحابہ کو حیرانگی ہوئی کہ کتنا اچھا رومال ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

والذي نفسي بيده لمناديل سعد بن معاذ في الجنة خير منها

اور وہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے سعد بن معاذ کا رومال جنت میں اس سے بہتر ہے

معلوم ہوا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تو جنت میں ہیں اور ان پر نعوذ باللہ عذاب قبر کیوں ہو گا

ابن حجر کتاب فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰ میں لکھتے ہیں

وَمَا حَكَاهُ الْقُرْطُبِيّ فِي التَّذْكرَة وَضَعَّفَهُ عَنْ بَعْضهمْ أَنَّ أَحَدهُمَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذ فَهُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ لَا يَنْبَغِي ذِكْرُهُ إِلَّا مَقْرُونًا بِبَيَانه وَممَّا يَدُلُّ عَلَى بُطْلَانِ الْحكَايَة الْمَذْكُورَة أَنَّ النَّبِي صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّمَ حَضَرَ دَفْنَ سَعْد بْنِ مُعَاذ كَمَا ثَبَتَ فِي الْحَديث الصَّحيح وَأَمَّا قصَّةُ الْمَقْبورَيْنِ فَفي حَديث أَبِي أُمَامَةَ عنْدَ أَحْمَدَ أَنَّهُ صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمْ مَنْ دَفَنْتُمُ الْيَوْمَ هَا هُنَا فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَحْضُرْهُمَا وَإِنَّمَا ذَكَرْتُ هَذَا ذَبًّا عَنْ هَذَا السَّيِّد الَّذي سَمَّاهُ النَّبِي صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّمَ سَيِّدًا وَقَالَ لأَصْحَابه قُومُوا إِلَى سَيِّدكُمْ وَقَالَ إِنَّ حُكْمَهُ قد وَافق حُكْمَ الله وَقَالَ إِنَّ عَرْشَ الرّحْمَنِ اهْتَزَّ لموْته إِلَى غَيْرِ ذَلكَ منْ مَنَاقبه الْجَليلَة خَشْيَةَ أَنْ يَغْتَرّ نَاقصُ الْعلْمِ بِمَا ذَكَرَهُ الْقُرْطُبِيّ فَيَعْتَقدَ صحَّةَ ذَلكَ وَهُوَ بَاطلٌ

اور القرطبی نے کتاب التذکرہ میں جو حکایت کیا ہے اور اس میں سے بعض کو ضعیف کہا ہے جن میں سے ایک سعد بن معاذ رضی للہ عنہ (کے بارے میں ہے) پس وہ سب باطل ہے اس کا ذکر نہیں کیا جانا چاہئے سوائے مقرؤنا اور جو چیز اس حکایت مذکورہ کے بطلان پر بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سعد بن معاد کے دفن پر کہا جبکہ حدیث ابو امامہ جو (مسند) احمد میں اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ الْمَقْبورَيْنِ والا قصہ جو علیہ وسلم نے پوچھا کہ آج تم نے ادھر کس کو دفن کیا؟ پس یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ (سعد کی) تدفین پر نہیں تھے اور بے شک ان لوگوں (قرطبی وغیرہ) نے اس کو اس سید (سعد رضی اللہ عنہ) کی تنقیص میں ذکر کیا ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سردار کہا اور اپنے صحابہ کو کہا کہ سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اورکہا کہ انکا حکم اللہ کےحکم کے مطابق ہے اور کہا کہ بےشک رحمان کا عرش ان کی موت پر ہلا اور اسی طرح کے دیگر مناقب جلیلہ ذکر کے پس ڈر ہے کہ کوئی ناقص علم غلطی پر ا جائے اور ان کو صحیح کہے اور یہ (روایت) باطل ہے

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر نے دبوچا دو وجہ سے صحیح نہیں

اول یہ واقعہ سن ۵ ہجری میں پیش آیا جبکہ مومن پر عذاب قبر کا سن ۱۰ ہجری میں بتایا گیا

دوم ابن حجر کے مطابق اس تدفین کے موقعہ پر اپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے جبکہ سعد پر عذاب کی روایت کے مطابق اپ صلی اللہ عالیہ وسلم نے ہی نماز جنازہ پڑھائی اور اسی تدفین کے موقعہ پر عذاب ہوا- اللہ کا شکر ہے کہ حال ہی میں ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں اس کو بالاخر رد کرتے ہیں- ارشد کمال، المسند فی عذاب القبر میں لکھتے ہیں

سیدنا سعد بن معاذ جب دفن کیے گئے تو قبر نے آپ کو دبایا اور پھر چھوڑ دیا۔ تب
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر ہر کسی کو ضرور دباتی ہے اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سعد بچتا
بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے میں کوتاہی کرتے تھے اس
لیے قبر نے آپ کو دبایا۔
لیکن یہ بات سراسر من گھڑت اور جھوٹی ہے کسی بھی صحیح حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ اس

دامانوی صاحب جس واقعہ کی تصحیح پر جان نثار کر رہے ہیں. ہونہار شاگرد اسی کو سراسر جھوٹی من گھڑت بات قرار دے رہا

ہے. ان قلابازیوں کے باوجود کوئی غیر مقلد پوچھنے والا نہیں کہ یہ سب کیا ہے؟ اللہ ہم سب کو ہدایت دے

یہ بات کہ عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے اس کا ذکر روایت میں ہے - ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں روایت پیش کرتے ہیں

۲۸/ ۱۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ)) ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

۲۹/ ۱۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ، فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ)) ❷

❶ ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب التشديد فى البول، رقم: ۳۴۸؛ احمد: ۲/ ۳۲۶؛ حاكم: ۱/ ۱۸۳؛ ابن ابى شيبة: ۱/ ۱۲۲؛ بيهقى فى عذاب القبر، رقم: ۱۳۳؛ دارقطنى: ۱/ ۱۲۸، وقال: صحيح؛ وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولا اعرف له علة ولم يخرجاه؛ وقال البوصيرى: هذا اسناد صحيح؛ وقال البانى: صحيح۔

❷ دارقطنى، كتاب الطهارة: ۱/ ۱۲۸، رقم: ۴۵۸؛ ابن ابى حاتم فى العلل، ۱/ ۲۵، رقم: ۴۲، حديث حسن۔

یہ روایت کتب حدیث میں الْأَعْمَش، عَنْ أَبِي صَالِح، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کی سند سے ہے۔ کتاب العلل از الترمذی کے مطابق

سَأَلْتُ مُحَمَّدًا ..... قُلْتُ لَهُ فَحَدِيثُ أَبِي عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَش , عَنْ أَبِي صَالح , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا، كَيْفَ هُوَ؟ قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ , وَهَذَا غَيْرُ ذَاكَ الْحَدِيثِ

امام بخاری سے سوال کیا کہ پیشاب کے بارے میں حديثُ أَبِي عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَش , عَنْ أَبِي صَالح , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کیسی ہے ؟ انہوں نے کہا صحیح ہے

لیکن کتاب العلل از الترمذی کی سند نہیں ہے اور یہ کتاب ثابت نہیں ہے۔ اس کے برعکس کتاب العلل از ابن ابی حاتم کے مطابق

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

قال ابن أبي حاتم: سالت أبي عن حديث رواه عفان، عن أبي عوانة، عن الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وعلى آله وَسَلَّمَ قال: ((أكثر عذاب القبر في البول)) . قال أبي: هذا حديث باطل يعني رفعه

ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے حدیث جو عفان، عن أبي عوانة، عن الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وعلى آله وَسَلَّمَ کی سند سے ہے کہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث باطل ہے یعنی رفع کی گئی ہے

موسوعة العلامة الإمام مجدد العصر محمد ناصر الدين الألباني «موسوعة تحتوي على أكثر من (50) عملاً ودراسة حول العلامة الألباني وتراثه الخالد»

المؤلف: أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتي بن آدم، الأشقودري الألباني (المتوفى: 1420هـ)

صَنَعَهُ: شادي بن محمد بن سالم آل نعمان

الناشر: مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء - اليمن

الطبعة: الأولى، 1431 هـ - 2010 م

البانی ج۹ ص ۱۵۹ پر کہتے ہیں قبر کا دبوچنا عذاب قبر نہیں ہے

لأن ضمة القبر غير عذاب القبر، كما يدل عليه أحاديث ضم القبر لسعد بن معاذ، وللصبي، وانظر "الصحيحة" (1695و2164)

قبر کا دبانا عذاب قبر نہیں ہے جیسا کہ دلیل ہے کہ قبر نے سعد بن معاذ اور بچے کو بھی دبایا ہے

مبحث ہفتم: عالم غیب میں نقب

کیا عذاب قبر فرقہ پرستوں کے ہاں غیب کا معاملہ ہے ؟

کہا جاتا ہے کہ عذاب فرشتے دنیا کی قبر میں میت پر کرتے ہیں جس کو چوپائے سنتے ہیں لیکن قرآن کہتا ہے

َامْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا
کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے

کیا چوپائے عذاب قبر سنتے ہیں؟

بخاری و مسلم میں روایات سے پتا چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم کی وفات والے دن ۱۰ ہجری میں سورج گرہن کی نماز کے دوران، عذاب قبر سے مطلع کیا گیا. اس کی جو روایات بخاری اور مسلم میں ہیں ان میں ایک مشکل بھی ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ان روایات میں یہ آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر دو یہودی عورتیں آئیں، انہوں نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی اور مسلم کی روایت کے مطابق کہا یہ یہود کے لئے ہے پھر فَلَبِثْنَا لَيَالِيَ کچھ راتوں بعد اپ نے فرمایا أَمَا شَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ کیا تمہیں شعور ہوا مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم کو قبروں میں آزمایا جائے گا

اس کے بر عکس ایک دوسری روایت جو مسروق سے مروی ہے اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی عورتوں کی فورا تصدیق کی اور اس میں اضافہ بھی ہے کہ تمام چوپائے عذاب سنتے ہیں

مسروق کی حدیث ہے

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مدینہ کے یہودیوں کی دو بوڑھی عورتیں میرے

پاس آئیں اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ قبر والوں کو ان کی قبر میں عذاب ہو گا۔ لیکن میں نے انہیں جھٹلایا اور ان کی (بات کی) تصدیق نہیں کر سکی۔ پھر وہ دونوں عورتیں چلی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دو بوڑھی عورتیں تھیں، پھر میں آپ سے واقعہ کا ذکر کیا۔ **نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے صحیح کہا، قبر والوں کو عذاب ہو گا اور ان کے عذاب کو تمام چوپائے سنیں گے** ۔ پھر میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے تھے۔

اس کے بر خلاف صحیحین کی دیگر روایات میں ہے

عمرةؒ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودیہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوال کرتے ہوئے آئی اور کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائذا باللّٰہ من ذٰلک۔ میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ایک دن آپ صبح کے وقت اپنی سواری پر سوار ہوئے پھر (اس دن) سورج کو گرہن لگ گیا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف ادا فرمائی یہاں تک کہ) سورج روشن ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

انی قد رایتکم تفتنون فی القبور کفتنۃ الدجال... اسمع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذالک یتعوذ من عذاب النار و عذاب القبر

بے شک میں نے دیکھا کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے دجال کے فتنے کی طرح۔... میں نے اس دن کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔ اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی ہیں:

فقال ماشاء اللّٰہ ان یقول ثم امر ھم ان یتعوذوا من عذاب القبر

پھر آپ نے (خطبہ میں) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگیں۔

صحیح بخاری کتاب الکسوف باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف جلد ا صفحہ ۱۴۳ عربی ح: ۱۰۴۹۔ صحیح مسلم کتاب الکسوف ج ا صفحہ ۲۹۷ عربی ح: ۲۰۹۸

یہ دونوں متضاد روایات ہیں۔ مسروق کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عذاب کی فورا تصدیق کرتے ہیں جبکہ دوسری میں کچھ دنوں بعد

وہ روایات جو صحیح میں ہوں چاہے بخاری کی ہوں یا مسلم کی اور باہم متصادم ہوں ان پر متقدمین محدثین حدیث مشکل کا حکم لگا کر بحث کر چکے ہیں۔کتاب شرح مشکل الآثار از أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي (المتوفى: 321هـ) بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَفْعِه: أَنَّ النَّاسَ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ لَمَّا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ بَعْدَ قَوْلِ الْيَهُودِيَّةِ لِعَائِشَةَ: " أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ میں الطحاوی لکھتے ہیں

وَكَمَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَنْصُورٍ الْبَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ عَجُوزَانِ مِنْ عَجَائِزِ يَهُودَ الْمَدِينَةِ، فَقَالَتَا لِي: إِنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ، فَكَذَّبْتُهُمَا، وَلَمْ أُصَدِّقْهُمَا، فَخَرَجَتَا، وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَجُوزَيْنِ دَخَلَتَا عَلَيَّ، فَزَعَمَتَا أَنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ، فَقَالَ: " صَدَقَتَا، إِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ كُلُّهَا " فَقَالَتْ عَائِشَةُ: " فَمَا رَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي صَلَاةٍ، إِلَّا يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

جیسا کہ روایت کیا ہے حسن بن عبدللہ بن منصور ... عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ کہ انہوں نے فرمایا میرے پاس مدینہ کی دو بوڑھی یہودن آئیں انہوں نے کہا بے شک اہل قبور کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے اس پر میں نے نہ ان کی تکذیب کی نہ تصدیق پس جب وہ دونوں نکلیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے میں نے کہا اے رسول اللہ ان بوڑھی عورتوں نے جو آئیں تھیں نے دعوی کیا ہے کہ اہل قبور کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے پس اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کہا بے شک انکو عذاب ہوتا ہے جس کو چوپائے سنتے ہیں پس عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا اس کے بعد میں نے ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے سنا

اس کے بعد الطحاوی نے بخاری اور مسلم کی دوسری روایات پیش کی ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فورا یہودی عورتوں کی تصدیق نہیں کی۔ مسلم کی روایت میں تو باقاعدہ کچھ راتیں گزرنے کے بعد کے الفاظ ہیں

الطحاوی کہتے ہیں

أَنَّا قَدْ تَأَمَّلْنَا حَدِيثَ عَمْرَةَ الَّذِي بَدَأْنَا بِذِكْرِهِ فِي هَذَا الْبَابِ، عَنْ عَائِشَةَ، فَوَجَدْنَا غَيْرَ وَاحِدٍ مِنَ الرُّوَاةِ عَنْ عَائِشَةَ، قَدْ خَالَفُوهَا عَنْهَا، فَمِنْهُمْ مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ

جب ہم عمرہ کی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا حدیث جس سے ہم نے اس باب میں بات شروع کی تھی اس پر تامل کرتے ہیں تو ہم یہ پاتے ہیں کہ ایک سے زائد راویوں نے اس کو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے جن کی مخالفت مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ نے کی ہے

آخر میں الطحاوی فیصلہ دیتے ہیں

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَكَانَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا قَدْ دَلَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ دَفَعَ ذَلِكَ فِي الْبَدْءِ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ، ثُمَّ أُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ، فَرَجَعَ إِلَى التَّصْدِيقِ بِذَلِكَ، وَالاسْتِعَاذَةِ مِنْهُ، وَفِي هَذَا مَا قَدْ دَلَّ عَلَى مُوَافَقَةِ عُرْوَةَ عَمْرَةَ عَلَى مَا رَوَتْ مِنْ ذَلِكَ عَنْ عَائِشَةَ، وَكَانَ هَذَا عِنْدَنَا وَاللهُ أَعْلَمُ أَوْلَى مِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ مِمَّا رَوَاهُ مَسْرُوقٌ، وَذَكْوَانُ عَنْهَا، لأَنَّ فِي هَذَا تَقَدُّمَ دَفْعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ، ثُمَّ إِثْبَاتَهُ إِيَّاهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَكَانَ الَّذِي كَانَ عِنْدَ مَسْرُوقٍ، وَذَكْوَانَ فِي ذَلِكَ، هُوَ الْأَمْرُ الثَّانِي، وَكَانَ الَّذِي كَانَ عِنْدَ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، الْأَمْرَ الْأَوَّلَ وَالْأَمْرَ الثَّانِي، فَكَانَا بِذَلِكَ أَوْلَى، وَكَانَا مِمَا حَفِظَا مِنْ ذَلِكَ، قَدْ حَفِظَا مَا قَصَّرَ مَسْرُوقٌ، وَذَكْوَانُ عَنْ حِفْظِهِ، وَاللهَ نَسْأَلُهُ التَّوْفِيقَ

ابو جعفر نے کہا پس اس حدیث میں دلیل ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی انے سے پہلے اس کا رد کیا کہ ان کو قبروں میں فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا. پھر جب وحی آئی کہ بے شک ان کو قبروں میں فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا تو اپ نے اس کی تصدیق کی اور اس سے پناہ مانگی اور اس میں دلیل ہے کہ عروہ اور عمرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو پایا (سنا) اس (بیان) میں اپس میں موافقت ہے . یہ ہمارے لئے زیادہ اولی بات ہے وَاللهُ أَعْلَمُ، اس سے جو مسروق اور وَذَكْوَانُ نے ان سے روایت کیا ہے .... پس دیگر رآویوں نے یاد رکھا جو مسروق نے مختصر کر دیا جو انہوں نے یاد کیا

اس تمام بحث سے معلوم ہوا مسروق نے اس کو غلط روایت کر دیا ہے. الفاظ إِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ كُلُّهَا ان کو عذاب ہوتا ہے جس کو تمام چوپائے سنتے ہیں صرف مسروق ہی بیان کرتے ہیں

الطحاوی کے مطابق مسروق اس روایت کو صحیح یاد نہ رکھ سکے چونکہ ان کی روایت میں اور علتیں بھی ہیں لہذا عقیدے میں وہ کار گر نہیں اس بنیاد پر چوپائے کے عذاب کے سنے کو ایک عموم نہیں مانا جا سکتا۔ آجکل اس حوالے سے کافی الجھاؤ اہل حدیث حضرات نے پیدا کر دیا ہے جب ان سے اس مسئلہ میں بات ہوتی ہے وہ یہ باور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عذاب ایک غیب کا معاملہ ہے لیکن پھر اس کو چوپایوں کو بھی سنواتے ہیں

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

بلی کی بصارت انسان کی نسبت بہت زیادہ ہے اور وہ اندھیرے میں دیکھ سکتی ہے۔ چوپایوں کے سونگھنے، سننے اور محسوس کرنے کی حس انسان سے کہیں زیادہ ہے۔ للذاوہ عذاب قبر سن سکتے ہیں جیسا کہ آجکل موبائل فون کی ٹرانسمیشن انتہائی زیادہ ہے جو کہ انسانی سماعت سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ ٹرانسمیشن انسانی کان تو نہیں سن سکتا لیکن موبائل فون اُس کو سن لیتا ہے اور پھر اُسی ٹرانسمیشن کو انسانی سماعت کے مطابق ڈھال کر ہمیں سنا دیتا ہے۔

موصوف سائنسی چوپائے پیش کر رہے ہیں اور غیب میں نقب لگا رہے ہیں

اللہ تعالی قرآن میں کہتا ہے غیب تو اسکو تو زمین و آسمان میں کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا الله
قرآن میں ہے کہ پہاڑ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اس تسبیح کو کرنے والا پہاڑ جانتا ہے یا اللہ. اسی طرح درخت و پہاڑ وغیرہ سجدہ کرتے ہیں اس کی کیفیت کو کرنے والا پہاڑ جانتا ہے یا اللہ، لیکن اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا.
عذاب قبر کے لئے عود روح کے قائلین کہتے ہیں عذاب و چیخ کو معذب مردہ جانتا ہے، چوپائے بھی سنتے ہیں، تو یہ غیب کیسے رہا! لہذا یہ دلیل نہیں بنتی

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر میں مفتی محمد شفیع صاحب کے حوالے سے غیب کی تعریف کرتے ہیں

لفظ غیب لغت میں ایسی چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے جو نہ بدیہی طور پر انسان کو معلوم ہوں اور نہ انسان کے حواس خمسہ اس کا پتہ لگا سکیں۔ یعنی نہ وہ آنکھ سے نظر آئیں نہ کان سے سنائی دیں نہ ناک سے سونگھ کر یا زبان سے چکھ کر ان کا علم ہو سکے اور نہ ہاتھ پھیر کر ان کو معلوم کیا جا سکے۔ قرآن میں لفظ غیب سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور ان کا علم بداہت عقل اور حواس خمسہ کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات بھی آجاتی ہیں۔ تقدیری امور' جنت ودوزخ کے حالات 'قیامت اور اس میں پیش آنے والے واقعات بھی' فرشتے' تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء سابقین بھی جس کی تفصیل اسی سورہ بقرہ کے ختم پر امن الرسول میں بیان کی گئی ہے گویا یہاں ایمان مجمل کا بیان ہوا ہے۔ اور آخری آیت میں ایمان مفصل کا۔ تو اب ایمان بالغیب کے معنی یہ ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایات و تعلیمات لے کر آئے ہیں ان سب کو یقینی طور پر دل سے ماننا' شرط یہ ہے کہ اس تعلیم کا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونا قطعی طور پر ثابت ہو۔ جمہور اہل اسلام کے نزدیک ایمان کی یہی تعریف ہے (عقیدہ طحاوی' عقائد نسفی وغیرہ

سوال ہے کہ کیا غیب صرف انسانوں کے لئے ہے چرند پرند، چوپائیوں، درندوں کے لئے نہیں۔ اگر یہ معاملہ صرف اللہ اور تکوینی امور پر اس کی طرف سے مقرر کردہ فرشتوں تک محدود ہوتا تو یہ بات قبل غور ہوتی لیکن جب اس میں چوپائے بھی شامل ہو جائیں تو یہ اب عموم ہو گیا کیونکہ سب چوپائے سنیں گے اور یہ غیب نہیں رہا

اگر یہ مان لیا جائے کہ چیخ کو جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں تو اس میں چرند پرند حشرات ارض بلی کتے سب شامل ہو جائیں گے اور اس کو صرف چوپایوں تک محدود کرنے کی کوئی تخصیص نہیں رہے گی سوم یہ علم غیب کی بات بھی نہیں ہو گی۔ اگر عذاب اسی دنیا کی قبر میں ہوتا تو پرندے اپنے گھونسلے قبرستان میں نہیں بناتے ہوں گے کیونکہ وہ بہت حساس مخلوق ہے جبکہ عام مشاہدہ اس کا رد کرتا ہے۔ آجکل ایک نیا شوشہ قبر پرستوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ دو طرح کے چوپائے ہوتے ہیں ایک شہری جو ہارن کی آواز سے بھی نہیں ڈرتے، دوسرے دیہاتی جو فورا چونک جاتے ہیں لیکن کیا عذاب قبر جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی سن لے تو مردہ ہی نہ دفنائے اسقدر بے ضرر ہے کہ شہری چوپائے قبرستان میں چرتے ہیں اور عذاب الہی سے لا علم رہتے ہیں پر سکوں انداز میں گھانس چرتے رہتے ہیں

کتاب مجموع فتاوی ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين کے مطابق وہابی عالم محمد بن صالح العثيمين نے ابن تیمیہ کی بات پیش کی کہ عذاب میت کو بھی ہوتا ہے

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: إن الروح قد تتصل بالبدن فيعذب أو ينعم معها، وأن لأهل السنة قولاً آخر بأن العذاب أو النعيم يكون للبدن دون الروح واعتمدوا في ذلك على أن هذا قد رئي حسّاً في القبر فقد فتحت بعض القبور ورئي أثر العذاب على الجسم، وفتحت بعض القبور ورئي أثر النعيم على الجسم، وقد حدثني بعض الناس أنهم في هذا البلد هنا في عنيزة كانوا يحفرون لسور البلد الخارجي، فمروا على قبر فانفتح اللحد فوجد فيه ميت أكلت كفنه الأرض وبقي جسمه يابساً لكن لم تأكل منه شيئاً حتى إنهم قالوا: إنهم رأوا لحيته وفيها الحنا وفاح عليهم رائحة كأطيب ما يكون من المسك.

ابن تیمیہ کہتے ہیں بے شک روح بدن سے متصل ہوتی ہے پس بدن عذاب پاتا ہے یا راحت، اور اہل السنہ کے ہاں ایک اور قول ہے کہ عذاب صرف بدن کو روح کے بغیر ہوتا ہے اور اس پر اعتماد کیا گیا ہے کہ بے شک اس کا قبر میں ہونے کا احساس دیکھا گیا ہے پس بعض قبروں کو کھولا گیا اور جسم پر عذاب کا اثر دیکھا گیا اور بعض قبروں کو کھولا گیا اور جسم پر راحت کا

اثر دیکھا گیا اس عنیزۃ کے شہر والوں نے مجھے بتایا کہ وہ شہر کے باہر پھر رہے تھے پس قبر پر گزرے اور اسکو کھولا جس میں میت پائی جس کا کفن (زمین نے) کھا لیا تھا اور تازہ جسم باقی تھا جس میں سے کچھ کھایا نہ گیا تھا پس یہاں تک انہوں نے کہا انہوں نے دیکھا کہ جسم کی داڑھی پر مہندی ہے اوراس میں سے اچھی خوشبو ا رہی ہے لیکن مشک نہ تھی

دامانوی صاحب عذاب القبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

یہاں یہ اعتراض کہ پھر میت کا یہ عذاب دکھائی کیوں نہیں دیتا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ پردۂ غیب کا معاملہ ہے اور دنیا میں عذاب قبر کا دکھائی دینا ناممکن ہے۔ فافہم۔ عذاب قبر کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ اور اسے دنیاوی پیمانوں سے نہیں سمجھا جا سکتا

کتاب عذاب قبر کا بیان میں دامانوی لکھتے ہیں کہ عالم غیب کی خبر اخبار سے بھی ملتی ہیں

(۳) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت عذاب کی وجہ سے چیختی چلاتی ہے اور اس کے چیخنے چلانے کی آواز جن وانسان کے علاوہ قریب کی ساری مخلوق سنتی ہے اور جن وانسان چونکہ مکلّف مخلوق ہیں اس لئے ان کو عذاب کا سنانا مصلحت کے خلاف ہے البتہ کبھی کبھی عذاب قبر کی کوئی جھلک اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھا بھی دیتا ہے کہ جس کی گواہی اخبارات اکثر دیتے رہتے ہیں۔

مجموع الفتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۶ پر لکھتے ہیں

إذا قال السائل : الميت لا يتحرك في قبره والتراب لا يتغير ونحو ذلك مع أن هذه المسألة لها بسط يطول وشرح لا تحتمله هذه الورقة

اگر کوئی سائل کہے: (عذاب کی وجہ سے) میت قبر میں حرکت نہیں کرتی اور مٹی متغیر بھی نہیں ہوتی اور اسی طرح کے سوال تو بے شک اس مسئلہ پر بہت شرح و طوالت سے کام کرنا ہو گا جس کا یہ ورق متحمل نہیں ہو سکتا

جان چھڑانے کا یہ انداز بھی خوب ہے الفتاوی ابن تیمیہ جو ویسے بھی کئی جلدوں پر ہے تو ظاہر ہے موصوف نے ہر طرح کی بحث کر ڈالی ہے تو آخر اس مسئلہ پر بحث سے کیوں جان چھڑائی گئی ہے- پھر یہی لوگ بیان کرتے ہیں کہ قبرستان میں چوپائے عذاب سنتے ہیں کیا غیب غیب نہ رہا

ارشد کمال المسند فی عذاب القبر ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں

بہر حال یہ واقعہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے اور اللہ تعالیٰ بعض مردوں کے عذاب کی کیفیات کو لوگوں کی نصیحت اور عبرت کے لیے ظاہر فرمانے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات بلکہ اب بھی عبرت کے لیے عذاب قبر کی بعض کیفیات ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ آئے دن اخبارات میں خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ کسی جگہ پر قبر کھودی جانے لگی تو بچھو اور سانپ نکل آئے، بعض دفعہ قبر کھودتے وقت بار بار ٹیڑھی ہو جاتی ہے، بعض قبروں سے عجیب وغریب قسم کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ کئی قبریں لرزنا شروع ہو جاتی ہیں اور بسا اوقات میتوں کو زمین قبول ہی نہیں کرتی لہٰذا ہر مسلمان کو عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ تمام اہل ایمان کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔

ارشد کمال ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ جب چاہتے بذریعہ وحی امورِ غیب میں سے کسی پر مطلع فرما دیتے۔ انہیں میں سے بنی نجار کی قبروں کا یہ واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ ہی نے خصوصی طور پر یہ قوت برداشت عطا فرمائی تھی کہ اس قسم کے ہولناک واقعات کا مشاہدہ فرما کر بھی آپ صحیح وسلامت رہتے، جیسا کہ معراج کی رات آپ نے جہنم کو اپنی چشمِ مبارک سے دیکھا اور اس میں اہل جہنم کے عذاب کی کیفیات اور اقسام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے علاوہ کسی انسان یا جن میں یہ قوت ہرگز نہیں کہ وہ قبر میں ہونے والا عذاب دیکھ سکے۔ اگر وہ دیکھ لیں یا سن لیں تو شدت خوف سے فوراً مر جائیں یا اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دیں ہاں اگر اللہ تعالیٰ کبھی کبھار باعث عبرت کسی کو سنا دیں تو یہ ایک استثنائی صورت ہوگی جو اسی کی توفیق سے ممکن ہے۔

بے شک اللہ کا عذاب دیکھنے کی کس کی سکت ہے- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اتنی تیاری کے بعد سنوایا جا رہا ہے لیکن عام آدمی کو نہیں- کیا یہ عجیب بات نہیں

فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے

سوال :۔ علماء یورپ نے اپنی جدید تحقیقات سے علم ارواح پایۂ ثبوت کو پہنچایا ہے اور حقیقتاً ارواح سے ملاقات ہوتی ہے اس بات کا مختلف طریقہ سے بیّن ثبوت دیا گیا ہے یہاں تک کہ بعض نصاریٰ کی روحیں بوقت حاضری یہ کہتی ہیں کہ ہم بہت راحت و آرام سے ہیں اسی مسئلہ کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے ؟۔

جواب :۔ علماء یورپ نے جو ارواح کے حالات معلوم کرنے کا علم ایجاد کیا ہے یہ اُن کی ایجاد نہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ علم خدا کی طرف سے وہبی تھا حدیث شریف میں آیا ہے ،

فتاویٰ علمائے حدیث ۱۰۴

دو قبروں کے پاس سے حضور علیہ السلام گذرے فرمایا ، ان کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے اور سخت کام میں عذاب نہیں ہو رہا بلکہ ہلکے کام میں ہوتا ہے ایک حدیث میں فرمایا میں نے دیکھا ہے اس عورت کو جس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ بلی بھوک مرگئی تھی اس قسم کی بہت سی روایات ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح کی حالت آنحضرت پر روشن ہوتی تھی صوفیائے کرام کے ہاں تو کشف قبور کی خاص مشق کرا کر بتایا جاتا ہے ،   اہلحدیث امرتسر ۵ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

بہر حال ثابت ہوا کہ فرقہ پرستوں کے نزدیک عذاب قبر غیب کا معاملہ ہے ہی نہیں۔ لوگوں نے مردوں کو عذابات کی حالت میں دیکھا جس کی خبریں اخبار میں اتی ہیں بلکہ صوفیاء کے کشف کو بھی درجہ قبولیت دے دیا گیاہے

ارشد کمال کتاب عذاب قبر میں بہت سے واقعات کا ذکر کرتے ہیں جس سے پردہ غیب چاک ہو جاتا ہے مثلا

''فتوحات'' اہل حدیث میں لکھا ہے کہ حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد آپ کی قبر سے کچھ عرصہ تک فردوسی خوشبوئیں آتی رہیں۔ معتمد علیہ عوام اور مستند علماء نے آپ کی قبر پر مٹی کا ہر طرح کیمیکل تجربہ کیا، بالآخر سب نے یہ اقرار کیا کہ یہ خوشبو دنیاوی خوشبو سے بالاتر جنتی خوشبو ہے۔ ❶

استغفر اللہ مولویوں کی لاشوں میں سے جنت کی خوشبو آ گئی! جو کہ اس زمین کی بھی نہیں تھی – کیا یہ خوشبو غیب سے جھلک گئی – کیسا غیب میں نقب لگایا ہے ان فنکار لوگوں نے۔ جو بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اس کو اپنے اکابرین کے لئے بتانا غلو کی بدترین مثالوں میں سے ہے

(۳) اسی سے متعلق ایک واقعہ ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب (القبور) میں ذکر کیا ہے اور اسی سے ابن القیم نے بھی اپنی کتاب (الروح) میں نقل کیا ہے کہ سوید بن حجیم ایک ثقہ تابعی ہیں وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہمارا گزر ہمارے اور بصرہ کے درمیان واقع چشموں سے ہوا، تو ہم نے گدھے کی آواز سنی، لوگوں سے پوچھا یہ گدھے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ انھوں نے

کہا: یہ قبر میں دفن شدہ ایک آدمی ایک آدمی کی آواز ہے، جو ہمارے ہی شہر کا باشندہ تھا، جب اس کی ماں اس سے کچھ کہتی تھی تو اس سے کہتا کہ گدھے کی طرح چیختی رہو، جب سے اس کا انتقال ہوا ہے برابر اس کی قبر سے یہ آواز آرہی ہے (۱).

احوال قبر کے مشاہدے کے متعلق بہت سارے واقعات موجود ہیں جن کا اس کتابچہ میں احصاء کرنا مشکل ہے، مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند واقعات اوپر درج کر دیے گئے، ہیں، بہرصورت جو بھی ہو یہ قبریں جو بظاہر پرسکون نظر آتی ہیں ان کا اندرونی حصہ اوپر سے بالکل مختلف ہے، ان کے اندر کتنے لوگ غم و پریشانی اور عذاب میں مبتلا ہیں، اور کتنے فرحاں وشاداں آرام وراحت کی زندگی ابدی نیند سو رہے ہیں.

مشرکین پر عذاب کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ہی دی گئی کیونکہ قرآن کی عذاب البرزخ کی آیت مکی ہیں لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر تھی. مسلم کی ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک باغ میں قبروں کے پاس سے گزرے جہاں اپ کا خچر بدکا اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبروں کے بارے میں پوچھا، اپ کو بتایا گیا کہ یہ مشرک تھے. اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے. خچر بدکنے کا واقعہ عموم سے الگ ہے کیونکہ خچر قبرستان میں چرتے رہتے ہیں لیکن نہیں بدکتے - جہاں تک خچر بدکنے کا تعلق ہے تو وہ ایک خاص واقعہ ہے جو پھر کبھی پیش نہیں آیا. اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب سنوایا گیا نہ کہ دکھایا گیا یہ ایسے ہی ہے ہم قاہرہ کے عجائب گھر جائیں اور کہیں کہ ان فرعونیوں پر عذاب ہو رہا ہے جس سے ظاہر ہے کوئی یہ نہیں سمجھے گا کہ یہیں عجائب گھر میں ہو رہا ہے-امام الطحاوی کی تحقیق اس سلسلے میں صحیح ہے کہ مسروق نے جو حدیث بیان کی ہے اس کو انہوں نے صحیح یاد نہیں رکھا

تم دفنانا چھوڑ دو گے اگر عذاب سن لو؟

حدیث میں اتا ہے

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ وَنَحْنُ مَعَهُ إِذْ حَادَتْ بِهِ فَكَادَتْ تُلْقِيهِ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ أَوْ أَرْبَعَةٌ قَالَ كَذَا كَانَ يَقُولُ الْجُرَيْرِيّ فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هَذِهِ الْأَقْبُرِ فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَمَتَى مَاتَ هَؤُلَاءِ قَالَ مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ ـالْأُمَّةَ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهَا فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ
صحیح مسلم کتاب الجنۃباب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ واثبات عذاب القبر والتعوذ منہ(حدیث نمبر ۷۲۱۳)مشکوۃ ص ۲۵
زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ (ایک بار) جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اچانک خچر بد کا اور قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دے ناگہاں پانچ، چھ یا چار قبریں معلوم ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان قبروں کے اندر جو لوگ ہیں کوئی ان کو جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کس حال میں مرے ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا شرک کی حالت میں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے
پس اگر ایسا نہ ہوتا کہ تم دفن نہ کرو گے، میں اللہ سے دعا کرتا کہ تم کو عذاب القبر سنوا دے جو میں اس میں سے سنتا ہوں

صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں

فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ
پس اگر ایسا (گمان)نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے، میں اللہ سے دعا کرتا کہ تم کو عذاب القبر سنوا دے جو میں اس میں سے سنتا ہوں
قائلین عود روح اس کا ترجمہ اپنے مفہوم پر "خوف" کرتے ہیں

اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ تم (مردوں کو) دفن کرنا ہی چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی عذاب قبر سنادے جسطرح کہ میں سنتا ہوں۔

مسلم کی روایت کا مفہوم قائلین عود روح کے نزدیک یہ ہے اگر عذاب اس ارضی قبر میں نہیں ہوتا تو ایسا نہیں کہا جاتا حالانکہ اس کا مطلب یہ بھی ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی میت کو دفن نہ کرے تو میت عذاب سے بچ جائے گی؟ چونکہ یہ مہمل بات ہو جاتی ہے لہذا یہ اس کا مفہوم نہیں ہو سکتا۔

پتا نہیں کس دل گردے کے مالک ہیں وہ لوگ جو عذاب اسی ارضی قبر میں مانتے ہیں اور پھر انہی قبروں کے پاس گزرتے ہیں ۔ قبرستان میں جہاں یہ پتا بھی نہ ہو کہ کس قبر میں ابھی اس وقت عذاب کا دور گزر رہا ہے وہاں لوگ پاس جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں- عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا تو عذاب سنوانے کی بات نہ کی جاتی بلکہ عذاب دکھانے کی بات کی جاتی کیونکہ قبریں سامنے تھیں- ان الفاظ کا مفہوم یہ لیا جا سکتا ہے کہ اگر تم اپنے مردوں کو دفن نہ کرو گے (اور ان کو جلانا وغیرہ شروع کر دو گے) تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تم کو عذاب سنوا دے- ایک مفہوم یہ بھی لیا جا سکتا ہے اگر میت کی روح کو البرزخ میں ہونے والا عذاب سن لو تو تم اتنے دہشت زدہ ہو جاؤ کہ میت کے جسد کے پاس بھی نہ پھٹکو یہاں تک کہ اس کو دفن بھی نہ کرو اس مفہوم کی تائید منافقین کے حوالے سے مسند ابی یعلی کی روایت کے الفاظ سے ہوتی ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَزَالُ هَذَا الْحَيّ مِنْ قُرَيْش آمنِيْن حَتَّى تَرَدُّوهُمْ، عَنْ دينِهِمْ كفَاءَ رَحِمنَا» قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفِي الْجَنَّةِ أَنَا أَمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: «فِي الْجَنَّة» ثُمّ قَامَ إِلَيْهِ آخَرَ فَقَالَ: أَفِي الْجَنَّةِ أَمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: «فِي النَّارِ» ثُمَّ قَالَ: «اسْكُتُوا عَنِّي مَا سَكَتُّ عَنْكُمْ فلولا أن لا تدافنوا لأخبرتكم بملئكم من أهل النار حتى تفرقوهم عند الموت

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا پس اگر ایسا نہ ہوتا کہ تم دفن نہ کرو گے، تو میں تم کو خبر دیتا تم میں سے اہل النار کے بارے میں حتی کہ تم ان سے موت پر علیحدہ ہو

مسلم کی طرح اس روایت میں بھی یہی ہے کہ تم دفن نہ کرو گے ، یعنی تم کو ان منافق لوگوں سے اتنی نفرت ہو گی کہ تم ان کو قبر ہی نہ دو گے

ان دونوں روایتوں کے الفاظ پر غور کریں کہ عذاب کا تعلق تدفین سے نہیں – یعنی منافقین کا علم ہونے پر اصحاب رسول ان کو دفن ہی نہ کرتے- کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عذاب اس دنیا کی قبر میں نہیں ہوتا- اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رسول کو ۱۰ ہجری میں بتایا تھا کہ عذاب اسی ارضی قبر میں ہے اور پھر وہ منافقین کے نام بھی بتا دیتے تو ان کو خدشہ تھا کہ اصحاب رسول ان منافقوں کو دفن ہی نہ کریں گے - معلوم

ہوا کہ اگر عذاب اسی ارضی قبر میں ہے تو اصحاب رسول ضرور منافق کو دفن کرتے اور کوئی خدشہ نہ رہتا کہ یہ دفن نہ کریں گے۔ اس پر غور کریں۔ چونکہ مسند ابی یعلی کی روایت سے قائلین عود روح کے عقیدے پر زک پڑتی ہے انہوں نے اسکو ضعیف کہا ہے

اسکی سند ہے

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ

ضعیف ہونے کی دلیل میں کہا جاتا ہے اس کی سند میں لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ ہے[40] – مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ کی لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ سے روایت کو البانی نے صحیح قرار دیا ہے مثلا سنن ابن ماجہ ح ۲۳۰

[40] کہا جاتا ہے سند ضعیف ہے کیونکہ لیث مدلس ہے - راقم کہتا ہے الهيثمي اور البويصري نے جو متاخرین میں سے ہیں انہوں نے لیث پر تدلیس کا الزام لگایا ہے جس کا تعقب ابن حجر (في زوائده على البزار (ق 297 من المخطوط)) نے کیا اور کہا ہے کہ مجھ کو کوئی نہیں ملا جس نے اس کو مدلس قرار دیا ہو اس طرح ان دونوں کا رد کیا

اشکال ہے کہ کیا لیث مطلق ضعیف ہے ؟ تو اس کا جواب ہے نہیں- سنن ابن ماجہ ح ۲۳۰ میں محمد بن فضیل کی لیث سے روایت کو البانی نے صحیح کہا ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ أَبِي هُبَيْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ» ، زَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، " ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَالنُّصْحُ لِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ "

اسی طرح ابن ماجہ ۲۷۸ ، ۱۵۵۰ ، ۲۱۸۹ ، کو بھی صحیح قرار دیا ہے ان سب میں ليث بن أبي سليم. ہے- کہا جاتا ہے کہ البانی نے متابعت کی وجہ سے صحیح قرار دیا ہے جبکہ یہ محض شوشہ ہے کیونکہ ایسا البانی نے کہیں نہیں لکھا کہ میں نے ابن ماجہ کی روایات کو محض متابعت کی وجہ سے صحیح کہہ دیا ہے –

کہا جاتا ہے لیث مختلط تھا – راقم کہتا ہے کہ یہ درست ہے کہ اس کی روایت کو اختلاط کی وجہ سے رد کیا گیا ہے لیکن ایسا بہت ہوتا ہے کہ راوی کو اختلاط ہوتا ہے اور دیکھا جاتا ہے کس نے کب سنا مثلا عبد الرزاق اور قیس بن ابی حازم وغیرہ لہذا مسند ابو یعلی کی روایت کو رد کرنے کے لئے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ ابن فضیل نے اختلاط کے بعد سنا- اگر ابن فضیل نے اختلاط کے بعد لیث سے سنا ہوتا تو پھر یہ سند متابعت کے قابل بھی نہیں رہتی - البانی کے نزدیک ایسا کچھ نہیں ہے لہذا انہوں نے اس کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے

الذہبی کا قول ہے
ليث بن أبي سليم الكوفي: حسن الحديث، ومن ضعفه فإنما ضعفه لاختلاطه بآخرة
یہ حسن الحدیث ہے اور جس نے اس کو ضعیف سمجھا ہے تو وہ اس کی عالم اختلاط کی آخر کی روایات کی وجہ سے ہے
بعض نے کہا ہے مجاہد اور عطا کی روایت میں مسائل ہیں باقی میں مسائل نہیں ہیں
قال البَرْقانِيّ: سألت الدَّارَقُطْنِيّ عن ليث بن أبي سليم، فقال: صاحب سنة، يخرج حديثه، ثم قال إنما أنكروا عليه الجمع بين عطاء وطاووس ومجاهد حسب
صاحب سنت ہے اس کی حدیث لکھی جاتی ہے

ليث بن أبي سليم کی سند سے صحیح مسلم میں بھی روایت لی گئی ہے

وقال ابن عدي: له أحاديث صالحة وقد روى عنه شعبة والثوري ومع الضعف الذي فيه يكتب حديثه
ابن عدی نے کہا امام شعبہ اس سے روایت کرتے تھے اور ان کا معلوم ہے کہ رجال کے معاملہ میں سخت تھے
اس بات کو خود اہل حدیث علماء نے راوی کو ثقہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے کہ شعبہ اس سے روایت لیتے تھے

تاریخ اسلام از الذہبی میں ہے
.قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ   کوئی برائی نہیں
.وَقَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ: كَانَ لَيْثٌ مِنْ أوعية العلم
مزید ملا
قال العِجليُّ: جائزُ الحديثِ   حدیث لینا جائز ہے   (معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ومن الضعفاء .وذكر مذاهبهم وأخبارهم)
ابن شاهين نے ذکر کیا   قَالَ عُثْمَان لَيْث بن أبي سليم ثِقَة صَدُوق

قال الفُضَيل بن عِياض: ليثٌ أعلمُ أهلِ الكوفة بالمناسك

لہذا   بعض کا یہ دعوی باطل ہوا کہ لیث بن ابی سلیم کی تضعیف پر جمہور کا اجماع ہے

الکاشف میں امام الذہبی نے اقرار کیا ہے

فيه ضعف يسير من سوء حفظه كان ذا صلاة وصيام وعلم كثير وبعضهم احتج به

لیث میں صرف تھوڑا ضعف ہے اس کے حافظہ کی وجہ سے ... اور اس سے بعض دلیل لیتے ہیں

احمد نے کہا لیث، مضطرب الحدیث ہے   وَلَكِن حدث عَنهُ النَّاس لوگ اس کی روایت لکھتے ہیں

ذكر من اختلف العلماء ونقاد الحديث فيه میں ابن شاہین اس پر کہتے ہیں

قَالَ أَبُو حَفْص وَكَلَام أَحْمد بن حَنْبَل وَيحيى بن معِين فِي لَيْث مُتَقَارب لم يطلقا عَلَيْهِ الْكَذِب بل مدحه أَحْمد بن حَنْبَل وَوَثَّقَهُ بقوله حدث عَنهُ النَّاس

احمد اور ابن معین کا لیث پر کلام ایک جیسا ہے لیکن یہ اس کو جھوٹا نہیں سمجھتے بلکہ احمد نے تعریف کی یہ کہہ کر کہ اس سے لوگ روایت کرتے ہیں

دوسری وجہ کہی جاتی ہے کہ اس میں سعید بن عامر کو ابی حاتم نہیں پہچانتے- کتاب الجرح والتعدیل از ابن ابی حاتم (المتوفی: 327ھ-) (4/48 رقم 207) کے مطابق سعید بن عامر میں بھی کوئی برائی نہیں ہے

سعيد بن عامر روى عن ابن عمر روى عنه ليث بن أبي سليم سمعت أبي يقول ذلك حدثنا عبد الرحمن قال سألت أبي عنه فقال: لا يعرف.
حدثنا عبد الرحمن أنا يعقوب بن إسحاق [الهروي – 1] فيما كتب إلى نا عثمان بن سعيد قال: سألت يحيى بن معين قلت: سعيد ابن عامر الذي روى عن ابن عمر من هو؟ قال: ليس به باس.
سعید بن عامر جس نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور سعید سے لیث نے ...... میں نے اپنے باپ سے سنا کہ میں اسکو نہیں جانتا ......اور یحیی ابن معین سے اس پر سوال کا تو انہوں نے کہا اس میں کوئی برائی نہیں

یعنی اگرچہ میرے باپ سعید بن عامر کو پہچان نہ سکے لیکن ابن معین کے نزدیک وہ مجھول نہ تھے بلکہ انکی روایت میں کوئی برائی نہیں

یعنی مسند ابی یعلی کی یہ روایت صحیح ہے اور اس پر جو اعتراض تھا وہ یحییٰ ابن معین کا قول پیش کر کے ابن ابی حاتم نے دور کر دیا

البرزخ سے مراد پردہ غیب ہے ؟

فرقہ پرستوں کی طرف سے دعوی کیا جاتا ہے کہ سورہ المومنون کی آیت میں برزخ سے مراد پردہ غیب ہے – یہ آڑ ہے جو ہم کو نظر نہیں اتی نہ کہ یہ کوئی عالم ہے –اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے کہ سلف کے علماء کا قول اس کے یکسر خلاف ہے وہ عالم ارواح کے لئے جہاں ارواح پر عذاب ہو رہا ہے البرزخ کا لفظ استعمال کرتے ہیں- جب یہ لوگ موسی وآدم علیہما السلام کا تقدیر کے حوالے سے کلام والی روایت پر بات کرتے ہیں تو اس کو البرزخ میں قرار دیتے ہیں –ظاہر ہے موسی اور آدم علیہما السلام جنت میں ہیں وہی ان کی برزخ ہے اور اسی عالم ارواح کو عالم البرزخ کہا جاتا ہے- محب راشدی کہتے ہیں روحوں کی ملاقات برزخ میں ہوئی ہے –اس کے برعکس بشیر احمد کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں محب راشدی کے قول کے خلاف کہتے ہیں

یہ ہے برزخ ۔ اور یہ برزخ اسی دنیا میں قائم ہو جاتی ہے

دونوں دریا اسی دنیا میں بہتے ہیں۔

اس حقیقت کو پھر یوں سمجھئے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ○ (سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ - ٢٧)

(ترجمہ) : "پھر کیا ہوگا کہ جب فرشتہ فوت کرے گا اور مارے گا چہرے پر اور کمر پر ۔"

اب مرنے والے کے گرد اعزہ اقربا جمع ہیں کوئی کلمہ کی تلقین کر رہا ہے اور کوئی چمچہ سے پانی حلق میں ڈال رہا ہے لیکن کسی کو بھی نظر نہیں آتا کہ مرنے والے کے پاس فرشتے کس حال میں کھڑے ہیں یا تو کمر اور چہرے پر مار رہے ہیں یا جنت کی خوشخبری دے رہے ہیں، پس یہی برزخ ہے جو زندہ اور مرنے والے کے درمیان حائل ہے معلوم ہوا کہ برزخ ایک آڑ ہے ایک پردہ ہے ایک دیوار ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد روح نکل کر عالم برزخ جو کہ ایک جہان ہے وہاں چلی جاتی ہے اور اُس عالم برزخ [illegible] عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ اِس دُنیاوی قبر جہاں ہم دفن کرتے [illegible] ثواب نہیں ہوتا۔ یہ صرف ایک خیال ہے قرآن و حدیث میں [illegible] برزخ کسی الگ جہان کو نہیں کہا گیا۔ عالم کا لفظ اِضافہ ہے قرآن میں صرف بَرزخ ہے جو مرنے والے اور زندہ کے درمیان حائل ہے۔

(٦)

سورہ الانعام کی مکی سورہ میں کفار یعنی مسیلمة الكذاب اور الأسود العَنسي اور غلام احمد قادیانی جیسوں سے متعلق ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ (93) وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (94)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ اس پر وحی نہ اتری ہو اور جو کہے میں بھی ایسی چیز اتار سکتا ہوں جیسی کہ اللہ نے اتاری ہے، اور اگر تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھانے والے ہوں گے کہ اپنی جانوں کو نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب ملے گا اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں کے ماننے سے تکبر کرتے تھے

اور البتہ تم ہمارے پاس ایک ایک ہو کر آگئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے ہو، اور ہم تمہارے ساتھ ان سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جنہیں تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملے میں شریک ہیں، تمہارا آپس میں قطع تعلق ہو گیا ہے اور جو تم خیال کرتے تھے وہ سب جاتا رہا۔

سورہ محمد میں منافقین کے لئے ہے

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ (25) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ (26) فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ (27) ذَلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ

بے شک جو لوگ پیچھے کی طرف الٹے پھر گئے بعد اس کے کہ ان پر سیدھا راستہ ظاہر ہو چکا، شیطان نے ان کے سامنے برے کاموں کو بھلا کر دکھایا اور انہیں آرزو دلائی۔ یہ اس لیے کہ وہ ان لوگوں سے کہنے لگے جنھوں نے اسے ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کیا ہے کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہا مانیں گے، اور اللہ ان کی رازداری کو جانتا ہے۔ پھر کیا حال ہو گا جب ان کی روحیں فرشتے قبض کریں گے، ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مار رہے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ یہ اس پر چلے جس پر اللہ ناراض ہے اور انہوں نے اللہ کی رضامندی کو برا جانا، پھر اس نے بھی ان کے اعمال اکارت کر دیے۔

سورہ الانفعال میں منافقین سے متعلق ہے

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (49) وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (50) ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (51)

اس وقت منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ انہیں ان کے دین نے مغلوب کر رکھا ہے، اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور اگر تو دیکھے جس وقت فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں، اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اسی کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بے شک اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

یہ سب غیب کے معاملات ہیں—انسان ان کو نہیں دیکھ سکتا الا یہ کہ اس پر غیب شہود ہو جائے اس کو مثال سے سمجھایا گیا کہ جب فرعون ڈوب رہا تھا (مرا نہیں تھا) تو اس پر غیب ظاہر ہوا اللہ تعالی نے اس سے کلام کیا

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (90) آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (91) فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی سے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اب یوں کہتا ہے، اور تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ پس آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو، اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

فرقہ پرستوں کے مطابق فرشتے مرنے والے کو مارتے ہیں اور فرقہ پرست اس کو عذاب قبر قرار دیتے ہیں جبکہ یہ مرنے والے کا ذکر ہے اور ان کے مطابق قبر آخرت کی پہلی منزل ہے تو یہ عذاب قبر کس طرح کہلایا جا سکتا ہے جبکہ مرنے والا دفن بھی نہیں ہوا بلکہ ابھی مرا بھی نہیں۔ آیات کو بغور دیکھیں یہ عذاب اور فرشتوں کا مارنا سکرات الموت کے وقت ہوتا ہے جب روح یا جان ادھی جسم میں ہوتی ہے

کہنے کا مطلب ہے کہ جسد عنصری کو فرشتے مارتے ہیں جب موت کے وقت جسد میں روح موجود ہوتی ہے یا آدھی نکلی ہوتی ہے

سورہ محمد ۲۷: فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ

تو پھر کیسا ہو گا (وہ وقت) جب فرشتے چہروں اور پیٹھ پر ماریں گے

الأنفال ٥٠ : ولو ترى إذ يتوفى الذين كفروا الملائكة يضربون وجوههم وأدبارهم

اور اگر دیکھو ، جب ان کفار کو فرشتے قبض کریں گے کہ وہ ان کے چہروں اور پیٹھ پر ماریں گے

الأنعام ٩٣ : ولو ترى إذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم

اور اگر (وہ منظر) دیکھو ان ظالموں کی موت کی تکلیف میں کہ فرشتوں کے ہاتھ بڑھے ہوئے ہیں

قبر پرست آیت پیش کرتے ہیں

ولو ترى إذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم الأنعام : 93

اور اگر تم ظالموں کو دیکھو موت کے سکرات میں جب فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوں

اس سے دلیل لیتے ہیں کہ فرشتے ہر ظالم کو مارتے ہیں- راقم کہتا ہے سورت الأنعام کی بعض آیات مکی اور بعض مدنی ہیں اور اس سورت میں قبض روح کے وقت فرشتوں کا ضرب لگانے کا ذکر نہیں، فرشتوں کے ہاتھ پھیلانے کا ذکر ہے- یہ تمام سکرات کا وقت ہے دلیل غمرات الموت کے الفاظ ہیں- تفسیر طبری میں ہے

حَدَّثَنِي الْمُثَنَّى، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثني مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهُ: {وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ} قَالَ: " هَذَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْبَسْطُ: الضَّرْبُ، يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ "

ابن عباس سے منسوب ہے کہ فرشتوں کا ہاتھ پھیلانا مارنے کے لئے ہے

عَلِيّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ کا سماع ابن عباس سے ثابت نہیں ہے

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: ثني أَبِي قَالَ: ثني عَمِّي: قَالَ: ثني أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهُ: {وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ} يَقُولُ: «الْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ. وَالظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ، وَمَلَكُ الْمَوْتِ يَتَوَفَّاهُمْ»

یہ سند سخت مجروح ہے -اس میں عطیہ عوفی ہے

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثنا أَبُو الأَصْبَغِ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، ثنا عَتَّابٌ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: آيَتَانِ يُبَشَّرُ بِهِمَا الْكَافِرُ عِنْدَ مَوْتِهِ: وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلائِكَةُ باسطوا أَيْدِيهِمْ إِلَى قَوْلِهِ: بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ قَالَ: فَهَاتَانِ آيَتَانِ يُبَشَّرُ بِهِمَا الْكَافِرُ فِي الدُّنْيَا.

یہ سند سخت ضعیف ہے ضحاک کے قول کا مصدر معلوم نہیں خُصَيْفٍ ضعیف ہے

لہٰذا اس آیت کی تفسیر میں مصدقہ خبر نہیں ہے کہ یہ ہاتھ پھیلانا ضرب لگانے کے لئے ہوتا ہے

قرآن میں موجود ہے انسان بھی جب قتل کرتا ہے تو ہاتھ بسط کرتا ہے ہاتھ بڑھاتا ہے-

لئن **بسطت** إلي يدك لتقتلني ما أنا بباسط **يدي** إليك لأقتلك إني أخاف الله رب العالمين

اگر تو نے اپنا ہاتھ پڑھایا کہ مجھ کو قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ نہیں بڑھاوں گا کہ تجھ کو قتل کروں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں

یعنی بسط ید سے مراد جان سے مارنے یا قتل کرنے کا ذکر ہے - فرشتوں کا ہاتھ بڑھانا بھی ان کا جان لینا ہے باقاعدہ ضرب لگا کر انسان کو قتل کرنا مراد نہیں ہے

قبر پرست کہتے ہیں کہ ہر مرنے والے کافر کو فرشتے مارتے ہیں

سورہ الانفعال میں ہے

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ

اور جب اللہ نے فرشتوں کو الوحی کیا میں ان کے دلوں میں رعب ڈال رہا ہوں پس ان کی گردن کے اوپر ضرب لگاو اور ہر جوڑ پر

سورہ انفال کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے کہ روح نکالتے وقت فرشتے انسان کو منہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں لیکن ہمیں دکھائی نہیں دیتا اسی طرح میت کو عذاب ہوتا ہے ہمیں دکھائی نہیں دیتا- راقم کہتا ہے اول تو اس قول میں موجود ہے کہ جسد عنصری کو فرشتے مارتے ہیں جب اس میں روح موجود ہوتی ہے قبض نہیں ہوئی ہوتی تو یہ عذاب قبر کی دلیل نہیں بنتی

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ - سورہ محمد ٢٧

اور کیا ہو گا جب فرشتے ان کو قبض کریں گے ان کے چہروں کو ماریں گے اور کمر پر میں گے

یہ جنگ بدر کا منظر ہے- سورت محمد کی کچھ آیات جنگ بدر سے قبل نازل ہوئی ہیں اور کچھ بعد میں اس کو سورت القتال بھی کہتے ہیں- راقم کہتا ہے آیات میں بسا اوقات خصوص بھی ہوتا ہے- یہ آیات جنگ بدر اور احد میں فرشتوں کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ جنگ بدر و احد میں فرشتے اترے انہوں نے قتال کیا کفار کو ضرب لگائی اور قتل کیا- سورہ محمد میں ایک طرح مستقبل کی خبر ہے کہ فرشتے کفار کو قتل کریں گے ان کو ضرب لگائیں گے اور سورہ انفعال میں خبر دی گئی کہ اب موقعہ آ گیا ہے جب فرشتے اتریں گے ضرب لگائیں گے-

فرقہ پرستوں کے مطابق فرشتے مرنے والے کو مارتے ہیں اور فرقہ پرست اس کو عذاب قبر قرار دیتے ہیں جبکہ فرقہ پرستوں کے مطابق قبر آخرت کی پہلی منزل ہے تو یہ عذاب قبر کس طرح کہلایا جا سکتا ہے جبکہ مرنے والا دفن بھی نہیں ہوا بلکہ ابھی مرا بھی نہیں-

دوم جنگ بدر و احد میں جب فرشتے اترے اس کو غیب میں بھی نہیں رکھا گیا تھا- صحیح مسلم میں ہے

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ، وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ: «اللهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اللهُمَّ آتِ

مَا وَعَدْتَنِي، اللهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ»، .... بينما رجل من المسلمين يومئذ يشتد في أثر رجل من المشركين أمامه، إذ سمع ضربة بالسوط فوقه، وصوت الفارس يقول: أقدم حيزوم، فنظر إلى المشرك أمامه، فخر مستلقياً، فنظر إليه فإذا هو قد خطم أنفه، وشق وجهه كضربة السوط فاخضر ذلك أجمع، فجاء الأنصاري، فحدث بذلك رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، فقال: "صدقت، ذلك من مدد السماء الثالثة"، فقتلوا يومئذ سبعين، وأسروا سبعين

ہناد بن سری، ابن مبارک، عکرمہ بن عمار، سماک حنفی، ابن عباس، حضرت عمر بن خطاب (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے غزوہ بدر کے دن مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ تین سو انیس تھے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبلہ کی طرف منہ فرما کر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا...) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار لگاتار فرشتوں سے کروں گا پس اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرشتوں کے ذریعہ امداد فرمائی حضرت ابوزمیل نے کہا حضرت ابن عباس (رض) نے یہ حدیث اس دن بیان کی جب مسلمانوں میں ایک آدمی مشرکین میں سے آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا اچانک اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی ضرب لگنے کی آواز سنی اور یہ بھی سنا کہ کوئی گھوڑ سوار یہ کہہ رہا ہے، اے حیزوم! آگے بڑھ پس اس نے اپنے آگے مشرک کی طرف دیکھا کہ وہ چت گرا پڑا ہے جب اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا، کوڑے کی ضرب کی وجہ سے جسم سبز ہو گیا تھا

یہاں فرشتوں کی ضربات کو بھی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے اور عمامہ پہنے فرشتوں کو اصحاب رسول کی شکل میں لڑتے ہوئے بھی نوٹ کیا گیا۔ یعنی فرشتوں کی آمد، ان کی ضربات کو اللہ تعالی نے مکمل غیب میں نہیں رکھا اس کو اصحاب رسول پر کشف کر دیا گیا تاکہ وہ سچ کے گواہ بن سکیں۔ معلوم ہوا کہ نزول ملائکہ اور ان کی ضربات غیب میں سے نہیں تھیں

مصری مفکر رشید رضا نے تفسیر منار میں لکھا کہ اللہ تعالی نے کوئی فرشتے قتال کے لئے نہیں نازل کیے تھے اور اس کو روایات کا شاخسانہ قرار دیا لکھا

كَفَانَا اللهُ شَرَّ هَذِهِ الرِّوَايَاتِ الْبَاطِلَةِ الَّتِي شَوَّهَتِ التَّفْسِيرَ وَقَلَبَتِ الْحَقَائِقَ، حَتَّى إِنَّهَا خَالَفَتْ نَصَّ الْقُرْآنِ نَفْسَهُ

اللہ ہمارے لئے کافی کہ ان باطل روایات کے شر سے محفوظ کرے جو تفسیر میں چلی ہیں اور حقائق کو بدل دیتی ہیں یہاں تک کہ نص قرآن کی بھی مخالف ہیں۔

اس طرح دعوی کیا کہ فرشتے جنگ بدر میں نازل نہ ہوئے نہ کسی نے دیکھے۔ رشید رضا نے لکھا

وَابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ يَحْضُرْ غَزْوَةَ بَدْرٍ ; لِأَنَّهُ كَانَ صَغِيرًا، فَرِوَايَاتُهُ عَنْهَا حَتَّى فِي الصَّحِيحِ مُرْسَلَةٌ

ابن عبّاس تو غزوہ بدر میں حاضر تک نہیں تھے... پس ان کی روایات حتیٰ کہ الصحیح میں بھی ہیں، مرسل ہیں

ایک غیر مقلد مولوی ابو جابر کتاب دین الخالص قسط دوم میں ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں کہ فرشتے کسی کو نظر نہ آئے

(۲) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے (بدر، احد، احزاب وغیرہ کے موقعوں پر) مسلمین کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کے لشکر اتارے تھے جو کسی کو دکھائی نہ دیئے۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا یعنی اور (اللہ تعالیٰ

۱۴۶

نے) وہ لشکر (تمہاری مدد کے لئے) اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے۔ (التوبۃ: ۲۶) اب قرآن کریم نے یہ "قاعدہ کلیہ" بیان کر دیا کہ وہ لشکر کسی کو دکھائی نہ دیئے مگر اس کے خلاف موصوف نقل کرتے ہیں:

اس طرح موصوف نے خود منکرین حدیث کی صف میں کھڑا ہونا پسند کیا اور سورہ توبہ کی آیت ۲۶ پیش کی کہ کسی نے بھی فرشتوں کو نہ دیکھا

وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا

اور لشکر نازل کیے جو تم کو نظر نہیں آتے تھے

یہ آیت ہی غزوہ حنین کے حوالے سے ہے۔ متن قرآن میں اس کا سیاق و سباق دیکھا جا سکتا ہے لیکن مخالفت میں ابلیس ابو جابر پر حاوی اور اس مولوی نے لکھا کہ اللہ نے فرشتے نازل کیے لیکن کسی نے نہ دیکھے نہ غزوہ بدر میں نہ غزوہ احد میں نہ غزوہ الاحزاب میں۔

الغرض اہل حدیث علماء کا یہ کہنا کہ فرشتے کسی نے نہ دیکھے باطل ہے ۔فرشتے یقینا اصحاب رسول نے دیکھے اور ان سے متعدد روایات میں یہ سب ہم تک آ گیا ہے ۔

الغرض اس بحث سے معلوم ہوا کہ سورہ محمد اور سورہ الانفعال کی زیر بحث آیات کا تعلق غزاوت النبی میں نزول ملائکہ سے ہے اور ان جنگوں میں قتال سے متعلق ہے۔ سورہ الانعام کی آیت میں بسط ید کا ذکر ہے لیکن یہ مطلق نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بسط ید مراد ضربات ہے یا فرشتوں کا پٹائی کرنا ہے۔

ہمیں یہ ماننے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ عذاب قبر اگر ارضی گڑھے میں ہے تو یہ ہم کو نظر نہیں آئے گا کیونکہ یہ غیب ہے ۔لیکن بحث اس میں ہے ہی نہیں جس کی طرف فرقہ پرست بات کو موڑتے ہیں بحث اس میں ہے کہ مردہ جسد جس میں روح نہیں کیا وہ سماع رکھتا ہے ؟ کیونکہ فرشتوں کا سوال سماع چاہتا ہے ۔کیا مردہ قبر سے باہر والوں سے مانوس ہو سکتا ہے ؟ کیا اس کو خبر ہے کون باہر کھڑا ہے ؟ کیا وہ دفن ہونے سے پہلے بول سکتا دیکھ سکتا ہے ؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب عالم غیب سے دیا جا رہا ہے۔ عالم غیب میں جو بھی ہے وہ انسان سے پوشیدہ ہے لیکن اس کی بنیاد پر عقیدہ کو نہیں بدلا جاتا مثلا قرآن میں ہے مردہ نہیں سنتا اب اگر کوئی کہے سنتا ہے اپ کو معلوم نہیں کیونکہ یہ غیب کا معاملہ ہے تو ہم کہیں گے کہ نص قرانی اس پر حد لگاتی ہے کہ مردہ سنتا ہے ۔اسی طرح مردہ جسد احساس و شعور سے عاری ہوتا ہے نص قرانی ہے أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ مردے ہیں زندہ نہیں اور یہ بھی شعور نہیں رکھتے کب زندہ ہوں گے ۔

دو زندگیوں اور دو موتوں والا اصول

یاد رہے کہ دو زندگیوں اور دو موتوں والا اصول جسد عنصری کے لئے ہے جس میں ہم ابھی زندہ ہیں جو ہماری ماؤں نے جنا ہے اس کا عالم البرزخ سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس پر بات کرنے کی بجائے کہا جاتا ہے کہ ال فرعون کو جو عذاب ہو رہا ہے اس کو تیسری زندگی نہیں کہا جاتا اس کو دوسری زندگی ہی کہا جاتا ہے۔ بشیر احمد کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں کہتے ہیں

اسی طرح فرعونیوں کو عذاب دینا یہ بھی اُسی یعنی دوسری زندگی یعنی آخرت کا حصہ ہے جو عذاب قبر کو تیسری زندگی کہہ رہا ہے نادان ہے قرآن و حدیث کا فہم نہیں رکھتا۔ لوگوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ انسان قبر میں گل سڑ گیا روح کس مقام پر پہنچ گئی جسم ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گیا یا درندہ کھا گیا، دریا میں مچھلیوں کی خوراک بن گیا۔ جنگل میں درندے کھا گئے فضاء میں پرندوں نے اُچک لیا۔ جلا دیا گیا۔ بہا دیا گیا اس مَرنے والے کو قبر نہ ملی اس پر عذاب کیسے ہوگا کہاں ہوگا کیا یہ صاف بچ گیا؟

فرعون کو عذاب جہنم ہو رہا ہے جبکہ اہل حدیث اس پر متفق نہیں کہ اس کو عذاب قبر کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں عذاب جہنم اور عذاب قبر الگ الگ ہیں۔ بشیر احمد قبر کو آخرت کی منزل کہتے ہیں۔ پھر قوم نوح کے لئے کہتے ہیں ان کو آخرت کی منزل میں عذاب ہوا۔ یہ تضادات ہیں کیونکہ قوم نوح کو قبر نہ ملی یعنی آخرت کی پہلی منزل نہ ملی۔

قوم نوح کا ذکر قرآن میں پڑھیئے۔ فرمایا:

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ

(سُوْرَۃُ نُوْح - ۲۵)

(ترجمہ): "بوجہ ان کی خطاؤں کے انہیں غرق کیا گیا اور پھر انہیں آگ میں داخل کیا گیا۔"

سوال یہ ہے کہ پوری قوم غرق ہوگئی اور پھر انہیں آگ میں داخل کیا گیا۔ اس قوم کو قبر نہ ملی اور یہ کون سی آگ میں داخل کئے گئے؟ یہ وہی دوسری زندگی یعنی آخرت کی منزل ہے جہاں عذاب ہو رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ قبر آخرت ہی کی منزل ہے آخرت جو دوسری زندگی ہے اسی زندگی کا حصّہ ہے قبر کوئی تیسری زندگی نہیں۔

دوسری زندگی کب شروع ہوئی ؟

قرآن و حدیث سے واضح ہے کہ دوسری زندگی قبض روح پر شروع ہوتی ہے نہ کہ تدفین پر جب جسد و روح کو الگ کر دیا جاتا ہے۔روح کے ساتھ نگاہ بھی چلی جاتی ہے جیسا صحیح مسلم میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے متعلق آیا ہے۔ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ روح جنت کے درخت پر رہتی ہے

لیکن بیہقی نے عذاب قبر کے حوالے سے یہ عقیدہ لیا کہ دوسری زندگی قبر کی زندگی ہے اور دوسری موت اب قیامت انے پر ہے۔راقم کہتا ہے یہ قول باطل ہے

اثبات عذاب القبر

تصنیف:

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ

ترجمہ و تحقیق:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

(امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:) اور دوسروں سے مروی ہے کہ دو موتوں میں سے ایک اس کی دنیا کی زندگی کے بعد والی موت اور دوسری موت اس وقت ہوگی جب صُور میں پہلی دفعہ پھونک ماری جائے گی۔ اور اس کی دو زندگیوں میں سے ایک زندگی موت کے بعد (قبر والی) ہے جس میں دو فرشتے سوال جواب کرتے ہیں اور اسے عذاب کا احساس ہوتا ہے اور

الحدیث: 119 | 34

دوسری زندگی قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے والی زندگی ہے۔

مبحث ہشتم : بقائے جسد کا نظریہ

کیا مردہ کفار کا گوشت سانپ کھا جاتا ہے ؟

کتاب المسند فی عذاب القبر ص ۱۸۹ پر ارشد کمال روایت پیش کرتے ہیں کہ

۹۷/ ۸۔ عَنْ عَائِشَةَ ﷝، قَالَتْ: اِنَّ الْكَافِرَ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ شُجَاعٌ اَقْرَعُ، فَيَأْكُلُ لَحْمَهُ مِنْ رَأْسِهٖ اِلٰى رِجْلِهٖ ثُمَّ يُكْسَى اللَّحْمُ فَيَأْكُلُ مِنْ رِجْلِهٖ اِلٰى رَأْسِهٖ فَهٰذَا مكر ذٰلِكَ. [2]

سیدہ عائشہ ﷝ فرماتی ہیں یقیناً کافر پر قبر میں ایک خطرناک اژدھا مسلط کردیا جاتا ہے جو سر سے پاؤں تک اس کا گوشت کھاتا رہتا ہے۔ پھر اس پر دوبارہ گوشت چڑھا دیا جاتا ہے جسے وہ دوبارہ پاؤں سے سر تک کھاتا چلا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح (قیامت تک) جاری رہے گا۔

[2] بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۲۵٤ سنده صحیح۔

زبیر علی دین الخالص کے مقدمہ میں لکھتے ہیں جو مقالات اصلاحی میں دوبارہ چھپا

۴۔ سیدہ عائشہ ﷝ فرماتی ہیں کہ کافر پر اس کی قبر میں ایک گنجا سانپ مسلط کیا جاتا ہے جو اس کا گوشت کھاتا ہے۔ الخ (عذاب القبر: ۲۲۹ وسندہ صحیح) نیز دیکھئے الزہد لہناد (۳۵۴ وسندہ حسن)

بیہقی کی اثبات عذاب القبر میں اس روایت کی سند ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبُو سَعِيدٍ قَالَا: ثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ، نَا مُحَمَّدٌ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: «إِنَّ الْكَافِرَ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِي قَبْرِهِ شُجَاعٌ أَقْرَعُ، فَيَأْكُلُ لَحْمَهُ مِنْ رَأْسِهِ إِلَى رِجْلِهِ ثُمَّ يُكْسَى اللَّحْمُ فَيَأْكُلُ مِنْ رِجْلِهِ إِلَى رَأْسِهِ، فَهَذَا مَكْرٌ لَكَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یقیناً کافر پر قبر میں ایک خطرناک اژدھا مسلط کر دیا جاتا ہے جو سر سے پاؤں تک اس کا گوشت کھاتا رہتا ہے – پھر اس پر دوبارہ گوشت چڑھا دیا جاتا ہے جسے وہ دوبارہ پاؤں سے سر تک کھاتا چلا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح (قیامت تک) جاری رہے گا

یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ اور عبد اللہ بن احمد کی کتاب السنہ میں بھی روایت کی گئی ہے

اس کی سند میں جَرِيْرُ بنُ حَازِمِ بنِ زَيْدِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ شُجَاعٍ الأَزْدِيُّ ہیں جو ثقہ ہیں لیکن اختلاط کا شکار ہو گئے تھے

یہ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ سے سنی ہوئی جَرِيرُ بنُ حَازِمٍ کی واحد روایت ہے- کتاب الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط کے مطابق

.فحجبه أولاده فلم يسمع منه أحد في حال اختلاطه وقال أبو حاتم تغير قبل موته بسنة
جب اختلاط ہوا تو انکی اولاد نے چھپا دیا پس کسی نے ان سے نہیں سنا اور ابو حاتم کہتے ہیں موت سے ایک سال پہلے تغیر ہو گیا
اس کے باوجود کتاب ذکر إسماء من تكلم فيه وهو موثق کے مطابق

ابن معین کہتے ہیں ابن معینوهو في قتادة ضعيف ، قتادہ سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں
سوالات المروذی کے مطابق

وقال المروذي: سألته (يعني أبا عبد الله) عن جرير بن حازم. فقال: في بعض حديثه شيء وليس به بأس

میں نے امام احمد سے جریر بن حازم کے بارے میں پوچھا، کہا اس کی احادیث میں کوئی چیز ہے اور ان میں بذات خود برائی نہیں

تہذیب التہذیب از ابن حجر کے مطابق

مهنى بن يحيى، عن أحمد: جرير، كثير الغلط

مہنی بن یحیٰی، احمد سے نقل کرتے ہیں کہ جریر کافی غلطیاں کرتے تھے

کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال کے مطابق بخاری کہتے ہیں

.وقال البخاري: ربما يهم في الشئ

ان کو کبھی کبھی وہم ہو جاتا

وقال الأثرم: قال أحمد: جرير بن حازم، حدث بالوهم بمصر ولم يكن يحفظ

الاثرم کہتے ہیں احمد کہتے ہیں کہ جریر کو مصر میں روایات میں وہم ہوا ہے اور یہ یاد نہ رکھ سکے

الغرض جریر ثقہ ہیں اور ان کی روایات جو بخاری و مسلم میں ہیں صحیح ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر کتب کی روایات بھی صحیح سمجھی جائیں- جریر کا عبدالله ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ سے سماع بھی مشکوک ہے کیونکہ

ابو داوود کی سند ہے

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ،

الجامع ابو محمد عبد الله بن وہب بن مسلم المصری القرشی (المتوفى: 197ھ-) کی سند ہے

جرير بن حازم والحارث ابن نبهان، عن أيوب السختياني، عن ابن أبي مليكة، عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم؛

سنن دار قطنی کی سند ہے

نا جَرِيرَ بْنُ حَازِمٍ , عَنْ أَيُّوبَ , عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ

جَرِيرُ بْنُ حَازم اور عبدللہ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ کے درمیان أيوب ابن أبي تميمة السختياني ہیں جو اس زیر بحث اژدھا والی روایت میں مفقود ہے

اغلباً جریر نے اختلاط کی حالت میں اس کو بیان کیا ہو گا کیونکہ انہوں نے عبد للہ بن ملیکہ سے براہ راست نہیں سنا لیکن یہ واحد رویت ہے جو وہ عبد للہ ابن ملیکہ سے نقل کر رہے ہیں

اس کی مثال بھی ہے کتاب العلل ومعرفة الرجال میں احمد کے بیٹے کہتے ہیں

حَدثنِي أبي قَالَ سَمِعت عَفَّان يَقُول اجْتمع جرير بن حَازِم وَحَمَّاد بن زيد فَجعل جرير بن حَازِم يَقُول سَمِعت مُحَمَّدًا سَمِعت شريحا فَجعل حَمَّاد يَقُول يَا أَبَا النَّضر عَن مُحَمَّد عَن شُرَيْح عَن مُحَمَّد عَن شُرَيْح

میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے عفان کو سنا کہ جرير بن حازِم اور حَمَّاد بن زيد جمع ہوئے تو جرير بن حَازِم نے کہا سَمِعت مُحَمَّدًا سَمِعت شريحا اس پر حَمَّاد بن زيد نے کہا اے أَبَا النَّضر عَن مُحَمَّد عَن شُرَيْح عَن مُحَمَّد عَن شُرَيْح

یعنی جریر نے تحدث کے الفاظ کا لحاظ نہ رکھا انہوں نے سمعت بول دیا جس کی تصحیح حماد بن زید نے کی

اس روایت میں بھی جریر نے کہا ہے جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ

جو اوپر دے گئے حوالوں سے واضح ہے کہ غلطی ہے کیونکہ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے نہیں سنا

غیر مقلدین کا ایک خود ساختہ اصول ہے کہ ثقہ غلطی نہیں کرتا جس کی بناپر علم حدیث میں انہوں نے ضعیف روایات تک کو حسن و صحیح قرار دے دیا ہے[41]

---

[41] یہ لوگ اپنی سادگی میں پوچھتے ہیں کہ

آپ کے بقول بخاری کے راوی ضعیف وغیرہ بھی ہوتے ہیں تو آپ پھر بھی اس کی روایات نقل کیوں کرتے ہیں ؟

لہذا سانپ کے گوشت کھانے والی روایت **شاذ ہے**- امام بخاری کی صحیح کی اس روایت سے اسمیں شذوز کا اندازہ ہو جاتا ہے

صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: سورۃ عم یتسالون (نبأ) کی تفسیر کا بیان

بَاب : يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا زُمَرًا
باب : اس دن جب صور پھونکا جائے گا تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے
حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ ثُمَّ يُنْزِلُ اللہُ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنْ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صور پھونکے جانے کے درمیان (کی مدت) چالیس ہے، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ساتھیوں نے پوچھا کیا اس سے چالیس دن مراد ہیں؟ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا، لوگوں نے پوچھا کیا چالیس مہینے مراد ہے؟ انہوں نے انکار کیا، پھر پوچھا کیا چالیس سال؟ انہوں نے انکار کیا، پھر کہا کہ اللہ آسمان سے بارش برسائے گا تو اس سے مردے جی اٹھیں گے جس طرح سبزہ (بارش) سے اگتا ہے، انسانی جسم

اس کا جواب ابن حجر النکت میں دیتے ہیں

قلت : ولا يلزم في كون رجال الإسناد من رجال الصحيح أن يكون الحديث الوارد به صحيحاً ، لاحتمال أن يكون فيه شذوذ أو علة
میں کہتا ہوں اور کسی روایت کی اسناد میں اگر الصحیح کا راوی ہو تو اس سے وہ حدیث صحیح نہیں ہو جاتی کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ اس میں شذوذ یا علت ہو
حسين بن ذكوان العوذي البصري کے لئے الذھبی ، سیرالاعلام میں لکھتے ہیں

وقد ذكره العقيلي في كتاب الضعفاء له بلا مستند وقال : مضطرب الحديث ... قلت (الذهبي) : فكان ماذا؟ فليس من شرط الثقة أن لا يغلط أبدا
عقیلی نے انکو الضعفاء میں بلاوجہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے : مضطرب الحدیث میں (الذھبی) کہتا ہوں یہ کیا ہے؟ ثقہ ہونے کی یہ شرط کہاں ہے کہ وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا
الذھبی كتاب الموقظة في علم مصطلح الحديث میں لکھتے ہیں

وليس من حَدِّ الثقة أنَّهُ لا يَغلَطُ ولا يُخطِئ
اور ثقہ کی حد میں یہ نہیں کہ غلطی نہ کرے اور خطاء نہ کرے
الذھبی میزان میں لکھتے ہیں

ليس من شرط الثقة أن يكون معصوما من الخطايا والخطأ
الميزان 2/ 231"
ثقہ کی شرط میں یہ نہیں ہے کہ وہ غلطیوں سے خطا سے معصوم ہیں

کے تمام حصے سڑ جاتے ہیں مگر عجب الذنب کی ہڈی (باقی رہتی ہے) اور اسی سے قیامت کے دن اس (انسان) کی ترکیب ہو گی
اللہ تعالی سورہ ق میں کہتا ہے کہ

قد علمنا ما تنقص الأرض منهم وعندنا كتاب حفيظ

بے شک ہم جانتے ہیں جو زمین ان (کے جسموں) میں سے کھاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب حفیظ ہے

اب بتائیں کیا کریں اس واضح نصوص کو جھٹلا دیں کہ کسی راوی کی چند روایات امام بخاری اور امام مسلم نے لکھ لی ہیں جب کہ انہوں نے یہ کہیں بھی نہیں کہا کہ یہ راوی معصوم عن الخطاء ہیں اور ان بیان کردہ ہر روایت صحیح ہے

ایک طرف تو صحیح بخاری کی ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی اوپر والی روایت ہے دوسری طرف ان سے منسوب یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے

ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وإن كان من أهل الشک قال: لا أدري سمعت الناس يقولون شيئا فقلته فيقال له: على الشک حييتَ وعليه متَّ وعليه تُبعث۔ ثم يفتح له باب إلى النار وتسلط عليه عقارب وتنانين لو نفخ أحدهم على الدنيا ما أنبتت شيئا تنهشه وتومَر الأرض فتنضم عليه حتى تختلف أضلاعه
اور مردہ شک کرنے والوں میں سے ہو تو وہ (فرشتوں کے سوالوں کے جواب میں) کہتا ہے: میں نہیں جانتا۔ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تھا اور میں نے بھی وہی بات کہی۔ اسے کہا جاتا ہے کہ شک پرتوزندہ رہا، شک پر ہی تیری موت ہوئی اور شک پر ہی تو دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔پھر اس کی قبر کے لئے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس پر اس قدر زہریلے بچھو اور اژدہا مسلط کردیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک زمین پرپھونک مار دے تو کوئی چیز پیدا نہ ہو۔ چنانچہ وہ بچھو اور اژدہے اسے کاٹتے رہتے ہیں ۔ زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس پر تنگ ہوجا، چنانچہ (زمین اس پراس قدر تنگ ہوجاتی ہے کہ) اسکی ایک طرف کی پسلیاں دوسری پسلیوں میں دھنس جاتی ہیں
المعجم الأوسط از طبرانی کی اس روایت کی سند میں ابْنُ لَهِيعَةَ ہے جو سخت ضعیف راوی ہے اور دوسرے اس میں موسی بن جبیر الأنصاری، المدنی، الحذاء ہے جس کو ابن حجر مستور کہتے ہیں. ایسی مبہم روایت کہ اژدہا پھونک مار دے اور کچھ نہ اگے نہ پنپ سکے اس دنیا کا معاملہ تو نہیں ہو سکتا یہاں اس دنیا میں مغرب

میں سینکڑوں قبرستان باغ و چمن معلوم ہوتے ہیں. آپ کا عقیدہ اگر ایسی روایت پر ہے تو اس سے تو یہود و نصاری کا عذاب سے محفوظ ہونا ثابت ہوتا ہے

مبحث نہم: عذاب قبر کا انکار اور اقرار

عذاب قبر کا انکار

غیر مقلدین جن کا عقائد میں ارتقاء جاری ہے ان کے ایک علم کلام کے ماہر ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر میں لکھتے ہیں

اس امت میں خوارج اور معتزلہ وغیرہ پیدا ہوئے جو عذاب قبر کا انکار کر چکے ہیں اور موجودہ دور میں ڈاکٹر عثمانی صاحب ان پرانے فرقوں کی بازگشت ہیں۔ عذاب القبر کے متعلق اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ قبر کی راحت و آرام اور قبر کا عذاب حق ہے اور قبر میں دفن میت کے بعد دو فرشتوں منکر و نکیر کا آنا اور ان کا میت سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق سوال کرنا مومن کا راحت و آرام میں رہنا اور اس پر صبح و شام جنت کا پیش کیا جانا جب کہ کفار و مشرکین اور منافقین کا قبر میں عذاب میں مبتلا ہونا فرشتوں کا انہیں لوہے کے گرز سے مارنا میت کا چیخنا و چلانا اور ہیبت ناک آوازیں نکالنا۔ غرض احادیث صحیحہ میں قبر کے حالات کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے اور ایمانیات میں شامل ہے۔ جبکہ عذاب قبر کا انکار کفر ہے اس کا انکاری ایمان و توحید سے خالی ہے چاہے وہ اپنے ایمان کو کتنا ہی خالص کیوں نہ کہے۔

ائمہ غیر مقلدین مثلا نذیر حسین جن کو یہ شیخ الکل کہتے ہیں اور بدیع الدین راشدی اور قاضی شوکانی یمنی کا عقیدہ تھا کہ مردہ میں روح واپس پلٹ اتی ہے اور زندہ حالت میں ہی عذاب ہوتا ہے –امام ابن عبد البر کے مطابق روح قیامت تک افنیہ القبور میں ہی رہتی ہیں یعنی قبرستان کے میدان میں اور شیخ ابن تیمیہ و ابن قیم کا عقیدہ تھا کہ روح سورج کی شعآع جیسی کوئی شی ہے جو قبر میں آتی جاتی رہتی ہے گویا انرجی ہے- عبد الوہاب النجدی کا عقیدہ بھی ابن تیمیہ جیسا ہے جس میں روح نہ صرف عام آدمی میں انبیاء میں بھی اتی ہے

غیر مقلدین کا سن ۲۰۰۰ سے عقیدہ ہے کہ مردے میں تدفین کے بعد روح کو واپس ڈالا جاتا ہے جس سے میت میں قوت سماعت آ جاتی ہے وہ قدموں کی چاپ سننے لگتی ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت کی غلط تاویل کے بعد ان کے مطابق مردہ قبر پر موجود افراد سے مانوس ہوتا ہے اور اس دوران فرشتے سوال کرتے ہیں –اس کے بعد روح کو نکال لیا جاتا ہے وہ آسمان منتقل کر دی جاتی ہے پھر میت پر بلا روح عذاب ہوتا ہے جس میں پسلیاں ادھر ادھر ہوتی ہیں مردہ چیخیں مارتا ہے جس کو چوپائے سنتے ہیں –اس کے پیچھے ضعیف و معلول

روایات کاانبار ہے جن کو روایات سے ملا کر ایک گنجلک عقیدہ بنادیا گیا ہے اور اس کو ایسے پیش کیا جاتا ہے گویا یہ سلف سے چلا آ رہا ہو

اس سلسلے میں بار بار غیر مقلدین معتزلہ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ عذاب قبر کے انکاری تھے – معتزلہ اور ان کی تحاریر تو معدوم ہیں لیکن اہل سنت ان کا کیا عقیدہ عذاب قبر کے حوالے سے بتاتے ہیں اس کو دیکھتے ہیں

تمام الْمُعْتَزِلَة عذاب قبر کے انکاری نہیں تھے

فتح السلام شرح عمدة الأحكام، للحافظ ابن حجر العسقلاني مأخوذ من كتابه فتح الباري از ابو محمد عبد السلام بن محمد العامر کے مطابق

قوله: (من عذاب القبر) فيه ردّ على من أنكره مطلقاً من الخوارج وبعض المعتزلة كضرار بن عمرو وبشر المريسي ومن وافقهما.
وخالفهم في ذلك أكثر المعتزلة وجميع أهل السّنّة وغيرهم , وأكثروا من الاحتجاج له. وذهب بعض المعتزلة كالجيّانيّ: إلى أنّه يقع على الكفّار دون المؤمنين.

ابن حجر کا قول (من عذاب القبر) اس میں رد ہے خوارج کا اور **بعض** الْمُعْتَزِلَة کا جنہوں نے مطلقا عذاب کا انکار کیا ہے جیسے ضرار بن عمرو اور بشر المريسي اور وہ جنہوں نے انکی موافقت کی ہے

كوثَر المَعَاني الدَّرَارِي في كَشْفِ خَبَايا صَحِيحْ البُخَاري از محمَّد الخَضِر بن سيد عبد الله بن احمد الجكني الشنقيطي (المتوفى: ۱۳۵۴ھ) کے مطابق

وأنكرت المعتزلة عذاب القبر والخوارج وبعض المرجئة، لكن قال القاضي عبد الجبار رئيس المعتزلة: إن قيل: مذهبكم أدّاكم إلى إنكار عذاب القبر، وقد أطبقت عليه الأمة. قيل: هذا الأمر إنما أنكره ضرار بن عمرو، ولما كان من أصحاب واصل ظنوا أن ذلك مما أنكرته المعتزلة، وليس الأمر كذلك، بل المعتزلة رجلان: أحدهما: يُجوِّز ذلك كما وردت به الأخبار، والثاني: يقطع بذلك، وأكثر شيوخنا يقطعون بذلك، وإنما يُنْكَر قول جماعة من الجهلة: إنهم يعذَّبون وهم موتى. ودليل العقل يمنع من ذلك.

اور المعتزلة نے عذاب قبر کا انکار کیا اور خوارج اور کچھ مرجیہ نے انکار کیا ہے لیکن قاضی عبد الجبار المعتزلة کے سردار کہتے ہیں کہا جاتا ہے تمہارا مذھب تم کو عذاب قبر کے انکار پر لے جاتا ہے اور بے شک اس میں امت کو طبقات میں کر دیتا ہے – کہا جاتا ہے کہ اصل معاملہ یہ ہے کہ اس کا انکار ضرار بن عمرو نے

کیا جبکہ وہ اصحاب واصل بن عطا میں سے ہے–اس سے لوگوں نے یہ گمان کیا المعتزلہ اس کے انکاری ہیں جبکہ ایسا نہیں تھا بلکہ المعتزلہ میں دو (بڑے) اشخاص تھے ایک اس کے جواز کا قائل ہے اور یہ بات روایات میں بیان ہوئی ہے اور دوسرا اس سے الگ ہے –اور ہمارے اکثر شیوخ اس سے الگ ہی ہیں اور انکی طرف سے جاہلوں کی اس جماعت کا انکار کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان کو عذاب ہو گا اور یہ مردہ ہوں گے اور عقل کی دلیل اس سے مانع ہے

کتاب شرح سنن ابن ماجہ –الإعلام بسنتہ علیہ السلام از مغلطاي بن قليج بن عبد الله البكجري المصري الحكري الحنفي، أبو عبد الله، علاء الدين (المتوفى: 762ھ) کے مطابق

إنّما أنكره أولًا ضرار بن عمرو، ولما كان من
أصحاب واصل ظنوا أن ذلك مما أنكرته المعتزلة، وليس الأمر كذلك بل
المعتزلة رجلان: أحدهما يجوز ذلك كما وردت به الأخبار، والثاني يقطع
بذلك، وأكثر شيوخنا يقطعون بذلك إنّما ينكرون قول طائفة من الجهلة أنّهم
يعذبون وهم موتى، ودليل العقل يمنع من ذلك، وبنحوه قاله أبو عبد الله
المرزباني في كتاب الطبقات أيضًا،

بے شک اس کا شروع شروع میں ضرار بن عمرو نے انکار کیا اور اصحاب واصل نے گمان کیا کہ اس کا انکار المعتزلہ نے کیا ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ المعتزلہ میں دو اشخاص تھے_ایک اس کے جواز کا قائل ہے اور یہ بات روایات میں بیان ہوئی ہے اور دوسرا اس سے الگ ہے –اور ہمارے اکثر شیوخ اس سے الگ ہی ہیں اور انکی طرف سے ایک جاہلوں کی اس جماعت کا انکار کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان کو عذاب ہو گا اور یہ مردہ ہوں گے اور عقل کی دلیل اس سے مانع ہے – ابو عبد اللہ المرزبانی کہتے ہیں کتاب الطبقات میں ایسا ہی ہے

معلوم ہوا کہ معتزلہ کے بعض جہلاء نے وہی عقیدہ اختیار کیا جو آج غیر مقلدین کا ہے کہ مردہ میت کو بغیر روح عذاب ہوتا ہے اسکا رد کیا گیا

المعتزلہِ کی طرف انکار عذاب قبر ثابت نہیں ہے

کتاب فیض الباری علی صحیح البخاری میں محمد انور شاہ بن معظم شاہ الکشمیری الدیوبندی (المتوفى: 1353ھ) لکھتے ہیں

وما نُسب إلى المعتزلة أنهم يُنْكرون عذابَ القَبْر فلم يثبت عندي إلا عن بِشْر المَرِيسي وضرار بنِ عمرو. وبِشْرٌ كان يختلف إلى دَرْس أبي يوسف رحمه الله تعالى، فلما بلغه من شأن بِشْر قال: إني لأُصْلِبنَّك – وكان قاضيا – ففرَّ المَرِيسي خائفًا، ثُم رَجَعَ بعد وفاته. أما ضرارًا فلا أعْرف مَنْ هو.

اور **جو المعتزلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں تو یہ میرے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے** سوائے ضرار بن عمرو اور بشر المریسیؒ کے لئے — اور بشر المریسیؒ امام ابو یوسف سے درس میں اختلاف کرتا تھا پس جب انکو بشر کی حالت پتا چلی انہوں نے کہا میں تجھ کو صلیب دوں گا اور وہ قاضی تھے پس بشر المریسی فرار ہو گیا ڈر کر پھر پلٹا انکی وفات کے بعد — اور ضرار بن عمرو کو میں نہیں جانتا یہ کون ہے

امام بخاری اور عذاب قبر

فتح الباری شرح صحیح البخاری از احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی کے مطابق

لم يتعرض المصنف في الترجمة لكون عذاب القبر يقع على الروح فقط، أو عليها وعلى الجسد، وفيه خلاف شهير عند المتكلمين، وكأنه تركه لأن الأدلة التي يرضاها ليست قاطعة في أحد الأمرين، فلم يتقلد الحكم في ذلك، واكتفى بإثبات وجوده، خلافًا لمن نفاه مطلقًا من الخوارج، وبعض المعتزلة، كضرار بن عمرو وبِشر المريسي ومن وافقهما. وخالفهما في ذلك أكثر المعتزلة، وجميع أهل السُّنَّة وذهب بعض المعتزلة كالجبائيّ إلى أنه يقع على الكفار دون .وغيرهم، وأكثروا من الاحتجاج له المؤمنين، وبعض الأحاديث الآتية عليهم أيضًا.

مصنف امام بخاری نے یہاں ترجمہ میں اس پر زور نہیں دیا (یا ظاہر نہیں کیا) کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے یا روح پر اور جسم (دونوں) پر ہوتا ہے اور اس کے خلاف متکلمین میں بہت کچھ مشہور ہے اور گویا کہ (قصدا) انہوں نے ترک کیا کیونکہ دلائل جس سے راضی ہوں وہ قطعی نہیں تھے پس انہوں نے اس پر حکم نہیں باندھا اور صرف اثبات وجود (عذاب قبر) پر ہی اکتفا کیا ہے — یہ خلاف ہے اس نفی مطلق کے جو خوارج اور بعض المعتزلہ نے کی ہے جیسے ضرار بن عمرو اور بِشر المریسیؒ اور وہ جنھوں نے انکی دونوں کی موافقت کی اور اس کی (عذاب قبر کے انکار کی) اکثر المعتزلہ اور اہل سنت نے مخالفت کی اور اس سے الاحتجاج لینے والوں کی اکثریت ہے اور بعض المعتزلہ جیسے الجبائیؒ کہتے ہیں یہ (صرف) کفار کو ہو گا مومنوں پر نہیں اور بعض احادیث سے اس پر اخذ کیا ہے

یہ اقوال ثابت کرتے ہیں کہ تمام المعتزلہ عذاب قبر کے انکاری نہیں تھے بلکہ ایک دو ہی افراد تھے

الْمُعْتَزِلَة کا عقیدہ: الم وعذاب میت کو ہے

کتاب المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج از ابو زکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف النووی (المتوفی: 676ھ) میں ہے

أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّة إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ كَمَا ذَكَرْنَا خلَافًا لِلْخَوَارِجِ وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَة وَبَعْضُ الْمُرْجِئَة نَفَوْا ذَلِكَ ثُمَّ الْمُعَذَّبُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّة الْجَسَدُ بِعَيْنِه أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ إِعَادَة الرّوحِ إِلَيْهِ أَوْ إِلَى جُزْءٍ مِنْهُ وَخَالَفَ فيه مُحَمّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَعَبْدُ اللَّه بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إِعَادَةُ الروحِ قَالَ أَصْحَابُنَا هَذَا فَاسدٌ لأَنَّ الْأَلَمَ وَالْإِحْسَاسَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْحَيِّ

بے شک اہل سنت کا مذھب اثبات عذاب قبر ہے جیسا ہم نے ذکر کیا بر خوارج اور الْمُعْتَزِلَةِ کے بڑوں اور بعض الْمُرْجِئَةِ کے - یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں - پھر عذاب پانے والا اہل سنت میں پورا جسد ہے یا اس کا بعد جو پورے جسد یا اس کے اجزاء میں ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے بعض حصہ آعادہ روح کے امام ابن جریر طبری نے اور عبد اللہ بن کرام نے اور ایک گروہ نے اور کہا ہے عذاب کے لئے روح لوٹنا شرط نہیں ہے - ہمارے اصحاب (اہل سنت جواب میں) کہتے ہیں یہ (قول یا رائے) فاسد ہے کیونکہ الم و احساس زندہ کے لئے ہے

وہابی عالم عاصم القریوتی نے ۳۶ سال قبل لکھا تھا
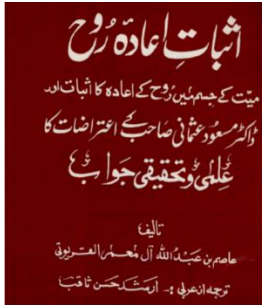
علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم شریف کی شرح ص۲۰۱ جلد۔۱۷ میں رقم طراز ہیں راو المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح اليه او الى جزء منه وخالف فى ذالك محمد بن جرير وعبد الله بن كرام وطائفة فقالوا لا يشترط اعادة الروح)

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک عذاب پورے یا بعض جسم کو ہوتا ہے جب کہ سارے جسم میں یا اس مخصوص حصے میں دوبارہ روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس میں محمد بن جریر، عبد اللہ بن کرام اور ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ روح کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔

سن ۱۹۸۴ میں شمارہ محدث میں مضمون روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں غیر مقلد عالم عبد الرحمان کیلانی نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کیا

جب ہم خود اس بات کے قائل ہیں کہ عذاب وثواب قبر کا بیشتر انحصار روح یا روح کے جسم پر ہوتا ہے۔ البتہ اس کی شدت سے کبھی کبھار قبر میں پڑا ہوا جسدِ عنصری بھی متاثر ہو جاتا ہے
یعنی عذاب قبر اصلا روح کو ہے جس کا اثر کبھی کبھار جسد عنصری پر ہوتا ہے

حیرت ہے کہ آج غیر مقلدین نے قریوتی اور کیلانی صاحب کا عقیدہ چھوڑ دیا ہے

ابو جابر دامانوی کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر تدفین سے پہلے شروع ہو جاتا ہے اعادہ روح سے بھی پہلے لہذا کتاب دین الخالص قسط اول و دوم میں لکھتے ہیں

۲۱۴

یہ آیت بھی وضاحت کرتی ہے کہ اخراج روح کے ساتھ ہی عذاب شروع ہو جاتا ہے اور یہ عذاب قبر کی ابتداء ہے اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ میت ابھی نزع کے عالم میں ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ تمام کاروائی لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق غیب سے ہے۔

غیر مقلدین ۳۰ سال پہلے عذاب قبر کی ابتداء حالت نزع سے بتاتے تھے یعنی اس کا آغاز قبر میں عود روح سے نہیں ہوتا

روح صرف چند سوالوں کے لئے اتی ہے دامانوی دین الخالص قسط دوم میں لکھتے ہیں

ہمارے نزدیک

مرنے کے بعد رُوح جنت یا جہنم میں چلی جاتی ہے اور قیامت تک وہیں رہتی ہے[1] اور جسدِ عنصری

---

[1] اب اس کی وضاحت موصوف کے ذمہ ہے کہ پھر اس برزخی جسم کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا آیا اسے فنا کر دیا جائے گا یا آئندہ کسی ضرورت کے لئے باقی رکھا جائے گا؟ اور جب موصوف کے نزدیک جسم کی کوئی اہمیت ہی نہیں تو ان کے لئے نئے اور پرانے جسم کی بحث ہی بیکار ہے۔

[2] البتہ قبض روح کے بعد جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو قبر کے سوال و جواب کے لئے اسے دوبارہ لوٹا دیا جاتا ہے۔

یہ کس حدیث میں ہے کہ روح واپس جسم سے نکال لی جاتی ہے؟ عود روح کی روایت جو شیعہ راویوں المنہال اور زاذان نے البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب کی ہے اس میں تو اس سے الٹ لکھا ہے اس کے مطابق روح جب بھی آسمان کی طرف جائے گی اس کو واپس زمین کی طرف پھینک دیا جائے گا- دامانوی کے مطابق روح پر عذاب قبر نہیں ہوتا اس پر عذاب جہنم ہوتا ہے دین الخالص قسط دوم میں لکھتے ہیں

ایک اور طرز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں چار چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جن میں سے دو چیزیں یہ ہیں۔ ۱؎ عذاب جہنم سے ۲؎ عذاب قبر سے۔ احادیث صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ مرنے کے بعد روح کو جنت یا جہنم میں داخل کر دیا جاتا ہے اور قیامت تک روح وہیں قیام پذیر رہتی ہے کافروں اور گناہ گاروں کی ارواح کو قیامت تک جہنم میں مبتلائے عذاب رکھا جاتا ہے (اسی طرح کی بعض احادیث کو پیش کر کے موصوف نے "برزخی قبر" ثابت کرنے کی بھی ناکام سعی کی ہے) دوسری چیز جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگا کرتے تھے وہ عذاب قبر ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ عذابِ قبر، عذاب جہنم سے الگ چیز ہے اگر عذاب جہنم اور عذاب قبر ایک ہی چیز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ان دونوں سے الگ الگ پناہ نہ مانگتے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی سے کہتے کہ تم بھی ان سے پناہ مانگا کرو۔ آپ ؐ نے ایک موقع پر ان قبروں پر کھڑے ہو کر جن میں مشرک مبتلائے عذاب تھے۔ صحابہ کرام رض سے فرمایا تھا کہ تم عذاب جہنم سے پناہ مانگا کرو۔ صحابہ کرام رض نے کہا ہم عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں پھر آپ ؐ نے صحابہ کرام رض سے دوبارہ فرمایا کہ تم عذاب قبر سے پناہ مانگو، انہوں نے کہا کہ ہم عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہیں لے ثابت ہوا کہ یہ دونوں عذاب الگ الگ ہیں۔

یہ بھی قیاس ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے

اسی کتاب میں دامانوی لکھتے ہیں

قبر کا عذاب اور جہنم کا عذاب دو الگ الگ چیزیں ہیں کیونکہ رُوح تو جہنم میں ہوتی ہے اور اسے عذابِ جہنم ہوتا ہے مگر میت کو رُوح کے تعلق سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے، اس کے بعد امام

یعنی روح جہنم میں ہی رہے گی اور جسد بلا روح کو عذاب ہو گا

کہتے ہیں

سانپ نکل گیا لکیر پیٹا کرو

اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے یہ کرامیہ کا عقیدہ ہے جو غیر مقلدین اختیار کر چکے ہیں

ابن خزیمہ اور عذاب قبر کا عقیدہ

محمد بن إسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري الشافعي المتوفی ۳۱۱ ہجری سن ۲۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے سترہ سال کی عمر کے پاس انہوں نے قتیبہ بن سعید سے قرآن سیکھنے کے لئے سفر کیا۔
کتاب طبقات الشافعية الكبرى از تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (المتوفى: 771هـ) کے مطابق ابن خزیمہ سے بخاری و مسلم نے بھی روایت لی جو صحیحین سے باہر کی کتب میں ہیں لکھتے ہیں

روى عَنهُ خلق من الْكِبَار مِنْهُم البخاري وَمُسلم خَارج الصَّحِيح
ابن خزیمہ سے کبار مثلا بخاری و مسلم نے صحیح سے باہر روایت لی
امام بخاری کی وفات ۲۵۶ ہجری میں ہوئی اس وقت ابن خزیمہ ۳۳ سال کے تھے۔ صحیح بخاری امام بخاری کی آخری تصنیف ہے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بخاری ان سے سنی گئی روایات اس میں ذکر کرتے۔ اس کے برعکس دوسری طرف عجیب بات ہے صحیح ابن خزیمہ میں امام بخاری سے کوئی روایت نہیں لی گئی۔ معلوم ہوتا ہے یار دوستوں نے ان کو کچھ زیادہ ہی بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ اس کی مثال ہے کہ ابن خزیمہ سے ایک قول منسوب ہے کہا جاتا ہے امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں

ما تحت أديم السماء أعلم بحديث رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، ولا أحفظ من محمد بن إسماعيل البخاري
آسمان کی چھت کے نیچے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محمد بن اسماعیل البخاری سے بڑھ کر علم رکھنے والا اور حفظ کرنے والا کوئی نہیں ۔
ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس علم کی جھلک صحیح ابن خزیمہ میں ہوتی لیکن امام بخاری سے صحیح ابن خزیمہ میں ایک بھی روایت نہیں ہے

المليباري كتاب عُلوم الحديث في ضوء تطبيقات المحدثين النقاد میں لکھتے ہیں

ولا ابن خزيمة يروي عن البخاري ولا عن مسلم
أور ابن خزيمة نے نہ امام بخاری سے روایت لی نہ امام مسلم سے
بحر الحال ابن خزیمہ نے کتاب التوحید لکھی جس میں جنت و جہنم کا انکار کرنے والے جہمیوں کا رد کیا اور چلتے چلتے عذاب قبر کا بھی ذکر چھڑ گیا یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو غیر مقلد عالم ابو جابر دامانوی نے دین الخا لص قسط دوم میں پیش کیا

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

[ر/٦٤٢-ح/٢٩٩-ش(٢/٨٧٩)-ز(٢/٧٤٤)-ي/٥٢٥]

بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ قَوْلَهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ لَيْسَ يَنْفِي أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحْيِي الْإِنْسَانَ أَكْثَرَ مِنْ مَرَّتَيْنِ.

عَلَى أَنَّ مَنِ ادَّعَى، مِمَّنْ أَنْكَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ، وَزَعَمَ أَنَّ اللهَ لَا يُحْيِي أَحَدًا فِي الْقَبْرِ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، احْتِجَاجًا بِقَوْلِهِ: **﴿رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾**[1]، وَهَذِهِ الْآيَةُ مِنَ الْجِنْسِ الَّتِي قَدْ أَعْلَمْتُ فِي مَوَاضِعَ مِنْ كُتُبِنَا فِي ذِكْرِ الْعَدَدِ الَّذِي لَا يَكُونُ نَفْيًا لِمَا زَادَ عَلَى ذَلِكَ الْعَدَدِ، فَافْهَمُوهُ لَا تُغَالِطُوا.

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: **﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ﴾**[2] فَقَدْ أَحْيَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذَا الْعَبْدَ مَرَّتَيْنِ قَبْلَ الْبَعْثِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَسَيَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهَذِهِ الْآيَةُ تُصَرِّحُ أَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ أَحْيَا هَذَا الْعَبْدَ مَرَّتَيْنِ، إِذْ قَدْ أَحْيَاهُ الْمَرَّةَ الثَّانِيَةَ بَعْدَ مُكْثِهِ مَيِّتًا مِائَةَ سَنَةٍ، وَسَيُحْيِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَبْعَثُهُ.

وَقَالَ جَلَّ وَعَلَا: **﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾**[1].

وَقَدْ كُنْتُ بَيَّنْتُ فِي كِتَابِي الْأَوَّلِ كِتَابِ [مَعَانِي الْقُرْآنِ]: أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ أَمْرُ تَكْوِينٍ، أَمَاتَهُمُ اللهُ بِقَوْلِهِ: **﴿مُوتُوا﴾**، لِأَنَّ سِيَاقَ الْآيَةِ دَالٌّ عَلَى أَنَّهُمْ مَاتُوا، وَالْإِحْيَاءُ إِنَّمَا كَانَ بَعْدَ الْإِمَاتَةِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ عَزَّ وَجَلَّ: **﴿ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾** دَالٌّ عَلَى أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا مَاتُوا، فَأَحْيَاهُمُ اللهُ بَعْدَ الْمَوْتِ، فَهَذِهِ الْجَمَاعَةُ قَدْ أَحْيَاهُمُ اللهُ مَرَّتَيْنِ قَبْلَ الْبَعْثِ، وَسَيَبْعَثُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْيَاءً، فَالْكِتَابُ دَالٌّ عَلَى أَنَّ اللهَ يُحْيِي هَذِهِ الْجَمَاعَةَ مَعَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ إِحْيَاءِ اللهِ إِيَّاهُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

لَوْ كَانَ كَمَا ادَّعَتْ هَؤُلَاءِ الْجَهَلَةُ: أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُحْيِي أَحَدًا فِي الْقَبْرِ قَبْلَ وَقْتِ الْبَعْثِ، فَكَيْفَ وَقَدْ ثَبَتَ فِي كِتَابِ اللهِ وَسُنَنِ نَبِيِّهِ ﷺ خِلَافَ دَعْوَاهُمُ الدَّاحِضَةِ، خَبَرَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَّ آلَ فِرْعَوْنَ يُعْرَضُونَ عَلَى النَّارِ غُدُوًّا وَعَشِيًّا، وَسِيَاقُ الْآيَةِ دَالٌّ عَلَى أَنَّ النَّارَ إِنَّمَا تُعْرَضُ عَلَيْهِمْ غُدُوًّا وَعَشِيًّا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمُحَالٌ أَنْ تُعْرَضَ النَّارُ عَلَى جَسَدٍ لَا رُوحَ فِيهِ، وَلَا يَعْلَمُ أَنَّ النَّارَ تُعْرَضُ عَلَيْهِ.

وَالنَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَخْبَرَ أَيْضًا: أَنَّ النَّارَ تُعْرَضُ عَلَى كُلِّ مَيِّتٍ إِذَا كَانَ مِنْ أَهْلِهَا ، كَذَلِكَ أَخْبَرَ: أَنَّ الْجَنَّةَ تُعْرَضُ عَلَى كُلِّ مَيِّتٍ غُدُوًّا وَعَشِيًّا إِذَا كَانَ مِنْ أَهْلِهَا.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "**إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالُوا: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى تُبْعَثَ إِلَيْهِ**".[1]

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَهَذَا الْخَبَرُ يُبَيِّنُ وَيُوَضِّحُ أَنَّ الْمَقْبُورَ يَحْيَا فِي قَبْرِهِ، وَيُبَيِّنُ وَيُوَضِّحُ أَيْضًا: أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ، لَا كَمَا ادَّعَتِ الْجَهْمِيَّةُ: أَنَّهُمَا لَمْ تُخْلَقَا بَعْدُ.

فَاسْمَعُوا خَبَرًا يَدُلُّ عَلَى مِثْلِ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْآيُ الَّتِي تَلَوْتُهَا، وَالْبَيَانَ: أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحْيِي الْمَقْبُورَ قَبْلَ الْبَعْثِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مِمَّا لَمْ أَكُنْ ذَكَرْتُهُ فِي أَبْوَابِ عَذَابِ الْقَبْرِ، إِذْ لَيْسَ فِي الْأَخْبَارِ الَّتِي أَذْكُرُهَا ذِكْرُ الْعَذَابِ، إِنَّمَا فِيهَا ذِكْرُ الْإِحْيَاءِ فِي الْقَبْرِ دُونَ ذِكْرِ الْعَذَابِ.

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "**مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ**".[1]

باب ہے اس دلیل کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا" سے اس بات کی نفی لازم نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دو مرتبہ سے زیادہ زندہ کرے۔

جو شخص عذابِ قبر کا انکار کرے اور وہ دعوٰی کرے کہ اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے کسی کو بھی قبر میں زندہ نہیں کرے گا اور دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرے۔

ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین۔	اے ہمارے رب تونے ہمیں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی۔

اسی طرح کی دیگر آیات جن میں دو زندگیوں کا تذکرہ ہے ان سے دو سے زیادہ زندگیوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ بس ان (دلائل) کو سمجھو اور مغالطہ نہ دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اوکالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال أنی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فأماتہ اللّٰہ مائۃ عام ثم بعثہ۔	یا جیسا کہ وہ شخص جو گذرا ایک بستی پر اور وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر وہ بولا کیونکر زندہ کریگا اسکو اللہ تعالیٰ اس کے مرے پیچھے پھر اسے موت دے دی اللہ نے سو سال تک پھر دوبارہ زندہ کردیا اسے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو قیامت سے پہلے دو مرتبہ زندہ فرمایا یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو دو مرتبہ زندہ کیا۔ دوسری مرتبہ تو اس

٢٣٦

وقت زندہ کیا جب کہ وہ پورے سو سال تک مردہ رہے۔ پھر قیامت کے دن تیسری مرتبہ انہیں زندہ کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللّٰہ موتوا ثم احیاھم	کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو نکل گئے تھے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں (کی تعداد میں) تھے۔ موت سے ڈر کر پھر کہا انہیں اللہ نے کہ مر جاؤ پھر زندہ کردیا ان کو۔

میں نے اپنی پہلی کتاب، کتاب معانی القرآن میں بیان کیا ہے کہ بے شک یہ حکم امرِ تکوین ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مار ڈالا تھا جیسا کہ موتوا کے الفاظ واضح کرتے ہیں کیونکہ آیت کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان پر موت طاری کردی گئی تھی۔ پھر ان کو زندہ، مرجانے کے بعد کیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثم احیاھم پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو (دوبارہ) زندہ کیا۔ یہ الفاظ اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ وہ سب مرچکے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کے بعد زندہ کیا۔ پس اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت سے پہلے دوسری مرتبہ زندہ کیا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو تیسری مرتبہ زندہ کرے گا۔ پس الکتاب اسی پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو تین مرتبہ زندہ کیا۔ ان جاہلوں کا یہ دعوی کہ "قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ قبر میں کسی کو زندہ نہ کرے گا" کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ کتاب اللہ اور سنن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے باطل دعوی کے خلاف بات ثابت ہو چکی ہے۔ اللہ نے خبر دی ہے کہ آلِ فرعون صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت سے پہلے صبح و شام ان پر آگ پیش کی جاتی ہے اور یہ بات ناممکن ہے کہ آگ روح کے بغیر صرف جسد پر پیش کی جائے۔ اور وہ (اللہ تعالیٰ) نہیں جانتا کہ آگ (فقط جسد) پر پیش کی جاتی ہے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آگ میت پر پیش کی جاتی ہے جبکہ وہ اس کا اہل ہو۔ اور اسی طرح آپ نے اطلاع دی ہے کہ جنت بھی میت پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے جب کہ وہ اس کا اہل ہو (یعنی جنتی ہو)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کا ٹھکانہ (جنت یا جہنم) اس پر صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جہنمی ہوتا ہے تو اس سے (فرشتے) کہتے ہیں کہ یہ تیری جگہ ہے۔ (جس کی طرف) تجھے (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔

امام ابو بکر ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے بہت سے طرق کتاب الجنائز کے عذاب القبر کے ابواب میں نقل کئے ہیں۔ یہ حدیث کھلے طور پر یہ وضاحت کرتی ہے کہ قبر والا اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور اسی طرح یہ وضاحت بھی کرتی ہے کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں وہ بات صحیح نہیں ہے جس کا دعوٰی جہمیہ نے کیا ہے کہ جنت اور جہنم ابھی پیدا نہیں ہوئی ہیں۔ سُن رکھو کہ یہ حدیث بھی: اسی طرح (جنت اور جہنم کے پیش کئے جانے پر) دلالت کرتی ہے جیسا کہ وہ آیت (جس میں آلِ فرعون کا ذکر ہے) دلالت کرتی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور اس تفصیل کو بھی "کہ اللہ تعالیٰ قبر والے کو قبر میں زندہ کرتا ہے" ہم نے عذاب قبر کے ابواب میں ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ وہ (احادیث) ان خبروں میں شامل نہیں ہیں جن میں عذاب کا ذکر ہو بلکہ ان احادیث میں عذاب کے بغیر فقط زندگی ہی کا تذکرہ موجود ہے (ان میں سے ایک حدیث یہ ہے) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں موسیٰؑ پر گذرا اور وہ (اس وقت) اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے"۔ (کتاب التوحید)۔

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

اہل حدیث جو سلف کو اپنا ہم عقائد بتاتے ہیں وہ یہاں دیکھ سکتے ہیں کہ ان کا عقیدہ کس حد تک ابن خزیمہ جیسا ہے- ابن خزیمہ کے بقول بغیر روح عذاب قبر نہیں ہوتا جبکہ اہل حدیث کا عقیدہ ہے عود روح صرف ایک دفعہ ہوتا ہے پھر روح کو جسد سے نکال لیا جاتا ہے- ابن خزیمہ کہتے ہیں قبر والا قبر میں زندہ ہوتا ہے جبکہ اہل حدیث کا عقیدہ ہے وہ میت ہے جو مردے کو کہتے ہیں

بحر الحال ہمارے نزدیک صحیح عقیدہ ہے کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد اب قیامت کے دن ہی آئی گی اور جسد مٹی میں تبدیل ہو جائے گا عذاب کا مقام البرزخ ہے نہ کہ ارضی قبر

شَرْحُ صَحِيح مُسْلِمِ للقَاضِى عِيَاض المُسَمَّى إِكمَالُ المُعْلِمِ بفَوَائِد مُسْلم از قاضی عیاض بن موسی (المتوفى: 544هـ) کے مطابق

وأن مذهب أهل السنة تصحيح هذه الأحاديث وإمرارها على وجهها؛ لصحة طرقها، وقبول السلف لها. خلافًا لجميع الخوارج، ومعظم المعتزلة، وبعض المرجئة؛ إذ لا استحالة فيها ولا رد للعقل، ولكن المعذب الجسد بعينه بعد صرف الروح إليه أو إلى جزء منه، خلافاً لمحمد بن جرير (3) وعبد الله بن كرام (4) ومن قال بقولهما؛ من أنه لا يشترط الحياة؛ إذ لا يصح الحس والألم واللذة إلا من حى

اور اہل سنت کا مذھب ان احادیث کی تصحیح ہے اور اس کو ظاہر پر منظور کرتے ہیں اس سے صحیح طرق کی وجہ سے اور سلف کے قبول کی وجہ سے اور خلاف ہے یہ تمام خوارج اور المعتزلہ کے بڑوں اور المرجىۃ کے –کیونکہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں اور عقل کا رد نہیں ہے بلکہ جسد جیسا ہے اس کی طرف روح لانے پر یا اس کے اجزاء پر عذاب ہے اور یہ خلاف ہے امام طبری اور عبد اللہ بن کرام کے **اور وہ جس نے اس جیسا قول کہا کہ عذاب کی شرط زندگی نہیں ہے –کیونکہ اگر حس صحیح نہیں تو الم و لذت تو نہیں ہے سوائے زندہ کے لئے**

کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں العینی لکھتے ہیں

وَقَالَ الصَّالِحِي من الْمُعْتَزلَة وَابْن جرير الطَّبَرِيّ وَطَائِفَة من الْمُتَكَلِّمين يجوز التعذيب على الْمَوْتَى من غير إحْيَاء وَهَذَا خُرُوج عَن الْمَعْقُول لِأَن الجماد لَا حس لَهُ فَكيف يتَصَوَّر تعذيبه

اور (ابو حسین محمد بن مسلم) الصَّالِحِي (مصنف کتاب الْإِدْرَاك) نے الْمُعْتَزلَة میں سے اور امام طبری نے **اور متکمین کے ایک گروہ نے جائز کیا ہے کہ بغیر زندگی کے مردوں پر عذاب ہو اور یہ عقل سے عاری بات ہے کیونکہ جمادات میں حس نہیں ہوتی تو پھر عذاب کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے**

علامہ عینی کے قول سے ثابت ہے جسد بلا روح پر عذاب الْمُعْتَزِلَة کا عقیدہ تھا جس کو غیر مقلدین اختیار کر چکے ہیں

کتاب التذکرۃ بأحوال الموتی وأمور الآخرۃ از القرطبی (المتوفی: 671ھ) کے مطابق

وقال الأكثرون من المعتزلة: لا يجوز تسمية ملائكة الله تعالى بمنكر ونكير، وإنما المنكر ما يبدو من تلجلجه إذا سئل، وتقريع الملكين له هو النكير، وقال صالح: عذاب القبر جائز، وأنه يجري على الموتى من غير رد الأرواح إلى الأجساد، وأن الميت يجوز أن يألم ويحس ويعلم. وهذا مذهب جماعة من الكرامية. وقال بعض المعتزلة: إن الله يعذب الموتى في قبورهم، ويحدث فيهم الآلآم وهم لا يشعرون، فإذا حشروا وجدوا تلك الآلام. وزعموا أن سبيل المعذبين من الموتى، كسبيل السكران أو المغشى عليه، لو ضربوا لم يجدوا الآلام، فإذا عاد إليهم العقل وجدوا تلك الآلام، وأما الباقون من المعتزلة. مثل ضرار بن عمرو وبشر المريسي ويحيى بن كامل وغيرهم، فإنهم أنكروا عذاب القبر أصلاً، وقالوا: إن من مات فهو ميت في قبره إلى يوم البعث وهذه أقوال كلها فاسدة تردها الأخبار الثابتة وفي التنزيل: {النار يعرضون عليها غدواً وعشياً} . وسيأتي من الأخبار مزيد بيان، وبالله التوفيق والعصمة والله أعلم.

اور المعتزلۃ میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ اللہ کے فرشتوں کو منکر نکیر نہیں کہنا چاہیے اور صالح نے کہا عذاب قبر جائز ہے اور یہ مردوں پر ہوتا ہے روحیں لوٹائے بغیر اور میت کے لئے جائز ہے کہ وہ الم کا احساس کرے اور جانتی ہو اور یہ مذہب کرامیہ کی ایک جماعت کا ہے – اور بعض المعتزلۃ نے کہا اللہ مردوں کو قبروں میں عذاب کرتا ہے اور ان پر الم اتا ہے اور وہ اس کا شعور نہیں کرتے لیکن جب حشر ہو گا ان کو اس کا احساس ہو گا اور انہوں نے دعوی کیا کہ مردوں میں عذاب پانے والے ایک بے ہوش اور غشی والے شخص کی طرح ہیں اس پر ضرب لگاو تو اس کو احساس نہیں ہوتا لیکن جب عقل اتی ہے تو اس کو احساس ہوتا ہے اور المعتزلۃ میں باقی کہتے ہیں مثلا ضرار اور بشر اور یحییٰ اور دیگر یہ وہ ہیں جنہوں نے اصلا عذاب کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں جو مرا وہ میت ہے اپنی قبر میں قیامت تک کے لئے اور یہ تمام اقوال فاسد ہیں جو رد ہوتے ہیں ثابت خبروں سے اور قرآن میں ہے ال فرعون اگ پر پیش کیے جاتے ہیں

قرطبی کے بقول بعض المعتزلۃ اور کرامیہ کا عقیدہ ایک تھا کہ میت بلا روح عذاب سہتی ہے جو آج کل کے غیر مقلدین کا عقیدہ ہے

الإعلام بفوائد عمدۃ الأحکام ابن الملقن الشافعی المصری (المتوفی: 804ھ) کے مطابق

وقال بعضهم: عذاب القبر جائز وأنه يجري على [الموتى] من غير رد أرواحهم إلى أجسادهم وأن الميت يجوز أن يألم ويحس وهذا مذهب جماعة من الكرامية. وقال بعض المعتزلة: إن الله يعذب [الموتى] في قبورهم ويحدث فيهم الآلام وهم لا يشعرون فإذا حشروا وجدو تلك الآلام، كالسكران والمغشي عليه، لو ضربوا لم يجدوا ألمًا فإذا عاد عقلهم إليهم وجدوا تلك الآلام. وأما الباقون سنن المعتزلة مثل ضرار بن [عمرو] وبشر المريسي ويحيى بن أبي كامل وغيرهم: فإنهم أنكروا عذاب القبر أصلًا. وهذه أقوال كلها فاسدة تردها الأحاديث الثابتة، والله الموفق. وإلى الإنكار أيضًا ذهبت الخوارج وبعض المرجئة. ثم المعذب عند أهل السنة: الجسد بعينه أو بعضه بعد إعادة الروح إليه [أو] إلى جزء منه، وخالف في ذلك محمد بن [حزم] وابن كرام وطائفة، فقالوا: لا يشترط إعادة الروح، وهو فاسد توضحه الرواية السالفة (سمع صوت إنسانين يعذبان) فإن الصوت لا يكون [إلَّا] من جسم حي أجوف

اور بعض کہتے ہیں عذاب قبر جائز ہے اور یہ مردوں کو ہوتا ہے روح لوٹائے بغیر اور یہ میت کے لئے جائز ہے کہ احساس الم کرے اور یہ کرامیہ کی جماعت کا مذہب ہے اور بعض المعتزلة کہتے ہیں اللہ مردوں کو قبروں میں عذاب کرتا ہے اور ان پر الم ہوتا ہے لیکن انکو اسکا شعور نہیں ہے پس جب حشر ہو گا انکو یہ الم مل جائے گا۔ (مردوں کی کیفیت ایسی ہے) جیسے غشی ہوتی ہے کہ انکو مارو تو انکو الم نہیں ملتا پس جب عقل واپس اتی ہے انکو الم ملتا ہے-اور باقی المعتزلة مثلا ضرار بن [عمرو] وبشر المریسی ویحیٰی بن ابی کامل وغیرہم تو یہ سب اصلا عذاب کا انکار کرتے ہیں -اور یہ تمام اقوال فاسد ہیں جن کا رد ثابت حدیثوں سے ہوتا ہے اللہ توفیق دینے والا ہے اور اسی انکار کی طرف خوارج اور بعض المرجیۃ کا مذہب ہے- پھر معذب اہل سنت کے نزدیک جسد اور اس کے جیسا ہے روح لوٹانے پر یا اجزاء پر اور اسکی مخالفت کی ہے ابن حزم نے ابن کرام نے اور ایک گروہ نے اور کہا کہ اعادہ روح اس کی شرط نہیں ہے اور یہ فاسد ہے انکی وضاحت ہوتی ہے پچھلی حدیثوں سے (دو انسانوں کی آواز سنی جن کو عذاب ہو رہا تھا) کیونکہ آواز نہیں ہے الا جسم زندہ ہو (مٹی سے) خالی ہو ابن ملقن کے بقول عذاب اہل سنت میں حی یا زندہ کے لئے ہے جس کے جسم میں مٹی نہ ہو اور کرامیہ کا مذہب ہے کہ یہ لاش کو بلا روح ہوتا ہے

اہل سنت کی عقیدہ عذاب قبر میں دو آراء

العرف الشذی شرح سنن الترمذی از المؤلف: محمد انور شاہ بن معظم شاہ الکشمیری الہندی (المتوفى: 1353ھ-)

ونسب إلى المعتزلة أنهم ينكرون عذاب القبر، ويرد عليه أن المعتزلة المختار عدم إكفارهم، وإذا كانوا أنكروا عذاب القبر فكيف يكونوا أهل القبلة؟ أقول: يقال أولاً: لعل التواتر نظري، وثانياً: أنه لم ينكر أحد منهم إلا ضرار بن عمرو وبشر المريسي، وإني في هذا أيضاً متردد ما لم ير عبارتهما. ثم لأهل السنة

قولان؛ قيل: إن العذاب للروح فقط، وقيل: للروح والجسد والمشهور الثاني، اختاره أكثر شارحي الهداية وهو المختار

اور المعتزلۃ سے عذاب قبر کا انکار منسوب کیا جاتا ہے اور اس کا رد کیا جاتا ہے کہ المعتزلۃ جو مختار تھے کہ وہ عذاب قبر کا کفر کرتے ہیں اور اگر وہ عذاب قبر کے انکاری ہیں تو انکو اہل قبلہ کیسے لیں؟ میں کہتا ہوں پہلی بات تواتر نظری ہے اور دوسری اس کا انکار صرف ضرار بن عمرو وبشر المریسی نے کیا ہے اور میں خود متردد ہوں کیونکہ میں نے اس پر انکی کوئی عبارت اس پر نہیں پائی **پھر خود اہل سنت میں عذاب قبر پر دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ صرف روح کو ہوتا ہے دوسرا یہ کہ یہ جسم و روح کو ہوتا ہے** اور دوسرا مشہور ہے اس کو الہدایۃ کے اکثر شارحین نے لیا ہے اور یہ مختار ہے

امام الأشعری (المتوفی: 324ھ) اپنی کتاب مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين میں مسلمانوں کے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

واختلفوا فی عذاب القبر: فمنهم من نفاه وهم المعتزلة والخوارج، ومنهم من إثبته وهم أكثر أهل الإسلام، ومنهم من زعم إن الله ينعم الأرواح ويؤلمها فأما الأجساد التی فی قبورهم فلا يصل ذلك إليها وهی فی القبور

اور عذاب القبر میں انہوں نے اختلاف کیا: پس ان میں سے بعض نے نفی کی اور یہ المعتزلۃ اور الخوارج ہیں —اور ان میں سے **کچھ نے اثبات کیا ہے اور یہ اکثر اہل اسلام ہیں اور ان میں سے بعض نے دعوی کیا ہے کہ یہ صرف روح کو ہوتا ہے اور جسموں کو جو قبروں میں ہیں ان تک نہیں پہنچتا**

کتاب إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری از المؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلانی القتيبی المصری، أبو العباس، شهاب الدين (المتوفی: 923ھ) کے مطابق بھی بعض ۹۲۳ھ میں کہہ رہے تھے کہ یہ صرف روح کا سننا ہے

إما بآذان رؤوسهم، كما هو قول الجمهور، أو بآذان الروح فقط، والمعتمد قول الجمهور، لأنه: لو كان العذاب على الروح فقط، لم يكن للقبر بذلك اختصاص، وقد قال قتادة، كما عند المؤلّف في غزوة بدر: أحياهم الله تعالى حتى أسمعهم توبيخًا أو نقمة.

اور سروں میں موجود کان ہیں وہ سنتے ہیں یہ جمہور کہتے ہیں یا پھر فقط روح کے کان ہیں اور معتمد جمہور کا قول ہے کیونکہ عذاب اگر صرف روح کو ہو تو قبر کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور قتادہ نے غزوہ بدر کے لئے کہا کہ ان مشرکین کو زندہ کیا توبیخ کے لئے

یعنی قسطلانی نے ایک معجزہ کو معمول سمجھ لیا جبکہ امت میں صرف روح پر عذاب کی رائے بھی چلی آ رہی ہے

لہٰذا اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے جس کا ذکر سلف کرتے ہیں لیکن یہ قول کہ یہ صرف جسد کو بلا روح ہوتا ہے عبد اللہ بن کرام کے فرقہ کرامیہ اور الْمُعْتَزِلَة میں الصالحہ کا تھا

أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ) کتاب الإمتاع بالأربعين المتباينة السماع / ويليه أسئلة من خط الشيخ العسقلاني میں لکھتے ہیں

أما روح الْمَيِّت ففارقت جسده فراقا كليا لَكِن يبْقى لَهَا بِهِ اتِّصَال مَا بِهِ يَقع إِدْرَاك لبدن الْمُؤمن التَّنْعِيم وَإِدْرَاك الْكَافِر التعذيب لِأَن النَّعيم يَقع لروح هَذَا وَالْعَذَاب يَقع لروح هَذَا وَيدْرك ذَلِك الْبدن على مَا هُوَ الْمَذْهَب الْمُرَجح عِنْد أهل السّنة فَهُوَ أَن النَّعيم وَالْعَذَاب فِي البرزخ يَقع على الرّوح والجسد وَذهب فريق مِنْهُم على أَنه يَقع على الرّوح فَقَط فقد وَردت آثَار كتبت فِي منامات عديدة تبلغ التَّوَاتُر الْمَعْنَوِيّ فِي تَقْوِيَة الْمَذْهَب الرَّاجِح أورد مِنْهَا الْكثير أَبُو بكر بن أبي الدُّنْيَا فِي كتاب الْقُبُور وَأَبُو عَبْد اللَّهِ بْن مَنْدَه فِي كتاب الرّوح وَذكر الْكثير مِنْهَا ابْن عبد الْبر فِي الاستذكار وَعبد الْحق فِي الْعَاقِبَة وَغَيرهم وَهِي إِن كَانَت لَا تنهض للحجة لَكِنَّهَا مِمَّا تصلح أَن يرجح بِهِ وَإِذا تقرر ذَلِك فَمن قَالَ إِن النَّعيم أَو الْعَذَاب يَقع على الرّوح وَالْبدن مَعًا يَقُول إِن الْمَيِّت يعرف من يزوره وَيسمع من يقْرَأ عِنْده إِذْ لَا مَانع من ذَلِك وَمن قَالَ إِن النَّعيم أَو الْعَذَاب يَقع على الرّوح فَقَط وَلَا يمْنَع ذَلِك أَيْضا إِلَّا من زعم مِنْهُم أَن الْأَرْوَاح المعذبة مَشْغُولَة بِمَا فِيهِ والأرواح المنعمة مَشْغُولَة بِمَا فِيهِ فقد ذهب إِلَى ذَلِك طوائف من النَّاس **وَالْمَشْهُور خِلَافه وَسَنَذكر فِي السُّؤَال الرَّابِع أَشْيَاء تقَوِّي الْمَذْهَب الرَّاجِح وَالله الْمُوفق**

پس جہاں تک میت کی روح کا تعلق ہے تو وہ کلی طور پر جسم سے الگ ہو جاتی ہے لیکن اس کا جسم سے کنکشن باقی رہ جاتا ہے جس سے اگر مومن ہو تو راحت کا احساس ہوتا ہے اور کافر کو عذاب کا ادرک ہوتا ہے کیونکہ بے شک راحت روح کو ہوتی ہے اور عذاب بھی روح کو ہوتا ہے اور بدن اس کا ادرک کرتا ہے جو مذھب راجح ہے اہل سنت کے ہاں کہ عذاب و راحت البرزخ میں روح کو اور جسد کو ہوتا ہے اور ایک فریق کا مذھب ہے کہ صرف روح کو ہوتا ہے لیکن مذھب راجح کو تقویت ملتی ہے ان سے جو نیند کے حوالے سے تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور کچھ روایات جن کو ابن ابی دنیا نے کتاب اثار القبور میں اور ابو عبداللہ ابن مندہ نے کتاب الروح میں اور ان میں سے بہت سوں کو ابن عبد البر نے میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ … بے شک عذاب و الاستذکار میں اور عبد الحق نے کتاب الْعَاقِبَة

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

راحت روح اور اس کے ساتھ بدن کو ہوتا ہے کہا ہے کہ بے شک میت اپنے زائر کو جانتی ہے اور اپنے پاس قرات سنتی ہے اور اسمیں کچھ مانع نہیں ہے اور جس نے کہا یہ کہ صرف روح کو عذاب و راحت ہوتی ہے تو اس کو ماننے میں بھی کچھ مانع نہیں سوائے اس کے کہ ارواح عذاب میں ہیں اور یا راحت میں مشغول ہیں اور اس طرف ایک خلقت کا مذھب ہے اور مشھور اس کے خلاف ہے

راجح مذھب کس طرح کی کمزور روایات کے بل پر کھڑا کیا گیا ہے اپ دیکھ سکتے ہیں ابن ابی الدنیا اور کتاب الْعَاقِبَۃِ الاستذکار وغیرہ . راجح مذھب اصل میں کمزور روایات کے بل پر گھڑا گیا ہے اور اسی عینک سے صحیح روایات کی غلط تعبیر کی گئی ہے

ابن حزم کے خلاف

امام الأشعري (المتوفى: 324) کی تحریر سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ اہل اسلام میں صرف روح کو عذاب کے قائلین رہے ہیں - ابن حزم (المتوفى: 456) صرف روح پر عذاب کے قائل تھے - لیکن ابن تیمیہ نے اس موقف کو رد کیا اور یہ نظریہ پھیلایا کہ روح پر عذاب کے قائلین گمراہ ہیں

ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے کہا

من يَقُول إِن النَّعيم وَالْعَذَاب لَا يكون إِلَّا على الرّوح وان الْبدن لَا ينعم وَلَا يعذب وَهَذَا تَقوله الفلاسفة المنكرون لِمَعَاد الْأَبدَان وَهَؤُلَاء كفار بِإِجْمَاع الْمُسلمين

جو یہ کہے کہ راحت و عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور بدن کو نہیں ہوتا تو یہ قول جسموں کے معاد کے انکاری فلسفیوں کا ہے اور یہ سارے مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں

حاملین عقیدہ عود روح کے مطاق روح کے جسد میں عود کرنے پر بھی اس کو حیات نہیں کہا جائے گا

ابن تیمیہ فتویٰ میں لکھتے ہیں مجموع الفتاوی جلد ٤ صفحہ ٢٧٥ پر

فَالرُّوحُ تَتَّصِلُ بِالْبَدَنِ مَتَى شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَتُفَارِقُهُ مَتَى شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يتوقت ذَلِكَ بِمَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ

پس روح بدن سے متصل ہوتی ہے جب بھی اللہ چاہتا ہے اور علیحدہ ہوتی ہے جب اللہ چاہتا ہے اور ایسا ہونا ایک سے دو بارپر مقید نہیں

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر میں ابن حزم کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں

اگر کوئی فلسفی کہے کہ قرآن و حدیث میں قبر کا لفظ استعمال کر کے اس سے عالم برزخ کی قبر مراد لی گئی ہے کیونکہ جب اس گڑھے میں کچھ نظر ہی نہیں آتا تو کیسے مان لیا جائے کہ عذاب وراحت اسی قبر میں ہوتا ہے۔ کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مردہ بوسیدہ ہوتا چلا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ زمین اس کے جسم کو کھا جاتی ہے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں اور زمین میں مل جاتی ہیں (جیسا کہ اوپر کی حدیث میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے) تو اس سے کہا جائے گا کہ قرآن کریم معموں اور پہیلیوں کی زبان میں نازل نہیں ہوا بلکہ صاف اور عام فہم فصیح عربیمبین میں نازل ہوا ہے جس کو ایک عام عرب اپنی زبان کے معروف محاورے کے مطابق سمجھ سکے

ابن تیمیہ اور انکے خوچہ چیں ابو جابر دامانوی دونوں نے ابن حزم کی اس رائے کو فلسفیوں کی رائے قرار دیا ہے حالانکہ ابن حزم اپنی دلیل میں قرآن و حدیث پیش کر رہے ہیں

شیعہ عقیدہ اور اہل حدیث

دامانوی صاحب کتاب عذاب قبر کا بیان میں لکھتے ہیں کہ

لیکن حدیث کی کسی کتاب میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ قبر برزخ میں ہوتی ہے۔ البتہ شیعوں کی کتب میں ایسی روایت موجود ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر برزخ میں ہوتی ہے، چنانچہ ابن بابویہ قمی، عمران بن زید سے اور وہ ابوعبداللہ جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم ہمارے تمام شیعہ جنت میں ہیں۔'' لیکن قسم ہے اللہ کی کہ میں برزخ سے ڈرتا ہوں تمہارے حال پر، میں نے کہا کہ برزخ کیا ہے؟ فرمایا: ''قبر، تم میں سے کسی کے مرنے کے وقت سے روز قیامت تک (کا وقفہ)''
(تحفۂ اثناعشریہ: ص ۱۴۹)
معلوم ہوا کہ ''برزخی قبر'' کا تصور ملت جعفریہ میں پایا جاتا ہے اور وہاں سے اسے اسمگل کر کے امت مسلمہ میں پھیلایا جا رہا ہے اور اسی نظریہ کو نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا جا رہا ہے۔ غور کیجئے کہ شیعیت کے لئے کیسے کیسے ہاتھ کام کر رہے ہیں؟ فاعتبروا یا اولوا الابصار!

یہ بھی عجب تماشہ ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے -

یہی تو موصوف کا نظریہ ہے کہ قبر کی کیفیت.برزخ ہے

شیعہ عالم الدکتور اِحمد فتح اللہ اپنی کتاب معجم اِلفاظ الفقہ الجعفری-ص 282 پر تعریف لکھتے ہیں

عالم البرزخ : القبر

اور قبر کی وضاحت کرتے ہیں

القبر : الحفرة التي يدفن فيها الميت

القبر : گڑھا جس میں میت کو دفن کرتے ہیں

یعنی الفقہ الجعفري میں عالم البرزخ سے مراد یہی زمینی قبر ہے

مزید براں الکافی کی یہ دو روایت موصوف کے عقیدہ کی تائید میں پیش خدمت ہیں

الكافي -الكليني - ج 3 - ص -236 237

محمد بن يحيى ، عن أحمد بن محمد بن عيسى ، عن الحسن بن علي ، عن غالب بن عثمان ، عن بشير الدهان ، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال يجيئ الملكان منكر ونكير إلى الميت حين يدفن أصواتهما كالرعد القاصف وأبصارهما كالبرق الخاطف يخطان الأرض بأنيابهما ويطأن في شعورهما فيسألان الميت من ربك ؟ وما دينك ؟ قال : فإذا كان مؤمنا قال : الله ربي وديني الاسلام ، فيقولان له : ما تقول في هذا الرجل الذي خرج بين ظهرانيكم ؟ فيقول : أعن محمد رسول الله (صلى الله عليه وآله) تسألاني فيقولان له : تشهد أنه رسول الله ، فيقول : أشهد أنه رسول الله فيقولان له : نم نومة لا حلم فيها ويفسح له في قبره تسعة أذرع ويفتح له باب إلى الجنة ويرى مقعده فيها .وإذا كان الرجل كافرا دخلا عليه وأقيم الشيطان بين يديه ، عيناه من نحاس فيقولان له : من ربك ؟ وما دينك ؟ وما تقول في هذا الرجل الذي قد خرج من بين ظهرانيكم ؟ فيقول : لا أدري فيخليان بينه وبين الشيطان فيسلط عليه في قبره تسعة وتسعين تنينا لو أن تنينا واحدا منها نفخ في الأرض ما أنبتت شجرا أبدا ويفتح له باب إلى النار ويرى مقعده فيها

دوسری روایت میں ہے کہ

الكافي - الكليني - ج 3 - ص 239 - 240

محمد بن يحيى ، عن أحمد بن محمد بن عيسى ، عن الحسين بن سعيد ، عن القاسم ابن محمد ، عن علي بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال...

قال : فيقعدانه ويلقيان فيه الروح إلى حقويه فيقولان له : من ربك ؟ فيتلجلج ويقول : قد سمعت الناس يقولون ، فيقولان له : لا دريت ويقولان له:

ما دينك ؟ فيتلجلج ، فيقولان له : لا دريت ، ويقولان له : من نبيك ؟ فيقول : قد سمعت الناس يقولون ، فيقولان له : لا دريت ويسأل عن إمام زمانه ، قال : فينادي مناد من السماء : كذب عبدي افرشوا له في قبره من النار وألبسوه من ثياب النار وافتحوا له بابا إلى النار حتى يأتينا وما عندنا شر له ، فيضربانه بمرزبة ثلاث ضربات ليس منها ضربة إلا يتطاير قبره نارا لو ضرب بتلك المرزبة جبال تهامة لكانت رميما

شیعوں کے نزدیک روح قبر میں جسد میں لوٹائی جاتی ہے اور سوال جواب ہوتا ہے اور عذاب کے لئے ننانوے اژدہے مسلط کیے جاتے ہیں آگ کا فرش بچھایا جاتا ہے اور اسی ضرب لگائی جاتی ہے کہ اگر تہامہ کے پہاڑ پر لگے تو مٹی ہو جائے

الغرض اسی عقیدہ کا پرچار یہ لوگ زاذان کی روایت سے کر رہے ہیں

خوارج اور غیر مقلدین

ابو جابر دامانوی نے خوارج کے انکار عذاب قبر کا حوالہ دیا ہے۔ اطلاعا عرض ہے کہ اس میں خوارج مختلف الخیال ہیں اکثر کی رائے میں عذاب کفار و منافق پر ہوتا ہے ایمان والوں کے لئے وہ اس کو جزم سے بیان نہیں کرتے

یہاں ہم ایک خارجی عالم ناصر بن إبي نبهان الأباضي المتوفى ۱۲۶۳ کی رائے پیش کرتے ہیں

إن الله قادر أن يخلق له نوع حياة، يجوز بها ما يدرك الألم والتنعيم، من غير إعادة الروح إليه لئلا يحتاج إلى نزع حياة جديدة، ويجوز بإعادة الحياة دون إعادة الروح

اور بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ایک نوع کی حیات (مردوں میں) پیدا کر دے جس سے ان کو الم و راحت کا ادراک ہو بغیر روح لوٹائے کیونکہ اس کو اس نئی حیات کی ضرورت ہے اور جائز ہے کہ حیات کا لوٹنا ہو بغیر إعادۃ روح کے

بحوالہ آراء الشيخ ابن أبي نبهان فی قاموس الشریعۃ

ان کا ترجمہ یہاں دیکھ سکتے ہیں

https://ar.wikipedia.org/wiki/ناصر_بن_جاعد_الخروصي#.D9.85.D8.A4.D9.84.D9.81.D8.A7.D8.AA.D9.87

یہ رائے آج سے ۱۷۴ سال پہلے خوارج کے ایک عالم پیش کر چکے تھے۔ سن ۲۰۰۰ ع سے اس کی تبلیغ فرقہ غیر مقلدین کر رہے ہیں

ہماری اہل سنت کی کتب میں یہ بات مشہور ہے کہ خوارج عذاب قبر کے انکاری ہیں – لیکن خوارج کا سب سے بڑا فرقہ عذاب قبر کا اقرار کرتا ہے- فرق صرف یہ ہے کہ یہ اس کو کفار کے لئے خاص کرتے ہیں اور اہل ایمان پر عذاب قبر کا مطلق اقرار نہیں کرتے - یہ بات کہ خوارج عذاب قبر کے انکاری ہیں امام الاشعری نے مقالات الاسلامیین میں کہی ہے اس کے بعد انہی کے حوالے سے علمائے اہل سنت نے اس کو نقل کیا ہے

خارجی عالم نور الدين السالمي کتاب مشارق أنوار العقول جـ2 ص105 میں لکھتے ہیں

ومن تعميم أبي الحسن الأشعري على كل الخوارج أنهم لا يقولون بعذاب القبر ، مع أن الإباضية الذين عدهم الأشعري من الخوارج يثبتون عذاب القبر

اور جو ابی حسن الأشعري کی (خوارج کے حوالے سے) عامیانہ باتیں (گردش میں) ہیں ان میں ہے کہ تمام ہی خوارج کا قول عذاب قبر کے نہ ماننے پر ہے ، ساتھ ہی الإباضية کو الأشعري نے خوارج میں شمار کیا ہے جو عذاب قبر کا اثبات کرتے ہیں

کتاب الْجَامعُ الصَّحيحُ مسند الإمام الربيع بن حبيب از الربيع بن حبيب بن عمر الأزدي البصري (المتوفى حوالي سنة: 170هـ) ترتيب: أبي يعقوب يوسف بن إبراهيم الوارجلاني (المتوفى سنة: 570هـ) الناشر: دار الفتح للطباعة والنشر، بيروت، ومكتبة الاستقامة، روي، مسقط- سلطنة عمان کے مطابق

قَالَ الرَّبِيعُ: وَكَانَ جَابِرٌ مِمَّنْ يُثْبِتُ عَذَابَ الْقَبْرِ

الرَّبِيعُ نے کہا کہ جابر بن زید عذاب قبر کا اثبات کرتے تھے

جابر بن زید بصری خوارج کے خلیفہ کی حیثیت رکھتے تھے ابن عباس کے شاگرد تھے

اسی طرح خوارج کی کتاب مسند الإمام الربیع بن حبیب کا وہی درجہ ہے جو اہل سنت میں صحیح البخاری کا ہے اور اس میں کئی روایات میں سورج گرہن والی روایت ہے جس میں عذاب قبر کا ذکر ہے- اسی طرح نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ پر انکی کتب میں اس کا ذکر ہے- خارجیوں کی کتاب حاشية الترتيب لأبي ستة کے مطابق

وقد اشتهر من رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن السلف الصالحين الاستعاذة بالله من عذاب القبر، فالتصديق به ممكن

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگنا مشہور ہے پس اس کی تصدیق ممکن ہے

کتاب شرح الجامع الصحیح مسند الاِمام الربیع بن حبیب الفراہیدی کے مطابق خارجی عالم لکھتے ہیں

وقال لولا أن لا تدافنوا لدعوات الله أنَّ يسمعكم عذاب القبر وقد سمعه بعض الخواص بل وبعض العوام على ما ذكر وقد أنكره العلامة الصبحي وقال لعلَّ ذلك أصوات الجن بناء على إنكار عذاب القبر ولا سبيل إلى إنكاره والعلم عند الله تعالى.

اور کہا اگر یہ نہ ہوتا کہ تم دفن نہ کرو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تم کو سنا دے جو میں سنتا ہوں اور بعض خواص نے سنا بلکہ بعض عوام نے بھی سنا اور اس کا انکار علامہ الصبحی نے کیا اور کہا ہو سکتا ہے یہ جن کی آواز ہو عذاب قبر سے انکار کی بنیاد پر اور اس انکار میں ان کے پاس سبیل نہیں ہے اور علم اللہ کے پاس ہے

یعنی تمام خوارج عذاب قبر کے انکاری نہیں ہیں بلکہ چند علماء تھے - عصر حاضر کے خارجی عالم اِحمد بن حمد الخلیلی سے سوال ہوا

ما القول في عذاب القبر وقول الإمام الربيع فيه ؟
على أي حال؛ الإمام الربيع كغيره من أئمة السلف يثبتون عذاب القبر، هذا هو المروي عن الصحابة وعن التابعين، وإشارات من القرآن الكريم تدل على ذلك فإن الله-تبارك وتعالى-يقول: { النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوّاً وَعَشِيّاً وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ } [سورة غافر، الآية:46]، هذه الآية فيها إشارة إلى عذاب القبر، وهناك إشارات متعددة من آيات أخرى بجانب الأحاديث الكثيرة التي قالوا بأنها متواترة المعنى وهي تدل على أن الكافر والفاسق يعذبان في قبريهما والعياذ بالله.

آپ عذاب قبر پر کیا کہتے ہیں اور امام الربیع نے کیا کہا ہے؟

ہر حال میں امام الربیع نے ائمہ سلف ہی کی طرح عذاب قبر کا اثبات کیا ہے جو صحابہ اور تابعین سے مروی ہے اور اس پر قرآن میں اشارت ہیں

یاد رہے کہ اس جواب میں ائمہ سلف سے مراد خارجی علماء ہیں

تصوف کی جڑ–حیات فی القبر

ابراہیمی ادیان میں تصوف کی جڑ حیات فی القبر ہے – قبر سے فیض لینا پریکٹیکل تصوف ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب صاحب سلوک اس کی منازل طے کرے اور نیکوکار ہو لہذا تصوف کے بنیادی عقائد میں سے ہیں

اول ارواح عالم ارض و سما میں سفر کرتی ہیں
دوم مردے سنتے ہیں
سوم مردے کلام بھی کر سکتے ہیں
چہارم مردوں سے فیض لیا جا سکتا ہے یعنی ان کو وسیلہ بنا سکتے ہیں چونکہ ان کی ارواح عرش تک جاتی ہیں
تصوف کے شجر کی جڑیں اصلا ارواح سے متعلق عجیب و غریب عقیدہ میں تھیں کہ حالت نیند میں روح کہیں بھی جا سکتی ہے – چھٹی صدی اسلامی ہجری کے اختتام تک یہ عقائد پھیل چکے تھے اور آٹھویں صدی تک ان عقائد کو قبولیت عام مل چکی تھی اگرچہ بعض احناف متقدمین سماع الموتی کے یکسر خلاف تھے کیونکہ یہ نہ قرآن میں ہے نہ رائے سے اس عقیدہ تک پہنچا جا سکتا ہے – دوسری طرف اہل رائے کے مخالف جو روایت پسند تھے انہوں نے فقہ کے بعد فضائل میں اور عقائد میں بھی ضعیف روایات کو داخل کر دیا تھا

انسانی روح کہیں بھی جا سکتی ہے؟

اِس قول کو سب سے پہلے مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا

غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: «الدُّنْيَا سجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، فَإِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ يُخْلَى بِهِ يَسْرَحُ حَيْثُ شَاءَ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ»
دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے۔ جب مومن مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے

اس کی سند میں يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ کو ابن حبان اور عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے

کتاب كشف الخفاء ومزيل الإلباس از إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى: 1162هـ) میں روایت "الدنيا سجن المؤمن، وجنة الكافر کی بحث میں العجلونی لکھتے ہیں حدیث میں ہے

فإذا مات المؤمن تخلى سربه يسرح حيث شاء
جب مسلمان مرتا ہے اُس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جہاں چاہے جائے۔"

انہی الفاظ کا ذکر فتاوی رضویہ میں ہے[42]

وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنيا جنة الكافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حين تخرج نفسہ كمثل رجل كان فی سجن فاخرج منہ فجعل يتقلب فی الارض ويتفسح فيها۔ولفظ ابی [1]بكر ھكذا الدنيا سجن المومن وجنة لكافر فاذا مات المومن يخلی سربہ يسرح حيث شاء
اور یہ روایت امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ت) بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔(اور روایت ابو بکر کے الفاظ یہ ہیں۔ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے۔جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔
مسلک پرست غیر مقلدین کے اصول پر موقوف صحابی بھی قابل قبول ہے اور اس سے دلیل بنتی ہے مومن کی روح عالم میں اڑتی پھرتی ہیں لہذا ابن قیم کتاب الروح میں خواب مین ارواح کی ملاقات والی روایات پر کہتے ہیں

فَفِي ہَذا الحَدِيث بَيَان سرعَة انْتِقَال أَرْوَاحهم من الْعَرْش إِلَى الثرى ثمَّ انتقالها من الثرى إِلَى مَكَانهَا وَلِهَذَا قَالَ مَالك وَغَيره من الائمَّة إِن الرّوح مُرْسلَة تذْهب حَيْثُ شَاءَت

[42] http://www.dawateislami.net/bookslibrary/1454/page/722

ان احادیث میں ارواح کا عرش سے الثری تک جانے میں سرعت کا ذکر ہے پھر الثری سے اس روح کے مکان تک جانے کا ذکر ہے اور اسی وجہ سے امام مالک اور دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ چھوڑی جانے والے روح جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے

ارواح قدسیہ عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور تمام عالم شہود ہوتا ہے؟

کتاب فيض القدير شرح الجامع الصغير از المناوي القاهري (المتوفى: 1031هـ) کے مطابق

قوله (وصلوا علي وسلموا فإن صلاتكم تبلغني حيثما كنتم) أي لا تتكلفوا المعاودة إلي فقد استغنيتم بالصلاة علي لأن النفوس القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت واتصلت بالملأ الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى الكل كالمشاهد بنفسها أو بإخبار الملك لها وفيه سر يطلع عليه من يسر له.

اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو یعنی .. تم جو درود کہتے ہو مجھ پر تو بے شک نفوس قدسیہ (پاک جانیں) جب بدن کے عَلاقوں سے جدا ہوتی ہیں، یہ ارواح بلند ہوتی ہیں اور عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا اور سب کچھ خود دیکھتی ہیں یا بادشاہت کی خبریں پاتی ہیں اور اس میں راز ہے جس کی اطلاع وہ پاتے ہیں جو کھوج کریں

اب کچھ شبہات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں التباس غیر مقلدین پیدا کرتے ہیں

شبہ نمبرا: سلف کہتے تھے قبور انبیاء سے فیض نہیں لیا جا سکتا

قبور انبیاء سے فیض لینے کے عقیدہ کو امام ابن کثیر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے اس حوالے سے تفسیر ابن کثیر کا ایک متن پیش کیا جاتا ہے

وقد شرع النبي صلى الله عليه وسلم لأمته : إذا سلموا على أهل القبور أن يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه، فيقول المسلم: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل، ولولا ذلك لكان هذا الخطاب منزلة خطاب المعدوم والجماد، والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف زيارة الحي له ويستبشر به.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ قبروں والوں کو سلام کہیں تو انہیں اسی "

طرح سلام کہیں جس طرح اپنے مخاطبین کو سلام کہتے ہیں۔ چنانچہ سلام کہنے والا یہ کہے : اَلسّلامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ "اے مومنوں کے گھروں (قبروں) میں رہنے والو! تم پر سلامتی ہو۔" سلام کا یہ انداز ان لوگوں سے اختیار کیا جاتا ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر یہ سلام مخاطب کو کہا جانے والا سلام نہ ہوتا تو پھر مردوں کو سلام کہنا معدوم اور جمادات کو سلام کہنے جیسا ہوتا۔ سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے۔ ان سے متواتر آثار مروی ہیں کہ میت، قبر پر آنے والے زندہ لوگوں کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔

[تفسیر ابن کثیر : 6/325، بتحقیق سامی بن محمد سلامۃ، طبع دار طیبۃ للنشر والتوزیع]

غیر مقلد عالم ابو یحییٰ نورپوری کے بقول یہ عبارت الحاقی ہے۔ مضمون مردے سنتے ہیں لیکن، میں لکھتے ہیں

تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت الحاقی ہے جو کہ کسی ایسے ناقص نسخے سے لی گئی ہے جس کا ناسخ نامعلوم ہے، لہٰذا اس کا کوئی اعتبار ہیں۔ اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں، للذا یہ عبارت ناقابل استدلال والتفات ہے۔

: ڈاکٹر اسماعیل عبدالعال تفسیر ابن کثیر کے نسخوں کے بارے میں کہتے ہیں ◈

وأری من الواجب علی من یتصدی لتحقیق تفسیر ابن کثیر تحقیقا علمیا دقیقا، سیما من المآخذ، إن لا یعتمد علی نسخۃ واحدۃ، بل علیہ إن یجمع کل النسخ المخطوطۃ والمطبوعۃ، ویوازن بینہا مع إثبات الزیادۃ والنقص، والتحریف والتصحیف.

" جو شخص تفسیر ابن کثیر کی دقیق اور علمی تحقیق کرنا چاہے، خصوصاً مختلف مآخذ کو مد نظر رکھتے ہوئے، تو میرے خیال میں اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی ایک نسخے پر اعتماد نہ کر بیٹھے، بلکہ وہ تمام مخطوط اور مطبوع نسخوں کو جمع کرے، پھر زیادت و نقص اور تحریف و تصحیف کو سامنے رکھتے ہوئے سب نسخوں کا موازنہ کرے۔" [ابن کثیر ومنہجہ فی التفسیر، ص:128]

☆ پھر تفسیر ابن کثیر جو سامی بن محمد سلامہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے، جس کا حوالہ بھی اوپر مذکور ہے، اس میں محقق نے پندرہ نسخوں کو مد نظر رکھا ہے۔ مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد محقق لکھتے ہیں : زیادۃ من ت، اِیعنی یہ عبارت نسخۂ المحمدیۃ جو ترکی میں ہے، میں مذکور ہے۔ اس نسخے کا ناسخ (لکھنے والا) نامعلوم ہے۔ نیز یہ عبارت نسخہ ولی اللہ بن جار اللہ میں موجود ہے۔ اس کا ناسخ علی بن یعقوب جو کہ ابن المخلص کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔ یوں یہ دونوں نسخے قابل اعتماد نہ ہوئے۔

تفسیر ابن کثیر جو پانچ محققین کی تحقیق کے ساتھ پندرہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اس کی پہلی طبع نسخہ اِزھریۃ اور نسخہ دارالکتب کے تقابل کے ساتھ چھپی ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔ یہ بات بھی اس عبارت کے مشکوک ہونے کی واضح دلیل ہے۔

راقم کہتا ہے کاش ایسا ہی ہوتا لیکن اب مزید دیکھیں کہ ابن کثیر نے نہ صرف تفسیر لکھی بلکہ دیگر کتب بھی لکھی ہیں

ابن کثیر اپنی کتاب : البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۹۱ اور ۹۲ میں روایت نقل کرتے ہیں

وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيّ: أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ وَأَبُو بكر الفارسي قالا: حدثنا أبو عمر بْنُ مَطَرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَلِيٍ الذُّهْلِيّ حَدَّثَنَا يحيى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِك قال: أصاب الناس قحط في زمن عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ اللَّهَ لأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي المنام فقال: ايت عمر فأقره منى السلام وأخبرهم أنهم مسقون، وقل له عليك بالكيس الْكَيْس. فَأَتَى الرّجُلُ فَأَخْبَرَ عُمَرَ فَقَالَ: يَا رب ما آلوا إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ.

البدایہ والنہایہ: جلد ہفتم — ۱۲۶ — ۱۸ھ میں رونما ہونے والے حالات و واقعات کے بارے میں

حافظ ابوبکر بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ابو نصر بن قتادہ اور ابوبکر فارسی نے ہمیں بتایا کہ ابو عمر بن مطر نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن علی ذہلی نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابو معاویہ نے عن اعمش عن ابی صالح عن مالک ہم سے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کو قحط نے آلیا تو ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے اللہ سے بارش طلب کیجیے وہ تو ہلاک ہو چکے ہیں' پس خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور فرمایا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں میرا اسلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ وہ سیراب کیے جائیں گے اور انہیں کہنا کہ عقل مندی اختیار کرو' اس شخص نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ میں اسی کام میں کوتاہی کرتا ہوں جس سے میں عاجز آ جاتا ہوں' اور یہ اسناد صحیح ہے۔

اِس کی سند ضعیف ہے اعمش مدلس عن سے روایت کر رہا ہے جبکہ امام مالک سے عمر رضی اللہ عنہ تک سند نہیں ہے ابو صالح غیر واضح ہے افسوس ابن کثیر اتنی علتوں کے باوجود اس کو صحیح کہتے ہیں جبکہ قبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا ثابت نہیں

لہٰذا ابن کثیر کی بد عقیدگی کی نشانی ہے

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

مردے نہیں بولتے پر ابو یحییٰ نور پوری مضمون مردے سنتے ہیں لیکن میں لکھتے ہیں

عہد فاروقی میں ایک نوجوان تھا۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ وہ اس پر عاشق ہو گئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی مگر جوان نہیں دیکھتا تھا۔ ایک رات قدم نے لغزش کی، ساتھ ہو لیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا، اللہ تعالیٰ یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیت کریمہ زبان سے نکلی: (إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ) آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر پھینک دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آئی۔ باپ نے حال پوچھا: کہا: خیریت ہے۔ کہا: بتا دے۔ ناچار قصہ بیان کیا۔ باپ بولا: جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا۔ حرکت دی، مردہ حالت میں پایا۔ رات ہی نہلا کر کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: اے امیر المؤمنین! رات تھی۔ پھر امیر المؤمنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر گئے۔ فقال عمر: یافلان! ولمن خاف مقام ربہ جنتان. فأجابہ الفتی من داخل القبر: یا عمر قد إعطانیھما ربي یا عمر! "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فلاں! جو شخص اپنے رب کے سامنے جوابدہی سے ڈر جائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے وہ دونوں جنتیں مجھے عنایت فرما دی ہیں۔ [ذم الھوی لابن الجوزی: 252-253، تاریخ دمشق لابن عساکر: 45/450]

: تبصرہ

: ☆اس واقعہ کی سند باطل ہے، کیونکہ

: اس میں یحییٰ بن ایوب غافقی مصری (م: 168ھ) کہتے ہیں

. . . سمعت من یذکر انہ کان فی زمن عمر

"میں نے ایک بیان کرنے والے کو سنا کہ عہد فاروقی میں۔۔۔"

یوں یہ سند سخت "معضل" ہے۔ نہ جانے وہ قصہ گو کون تھا اور اس نے کہاں سے یہ حکایات سنی تھی؟

: ☆امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ایک قول کی سند بیان کرتے ہوئے کہا

. . . سمعت بعض إصحاب عبد اللہ (ابن المبارک)

میں نے امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔۔" [مقدمۃ صحیح مسلم: 19]"

: ☆ تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے

: ☆ حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) کہتے ہیں

. سمعت بعض إصحاب عبد اللہ، ہذا مجہول، ولا یصح الا احتجاج بہ

امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبد اللہ بن مبارک کے ایک شاگرد کو سنا ہے۔ یہ شاگرد مجہول ہے اور اس سند سے دلیل لینا صحیح نہیں۔" [شرح صحیح مسلم: 19]

مبہم اور نا معلوم لوگوں کی روایات پر اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد رکھنا جائز نہیں۔

راقم کہتا ہے نور پوری کی بات صحیح ہے –افسوس عبد الوہاب النجدی کے نزدیک نور پوری ایک جاہل ہیں

عبد الوہاب النجدی نہ صرف سماع الموتی کے قائل تھے وہ مردوں کے کلام کے بھی قائل تھے اپنی کتاب احکام تمنی الموت میں لکھتے ہیں اور ترجمہ بریلوی عالم کرتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک صالح نوجوان عبادت گزار تھا اور اکثر وقت مسجد میں رہا کرتا تھا،حضرت عمر اس کو بہت پسند کیا کرتے تھے،اس کے گھر کے راستے میں ایک عورت کا مکان تھا،وہ اس نوجوان پر فریفتہ ہوگئی،وہ نوجوان جب گھر سے باہر جاتا تو وہ عورت اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی،پس ایک رات جب وہ گزرا تو اُس عورت نے نوجوان کو گناہ کی طرف پھسلایا،یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے چل پڑا،جب مکان کے دروازہ میں داخل ہونے لگا تو اُس سے غفلت کا پردہ اُٹھ گیا اور قرآن کی ایک آیت اس کی زبان پر جاری ہوگئی،جس کی وجہ سے وہ غش کھا کر گر پڑا،اُس عورت نے اپنی لونڈی کے ساتھ مل کر اُسے اُٹھایا اور نوجوان کے گھر کے دروازہ پر رکھ آئیں،جب وہ نوجوان کافی دیر گھر نہ آیا تو اُس کا باپ تلاش میں گھر سے باہر نکلا،دیکھا تو بیٹا بے ہوش پڑا تھا،وہ گھر والوں کی مدد سے اِسے اُٹھا کر گھر لے گیا،کچھ دیر بعد جب اُسے ہوش آیا تو باپ نے پوچھا بیٹا! تیرے ساتھ کیا گزری؟ نوجوان نے سارا واقعہ بیان کیا،باپ نے پوچھا بیٹا اُس وقت تجھے کون سی آیت یاد آگئی تھی؟ اُس نے وہی آیت پڑھی اور بے ہوش ہوگیا،لوگوں نے اِسے ہلایا وہ فوت ہو چکا تھا،گھر والوں نے اِسے غسل دے کر رات ہی کو دفنا دیا،صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو آپ اس نوجوان کے والد کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا تم نے مجھے رات ہی اطلاع کیوں نہ دی؟ نوجوان کے والد نے عرض کیا حضور رات کا وقت تھا اس لئے اطلاع نہ دی،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اُس کی قبر پر لے چلو،آپ نے اُس نوجوان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے نوجوان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اُس کے لئے دو جنتیں ہیں ؟ تو اُس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ ہاں مجھے میرے رب نے دو جنتیں

أحكام تمني الموت

تأليف شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب

رحمه الله

صححه وقابله على النسخة المصورة ٨٦/٧٧١

بالمكتبة السعودية بالرياض

الشيخ عبد الرحمن بن محمد السدحان و الشيخ عبد الله بن عبد الرحمن الجبرين

وأخرج ابن عساكر من طريق أبي صالح – كاتب الليث – عن يحيى ابن أيوب الخزاعي قال : سمعت من يذكر أنه كان في زمن عمر بن الخطاب شاب متعبد ، قد لزم المسجد ، وكان عمر به معجباً ، وكان له أب شيخ كبير ، فكان إذا صلى العتمة انصرف إلى أبيه ، وكان طريقه على باب امرأة ، فافتتنت به ، وكانت تنصب نفسها له على طريقه ، فمر بها ذات

مسّهم طائف من الشيطان تذكروا فإذا هم مبصرون) (١) فخر الفتى مغشياً عليه ، فدعت المرأة جارية لها فتعاونتا عليه ، فحملتاه إلى بابه واحتبس على أبيه ، فخرج أبوه يطلبه ، فإذا هو على الباب مغشياً عليه ، فدعا بعض أهله فحملوه فأدخلوه ، فما أفاق حتى ذهب من الليل ما شاء الله ، فقال له أبوه : مالك يا بني ؟ قال : خير ، قال : فإني أسألك ، فأخبره بالأمر ، قال : أي بني ، وأي آية قرأت ؟ فقرأ الآية التي كان قرأ ، فخر مغشياً عليه ، فحركوه فإذا هو ميت فغسلوه ، وأخرجوه ودفنوه ليلاً ، فلما أصبحوا رفع ذلك إلى عمر ، فجاء عمر إلى أبيه ، فعزاه به ، وقال : ألا آذنتني ؟ قال : يا أمير المؤمنين كان ليلاً ، قال عمر : فاذهبوا بنا إلى قبره . فأتى عمر ومن معه القبر ، فقال عمر : يا فلان : (ولمن خاف مقام ربه جنتان)(٢) ، فأجابه الفتى من داخل القبر : ياعمر قد أعطانيهما ربي في الجنة . مرتين ، وأخرج البيهقي وغيره عن أبي عثمان النهدي عن ابن مينا قال : دخلت الجبان ، فصليت ركعتين خفيفتين ، ثم اضطجعت إلى قبر ، فوالله إني لنبهان إذ سمعت قائلا في القبر يقول : قم ، فقد آذيتني ، أنتم تعملون ولا تعلمون ، ونحن نعلم ولا نعمل ، فوالله لأن أكون صليت مثل ركعتيك أحب إليّ من الدنيا وما فيها .

تاریخ دمشق میں ابن عساکر نے عمرو بن جامع بن عمرو بن محمد بن حرب ابو الحسن الکوفی کے ترجمہ میں اس روایت کو پیش کیا ہے۔ سند میں یحییٰ بن ایوب الخزاعی مجھول ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کا دور کسی مجھول سے نقل کر رہا ہے جس کا اس نے نام تک نہیں لیا۔ حیرت ہے کہ اس قسم کی بے سر و پا روایات النجدی لکھتے ہیں اور دو دو عالم تحقیق میں شامل ہونے کے باوجود ایک بار بھی نہیں کہتے کہ یہ منقطع روایت ہے مجھولوں کی روایت کردہ ہے

شبہ : سلف کہتے تھے مردے نہیں سنتے

ابن تیمیہ فتاوی الکبریٰ ج ۳ ص ۴۱۲ میں لکھتے ہیں

فَهَذِه النُّصُوصُ وَأَمْثَالُهَا تُبَيِّنُ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ فِي الْجُمْلَةِ كَلَامَ الْحَيِّ وَلَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ السَّمْعُ لَهُ دَائِمًا ، بَلْ قَدْ يَسْمَعُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ كَمَا قَدْ يَعْرِضُ لِلْحَيِّ فَإِنَّهُ قَدْ يَسْمَعُ أَحْيَانًا خِطَابَ مَنْ يُخَاطِبُهُ ، وَقَدْ لَا يَسْمَعُ لِعَارِضٍ يَعْرِضُ لَهُ ، وَهَذَا السَّمْعُ سَمْعُ إدْرَاكٍ ، لَيْسَ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ جَزَاءٌ ، وَلَا هُوَ السَّمْعُ الْمَنْفِيُّ بِقَوْلِهِ : { إنَّك لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى } فَإِنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ سَمْعُ الْقُبُورِ وَالِامْتِثَالِ

پس یہ نصوص اور اس طرح کی امثال واضح کرتی ہیں کہ بے شک میت زندہ کا کلام سنتی ہے اور یہ واجب نہیں آتا کہ یہ سننا دائمی ہو بلکہ یہ سنتی ہے حسب حال جیسے زندہ سے پیش اتا ہے پس بے شک کبھی کبھی یہ سنتی ہے مخاطب کرنے والے کا خطا ب، .. اور یہ سنا ادراک کے ساتھ ہے اور یہ سننا اللہ کے قول { إنَّك لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى} کے منافی نہیں جس سے مراد قبروں اور الامْتِثَال (تمثیلوں) کاسننا ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ۴ ص ۲۷۳ پر لکھتے ہیں

أَمَّا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ؛ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

اور سائل کا سوال کہ کیا میت قبر میں کلام کرتی ہے؟ پس اس کا جواب ہے بے شک وہ بولتی ہے اور سنتی ہے جو اس سے کلام کرے ، جیسا صحیح میں نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مروی ہے کہ بے شک وہ جوتوں کی چاپ سنتی ہے

ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۴۹ پر لکھتے ہیں

وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَذَا مُوَافِقٌ لِهَذَا فَكَيْفَ يَدْفَعُ ذَلِكَ ؟ وَمِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ : إنَّ الْمَيِّتَ فِي قَبْرِهِ لَا يَسْمَعُ مَا دَامَ مَيِّتًا كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ

اور بے شک صحیحین سے یہ ثابت ہے اور دیگر کتب سے بے شک میت جوتوں کی چاپ سنتی ہے جب دفنانے والے پلٹتے ہیں پس یہ موافق ہے اس (سننے) سے لہذا اس کو کیسے رد کریں؟ اور ایسے علماء بھی ہیں جو کہتے ہیں : بے شک میت قبر میں نہیں سنتی جب تک کہ وہ مردہ ہے جیسے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) نے کہ

البانی الایات البینات از نعمان الالوسی میں تعلیق میں لکھتے ہیں

وأما حديث " من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا أبلغته " فهو موضوع كما قال شيخ الإسلام ابن تيمية في " مجموع الفتاوى " (27 / 241) وقد خرجته في " الضعيفة " (203) .
ولم أجد دليلا على سماعه صلى الله عليه وسلم سلام من سلم عند قبره وحديث أبي داود ليس صريحا في ذلك فلا أدري من أين أخذ ابن تيمية قوله (27 / 384) : أنه صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من القريب

اور جہاں تک حدیث جس نے میری قبر پر درود پڑھا اس کو میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے کا تعلق ہے تو پس وہ گھڑی ہوئی ہے جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی " (27 / 241) میں کہا اور اس کی تخریج میں نے الضعيفة " (203) میں کی اور مجھے اس کی دلیل نہیں ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس پڑھے جانے والا درود و سلام سنتے ہیں اور ابو داود کی حدیث اس میں واضح نہیں اور **نہیں معلوم کہ ابن تیمیہ نے کہاں سے پکڑ لیا قول (27 / 384) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے پڑھے جانے والا سلام سنتے ہیں**

عصر حاضر میں جب ان عقائد پر ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے تیشہ چلایا تو نصرت ائمہ کی خاطر علماء کی وہ جماعت جو فکری انتشار کا شکار ہیں انہوں نے انہی شخصیات کا دفاع کرنے کی ٹھانی لیکن چلتے چلتے اس کا اقرار کیا کہ امام ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شاہ ولی اللہ کے قلم سے تصوف کے شجر کی آبیاری ہوتی رہی ہے۔ غیر مقلد عالم عبد الرحمان کیلانی مضمون روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں لکھتے ہیں

مستفسرہ جناب محمد احسان الحق صاحب نے یہ سوال بھی (سوال ۵) کیا تھا کہ "کتاب الروح (ابن القیم) کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ امام ابنِ قیم اور اُن کے استاد جناب امام ابنِ تیمیہؒ دونوں بزرگ نہ صرف یہ کہ سماعِ موتٰی کے قائل تھے بلکہ اسی طبقہ صوفیاء سے تعلق رکھتے تھے۔ جنھوں نے اس مسئلہ کو اُچھالا اور ضعیف اور موضوع احادیث کا سہارا لے کر اس مسئلہ کو علی الاطلاق ثابت کرنا چاہا ہے۔ امام ابنِ تیمیہؒ اور امام قیم دونوں صاحبِ کشف وکرامات

۵۶

بھی تھے۔ اور دونوں بزرگوں نے تصوف وسلوک پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اگر اس طبقہ کے شکنجے سے قبر اور سماعِ موتٰی کے مسئلہ کو کھینچ لیا جائے تو اُن کے پاس باقی رہ کیا جاتا ہے؟

اسی طرح کے ایک تیسرے بزرگ شاہ ولی اللہ صاحب ہیں۔ یہ تینوں بزرگ جب شرک وبدعات کی تردید پر قلم اٹھاتے ہیں، تو جی عش عش کر اٹھتا ہے۔ اور ہم دل وجان سے اُن کی دینی خدمات کے معترف ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ زیاراتِ قبور کے آداب اور کشف کے طریق بتلاتے ہیں تو نہیں سوچتے کہ آیا قبروں اور مزارات کے وجود کا بھی کوئی جواز ہے یا نہیں یا قبروں پر اس غرض سے بیٹھنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ مُردوں کو سُنانا اور اُن سے سُننا تو دور کی باتیں ہیں۔ ان سب باتوں کی کتاب وسنت نے پُرزور تردید کر دی ہے۔

دوسری طرف علماء کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے کبوتر کی طرح آنکھ بند کر کے التباس پیدا کرنے کی راہ اپنائی چنانچہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں[43]

میرے علم کے مطابق ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کی کتابوں میں شرک اکابر کا کوئی ثبوت نہیں ہے، تاہم ابن القیم کی ثابت شدہ "کتاب الروح" اور دیگر کتابوں میں ضعیف و مردود روایات ضرور موجود ہیں۔ یہ

43 http://www.tohed.com/2014/09/blog-post_80.html

دونوں حضرات مردوں سے مدد مانگنے کے قائل نہیں تھے، رہا مسئلہ سماع موتی کا تو یہ سلف صالحین کے درمیان مختلف فیہا مسئلہ ہے، اسے کفر و شرک سمجھنا غلط ہے

سوال یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ کفر و شرک کا نہیں تو اس پھر علمی ذوق کی تسکین کے لئے کیا مردے سنتے ہیں کیوں لکھی گئی –اس مسئلہ پر تو پر بحث ہی بے کار ہے-اسی قبیل کے ایک دوسرے عالم خواجہ محمد قاسم کی بھی یہی رائے ہے کہ سماع الموتی کا مسئلہ شرک کا چور دروازہ نہیں وہ کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں لکھتے ہیں

سماع موتی اور شرک :- میں نہیں سمجھتا سماع موتی کا شرک سے کیا تعلق ہے جب کہ سارا عالم سنتا ہے انسان سنتے ہیں جن سنتے ہیں فرشتے سنتے ہیں، جانور سنتے ہیں اور اس سے شرک لازم نہیں آتا تو اگر ضعیف حدیثوں سے استدلال کر کے یا مخصوص حدیثوں کو عام کر کے کوئی بزرگ میت کے سلام وغیرہ سننے کا قائل ہو ہی جائے تو شرک کہاں سے لازم آگیا اور اس پر جہنم کی آگ کیسے فرض ہو گئی؟ اگر اربوں کھربوں زندوں کی سماعت سے توحید کی نفی نہیں ہوتی تو مُردوں کی سماعت سے توحید کی نفی کیسے ہو جائے گی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی توحید صرف مُردوں کے مقابلہ میں ہے؟ یعنی ایک صفت جو ہم زندہ میں موجود مانتے ہیں اور اس سے ہماری توحید کو صدمہ نہیں پہنچتا ہے وہی محدود سی انسانی صفت اگر کوئی غلطی سے مُردہ میں موجود مان لے تو شرک کہاں سے آپہنچتا ہے۔

مسعود احمد ذہن پرستی میں لکھتے ہیں

ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ زندہ کو اگر سمیع مانا جائے تو شرک نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔
فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (دھر-۲) ہم نے انسان کو سمیع وبصیر بنایا۔
لیکن اگر مردہ کو سمیع مان لیا جائے تو شرک ہو جائے گا حالانکہ زندہ ہو یا مردہ محض سمیع ماننے سے شرک لازم نہیں آتا۔ زندہ اور مردہ کی سماعت

۷۴

مقیّد و محدود ہے، اللہ تعالیٰ کی سماعت غیر مقیّد اور لامحدود ہے۔ دونوں میں بیّن فرق ہے۔

مُردے کے سننے یا نہ سننے کے سلسلے میں صحیح اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ "مُردہ انسانوں کی آواز نہ سنتا ہے، نہ سُن سکتا ہے، نہ انسان اُسے سُنا سکتے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جو کچھ چاہے مُردہ کو سُنا سکتا ہے اور سُنا دیتا ہے۔"

یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل مطابق ہے اور اس میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اس عقیدہ سے ہر حدیث جس کو موصوف نے زبردستی ضعیف کہہ کر ٹال دیا یا جس کی بعید از قیاس تاویل کر دی اپنی اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔

سماع الموتی کے قائلین علماء کا دفاع کرتے ہوئے ایک اہل حدیث عالم لکھتے ہیں

صرف اتنی بات ہے: (إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى)اور (وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ) جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتی (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے: (إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ) کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، سنادیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماع موتی کا اثبات ہے، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنادے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتی بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتی کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت: (إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ) اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

مسئلہ اللہ کی قدرت کا نہیں اس کے قانون کا ہے ان اہل حدیث عالم کی بات جہاں ختم ہو تی ہے وہیں سے بریلوی مکتب فکر کی بات شروع ہوتی ہے

مردے سنتے ہیں! یہی تو تصوف کی طرف پہلا قدم ہے-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا صریح انکار کیا کہ مردے سنتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش پر اسماء رضی اللہ عنہا کو روتے دیکھا تو کہا ارواح اللہ کے پاس ہیں

سننے کے لئے عود روح ضروری سمجھا جاتا ہے لہذا اس سے متعلق البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب کردہ شیعہ زاذان کی منکر روایت کا دفاع کیا جاتا ہے

شبہ : سلف کہتے تھے مردے نہیں دیکھتے

غیر مقلد عالم ابو یحییٰ نور پوری سوال کا جواب دیتے ہیں کہ مردے نہیں دیکھتے[44]

اگر ان کا بولنا دیکھنا دنیا سے تعلق رکھتا ہے تو ان کے پاس رشتہ دار نئے نئے کپڑے پہن کر جائیں.... عقیدہ صرف سننے کا رکھا جاتا ہے

ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَالسّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ

اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور متواتر آثار سے پتا چلتا ہے کہ میّت قبر پر زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے

کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم للامام ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۶۲ دار عالم الکتب، بیروت، لبنان میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں

.فأما استماع الميت للأصوات، من القراءة أو غيرها - فحق

. پس میت کا آوازوں کو، جیسے قرات اور دیگر کا سننا حق ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ۲۸ ص ۱۴۷ میں کہتے ہیں

وَقَالَ: {أَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنْ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوا: كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْك؟ وَقَدْ أَرَمْت أَيْ بَلِيت. قَالَ إنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ} فَأَخْبَرَ .أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنْ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُهُ ذَلِكَ مِنْ الْبَعِيدِ

رسول اللہ نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن درود کہو اور جمعہ کی رات کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے – اصحاب نے کہا اپ پر کیسے پیش ہوتا ہے؟ جبکہ اپ تو مٹی ہو جائیں گے؟ فرمایا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے

[44] https://www.youtube.com/watch?v=mCeQVoz26Q0

کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے پس اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس قریب سے کہا جانے والا سلام سنتے ہیں اور دور والا پہنچا دیا جاتا ہے

کتاب فیہ اعتقاد الإمام إبی عبد اللہ احمد بن حنبل –المؤلف : عبد الواحد بن عبد العزیز بن الحارث التمیمی الناشر : دار المعرفة –بیروت کے مطابق امام احمد کہتے تھے

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

وہ (امام احمد) کہا کرتے تھے کہ بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلسل پردہ والی روایت سے دلیل لیتے ہوئے تھذیب الکال کے مولف امام المزی کہا کرتے تھے

قال شيخنا الحافظ عماد الدين بن كثير ووجه هذا ما قاله شيخنا الإمام أبو الحجاج المزي أن الشهداء كالأحياء في قبورهم و هذه أرفع درجة فيهم

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے شیخ المزی کہتے ہیں کہ شہداء اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں اور یہ ان کا بلند درجہ ہے

الإجابة فيما استدركته عائشة على الصحابة للإمام الزركشي

منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البہوتی الحنبلی (المتوفی: 1051ھ) اپنی کتاب کشاف القناع عن متن الإقناع میں لکھتے ہیں

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ: وَاسْتَفَاضَتْ الْآثَارُ بِمَعْرِفَةِ الْمَيِّتِ بِأَحْوَالِ أَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَأَنَّ ذَلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ وَجَاءَتْ الْآثَارُ بِأَنَّهُ يَرَى أَيْضًا وَبِأَنَّهُ يَدْرِي بِمَا فُعِلَ عِنْدَهُ وَيُسَرُّ بِمَا كَانَ حَسَنًا وَيَتَأَلَّمُ بِمَا كَانَ قَبِيحًا وَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُولُ " اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِك أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا أُجْزَى بِهِ عِنْدَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَوَاحَةَ وَكَانَ ابْنَ عَمِّهِ وَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ عِنْدَ عَائِشَةَ كَانَتْ تَسْتَتِرُ مِنْهُ، وَتَقُولُ " إنَّمَا كَانَ أَبِي وَزَوْجِي فَأَمَّا عُمَرُ فَأَجْنَبِيٌّ " وَيَعْرِفُ الْمَيِّتُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ قَالَهُ أَحْمَدُ.

ابن تیمیہ کہتے ہیں اور جو اثار ہیں ان سے معلوم ہوتا ہےکہ میت اپنے احوال سے اور دنیا میں اصحاب سے با خبر ہوتی ہے اور اس پر (زندوں کا عمل) پیش ہوتا ہے اور وہ دیکھتی اور جانتی ہے جو کام اس کے پاس ہو اور اس میں سے جو اچھا ہے اس پر خوش ہوتی اور اس میں سے جو برا ہو اس پر الم محسوس کرتی ہے اور ابو الدرداء کہتے تھے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس عمل سے جس سے میں عبد الرحمان بن رَوَاحَةَ کے آگے شرمندہ ہوں اور وہ ان کے چچا زاد تھے

اور جب عمر دفن ہوئے تو عائشہ ان سے پردہ کرتیں اور کہتیں کہ یہ تو میرے باپ اور شوہر تھے لیکن عمر تو اجنبی ہیں اور امام احمد کہتے ہیں کہ میت زائر کو جمعہ کے دن طلوع سورج سے پہلے پہچانتی ہے

البھوتی حنابلہ کے مشہور امام ہیں

الغرض ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کی بات صحیح ہے کہ سلف امت کے عقائد میں نصوص کی مخالفت تھی اور ان عقائد کو اپنایا گیا جو تھے ہی غلط اور مقصد ان کا حیات فی القبر کا اثبات تھا

حیرت اس امر پر ہے کہ جب غیر مقلدین کے نزدیک بھی یہ عقائد درست نہیں تو پھر ان پر بطل پرستی کیوں طاری ہے ؟

مبحث دھم: روحوں سے متعلق مزید غلط عقائد

کتاب الرویا کا بھید

بعض علماء اس عقیدہ کے قائل ہیں کہ انسانی جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں – ان میں سے ایک کو نفس بالا یا روح بالا کہتے ہیں جو حالت نیند میں انسانی جسم چھوڑ کر عالم بالا جاتی ہے وہاں اس کی ملاقات فوت شدہ لوگوں کی ارواح سے ہوتی ہے، دوسری روح یا نفس، نفس زیریں ہے یا معروف روح ہے جو جسد میں رہتی ہے- اس تمام فلسفہ کو ضعیف روایات سے کشید کیا گیا ہے اور اس کی ضرورت اس طرح پیش آئی کہ خوابوں کی دنیا میں تعبیر رویا کی صنف میں عرب مسلمانوں کو مسائل در پیش تھے –اگرچہ قرآن میں تعبیر رویا کو خاص ایک وہبی علم کہا گیا ہے جو انبیاء کو ملتا ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس صنف میں کوئی طبع آزمائی نہیں کی- حدیث کے مطابق ایک موقعہ پر امت کے سب سے بڑے ولی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ ایک خواب کی تعبیر کی کوشش کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوا تھا لیکن وہ بھی اس کی صحیح تعبیر نہ کر سکے –اس کے علاوہ کسی صحیح حدیث میں خبر نہیں ملتی – کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا امہات المومنین بھی خواب کی تعبیر کرتے ہوں

تعبیر رویا کی تفصیل کہ اس میں مرنے والوں اور زندہ کی روحوں کا لقا ہوتا ہے اور وہ ملتی ہے اشارات دیتی ہیں نہ صرف فراعنہ مصر کا عقیدہ تھا بلکہ ان سے یونانیوں نے لیا اور ان سے یہود سے ہوتا ہم تک پہنچا ہے

عنطیفون پہلا یونانی فلسفی نے جس نے عیسیٰ سے پانچ صدیوں قبل تعبیر خواب پر کتاب لکھی

Antiphon the Athenian (480 BC-411 BC)

اس نے دعوی کیا کہ زندہ کی روحیں مرنے والوں سے ملتی ہیں

یہ بات یہود کی کتاب مدرش ربہ میں بھی موجود تھی کہ زندوں کی ارواح اپنے اجسام سے نکل کر عالم بالا میں مرنے والوں کی ارواح سے ملتی ہیں مثلا

…when they sleep their souls ascend to Him… in the morning He restores one's soul to everyone.

Midrash Rabba, Deuteronomy 5:15

جب یہ سوتے ہیں تو ان کی ارواح بلند ہوتی ہیں رب تک جاتی ہیں مدرش ربہ

کتاب تعبیر الرؤیا از إبوطاہر الحرانی المقدسی النمیری الحنبلی المُعَبِّر (المتوفی: نحو 779ھ) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں یہ دانیال کا قول ہے

قَالَ دانيال عَلَيْهِ السَّلَام: الْأَرْوَاح يعرج بهَا إِلَى السَّمَاء السَّابِعَة حَتَّى توقف بَين يَدي رب الْعزَّة فَيُؤذن لَهَا بِالسُّجُود فَمَا كَانَ طَاهِرا منْهَا سجد تَحت الْعَرْش وَبشر فِي مَنَامه

دانیال علیہ السلام کہتے ہیں ارواح بلند ہوتی ہیں سات آسمان تک جاتی ہیں یہاں تک کہ رب العزت کے سامنے رکتی ہیں ان کو سجدوں کی اجازت ملتی ہے اگر طاہر ہوں تو وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہیں اور ان کو نیند میں بشارت ملتی ہے

دانیال یہود کے مطابق ایک ولی اللہ تھے نبی نہیں تھے اور ان سے منسوب ایک کتاب دانیال ہے جس میں ایک خواب لکھا ہے کہ انہوں نے عالم بالا کا منظر خواب میں دیکھا رب العالمین کو عرش پر دیکھا اور ملائکہ اس کے سامنے کتب کھولے بیٹھے تھے سجدے ہو رہے تھے احکام لے رہے تھے – یہ کتاب عجیب و غریب عقائد کا مجموعہ ہے جس میں یہ تک لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام ایک مہینہ تک بابل والوں کے قیدی رہے ان کا معلق وجود رہا یہاں تک کہ اسرافیل علیہ السلام نے آزاد کرایا وغیرہ- یہ کتاب یہودی تصوف کی صنف میں سے ہے – اگرچہ مسلمانوں نے دانیال کو ایک نبی بنا دیا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے نہ قرآن میں ذکر ہے نہ صحیح حدیث میں

دانیال کے خواب کی بنیاد پر یہودی علماء کہتے ہیں کہ وہ بھی خواب بتا سکتے ہیں کیونکہ دانیال نبی نہیں ولی تھے اسی طرح خواب میں مردوں کی روحوں سے ملاقات ممکن ہے- لیکن مسمانوں کو اس پر دلیل چاہیے تھی کیونکہ ان

کے نزدیک دانیال نبی تھے اور ایک غیر نبی کے لئے خواب کی تعبیر کرنے کی کیا دلیل ہے لہذا روایات بنائی گئیں کہ یہ تو عالم بالا میں ارواح سے ملاقات ہے

واضح رہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی جو جسمانی تھی اس کے بر عکس کسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بیان کیا کہ وہ خواب میں عرش تک گئے- اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں تابعین میں بعض افراد نے تعبیر رویا کو ایک ایسا علم قرار دینے کی کوشش کی جو محنت سے حاصل ہو سکتا ہے — اس میں بصرہ کے تابعی ابن سیرین سے منسوب ایک کتاب بھی ہے لیکن اس کی سند ثابت نہیں ہے- یہ ایک جھوٹی کتاب ہے جو ابن سیرین سے منسوب کی گئی ہے — بہت سے بہت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس رجحان کا بعض لوگوں میں اضافہ ہو رہا تھا کہ تعبیر رویا ایک علم ہے جو کسب سے حاصل ہو سکتا ہے —اس صنف کے پروان چڑھنے کی وجہ مال تھا کیونکہ اکثر بادشاہوں کو اپنی مملکت کے ختم ہونے کا خطرہ رہتا تھا- شاہ مصر نے خواب دیکھا اس کی تعبیر یوسف علیہ السلام نے کی- قیصر نے خواب دیکھا کہ مختون لوگ اس کی سلطنت تباہ کر رہے ہیں جس سے اس نے مراد یہودی لیے —دانیال نے شاہ بنی نبوکد نصر کے خواب کی تعبیر کی —وغیرہ لہذا خلفاء و حکمران جو خواب دیکھیں اس کی تعبیر بتانے والا کوئی تو ہو— اس سے مسلک مال حاصل کرنے کے لئے کتاب تعبیر الرویا لکھی گئیں اور لوگوں نے اس فن میں طاق ہونے کے دعوی کرنے شروع کیے

اس معاملے میں ابہام پیدا کرنے کے لئے قرآن کی آیات کا استعمال کیا جاتا ہے — قبض یا توفی کا مطلب ہے کسی چیز کو پورا پکڑنا- نکالنا یا اخراج یا کھینچنا اس کا مطلب نہیں ہے لیکن مترجمین اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت اس کا خیال نہیں رکھتے- قرآن میں اللہ تعالی عیسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں انی متوفیک میں تم کو قبض کروں گا یعنی پورا پورا تھام لوں گا —اس کا مطلب یہ نہیں کہ موت دوں گا

سورہ الزمر میں ہے

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى

اثبات عذاب القبر و رد عقیدہ عود روح

اللہ پورا قبضے میں لیتا ہے نفس کو موت کے وقت اور جو نہیں مرا اس کا نفس نیند کے وقت، پس پکڑ کے رکھتا ہے اس نفس کو جس پر موت کا حکم لگاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو اک وقت مقرر تک کے لئے

حالت نیند میں اور موت میں قبض نفس ہوتا ہے۔ نیند میں قبض جسم میں ہی ہوتا ہے اور نفس کا اخراج نہیں ہوتا جبکہ موت میں امساک کا لفظ اشارہ کر رہا ہے کہ روح کو جسم سے نکال لیا گیا ہے

سورہ الانعام میں آیات ٦٠ تا ٦١ میں ہے

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلٌ مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ( ) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ

اور وہی تو ہے جو رات میں تم کو قبض کرتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ معین مدت پوری کردی جائے پھر تم کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ تم کو تمہارے عمل جو کرتے ہو بتائے گا - اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے قبض کرلیتے ہیں اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے

بے ہوشی یا نیند میں نفس جسد میں ہی ہوتا ہے لیکن اس پر قبض ہوا ہوتا ہے انسان کو احتلام ہو رہا ہوتا ہے پسینہ آ رہا ہوتا ہے سانس چل رہی ہوتی ہے نبض رکی نہیں ہوتی اور دماغ بھی کام کر رہا ہوتا ہے دل دھڑک رہا ہوتا ہے معدہ غذا ہضم کر رہا ہوتا ہے انسان پر زندگی کے تمام آثار غالب اور نمایاں ہوتے ہیں اور موت پر یہی مفقود ہو جاتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ایک بہت بڑی تبدیلی جسم پر آتی ہے اور وہ ہے روح کا جسد سے نکال لیا جانا

بحر الحال تعبیر رویا کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا اور یہاں تک کہ آٹھویں صدی کے امام ابن تیمیہ اپنے فتوی اور کتاب شرح حدیث النزول میں لکھتے ہیں کہ حالت نیند میں زندہ لوگوں کی روح، مردوں سے ملاقات کرتی ہیں . ابن تیمیہ لکھتے ہیں

ففي هذه الأحاديث من صعود الروح إلى السماء، وعودها إلى البدن، ما بين أن صعودها نوع آخر، ليس مثل صعود البدن ونزوله.

پس ان احادیث میں ہے کہ روح آسمان تک جاتی ہے اور بدن میں عود کرتی ہے اور یہ روح کا اٹھنا دوسری نوع کا ہے اور بدن اور اس کے نزول جیسا نہیں

اس کے بعد ابن تیمیہ لکھتے ہیں

وروينا عن الحافظ أبي عبد الله محمد بن منده في كتاب [الروح والنفس] : حدثنا أحمد بن محمد بن إبراهيم، ثنا عبد الله بن الحسن الحراني، ثنا أحمد بن شعيب، ثنا موسى بن أيمن، عن مطرف، عن جعفر بن أبي المغيرة، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس ـ رضي الله عنهما ـ في تفسير هذه الآية: {اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا} [الزمر: 42] . قال: تلتقي أرواح الأحياء في المنام بأرواح الموتى ويتساءلون بينهم، فيمسك الله أرواح الموتى، ويرسل .أرواح الأحياء إلى أجسادها

اور الحافظ أبي عبد الله محمد بن منده في كتاب الروح والنفس میں روایت کیا ہے حدثنا أحمد بن محمد بن إبراهيم، ثنا عبد الله بن الحسن الحراني، ثنا أحمد بن شعيب، ثنا موسى بن أيمن، عن مطرف، عن جعفر بن أبي المغيرة، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس ـ رضي الله عنهما اس آیت کی تفسیر میں : {اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا} [الزمر: 42] کہا: زندوں کی روحیں نیند میں مردوں کی روحوں سے ملتی ہیں اور باہم سوال کرتی ہیں، پس اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں چھوڑ دیتا ہے

یہ روایت ہی کمزور ہے اسکی سند میں جعفر بن اِبی المغیرۃ الخزاعی ہیں. تہذیب التہذیب کے مطابق جعفر بن اِبی المغیرۃ الخزاعی کے لئے ابن مندہ کہتے ہیں

و قال بن مندۃ لیس بالقوی فی سعید بن جبیر

اور ابن مندہ کہتے ہیں سعید بن جبیر سے روایت کرنے میں قوی نہیں

ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں

وروى الحافظ أبو محمد بن أبي حاتم في [تفسيره] : حدثنا عبد الله بن سليمان، ثنا الحسن، ثنا عامر، عن الفُرَات، ثنا أسباط عن السدى: {وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا} قال: يتوفاها في منامها. قال: فتلتقي روح الحي وروح الميت فيتذاكران ويتعارفان. قال: فترجع روح الحي إلى جسده في الدنيا إلى بقية .أجله في الدنيا. قال: وتريد روح الميت أن ترجع إلى جسده فتحبس

اور الحافظ أبو محمد بن أبي حاتم اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں حدثنا عبد الله بن سليمان، ثنا الحسن، ثنا عامر، عن الفُرَات، ثنا أسباط عن السدى: {وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا} کہا نیند میں قبض <کیا. کہا پس میت اور زندہ کی روح ملتی ہے پس گفت و شنید کرتی ہیں اور پہچانتی ہیں. کہا پس زندہ کی روح جسد میں پلٹی ہے دنیا میں تاکہ اپنی دنیا کی زندگی پوری کرے. کہا: اور میت کی روح جسد میں لوٹائی جاتی ہے تاکہ قید ہو

اس روایت کی سند بھی کمزور ہے اس کی سند میں السدی ہے جو شدید ضعیف راوی ہے

اس کے بعد ابن تیمیہ نے کئی سندوں سے ایک واقعہ پیش کیا جس کے الفاظ میں بھی فرق ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال کیا کہ انسان کا خواب کبھی سچا اور کبھی جھوٹا کیوں ہوتا ہے؟ جس پر علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ روحیں آسمان پر جاتی ہیں

وقال ابن أبي حاتم: ثنا أبي، ثنا عمر بن عثمان، ثنا بَقِيّة؛ ثنا صفوان بن عمرو، حدثني سليم بن عامر الحضرمي؛ أن عمر بن الخطاب ـ رضي الله عنه ـ قال لعلي بن أبي طالب ـ رضي الله عنه: أعجب من رؤيا الرجل أنه يبيت فيرى الشيء لم يخطر له على بال! فتكون رؤياه كأخذ باليد، ويرى الرجل الشيء؛ فلا تكون رؤياه شيئًا، فقال على بن أبي طالب: أفلا أخبرك بذلك يا أمير المؤمنين؟ إن الله يقول: {اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى} [الزمر: 42] ، فالله يتوفي الأنفس كلها، فما رأت ـ وهي عنده في السماء ـ فهو الرؤيا الصادقة. وما رأت ـ إذا أرسلت إلى أجسادها ـ تلقتها الشياطين في الهواء فكذبتها، فأخبرتها بالأباطيل وكذبت فيها، فعجب عمر من قوله. وذكر هذا أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن منده في كتاب [الروح والنفس] وقال: هذا خبر مشهور عن صفوان بن عمرو وغيره، ولفظه: قال على بن أبي طالب: يا أمير المؤمنين، يقول الله تعالى: {اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى} والأرواح يعرج بها في منامها، فما رأت وهي في السماء فهو الحق، فإذا ردت إلى أجسادها تلقتها الشياطين في الهواء فكذبتها، فما رأت من ذلك فهو الباطل.

اور ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں ... کہ سلیم بن عامر نے روایت کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ایک آدمی خواب دیکھتا ہے جس میں اس کا شائبہ تک اس کے دل پر نہیں گزرا ہوتا .... علی نے کہا امیر المومنین کیا میں اپ کو اس کی خبر دوں؟ اللہ تعالی نے فرمایا
{اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى} [الزمر: 42] ، پس اللہ نے نفس کو قبضہ میں لیا موت پر اور جو نہیں مرا اس کا نیند میں پس اس کو روکا جس پر موت کا حکم کیا اور دوسری کو چھوڑ دیا ایک مدت تک – تو اللہ نے نفس کو مکمل قبضہ کیا تو یہ اس کے پاس آسمان پر ہے جو سچا خواب ہے اور جو جسد میں واپس آیا اس پر شیطان نے القا کیا ... عمر کو اس قول پر حیرت ہوئی
اور اس کا ذکر ابن مندہ نے کتاب الروح و النفس میں کیا ہے اور کہا ہے یہ خبر مشہور ہے
.اس روایت کے راوی سلیم بن عامر کا عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے سماع ثابت نہیں ہو سکا

اپنے عقیدہ کے اثبات کے لئے ابن تیمیہ نے ابن لَہِیعَۃ تک کی سند پیش کی. جب کہ ان کی روایت بھی ضعیف ہوتی ہے

قال الإمام أبو عبد الله بن منده: وروى عن أبي الدرداء قال: روى ابن لَهِيعَة عن عثمان بن نعيم الرّعَيْني، عن أبي عثمان الأَصْبَحي، عن أبي الدرداء قال: إذا نام الإنسان عرج بروحه حتى يؤتى بها العَرْش قال: فإن كان طاهراً أذن لها بالسجود، وإن كان جُنُبًا لم يؤذن لها بالسجود. رواه زيد بن الحباب وغيره.

ابن تیمیہ نے یہ واقعہ ابن مندہ کے حوالے سے ایک ضعیف راوی کی سند سے بھی پیش کیا

وروى ابن منده حديث على وعمر ـ رضي الله عنهما ـ مرفوعًا، حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد، ثنا محمد بن شعيب، ثنا ابن عياش بن أبي إسماعيل، وأنا الحسن بن علي، أنا عبد الرحمن بن محمد، ثنا قتيبة والرازي، ثنا محمد بن حميد، ثنا أبو زهير عبد الرحمن بن مغراء الدوسي، ثنا الأزهر بن عبد الله الأزدي، عن محمد بن عجلان، عن سالم بن عبد الله بن عمر، عن أبيه قال: لقي عمر بن الخطاب على بن أبي طالب فقال: يا أبا الحسن ... قال عمر: اثنتان. قال: والرجل يرى الرؤيا: فمنها ما يصدق، ومنها ما يكذب. فقال: نعم، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " ما من عبد ينام فيمتلئ نومًا إلا عُرِج بروحه إلى العرش، فالذي لا يستيقظ دون العرش فتلك الرؤيا التي تصدق، والذي يستيقظ دون العرش فهي الرؤيا التي تكذب

یہ روایت معرفۃ الصحابۃ از ابو نعیم میں بھی حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الطَّلْحِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَبِيبٍ الطَّرَائِفِيُّ الرَّقِّيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَمَّادٍ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَغْرَاءَ، ثنا الْأَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَوْدِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ کی سند سے بیان ہوئی ہے لیکن راوی الْأَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ضعیف ہے

ابن حجر لسان المیزان میں اس پر بحث کرتے ہیں کہ

أزهر بن عبد الله خراساني. عنِ ابن عجلان.
تُكلم فيه.
قال العقيلي: حديثه غير محفوظ، رواه عنه عبد الرحمن بن مغراء، انتهى.
والمتن من رواية ابن عجلان، عن سالم، عَن أبيه، عَن عَليّ رفعه: الأرواح جنود مجندة ... الحديث.
وذكر العقيلي فيه اختلافا على إسرائيل، عَن أبي إسحاق عن الحارث، عَن عَليّ في رفعه ووقفه ورجح وقفه من هذا الوجه.
قلت: وهذه طريق أخرى تزحزح طريق أزهر عن رتبة النكارة.
وأخرج الحاكم في كتاب التعبير من المستدرك من طريق عبد الرحمن بن مغراء، حَدَّثَنَا أزهر بن عبد الله الأزدي بهذا السند إلى ابن عمر قال: لقي عمر عَلَيًّا فقال: يا أبا الحسن الرجل يرى الرؤيا فمنها ما يصدق ومنها ما يكذب قال: نعم، سمعت رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: ما من عبد، وَلا

أمة ينام فيمتلىء نوما إلا عرج بروحه إلى العرش فالذي لا يستيقظ دون العرش ذلك الرؤيا التي تصدق والذي يستيقظ دون العرش فذلك الرؤيا التي تكذب.
قال الذهبي في تلخيصه: هذا حديث منكر، لم يتكلم عليه المصنف وكأن الآفة فيه من أزهر.
أزهر بن عبد الله خراساني. ابن عجلان سے (روایت کرتے ہیں)
انکے بارے میں کلام ہے
عقیلی کہتے ہیں: ان کی حدیث غیر محفوظ ہے اس سے عبد الرحمن بن مغراء روایت کرتے ہیں انتھی
... اور اس روایت کا متن ابن عجلان، عن سالم، عَن أبيه، عَن عَلِيّ سے مرفوعا روایت کیا ہے
میں (ابن حجر) کہتا ہوں: اور اس کا دوسرا طرق أزهر کی وجہ سے ہٹ کر نکارت کے رتبے پر جاتا ہے
اور حاکم نے مستدرک میں کتاب التعبیر میں اس کی عبد الرحمن بن مغراء، حَدَّثَنَا أزهر بن عبد الله الأزدي کی ابن عمر سے روایت بیان کی ہے کہ عمر کی علی سے ملاقات ہوئی پس کہا اے ابو حسن ایک آدمی خواب میں دیکھتا ہے جس میں سے کوئی سچا ہوتا ہے اور کوئی جھوٹا پس علی نے کہا ہاں میں نے رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ کوئی بندہ نہیں ، اور بندی نہیں جس کو نیند آئے الا یہ کہ اپنی روح کے ساتھ عرش تک اوپر جائے پس جو نہ سوئے عرش کے بغیر وہ خواب سچا ہے اور جو سوئے عرش کے بغیر اس کا خواب جھوٹا ہے
الذهبي تلخیص میں کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے مصنف نے اس پر کلام نہیں کیا اور اس میں آفت أزهر کیوجہ سے ہے
کتاب : الفتح الربانی من فتاوی الامام الشوکانی میں شوکانی اس کی بہت سی سندیں دیتے ہیں ان کو رد کرتے ہیں پھر لکھتے ہیں

والحاصل: أن رؤية الأحياء للأموات في المنام كائنة في جميع الأزمنة منذ عصر الصحابة إلى الآن. وقد ذكر من ذلك الكثير الطيب القرطبي في تذكرته، وابن القيم في كثير من مؤلفاته، والسيوطي في شرح الصدور بشرح أحوال الموتى في القبور.
الوجه الثامن: من وجوه الأدلة المقتضية لالتقاء أرواح الأحياء والأموات، وهو دليل عقلي لا يمكن الإنكار له، ولا القدح في دلالته، ولا التشكيك عليه، وذلك أنه قد وقع في عصرنا فضلا عن العصور المتقدمة أخبار كثيرة من الأحياء أنهم رأوا في منامهم أمواتا فأخبروهم بأخبار هي راجعة إلى دار الدنيا
اور حاصل یہ ہے کہ زندوں کا مردوں کو نیند میں دیکھنا چلا آ رہا ہے عصر صحابہ سے ہمارے دور تک- اور اس کا ذکر کیا ہے قرطبی نے تذکرہ میں اور ابن قیم نے اپنی بہت سی مولفات میں اور السيوطي نے شرح الصدور بشرح أحوال الموتى في القبور میں
اور دوسری وجہ : اور وہ دلائل جو ضرورت کرتے ہیں کہ زندوں کی روحیں مرنے والوں سے ملتی ہیں وہ عقلی ہیں جن پر کوئی قدح نہیں نہ ان پر شک ہے اور ہمارے زمانے کے بہت سے فضلا کو خبریں ملی ہیں ان مردوں کو جو اس دار سے جا چکے ہیں
غیر مقلدین کی ایک معتبر شخصیت عبد الرحمٰن کیلانی کتاب روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں لکھتے ہیں

وتجربات کی وجوہ یا اسباب وعلل تلاش کرنا شروع کر دے تو اس میں ناکام ہی رہے گا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی وضاحت اللہ تعالٰی نے یوں فرمائی کہ: "وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا"

ان ہر دو اقسام کی روحوں کے بارے میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ایک قسم کی روح کے خاتمہ سے دوسری قسم کی روح از خود ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص سویا ہوا کوئی خواب دیکھ رہا ہے کہ کسی دوسرے شخص نے اسے سوتے میں قتل کر دیا۔ تو روحِ نفسانی خواہ کہیں بھی سیر کرتی ہوگی۔ اب یہ دوبارہ اس جسم میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالٰی اسے وہیں قبض کر لے گا۔ اسی کے برعکس صورت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالٰی کسی انسان کی روحِ نفسانی کو خواب میں قبض کر لیں تو بستر پر سونے والا آدمی بغیر کسی حادثہ یا بیماری کے مر جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

"اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى"

(الزمر: ۴۲)

"اللہ تعالٰی موت کے وقت کسی شخص کی روح کو قبض کر لیتا ہے اور اس شخص کی روح کو بھی جو خواب میں ہے اور ابھی مرا نہیں، پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو جو (خواب دیکھ رہی ہیں) ایک مقررہ وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے"

آیتِ مذکورہ بالا سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ یہ آیت اس بات پر سب سے قوی دلیل ہے کہ روح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ روح جو کسی حالت میں بھی بدن کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ اور یہ روحِ حیوانی یا نفسِ زیریں ہے۔ دوسری وہ روح جو خواب میں بدن کو چھوڑ کر سیر کرتی پھرتی ہے اور ہر طرح کے واقعات سے دوچار ہوتی ہے۔ یہ روح نفسِ بالا یا روحِ انسانی کہلاتی ہے۔ اسی روح کو اللہ تعالٰی مخاطب فرماتے ہیں۔ اور اسی روح کو دوام ہے۔

۲۔ روحِ حیوانی یا نفسِ زیریں کا تعلق محض بدن سے ہے۔ بدن نہ ہو تو اس روح کا کوئی وجود ہی نہیں رہتا۔ بلکہ یہ روح تو بدن کے بوسیدہ ہونے یا فنا ہونے کا بھی انتظار نہیں کرتی۔ موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے ختم ہونے سے بدن بدن نہیں کہلاتا بلکہ جسد، میت، لاش یا نعش کہلاتا ہے۔

۳۔ بیداری کی حالت میں یہ دونوں قسم کی روحیں انسانی جسم میں موجود رہتی ہیں۔ اوسطاً ہر انسان اپنی زندگی کا تیسرا حصہ وقت سو کر گزارتا ہے۔ گویا اس دنیوی زندگی کا تیسرا حصہ وقت برزخی موت ہے۔ پھر اس دنیوی زندگی میں اس برزخی موت کی حالت میں بھی زندگی کے آثار موت کے آثار سے زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دنیاوی زندگی میں تقریباً بارھواں حصہ وقت انسان پر موت کے اثرات غالب ہوتے ہیں۔

اس فلسفہ کا خمیر انہی ضعیف روایات پر اٹھا ہے جس سے معبروں (خواب کی تعبیر کرنے والوں) کی دکان چل رہی تھی

ظاہر ہے اس فلسفہ کی قرآن و حدیث میں جڑیں نہیں لہذا اس پر سوال پیدا ہوتے ہیں جو کرتے ہی زبان بندی کرا دی جاتی ہے

۳۔ رُوحوں کی ملاقات،

اس سوال میں آپ نے کئی اشکالات کا اظہار فرمایا ہے، مثلاً،

(۱) خواب میں جب رُوح بدن سے علیحدگی ہو گئی تو اسی انفکاکِ روح ہی کا نام تو موت ہے۔ پھر اگر جسم کو بھی عذاب و ثواب میں شریک سمجھ لیا جائے تو یہ زندگی ہوئی موت تو نہ ہوئی؟

(۲) خواب میں کسی شخص کی رُوح جب کسی مَرے ہوئے ظالم انسان کی رُوح سے، جو سجّین میں مقید ہے، ملتی ہے تو کیا اس سونے والے شخص کی رُوح وہاں پہنچ جاتی ہے یا اس ظالم اور ڈاکو انسان کی رُوح وہاں سے آزاد ہو کر اسے خواب میں آ کر ڈراتی دھمکاتی ہے؟ وہ ضابطہ الٰہی کو توڑ کر اس دنیا میں کیسے آ جاتی ہے؟

۳۔ ایک ہی خواب میں ایک رُوح کئی آدمیوں کو خواب میں ملتی ہے تو کیا ایک ہی روح سب کو ملتی ہے یا علیحدہ کوئی رُوح؟

ان سوالوں کا جواب دینے کی بجائے میں فاروق صاحب کو یہ مشورہ دوں گا کہ میرے مضمون کا متعلقہ حصّہ دوبارہ غور سے پڑھ لیں، خصوصاً ص ۲۴ کا یہ پیرا کہ:

"یہ ایسے بدیہی مشاہدات ہیں جن سے ہر شخص کو سابقہ پڑتا ہے۔ اب اگر انسان ان تجربات و مشاہدات کی وجوہ یا اسباب و علل تلاش کرنا شروع کر دے تو وہ اس میں ناکام ہی رہے گا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ "وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا"

لہٰذا میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ آپ ایسی باتوں کے پیچھے کیوں پڑ رہے ہیں جن کا سمجھنا انسان کی عقل سے ماوراء ہے۔ نہ ہم ان باتوں کے سمجھنے کے مکلف ہیں اور نہ ایسی باتیں اعتقادات میں کوئی مقام رکھتی ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا شیطان کی طرف سے نہ کہ اس میں روحیں نکل کر عالم بالا جاتی ہیں

حدیث میں ہے ایک شخص خواب بیان کر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈانٹا اور کہا
لَا تُخْبِرْ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِكَ فِي الْمَنَامِ
اس کی خبر مت دو کہ شیطان نے تیرے ساتھ نیند میں کیا کھیلا

صحیح مسلم کی روایت ہے
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيَّ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ لَكَ فِي حِصْنٍ حَصِينٍ وَمَنْعَةٍ؟ - قَالَ: حِصْنٌ كَانَ لِدَوْسٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ - فَأَبَى ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي ذَخَرَ اللهُ لِلْأَنْصَارِ، فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ، هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَمَرِضَ، فَجَزِعَ، فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ، فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ، فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ، فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ، فَرَآهُ وَهَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ، وَرَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ؟ فَقَالَ: غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ؟ قَالَ: قِيلَ لِي: لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ، فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ»

حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ بصری روایت کرتے ہیں ابی زبیر سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے کہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (مکہ میں ہجرت سے پہلے) اور عرض کی کہ یارسول اللہ ! آپ ایک مضبوط قلعہ اور لشکر چاہتے ہیں؟ (اس قلعہ کے لیے کہا جو کہ جاہلیت کے زمانہ میں دوس کا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے قبول نہ کیا کہ اللہ تعالی نے انصار کے حصے میں یہ بات لکھ دی تھی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ان کی حمایت اور حفاظت میں رہیں گے) پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ پھر مدینہ کی ہوا ان کو ناموافق ہوئی (اور ان کے پیٹ میں عارضہ پیدا ہوا) تو وہ شخص جو سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا تھا، بیمار ہو گیا اور تکلیف کے مارے اس نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے تو اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنا شروع ہوگیا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پھر سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا اور ا س کی حالت اچھی تھی مگر اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپائے ہوئے تھا۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا :”مجھے اس لیے بخش دیا کہ میں نے اس کے پیغمبرکی طرف ہجرت کی تھی۔“ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو اپنے دونوں

ہاتھ چھپائے ہوئے ہے؟ وہ بولا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ ہم اس کو نہیں سنواریں گے جس کو تو نے خود بخود بگاڑا ہے۔ پھر یہ خواب سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دے جیسے تو نے اس کے سارے بدن پر کرم کیا ہے۔ (یعنی اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی درست کر دے)۔ "

اس روایت کے مطابق طفیل رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو خواب میں دیکھا اور اس نے بتایا کہ اس کی بخشش ہو گئی

اس کی سند میں ابی زبیر ہے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے۔ محدثین کہتے ہیں ابو زبیر کی وہی روایت لینی چاہیے جو لیث بن سعد کی سند سے ہوں امام مسلم نے اس اصول کو قبول نہیں کیا۔ اور روایت کو صحیح سمجھا ہے جبکہ دیگر محدثین اس سے الگ کہتے ہیں ان کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں بنتی۔ کتاب جامع التحصیل فی اِحکام المراسیل از صلاح الدین العلائی (المتوفى: 761ھ) کے مطابق

محمد بن مسلم أبو الزبير المكي مشهور بالتدليس قال سعيد بن أبي مريم ثنا الليث بن سعد قال جئت أبا الزبير فدفع لي كتابين فانقلبت بهما ثم قلت في نفسي لو أني عاودته فسألته اسمع هذا كله من جابر قال سألته فقال منه ما سمعت ومنه ما حدثت عنه فقلت له اعلم لي على ما سمعت منه فاعلم لي على هذا الذي عندي ولهذا توقف جماعة من الأئمة عن الاحتجاج بما لم يروه الليث عن أبي الزبير عن جابر وفي صحيح مسلم عدة أحاديث مما قال فيه أبو الزبير عن جابر وليست من طريق الليث وكأن مسلما رحمه الله اطلع على أنها مما رواه الليث عنه وإن لم يروها من طريقه والله أعلم

محمد بن مسلم أبو الزبير المكي تدلیس کے لئے مشہور ہیں – سعيد بن أبي مريم نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں ابو الزبیر کے پاس گیا اس نے دو کتابیں دیں ان کو لے لر واپس آیا – پھر میں نے دل میں کہا جب اس کے پاس جاؤں گا تو اس سے پوچھوں گا کہ کیا یہ سب اس نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا بھی ہے ؟ لیث نے ابو الزبیر سے (واپس جا کر) سوال کیا تو اس نے جواب میں کہا: اس میں ہے جو ان سے سنا اور وہ بھی جو میں نے ان سے روایت کر دیا ہے- میں (لیث) نے اس سے کہا: مجھے اس کا علم دو جو تم نے سنا ہو- پس اس نے صرف وہ بتایا اور یہ اب میرے پاس ہے-اس وجہ سے ائمہ (حدیث) کی جماعت نے اس (ابو الزبیر) سے دلیل نہیں لی سوائے اس کے کہ جو لیث کی سند سے ہو – اور صحیح مسلم میں اس کی چند روایات ہیں جس میں ابو الزبیر عن جابر کہا ہے جو لیث کی سند سے نہیں اور امام مسلم اس بات سے واقف تھے کہ اس کی لیث کی سند والی روایات کون سی ہیں ، انہوں نے اس کو اس طرق سے روایت نہیں کیا اللہ أعلم

ابن سیرین سے منسوب کتاب تفسیر الاحلام یا کتاب الرویا غیر ثابت ہیں لیکن یہ کتاب صوفیوں کی گھڑی ہوئی ہے

عرب عالم مشهور بن حسن ال سلمان اپنی کتاب کتب حذر منها العلماء (وہ کتب جن سے علماء نے احتیاط برتی) میں اس پر بحث کرتے ہیں

كتب حذر منها العلماء

تصنيف
أبي عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان

تقديم
فضيلة الشيخ بكر عبد الله أبو زيد

المجلد الثاني

دار الصميعي للنشر والتوزيع

وخلاصة ما تبين لي هو أن ابن سيرين لم يؤلف في التعبير للأسباب التالية:

١ ـ أن جميع الذين ترجموا له خلال القرون الثلاثة الأولى من الهجرة لم يذكروا إطلاقاً أن لابن سيرين كتاباً في التعبير مع أنهم ذكروا براعته فيه.

٢ ـ إن ابن سيرين رغم معرفته بالكتابة لم يكن يكتب بنفسه، وإنما كتب عنه بعض تلامذته، وإنهم إنما كانوا يقيدون المسائل لئلا تضيع بالنسيان، وإنه كان يكره كتابة الحديث؛ إلا ريثما تحفظه الذاكرة، وذٰلك حفاظاً على الرواية والسند، ولئلا يتحول الكتاب إلى مرجع بدلاً من الشيخ أو الراوي، ولم يذكر أحد من المؤرخين السابقين أنه كتب في الحديث أو غيره أو أنه أملى شيئاً في أي علم من العلوم والتقنين.

وهٰذا لا ينبغي أن يكون تلامذته أو أحدهم قد اهتموا بتعبيراته واستخلصوا منها القوانين، أو أن يكون هو ذاته قد شرح لهم بعض القواعد التي يلتمسها في التعبير؛ فتلقفوها بالتدوين، ولا مانع أن يكون ذٰلك قد تم بعلمه وإقراره، ولٰكن على أساس تقييد الفوائد العلمية لا التأليف فيها.

٣ ـ إن ابن سيرين كان شديد الورع، وكان يحمل نفسه من ورعه الشيء الكثير كما جاء في «سيرته»، وكما سبق تفصيل ذٰلك، وأغلب الظن أن يحمله ورعه هٰذا على أن لا يتحمل وضع قوانين معينة في الرؤيا، وإن كان في واقع الحال جريئاً على التعبير كما يروى عنه، ولٰكنها جرأة العالم المتمكن من فنه، وهي جرأة وقتية؛ أي أنها تتعلق بكل حالة تعرض له على حدة من حالات الرؤيا، يواجهها بما يفتح الله عليه به وفقاً للملابسات الخاصة بها، ولكنها ليست جرأة تحمل تبعة التأليف.

٤ ـ نقلت بعض المصادر نماذج من تعبيره، ولٰكنها لم تذكر إطلاقاً أنها منقولة من كتاب وضعه أو أملاه.

٥ ـ إن إلقاء أية نظرة عابرة على كتاب «تعبير المنام» المتداول في أيدي الناس منسوباً لابن سيرين، إلقاء مثل هٰذه النظرة كفيل بأن يدل على أن روح

٢٨٣

لب لباب یہ ہے کہ یہ کتاب ابن سیرین سے ثابت نہیں ہے اس کا تین قرون میں تذکرہ نہیں ملتا ابن سیرین ایک محتاط محدث تھے اور تعبیر کے لئے ممکن نہیں کہ انہوں نے قوانین بنائے ہوں

لیکن افسوس بر صغیر کے علماء نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیااور غیر مقلدین اور صوفی منش علماء تک اس کو فتووں میں استعمال کر رہے ہیں

وآخر دعوانا الحمد لله رب العالمين